

إِنَّ الدِّينَ قُرْبَانٌ وَكَانُوا إِشْيَعَانَتْ مِنْهُمْ
 وَكَانُوا إِشْيَعَانَتْ مِنْهُمْ وَكَانُوا إِشْيَعَانَتْ مِنْهُمْ

مذہب اربعہ

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد شفیع قرطبی صاحب تفسیر

تحفہ حسینیہ

جلد دوم
 صدر ایوان کائنات محمد اشرف سیالوی

الاسلامیہ پبلیکیشنز دہلی

حصہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہے

نام کتاب تحفہ حسنیہ (جلد دوم)
مصنف اشرف احمد اعظمی اشرف الہادی
ترمیم و حتام محمد سرمد شاہی
اشاعت پراول نومبر 2007ء
اشاعت بارہم جون 2009ء
صفحات 484 صفحات
تعداد 1100
قیمت

ناشر

اہل السنۃ پبلی کیشنز

گلی ٹائمز ٹکڑ، منگھارہ روڈ (بہاول)

0321-7641096, 0333-5833360

پاصولہ نے مورخ شیخ الاسلام کا کتاب دار کرم کو دیا

0483-724695

حرف آغاز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 فَعَدَدًا وَتَفَسَّرَ هَلْ مِنْ شَوْلٍ أَوْ كَلْبٍ
 فَتَحْتَهُ أَهْمَعِينَ ۝ اِقْبَا بَعْدَ
 بِحَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى أَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ سَيِّدًا فَارْجِعُوا
 ہاتھوں میں پہنچ چکا، جس میں لکھی اور تحریر قرآن کے متعلق شیعی مسلک اور
 اس کا متبع شیخ، فضائل صواب کلام ائمہ کے قرآن اور امامیہ غیر اہل حق و افعال
 انہی کلام عظیم الرضوانی ادریشی تاویلات کا رد و ابطال کیا گیا اور اس کے خلاف بہت
 سے علمی و ابحاث کی طرح ظاہر کیا ہو چکا۔

اب بغضِ حق تعالیٰ و سرورِ جہدِ پیشِ خدمت ہے، جس میں خلافت و اہدیت کے
 موضوع پر مفصل گفتگو کی گئی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان پر منہ خلیفہ
 ہونے کا اقرار اور عقائد و بائیس کی خلافت کے خلاف تاویلات پر منہ کا اقرار و اقرار
 حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اہدیت
 میں دینا، مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے اور شیعی تاویلات و تاویلات کا بھی کیا
 ہے۔ نیز حدیث قرطاس کی حقیقت و رد و رد کی طرح اشرار و اشرار کے خلاف اہل حق
 حدیث حدیث سے اہل تشیع کے استدلال کا ابطال واضح کیا گیا ہے، اور اعتراضات
 عقائد بھی بہت سے ابحاث ہیں جو مطالعہ اور گہرے فکر و اصرار کے منہ ضروری اور
 ان خدائی و اقدائی امور میں ہدایت و ارشاد کے بموجب ہیں اور کیا طور پر کہہ سکتے
 ہیں کہ یہ حصہ تحفہ جسیفینہ کے قلب و جگر کی مانند ہے۔

اس کے بعد سرورِ محترم میں حدیث و منہ و اشرار اور فہم و فہم کی بحث کی جائے گی
 نیز مذہبِ شیعیہ کا بائی کون تھا، شیعیہ کی مذہب پر امامیہ کلام ائمہ و ائمہ امام حسین

دینی شخصیت کوں تھے؛ اللہ کوام کا ہر ذر قیامت منسوب تھا لہذا ہر بات اور ہر شخصیت
ہونا تو کی تکثیر اور بعد، اللہ کوام کا اپنی اولاد اہل بیت کے نام لفظاً شیخ کے ناموں
پر، کہنا اور غلطاً شیخ کے اسماء گرامی کے ساتھ موسوم ہونے کے ساتھ اپنا شیخ
کا مسلک برائی کیا جاسکتا۔

استاذ العلامہ حضرت شیخ القرآن والحدیث علامہ محمد اشرف صاحب بیاد کی غلط
لوگ سلجھتے ہیں کہ خطیب مجھے ہم سے ادیب ہیں۔ اعظم و جلیل کا شعر ہے: یا منظر کما
میدان، فرسید ہر چہ چہرہ زیب کی امت است، تھیں ۱۰۰۰ی، مجھ سے ادیب اور شیخ اشرف کی
کیفیات غالب تھیں، ہر چہ صورت پر ہی نہ وقت دانی سے ملائی واپس کی ہر بار
ان کا قرب ہے۔ کھلے دل سے بات نہ کرنا کھلے دل سے عقیدہ کشانی فرمنا
ان کا طریقہ ہے۔ دیکھو علی، عالی، زہد، شفا، منصفانہ اور حیدر و گشتکار، ان کا
دلیرو ہے۔ گنت کتابیں تاریخ و تصنیف فرما چکے ہیں۔ گنت کتابوں کے تراجم
عبد ہر ہر چکے ہیں۔ مختلف مناصب پر کام فرما کر، شہرہ پزیر ناظرین سے تیسرا
بھی جہر و مقصد شہرہ پزیر ہمارے اگلے اشعار، اشعار العزیز، قاری کی کام خود ہی
اعجاز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صورت و ظرف کو گنج کی خوبیوں سے
سرشار فرمایا ہے۔ فائدہ فضل اقدس یونیس و من یشاد۔

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ صاحب رحمہ اللہ کے علم و فضل اور اخلاص و عمل پر نازی
بیکسین عطا فرمائے۔ آپ کا سایہ فضا، اسلام آباد، تلوار خانہ کے سہارے کی
تصنیفات و تالیفات کو اپنی بارگاہ مقدس میں شرف قبولیت سے نوازا کر
پیش کرے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و ایک عالم آل و صاحب رسول
صوبان اعلیٰ عظیم الجبین کی رضا مندی و خوشنودی اور تاج کوام کا موجب بنائے۔
آمین ثم آمین بجا دلائل و بیانی علی التوفیق و التسلیم!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
شاہد علی بیگ
فائدہ غلامت علی بیگ

مرکزی ناظم اعلیٰ، مجلس المدینۃ الاسلامیہ، پاکستان۔

فہرست حصہ دوم تحفہ حسینیہ

۱۵	بحث امامت و خلافت
۱۵	توسیدی امور، امیر اقل، نصب خلیفہ کا ذمہ دار کون ہے ؟
۱۶	امیر ثانی، خدا شیعہ یا ملکہ خلیفہ قطعی عقیدہ ہے
۱۷	امیر ثالث، تقریباً ہم میں مذہبِ اہل تشیع کا بیان
۱۸	امیر رابع، محل نزاع امامت کی تقریب
۱۹	اہل اقل عقیدہ شیعہ
۲۲	فرمانِ محمدی، میر تقی میر کا خلیفہ نہ مانے اور لعنتی ہے
۲۳	علامہ شیعہ کی تقریب اور اس کا ردِ تبلیغ
۳۱	سوادِ اعظم کا مذہب ہی مذہبِ مرتضیٰ ہے
۳۲	اہل تشیع اور شوقِ سکونت
۳۳	ہمسالہ مذہبِ شیعہ، شوقِ فدائیہ افکارِ خلافت
۳۴	تحفہ حسینیہ، آثارِ استدلالِ اقل
۳۹	مذہبِ شیعہ، دلیل دوم بر صحتِ شوقی
۴۰	تحفہ حسینیہ، فوائد و نکات کا مجموعہ
۴۵	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور شوقی و انتخاب
۴۶	ادبیہ شام کا اختلاف و نزاع اصحاب کے بیان کے منظر
۴۷	اسلاف پر عقیدہ و انتخاب کا لزوم اور نہ سنی مستحق
۴۸	ہمسالہ مذہبِ شیعہ، دلیل سوم بر صحتِ شوقی
۴۸	تحفہ حسینیہ، آثارِ استدلالِ مذکور

- حضرت امیر ربیعہ رضی اللہ عنہ کی بیوی و بیٹیوں کے دھڑی کی عزت
 ۵۱ بیعت نہ تھی اور بیعتوں کا اسلام کا مذہب
 ۵۵ حضرت امیر ربیعہ رضی اللہ عنہ کی بیعت و بیعتوں کا مذہب
 ۵۵ لڑنے والوں اور حمل و قول میں تضاد
 ۵۶ طلب خلافت میں حضرت امیر ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بطلان
 ۵۸ ہر کچھ اور اسلامی حکومت اور غیر اسلامی حکومتوں کا فرق
 ۵۹ رسالہ مذہب شیعہ، سیاست خلافت کی لغوی و نکار
 ۶۰ تحفہ مشحون، تحفہ دلیل پیام
 ۶۱ علامہ اشعری صاحب کا بیان کے جواب میں حضرت امیر ربیعہ رضی اللہ عنہ کی بیعت
 ۶۳ تحفہ مشحون، امام کا انتخاب کون کی ہے؟
 ۶۵ قول باری تعالیٰ، سالکان لجم الخلیفۃ کا صحیح مفہوم
 ۶۶ خلیفہ ہوا ہم الہامیہ کا مذہب
 ۶۷ خلفاء کا بیعت کرنے والے کون تھے اور کتنے افراد تھے؟
 ۶۸ رسالہ مذہب شیعہ، خلافت خاندانی کی حقانیت اور مشورہ اس کے تعین
 ۶۹ تحفہ مشحون، دلیل اول در بیان قرآن و روایات
 ۷۰ مذہب شیعہ، دلیل دوم
 ۷۱ دلیل سوم، امام باقر کے تحت جہاد و علم ہے۔
 ۷۲ تعامل مرتبہ رضی اللہ عنہ
 ۷۳ دلیل چہارم، خلافت نبویہ خلافت مصلحتی و فساد ہے۔
 ۷۴ تحفہ مشحون، تقریر استقلال اور کلام امیر کے قواعد و شرائط
 ۷۵ بادشاہ دوم کا اعتراض مغلوب اور غلبہ اسلام کی شہادت
 ۱-۱

- ۱-۴ علامہ ڈاکٹر صاحب کا جواب سے ملز اور پہلے ہی
- ۱-۵ تعامل مرتضوی کے بیان میں غلط بیانی کا دعویٰ
- ۱-۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشوروں اور تعامل کی توجیہ
- ۱-۷ تحفہ حشینیہ، شیعہ ترمیمات کا رد و ابطال
- ۱۱-۵ ابن ابی الحداد کا منصفانہ فیصلہ
- ۱۱-۷ خلفاء شیعہ کے دور میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے جنگوں میں شامل ہونے کی وجہ
- رسالہ مذہب و شیعہ، حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی روحانی خلافت سے دستبرداری ۱۲
- ۱۲-۲ سنی شیعہ تنازعات - رسالہ تحفہ الامامیہ
- ۱۲-۲ سنی شیعہ تنازعات کا بطلان - تحفہ حشینیہ
- ۱۲-۲ خلافت سے دستبرداری اور پہلے رشتہ کی مزید دلائل
- ۱۳-۰ کیا از روئے عقل و ہدایت خلافت سے دستبرداری ممکن ہے؟
- ۱۳-۲ نزاع مرتضوی میں خلافت کی مثل سب اب
- ۱۳-۴ " " خلافت جوتے سے بھی کر قیمت
- ۱۳-۴ " " خلافت بکری کے ناک کی ریش سے بھی حقیر
- ۱۳-۵ " " خلافت خنزیر کی ہڈی سے بھی حقیر
- ۱۳-۷ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے منصب امامت کی تحقیر کا انکسار
- ۱۳-۸ ضرورت امیر و امام
- ۱۳-۹ منصب امامت کا قابل اختلاف ہے تو حسب کچھ ہو گیا،
- ۱۴-۰ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر یہ انش منقولہ
- ۱۴-۱ رسالہ مذہب و شیعہ، حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے دینی و دنیوی ہونے کی حقیقت
- ۱۴-۲ تحفہ حشینیہ، تحفہ جہت و سمتیت

- حضرت امیر مومنانؑ کے نزدیک میں شامل ہونے کی حقیقتیں اور اس کا نتیجہ ۱۴۶
- وصیت و وصایا کے الفاظ پر مشتمل روایات کا صحیح مفہوم و معنی ۱۴۸
- وصیت و وصایا پر عربی اور قطعی لغت کا اکتار ۱۴۹
- وصیت و وصایا کے متعلق اہم معجز فقہاء و بصو کا نظریہ ۱۵۱
- اوپر وصیت و وصایا کی حکمت و حوصلت ۱۵۳
- خلافت میں اختلاف و نزاع کے دور پہلے کی وصیت ۱۵۴
- انوکھی وصیت ۱۵۵
- رسالہ تحفہ الامامیہ، وصیت کے تحقق و ثبوت کا دہلی ۱۵۶
- تحفہ حسینین، طہرت وصیت کے دہلی میں پہلی کتب گھر کا ۱۵۷
- روایات وصیت میں سرحد قیام، عن ائمہ کچھ ۱۵۸
- تحقیق علیہ علیہ اور اثبات فی کلام کوئی صحیح کتاب و فقہی ۱۵۹
- علامہ شمس المصطفیٰ صاحب کا جہول دہلی ۱۶۲
- انکار وصیت کے معارض روایات کی حقیقت اور سند و معنی دہلی کا ۱۶۴
- وصیت و وصایا کے واقعہ کا حال ۱۶۸
- رسالہ مذہب شیعہ، وصی و موصی ہونے کی حقیقت ۱۷۱
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ کے متعلق سوال سے اجتناب ۱۷۱
- تحفہ بیوت وصیت ۱۷۲
- انکار وصیت کی روایات اور طوسی کے جوابات ۱۷۶
- ابو جعفر طوسی کی سفالطہ آفرینی اور وصفہ دہلی ۱۷۸
- رسالہ مذہب شیعہ، حضرت امیر مومنانؑ کا وصیت کی معنی کشی کو ۱۸۲
- شکوہ اور خلافت میں نزاع سے روکتا ۱۸۲

- ۱۸۳ تحفہ حسینیہ، حضرت عباس اور اہل بیت کی پیشکش کے مزید ثبوت
- ۱۸۴ تنقیح کلمہ اور دوسرا مسئلہ
- ۱۸۹ از روئے تفسیر بیعت و امامت، ابو بکر کا وہ بڑا ہی مرقعہ دینی اثر ہے
- ۱۹۲ شیعہ شاد میں نبی البلاغہ کا اضطراب
- ۱۹۳ علوم کا اعتقاد اور اس کا رد و تبلیغ
- ۱۹۶ حضرت علی مرتضیٰ دینی اثر ہے کہ بے غرضانہ و باخبرانہ اور غار میں کھنڈل کا ہے۔
- ۱۹۷ تحفہ حسینیہ، تختہ بیعت مذکور
- ۱۹۸ حضرت امیر کی بیعت ابو بکر پر رضا و تسلیم
- ۲۰۱ غلطہ مذکورہ کے فوائد کا بیان اور اثبات مذہب اہل سنت
- ۲۰۳ حضرت امیر دینی اثر ہے اور دیکھا جاوے گا کہ اس پر تشدد کا ابطال
- ۲۰۵ حضرت امیر کا تعامل خلفاء ثلاثہ کے ساتھ بیان و اہل بیت
- ۲۰۷ اہل بیت علیہ السلام کا عقیدہ اور علمائے شیعہ کی دعا علی
- ۲۱۰ رسالہ مذہب شیعہ، ظاہری بیعت و باطنی بیعت کا فرق
- ۲۱۳ بیعت مرتضیٰ کے لیے مالک و اشتر و حمزہ کا تشدد و جبر
- ۲۱۸ بارگاہ نبوی میں خلفاء ثلاثہ کا مقام اور شان و تقرب
- ۲۱۹ اور شاو نوہوی میں تخریفات کی ناکامی
- ۲۲۵ غلط بیعت دینی اثر ہے کہ بیان بڑا ہی رسالت پر تقدیر و جبر
- ۲۲۷ شیعہ تشکیلات رسالت مذکورہ کے متعلق - رسالہ خزینہ الامامہ
- ۲۲۸ شیعہ تشکیلات و کلیات کا رد و تبلیغ - تحفہ حسینیہ
- ۲۲۹ مسیح اکبر دینی اثر ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد و احباب کا اس اعتقاد پر ایمان لانا - نفیس بحث

- ۲۳ علامہ طبریزی کا شیعہ افسانہ نگاری سے گریز
- ۲۳۹ اس شخص کا ازالہ کہ امام بخاری صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا نبیوں کی ہوا
- ۱۴۰ صرف شرط ہے کہ حکومت ادا کیا ہو یعنی اگر کوئی اللہ عزوجل کا تعاقب کرے
- ۱۴۷ اہم نکتہ، حدیث بکثرت سے علامہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اثبات
- ۲۴۸ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی انصافیت سلطان عالمیہ رضی اللہ عنہ پر ۲۴۸
- ۲۴۹ شیعہ کا بیچ و تاب اور فراموش امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تعریف ۲۴۹
- ۲۵۰ گرد و اصغیر پر حواشی کا خیر، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تیار کر دینا ۲۵۰
- ۲۵۱ شیعہ نامور ائمہ کا نام طبع
- ۲۵۲ کتبہ شیعہ میں شنی ماویہ کیوں آئی ہے ؟
- ۲۵۳ مہربان مالک کی طرف سے رضی اللہ عنہ پر لے کر حسن رضی اللہ عنہ
- ۲۶۱ سیدہ کنی کا مہربان اصل
- ۲۶۲ کتبہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوم رضی اللہ عنہ
- ۲۶۵ مکتوبی ام مکتوم کی حدیث حضرت امیر کی حدیث میں اس پر تاثر
- ۲۶۸ یہود کی سنت اور تہذیب کی ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا اثر
- ۲۷۰ مکتوب ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعہ مکتوبات اور تہذیب کا مکتوب
- ۲۷۳ مکتوب ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا اعتراض اور سیدہ رضی اللہ عنہ
- ۲۷۴ مکتوب ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا اعتراض، از امام جعفر طوسی شیعہ عالم
- ۲۷۵ کتبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے مکتوب و تہذیب کا مکتوب
- ۲۷۶ اس مکتوب کا مکتوب اور شیعہ کتبہ رضی اللہ عنہ
- ۲۸۸ کیا حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے مکتوب کی کے قائل جھوٹے ہیں ؟
- ۲۸۹ مہربان مکتوب ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا اعتراض اور تہذیب کا مکتوب

- ۲۸۸ مشہور مکر مکر نہیں آتی !
- ۲۸۹ عقیدہ ائمہ کا کلام یعنی ائمہ چہارین تاویلات کی ضرورت کیوں؟
- ۲۹۰ عقیدہ نکاح کی روایات کو موضوع کچھ کی نفرت
- ۲۹۱ علامہ صاحب کی ارحیات - رسالہ تشریح و تفسیر
- ۲۹۲ علامہ صاحب کی جملہ توحیدیات کا رد و طعن - تحفہ حسینیہ
- ۳۰۲ انہوں نے ولایت و جبریت نسبت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا ثبوت
- ۳۰۴ اسلام میں کشتہ وادی کا حاکم و حاکمان وادی پر ہے
- ۳۰۵ پیر صاحب کے اقل فریق غصبتاء پر غصتہ کی وجہ
- ۳۰۷ علامہ مجلسی کا مذہب احمدیہ صاحب کی غلط بیانی
- ۳۱۰ علامہ صاحب کی تلمیذ کی تلمیذیں
- ۳۱۱ شیعہ مؤرخ کی طرف سے احمدیہ صاحب کی تکذیب
- ۳۱۶ رسالہ مذہب شیعہ بمبشہ حدیث قرطاس
- ۳۱۸ تحفہ بمبشہ قرطاس - تحفہ حسینیہ
- ۳۲۶ علامہ صاحب کی جرائی کا رد و تادی
- ۳۳۰ علامہ صاحب کے جوابات کا مشکل رد - تحفہ حسینیہ
- ۳۳۱ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھنے کے محال ہونے کا مطلب؟
- ۳۳۲ کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صرف حمزہ بن ابیہ جاسقہ تھے؟
- ۳۳۵ کتبہ اہل سنت سے لکھنے کے متعلق ثبوت ادھاس کا جواب
- ۳۳۶ نبی اُنہی کے نہ لکھنے کے باعث علامہ شیعہ کے اقوال
- ۳۳۹ ستر علوم پرہ ستریں اور ان میں لکھنے کی حقیقت
- ۳۴۰ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُنہی ہونے کا مطلب

- ۳۴۱ حدیث قرطاس کی دوسری توجیہ کے جواب میں فریب کاری
- ۳۴۲ حضرت امام خزان علیہ الرحمہ پر ہتھان
- ۳۴۵ کتاب مترجم المصنف رشاد عبدالعزیز کی نظر میں
- ۳۴۶ امام خزان علیہ الرحمہ نعمت اللہ جزائری کشمیری کی نظروں میں
- ۳۴۹ حدیث قرطاس کی تیسری توجیہ کے جواب میں دیکھاری
- ۳۵۳ شیعہ کا دعویٰ قبول نہ کرنا اصل بیابان ہے
- ۳۵۶ حدیث قرطاس کی چوتھی توجیہ کے جواب میں حقائق پر پردہ پوشی
- کیا مستحب دعا بدعت دنیوی اللہ تعالیٰ جنہا کی نہیں ہے { اس کے بارے میں شیعہ قریباً سوچتے ہیں }
 غور ہے وہاں کی پیشین گوئی کی مانند ہے ؟
- ۳۶۵ کیا حدیث دعا بدعت دنیوی اللہ تعالیٰ جنہا کے ائمہ اربعہ کا فتویٰ ہے
 کی دوسری دلیل شیعہ سے ہر سہ تھے ؟
- ۳۶۹ علماء شیعہ کا دعا بدعت نہیں ہے ہمیشہ وغیرہ سے بیگانہ تھے
- ۳۷۱ ائمہ اربعہ میں سے حضرت علیؑ کے احادیث میں یہ دعویٰ کی انتہا
- ۳۷۳ علامہ ابو حنیفہ کا جواب کی کیا ہے اور بے عمل تحقیق
- ۳۷۵ رسالہ مذہب شیعہ، مصنف حدیث، فقیر اور شیعہ استدلال کا ابطال ص ۳۷
- ۳۷۵ تنقید حدیث فقیر - نقطہ شیعہ
- ۳۷۶ غلامیہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور شیعہ دینی عمل خداج
- ۳۷۷ شیعہ استدلال کی حادہ صحت
- ۳۷۸ امر اقل کی تحقیق کہ حدیث فقیر متواتر اور قطعی الثبوت نہیں
- ۳۷۹ امر اثنان کی تحقیق کہ امر اقل کی دلالت خلافت علیؑ پر قطعی نہیں
- ۳۸۰ امر اثنین وغیرہ پر فصل کے قرائن کی حیثیت

- ۳۸۲ علامہ ڈھکو صاحب کی ہوائی کارروائی
- ۳۸۲ تحفہ حشینو، علامہ موصوف کے بیجا بات کا رویہ طبع
- ۳۸۴ ڈھکو صاحب کا دعویٰ کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بالتصرف ہے، اس کا رد
- ۳۸۶ علامہ ڈھکو صاحب کے قائم کردہ قرائنی عشرو اسی کا ابطال
- ۳۸۷ پہلا قرینہ اُنستہ اولیٰ بالثمنین من انفسہم اور اس کا صحیح مفہوم
- ۳۹۱ مولیٰ بمعنی محبوب نہ کہ تم قرائنی کا بیان
- ۳۹۲ ششینی علامہ کا مشترک لفظ
- ۳۹۵ دوسرا حدیث قرینہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بالتصرف، اہتمام اور فرمایا نہیں
- ۳۹۶ فرمایا نہیں اور اہتمام کا پس منظر اور ششینی دعویٰ کا رد
- ۴۰۲ تنکوار اور تفصیل حاصل کے لزوم سے مقابلہ دینے کی کوشش
- ۴۰۵ کیا اصلاح غلطی امیر کے بغیر کارِ جہت اکارت ہو رہا تھا؟
- ۴۱۰ کیا قول باری تعالیٰ، یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ علیٰ انفسکم واولادکم
- ۴۱۳ بقول علامہ شیعہ غلطی امیر کے اعلانی میں نہیں پس پیش
- ۴۱۴ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غور کردہ ہونے والے قریم کا ابطال
- ۴۱۵ قول باری تعالیٰ، یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ علیٰ انفسکم واولادکم
- ۴۱۶ شایہ نزول میں غلط فہمی کی وجہ
- ۴۱۷ چوتھا قرینہ، عادت فہمی کا واقعہ
- ۴۲۷ شیعہ دشمنی علامہ مختصر کے نزدیک سائل کا مصداق
- ۴۲۸ کون ہے؟ اور عادت فہمی کب اور کہاں پلاک ہوا؟
- ۴۲۹ شیعہ استقلال کی عذر تفسیر قطعی اور واحد کی حیثیت
- ۴۳۱ پانچواں قرینہ، صحابہ کرام کی حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو مبارکبادی

- ۴۳۲ مسابک بادی وغیرہ والی روایت کی حقیقت
- ۴۳۳ اولیٰ اہل اولیٰ ہوتا حاکم وغیرہ پہلے کو مستحکم نہیں
- ۴۳۶ مولیٰ بمعنی اولیٰ سے کیا گیا، بت ہوا
- ۴۳۷ پیشا قرینہ، صحابہ کرام کو حکم دیا گیا کہ قرین کو ہیرا نہیں
 رہتی اللہ تعالیٰ عزہ کے لقب سے مستحکم دینی ۱۱
- ۴۳۸ امیر المومنین کے لقب سے سلام دینے والی روایت کی حقیقت
- ۴۳۹ ساتواں قرینہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مناقبت اور اس کا صحیح مفہوم
- ۴۴۰ آٹھواں قرینہ، حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے دو متوں کے لیے نکاح کفر
 اور دشمنی کے لیے نکاح ہلاکت اور اس قرینہ کی دو مناسبت ۱۲
- ۴۴۱ نواں قرینہ، احکام و روایت کے بند ٹھیکیں دینے کی بشارت
 اس قرینہ میں انبیاء و صالحین کی مخالفت دینی اور خود مندرجہ
- ۴۴۲ قرآن مجید اچھے اہم قرینہ اور خطاب اسلام کے لیے سے خاصا دل کیوں؟
- ۴۴۳ دسواں قرینہ، حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کو
 استثنائی غلاف میں بطور دلیل پیش کرنا اور اس کا رد کرنا ۱۳
- ۴۴۴ بیعت خلافت کے لیے اہل سفیان کا اصرار اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا انکار ۱۴
- ۴۴۵ صحابہ اوصیت پہلے روایات
- ۴۴۶ مولیٰ بمعنی اولیٰ میں اختلاف غلط - فائدہ منہ
- ۴۴۷ مولیٰ کے معانی میں ملنا و شہید کا ابھی اختلاف - فائدہ منہ
- ۴۴۸ ابو جعفر قمی کا یہ ہستی اور دعویٰ
- ۴۴۹ حدیث غریبہ کی حقیقت حال اور صحیح مفہوم

اسی میں کوئی دخل نہیں۔ پھر یہی کائنات کے افراد میں کریم یا ایک شخص کی نام نہاد خلق نہیں رہا سکتے اور اس کے خلاف عقلی استدلال پر واجب ہے کہ وہ اس دلیل پر غور نہ کرے کہ اگر اس میں عقلی کی باوجود اس میں انسانی کی باطنی صورتیں جوں اویں بھری ہے اور ہر ایک کام جو عبادتوں کے لیے نہیں اور بہتر ہو وہ عقل تعالیٰ پر واجب و لازم ہوتا ہے۔ عقل پر تجزیہ الطوسی و شرح تقرید لغوی و غیرہ۔

دوسرے طوسی نے کہا: از نام لطف بھیب لعیب علی اللہ تعالیٰ قصیدۃ الطوسی
 امام کا نصب کرنا لطف اور محانت سے ہے۔ امام اس کا مترادف عقل تعالیٰ پر واجب ہے۔
 تاکہ حق میں مطلوب برعاقب ہو سکے۔ مگر تو کسی نے اس کی تشریح میں فرمایا: وذهب اهل
 السنة الى انه واجب علينا سماعا الى الله وذهب الإمامية الى انه واجب
 على الله عقلا و اختاروا المصنف. اهل السنة من طرف
 مانے ہیں کہ امام کا تعین مجہر پر لازم ہے۔ دلائل معیہ کی وجہ سے، جیسا کہ امامیہ مذہب و
 عقیدہ ہے۔ چنانچہ دلائل عقیدہ کے دست امام کا نصب کرنا عقل تعالیٰ پر واجب ہے۔
 یہی مضمون کثیف الزامی شرح تقرید الاحقار علی ماحل مشتمل ہے۔
 لیکن درائن عقیدہ ہے کہ بشت اجیاد علیہم السلام سے یہ قصد ہے: یا ہذا
 پہلی صورت میں دائر میں لطف کا تصور حاصل ہو گیا اور دوسری صورت میں بشت اجیاد
 عبت ہو گئی۔ غور و اندیشہ اور تہجد و عمل کی بشت تحصیل کرنے کے لیے اگلی ضرورت
 ہذا اعلیٰ شیعہ کا بشت اجیاد کو عبت ہی نہ ہوتا اور لطف باری تعالیٰ کا نہ کہ تقرب
 میں منحصر اتنا خود باطل ہو گیا۔ کہ اس قائل الطوسی فی التخییر پیدا و اغصان
 اللطف فیہ معلوم العقلاء و تقرید مع الکشف ص ۲۲۰

اسرثانی

شیعہ کے نزدیک امامت کا عقیدہ عقلی حقائق میں داخل ہے اور اس پر ایمان
 و کفر و کائنات و درجات کا دار و مدار ہے حتیٰ کہ ہر شخص بارہ ان میں سے کبھی امامت کا حکم

نہایت ہے۔ اسی طرح آخر کے حق میں بھی تمام کی مراعت اور منصب امامت کی حق
عنبر و لکھ ہے۔

امیر باع

بحال امامت میں یہاں بہت حد تک کام ہے اس سے علاوہ نقطہ مدعی مرتبہ اولیٰ امامت
کا قرب نہیں ہے جو بروہی کو حاصل ہوتا ہے جو بعض تبلیغ احکام جو ہر عالم کر سکتا ہے
بلکہ اس سے علاوہ جو امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طور پر دینی امور بھی سمجھیں
سیادت و قیادت کا لیل علی شرم انھیں دینا، ہر دینا سے عامۃ فی امور الدین
والدنیاء میں انھوں نے اجمال کی تفصیل حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کی ذیلی امامت
فرامی ہو کر اس مقام میں علی امامت اور اہل الشیعہ کا جامع و اتفاق واضح ہوا ہے۔

ان الإمامة زمان الدين و نظام المسلمين و صلاح الدنيا و عز
المؤمنين، ان الإمامة رأس الإسلام الثاني و فروعہ المسماة، یا الامام
تمام الصلوة و الزکوة و الصیام و الحج و الحجۃ و تولی الامر فی الشی و
الصدقات و اعضاء الحدود و الاحکام و منع القوی و الاطراف
الامام یحل حلال الله و یحرم حرام الله و یتقیم حدود الله و ینبذ عن الناس
الله و ینزل حوائج سبیل الله بالحق و بالوعظۃ المستنہ و لجة المذنبۃ الخ
(استخراج تطہیر من مکتوبہ مشہد علیہ السلام)

یہ فلسفہ امامت دین کے لیے تمام ہے اور لوگوں کو دین پر بہرہ ور رکھنے کا
موجب ہے اور اہل اسلام کے لیے دین پر قائم رہنے کا وسیع ہے۔ دنیا کی اصلاح و دینی
سے اور اہل دین کے لیے عز و افتخار امامت اسلام کے لیے بہتر نہ ہو کہ جو جو چیز
بالا ہے اور اس کی بہتر تربیت فرقہ سے امام کے نزدیک ہی عز و زکوة و فخر
اور اس کی تقیم و تکمیل ہے اور اس کے لیے بہتر ہے اور انسانی عقل و علم و حکمت
کی فراوانی ہے اور حدود و احکام کا فائدہ و احکام اسلام کی سرپرست اور فرائض

مختص امام ہی اشد تعالیٰ کے مقابل کو سوال نہیں کرتا ہے اور اس کے حرام کو حرام قرار دیتا ہے
وہی اشد تعالیٰ کے حدود کو قائم کرتا ہے اور اس کے وہی کا رواج کرتا ہے اور اشد تعالیٰ
کے جس کی طرف اور وہاں ہدایت کی جانب نکت ہالہ ہر وقت مسدود و محبت نامہ کے
ساتھ دعوت دیتا ہے۔

علامہ علی نے عمیق طوسی کے اس دعویٰ پر کہ امام کا نصب کرنا حلف نفس ہے
دلیل قائم کرتے ہوئے کہا: اذ التعلو الضروری حاصل بآئی العقل لا
معتق کان لہم رئیس ینصہم عن التغالب والتہاوش ویصدہم
عن المعاصی ویبدہم علی فعل الطاعات ویبدہم علی الشراف
والتعلو کانوا الی الصلاح اقرب ومن الفساد أبعد وهذا ضرور
ضروری لا یشک فیہ عاقل۔ (کشف المراد ص ۳۸۸)

یعنی اس امر کا علم ہر آدمی ہر ایک کو حاصل ہے کہ جب اہل عقل کسی لیے ایک
رئیس اور امیر پر جو ان کو ایک دوسرے پر قبضے اور تسلط سے منع کرے اور معاصی و
ذنوب سے منع کرے۔ طاعات و عبادات کے لیے آمادہ اور تیار کرے اور اپنی
عبادت و خدمت پر ہر ایک کے لیے نمود و سراج اور بہتری کے قریب تر ہوں گے
اور فساد اور برائی سے ہمید تر اور بد واضح حقیقت ہے میں میں کون عقل مند و شک و
شہ نہیں کر سکتا۔

ابطال عقیدہ شیعہ

یہ دعویٰ ضرور کو طور پر کہتے ہوئے اہل دانش و ادب کا وہی تھا ہے جسے
برائیں کہ کہیں کو امام مجید میں اشد تعالیٰ نے ہر وہ امر میں سے کسی ایک کا نام لکھ کر فرمایا
ہے۔ جب نہیں اور یقیناً انہیں تو اس عقیدہ کو قرآن مجید سے ثابت کرنا ممکن نہیں
ہے۔ اشد تعالیٰ نے دوسرے عقائد اور ائمہ کے متعلق کوئی ایسا نام و جھوٹا جھوٹا تواریخ
سے کام لیتے ہوئے ملافت و راستہ کے لیے ثابت فرمایا اور حقوق خدا کے لیے

لطف و حمایت کا وعدہ فرمایا مگر کاشا ہیست کہ باری کی توکل کھٹان سر پہ افراق و
 انکار اور فراق و جدائی کیا اور خود خیر و برکتیں (قوریں) ہٹ گئے سہ قیہ طوائف
 اس میں ہر بد حال و باری سے جو گزند چنگی کی اکثریت بددینی حکومت سے معلوم ہوا
 اور یہ کہ حکومت کی تو وہ بھی مٹا کر اور اعمال باری جگر بن گئے کہ کٹر مخالفانہ دنیا کے
 ملک پر ہمارے کافر لڑتے تھے ایسی صورت میں ان میں سے کسی کے حق میں حمایت و غفلت کا
 وہ عزم و دھن اور قرینہ ہی نہیں آتی جو شیخ احمد نے ان کے چکر امام رضا رضی اللہ عنہ نے
 ان کے سپہ سالار کے ساتھ طوائف میں توڑا تو ثابت کرنا انھیں ہے کہ اگر کٹر اور بددینہ اور
 کاذب کے اصطلاح صحیح ہو تا ہی نہیں ہے کہ جو دنیا کی دنیا کا خفا سے ثابت ہو مٹا کر
 باری تعالیٰ و وعدہ اللہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات لیستغفرنہم بعد
 فی فی حق میں دینی کے بعد حکومت ہو اور اقتدار و تصرف دینی کا حق امام اور غوث کو
 اسی میں ہوتے کاذب و مجبور اس صفت کو حکومت دینی کی اور دینی کی توفیق نہ ہو کہ ان کے اور
 وقت دعا یا در لنگر میں سے آئے ہوئے ان کی حق کے مطابق چلتے رہے اس لیے
 کے کام چلتے رہے اسی لیے شیخ علیہ السلام کی عظیم اکثریت نے اس کو سونپا اور بہت حضرت
 مدعی علیہ السلام پر غلبہ کیا ہے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات سے اس کا
 مصداق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہے کہ یہ کاذب اور دین میں اور اہل امت و تقویٰ سے
 یہ حقیقت دور و دھن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا وعدہ ان کے خلاف کیا تھا کہ اللہ و رسول اللہ و الذین آمنوا
 بھی ان کے بعد مہرہ کی نصرت سے خلق چاہے والدین تو تمام مہاجرین و انصار کو
 خالص چاہا اور روایت ماثورہ میں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عاصیہ کو راج میں شکست
 دی تھی وہی اس کے مصداق ہیں وہی اہلیت و بہت نہیں ہو سکتی کہ روایت و اخبار ان کے
 قبیل سے ہے اور اس کے مال کا دار و دار اس پر عظیم رعب و اطمینان مشہور تھیں ہے تو
 اس سے یہ قطعی حقیقہ پایہ کر؟ بہت ہو سکتا ہے و ملاوہ ان میں اگر یہ قید یعنی بیوقوفوں
 الذکر کو دھو کر انھیں انھیں ہے تو یہیوں لے کر ان کے عاصیہ کو راج میں

نصیری ان کی امامت کی نفی نہیں کر سکتے لہذا دعویٰ اختصاص باطن ہو گیا اور اگر سترہوی
 ہے تو جس طرح غنی دھوکے خلافت بد امامت کی نفی ہوگی دیگر ان کے امام کی امامت بھی نفی
 لازم آئے گی کیونکہ حالت دگرہ میں معتقد یہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ثابت
 کیا جا سکتا ہے لہذا یہ دلیل بے پائے بادہ امام کی امامت کو ثابت کرنے کے لائق نہیں ہے کیا وہ
 کی نفی کر دے گا کیونکہ اس میں خلافت کے حق میں قیادت دگرہ میں صدقہ کی ثابت نہیں
 ہے اور کیا وہ چونکہ غنی میں اور احتمال ہے کہ حالت دگرہ میں انہوں نے صدقہ قرار دیا ہو لیکن
 یہ احتمال مقام استدلال اور عمل یقینی میں کارآمد نہیں بلکہ ان خصوص میں کہ اس خلافت کو
 اختیار امام کے لئے بیان کیا گیا ہو تو جب میں معلوم ہوتا ہو کہ امام صاحب ہی کہاں اور
 قیادت کس طرح اور ادا ہوئی اور جب دوسرا شخص پاس نہیں ہے تو صدقہ کس کو دیا تو کس طرح
 یقینی حاصل ہو گیا کہ وہ اس سبب کے مصداق ہی تھا اس قیاد میں خلافت کے ساتھ ہوتی
 ہو وہ دگرہ میں طرح خاص قبول ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صدقہ کرنے کو
 بیان کیا جاتا ہے اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اہل کتاب میں سے ایمان لائے والے
 حضرات کے ساتھ اہل کتاب یہود کے امتیازات کے لئے ان کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر وہ تم
 سے ملگ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے معاف ہو جائے گا
 لہذا تمہیں پریشانی ہونے کی ضرورت نہیں اس صورت میں اس کا عمل ذرا ع سے ذرا میر
 تسلی ہو نہ کہ کوئی حکم یہاں پر خلاف تعالیٰ اور اس کے رسول کی خلافت جو شخص ثابت کوئی
 مقصود ہے بلکہ ان حضرات کی معاشرت اور تصرف اس طرح دیکھا جائے کہ ان کی طرف سے بھی
 خلافت جو فعل کا اثبات مقصود نہیں ہے بلکہ ان کے بھائی جان سے ہار واپس رد ہوا ہے
 اور وہ امامت کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ حالانکہ اگر اس نکتہ پر بھی حضرت علی رضی اللہ
 عنہ کی امامت خلافت کا عنوان ہو چکا تھا تو ضرور جواب اور جملہ حوداد کے مجموعہ پر خلافت
 خلافت تکرر معنی ہے اور عمل ان خصوص جملہ حوداد کے جو قصہ پر بھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
 حضرات اور انہیں ان کا اہل اور عصمت و حقانیت کی ضمانت کا مطالبہ کرنا ہے معنی
 ہو کر نہ جاتا ہے۔ جیسے کہ ناظرین اس بحث کا ”من کنت مولاً فعلی مولاً“

کے حنی میں داخل کر دی گئے۔ اسی لیے شیعوں میں اس کا شکل سے ہاں پھولنے کے لیے کہا جاتا کہ اگر خلافت امیر کا تذکرہ قرآن و سنت میں تھا لیکن ایک اس کو جتنے نہیں تھے اس لیے جبرہ اور داع میں پایہ الرسول، بلغ ما اوتیٰ الیہ من علم نقل فی البیان و التذکرہ اس کا اعلان کرنا پڑا۔ جو حدیثیں قرآن و سنت کے خلاف تھیں یہ سوال اسی پر قائم ہے کہ ان میں سے کھادات کے مطابق قرآن و سنت پر اور حنی کا تعلیم اور تربیت دینے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معذور کیا گیا تو وہ خلافت کا معنی کیوں نہ رکھے اور ان میں اس لیے عرصہ میں کھادیوں نے کیا اور ان سے دیکھیں میں ملنے والے دینی شخصیت اعلیٰ کیسے دینی، جہاں پہرہ راجح ہو گیا کہ اس میں بھی کوئی شخصیت اور شخصیتوں کے ساتھ غلطی کی وجہ نہیں ہے۔

ان فرض میں ان آیات پر تفصیلی ملاحظہ کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ غرض یہ کہ ان کو بطور اہل اور عقیدہ پر توجہ نہ مقصود ہے بلکہ ان شخصیتوں کے اس کوئی مرتبہ و اعلیٰ دلیل اس کوئی شخصیتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب اور فرض امر کو ان کے ساتھ رکھنے اور ان کو اس طرح چاہتے تھے اور ان کی سیاست کا جہاں ملتا تھا اور عقیدہ امت و خلافت کو صرف قائم رکھنے کے لیے با محرم اور مخالفانہ امور میں کے ساتھ ان خصوص میں تھیں قرآن و حدیث کے عقیدہ و عقیدہ میں ہے بلکہ سراسر وہ جہاد و جدوجہد ہے اور اعلیٰ خصوص میں جب یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سب سے پہلے خلافت کا فعل اور وصیت کا ذکر کیا تو مستحکم ہو گیا اور وہ بھی ایک ہی دوری نو مسلموں کو اس کے سراسر داخل ہونے کا حق ہو جائے اور اہل اسلام کے اور نظریاتی اور عقیدہ پیدا کرنے کا خطرہ نہ تصور ہو جاتا جو ہم دلائل سے

صحف علی رضی اللہ عنہ کا جو تھا خلیفہ ہوتا

انجام صحیح عقیدہ و نظریہ ہی ہے کہ حدیث کا تقرری اہل اسلام کے فرائض میں ہے ہے کہ اہل المرتضیٰ رضی اللہ عنہ و عنہما اس میں عدم برادری و فاحشہ ۴۱

کہ لوگوں کے لیے چاہے یا نہ چاہے امام کا مروجہ دین ضروری ہے۔ اگر صحیح امام کو منظور کر لیجے تو مسیحی احمدیوں اب وہی حق خطاب و خطاب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی حقیقت کو اپنے خطبات میں واضح کیا اور وہ دوسری طرفی کار کے مطابق منتخب ہوئے اور اسی انتخاب کو اپنی حمایت لغو منسکام دلیل کے طور پر پیش فرمایا بلکہ یہاں تک تصریح فرمادی کہ یہ جو تھا خلیفہ ہوں اور جو بھیجے جو تھا خلیفہ تسلیم کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ کما فی مذاہبنا میں شہر آشوب، آقا امیر المومنین علیہ السلام کی افی سراج الخلفاء و خلیفہ حسنہ اللہ۔ جلد ثانی ص ۲۵۵

علماء شیعہ کی تحریف اور اس کا ردِ مبلغ

علماء شیعہ نے اس فرقہ میں تفسویٰ کو دیکھا تو سارے عقیدہ ہمہ پانی پھرتا نظر آیا لہذا انکو شکوک کس کرنا و چغات و توسیعات کے مدد سے چھو گئے اور دوسری جہت غریب تعبیرات شروع کر دیں جن کا حاصل یہ ہے کہ یہاں یہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، امیر المومنین رضی اللہ عنہم کے بعد جو تھا خلیفہ اور انہیں ہے بلکہ حضرت امیر علیہ السلام کے بعد جو تھا خلیفہ مراد نہیں کیا کہ پہلے خلیفہ حضرت امام علیہ السلام قال اللہ تعالیٰ، الی ما عدل فی الارض خلیفۃ۔ دوسرے حضرت فاروق علیہ السلام قال اللہ حکامۃ عن موسیٰ علیہ السلام و اما قال موسیٰ لاطیہ ثمار و ان خلقت فی قومی اور تیسرے خلیفہ حضرت امیر علیہ السلام ہی قال اللہ تعالیٰ، و اما و انا جعلناک خلیفۃ فی الارض بعد جو تھا خلیفہ آپ ہو گئے۔ کہا قال تعالیٰ۔

تو بعد اللہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات امن علیہم فی انزلنا و جعلنا ہم فی الارض کما استخلفنا الذین من قبلہم آدم و داود و عیسیٰ و یوحنا لعلہم یشعروا الذی ارتضیٰ لہم یعنی الاسلام الی۔ و مناقب جلد سوم ص ۱۱۱

بعد حضرت دارود علیہ السلام وزارتِ کیم کے منصب پر فائز تھے کیا اقبال تعالیٰ
 ”واجعل لی وزیراً من اهل بیت ہارون“ یعنی اشد دہیز لاری ” اگر کوئی علیہ السلام
 کے وزیر الخلیفہ اللہ ہی تو وہ خود کیوں اس منصب سے محروم ہیں۔

ثالثاً

حضرت دارود علیہ السلام کو اپنے تعلق کا عقیدہ تسلیم کیا گیا لیکن ان کے فرزند
 اور جنہیں منصب نبوت پر بھی مامور اور حضرت دارود علیہ السلام کی نسبت عظیم ترین عظمت
 کے مالک ہیں کے زیر تصرف شریقی تا غرب تھا اور جن کا حق اور جہد پر عہدہ بھی بڑا
 ہوا بھی اور اسی حکومت و سلطنت اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی جو بعد میں بھی ظاہر
 کسی کو حاصل نہ ہوئی کیا اقبال تعالیٰ ”رب عبدی علی ذی نبی وشد من بعدی“
 نیز اور وہ علی رضی اللہ عنہم میں بطور وراثت امامت و خلافت کو تسلیم کیا تو حضرت
 میمان علیہ السلام اور اسے ان کی حضرت دارود علیہ السلام کے وارث ہیں کیا اقبال
 تعالیٰ ”وورث سلیمان داؤد“ لہذا میں یہ دعوت اور خلافت کیوں تسلیم
 نہ کر سکتا۔

رابعاً

سورہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الانبیاء و المرسلین اور سفیدِ عرب ہونے
 کے اور جہد عقیدہ اللہ تسلیم نہیں کیا گیا حالانکہ آپ نے جمیع احکام اور تنفیذِ حدود کا
 اعلیٰ نمود پیش کیا اور اس عظیم مقصد کے لیے ہر قسم کی تکلیف برداشت فرمائی تو آپ نے
 جس کے متعلق ”انت معنی بمنزلہ ہارون من موسیٰ کریمایا“ میں کنت
 ”مولا“ فعلی ”مولا“ تو اس کا عقیدہ اللہ ہوا کیجئے ثابت ہو گیا۔ آپ ہوں پہلے
 ہوں گے تب حضرت علی کوئی ہوں گے اور آپ پہلے عقیدہ اللہ ہوں گے تب آپ
 نبی الخلیفہ اللہ ہوں گے اور جب آپ ہی خلفاء کی فہرست سے خارج ہو گئے تو زبیر

سابقتا

حضرت آدم علیہ السلام کی حیات طیبہ میں موت کی آمد اور جہادِ اسطیوا بالوسط
 ہی ہو جو، حق اور باطل کے لیے جہادِ شر اور حق و باطل کی توحید و توحیدِ مگر غفلت قرار پا
 سکتی ہے تو کفار و مشرکین اور اقرباء و احباب کی طوٹ جھوٹ ہوئے والے اور باطنی صورت
 اور حق میں انکار و فریب و سرکشی ہوئے والے کیوں لعل اللہ تعالیٰ نہیں سکھایا جیتے جنوں نے
 ایذا میں برداشت نہیں اور شدید بھی کر دیئے گئے مگر اس طرح کی مبالغہ میں کوئی کوتاہی اور
 رکھی اور عقیدہ حیرت سے کام لیا۔ ہر نبی کا اللہ تعالیٰ کا طریقہ تسلیم کرنا ضروری ہے
 جو کہ صرف حضرت آدم علیہ السلام کو گویا طرح معنی تفاوت کا ان میں موجود ہے وہ تمام انبیاء
 عظیم اسلام میں موجود ہے۔ اسی لیے خود شیخ و روایات کے مطابق ان کو بارگاہِ انبیاء
 میں شمار نہیں کیا گیا۔ عن ابی جعفر قال ان اولیاءہ لہو بیعت الانبیاء صلواتہ علیہم
 الأرض الا اریحۃ بعد نوح ذوالقرنین و داؤد و سلیمان و یوسف
 علیہم السلام۔ اور جنوں میں اتصال شیخ صدوق بعد اہل بیت میں ہی قائم کیا گیا ہے
 ”صلوات الانبیاء فی الارض بارگاہ“۔ یعنی انبیاء عظیم اسلام میں سے زمین
 کے بارگاہ صرف چار ہوئے ہیں جبکہ شیخ صدوق نے ذوالقرنین کو انبیاء کے خارج
 کر دیا ہے تو صورت میں وہ گئے ہیں میں آدم علیہ السلام کا نام۔ ہزار ہی نہیں کیا گیا۔ لہذا
 ان میں دیانت عامر موجود ہی نہیں تھی تو عملِ نذران میں اس ملاقات کا ذکر درست ہی نہیں
 ہو سکتا۔

تجلیہ

امام عظیم نے خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی شوکِ انبیاء سے
 نکال دیا ہے تو ہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے غلات کس طرح ثابت کی
 جا سکتی ہے؟

تاسعاً

مروغوفت و راست حضرت آدمؑ حضرت ہامان حضرت داؤدؑ عظیم السلام میں
جہت بعد حکومت و مملکت کے علاوہ نبوت و رسالت کے معنی میں سچے سچے حضرات
الہی بیت میں جو سچے پیغمبر کافر ہے۔ اسی لیے حضرت امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ
مردم سے فرمایا

عن ابی بصیر قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا امام احمد بن محمد
یزعم ان اباہما ظلت برقی اللہ عنہ فقال ابو احمین وحمنا انہما لم یزلتا
برقی اللہ عنہ۔ (رسائل حکمتی ص ۱۵۴)

اسے ابو حمزہ میں اس شخص سے روایت کا اظہار کرتا ہوں کہ کہہ کر ہم اباہما یعنی آسمان میں
و ابو بصیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہر ہر چیز کو اپنے نظر میں لے لیتا ہے
برقی ہوں جو کہتے ہیں کہ ہم انبیاء میں سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے برقی ہے۔

لیذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ہی حضرت کی خلافت کے ساتھ ہونا
آپ کو بھی نبی و رسول تسلیم کرنے کے مترادف ہے اور صورت تنقید بی کی اڑ میں اس غلو کا
اظہار کیا گیا ہے جس سے امام صادقؑ نے بات کا انکار کیا ہے غور فرمائیے۔

تاسعاً

علاوہ انہی آپ کا انبیاء و ائمہ عظیم السلام کے ساتھ خلافت میں مرتبہ و
مقام کوئی سہ ہے اس میں دو مسئلہ کو ہمیشہ نزاع کنی اور خاص میں کلام و معنی تو اس
ضمیمہ میں اس قدر عید و تشدید کا کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتا تھا بلکہ ہر سر اصل میراث اور
محبوب ہے کہ ہمیشہ تو سچ و معنی مصطفوی کے بعد خلافت میں کہ اصل مسائل و احوال علیہ السلام
ہے اور نہ غی کا نام ہوتا ہے اس پر جو آپ کو انبیاء و ائمہ عظیم کے ساتھ فکر چوفا غیبت
تسلیم کر کے۔ آخر صورت پر آپ حضرت اسماعیلؑ حضرت اسماعیلؑ حضرت یحییٰؑ

حضرت سیدنا اور حضرت ابو نعیم رحمہ اللہ کے بعد آپ کو کون غلیظ
تعلیم دیکھا جائے؟

عاشرا

رقہ و مقام کے علاوہ حضرت سیدنا پہنچیں غلط سے بھی غفلت نہ ہو اور
بھی سوائے غلط عربی و فارسی تعلیم کے اور نہ دینی تعلیم کے علاوہ جس طرح میں سے
غلط تعلیمات سے دی گئی۔ اسے غلط ہونا بھی درست ہے بلکہ چاروں سے غلط ہونا
بھی درست اور صحیح ہے لہذا جس سے تعلیم دیکھنے والا غفلت کا حق درگاہ کر
ہو سکتا ہے؟

اگر عرض یہ تاویل و توجیہ سراسر خواہد باطل ہے اور اسے قابل قبول و التفات
بلکہ اس فرمان کا صحیح اور صریح واضح اور بے غبار معنی و مفہوم بھی ہے کہ میں بہت مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء میں سے ہوں تاہم میں غلیظ ہوں اور مجھے بلا فصل غلیظ غلط دانا
اور غلط و غلط و غلط کا انکار کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا عقیدہ ہے مگر شیعہ
صحابہ ان کو اس ظاہری معنی پر ایمان لائے کہ تو نبی نہ ہو تو کم از کم اس قدر تسلیم کر لیجئے
تو ان کے منصب پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کہ وہ بالاد و نظریہ کی ہمواری اور غلطی کے لیے
میں طرح آپ ان کو اس منصب پر سے غفلت قرار دیتے تھے خیر ہذا الامتہ
بعد تہیہ ابو بکر و عمرؓ اسی طرح انہیں کی رہنمائی اور نصیحت کے لیے
ان کو غفلت، تعلیم کر لیا اور اپنے آپ کو صحیح غلط کہہ دیا۔ مگر میرے بعد آپ کی دعا
اور نصیحتوں کو نہ لیں کہ آپ سے ہر گز شک نہ لے کا وہ تمام غلطی کے بعد چلا دیا
اس سے بھی بہت ہوا تاکہ آپ کا ظاہر مذہب جس کی ترویج و اشاعت اور تعلیم و
تبلیغ آپ نے فرمائی وہی ہو جس کو میں غلیظ و غفلت میں ہوں بلکہ چھ غلیظ ہوں اور پچھلے
تینوں میں غلط ہی اور میری طرف سے ان کا یہ دینی طریقہ اختیار ہے میرا ہے اور میں
ان میں مل و غلط ہونے کی اس منصب کے لیے اہل قرار دیا انہوں نے مجھے اس منصب کا

الہی قرآن یا سید اہل کمال کا انتخاب اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ یہ وہی ہے جس نے اہل کمال کو خداوند
کی میری طرح اللہ تعالیٰ کے مقرب کردہ مخلوق بنایا۔

اگر مطلق نظریہ یہی ہے تو چشم مار و عی دل یا شاد اعدا گندہ دیکھ دیکھ دیکھ دیکھ
ظہور کی تبلیغ فرماتے تھے تو اس کا جواب شہید بہلوری کی غصہ دہی سے کیا کہ آپ نے دوسرا
اسلام بھی دیا ہے کیا وہ مسیح اسلام کو امتزاج دے سکتا ہے۔ عہد و چارگیوں کی جو عزت
ماجرہ اس امتزاجی واقعہ کے دو پہلو سے غفلت اسلام کو دہلی سے اس کی غمزداری
سے اہل لاشریکیت کو بری سمجھ کر رو دیا جاسکتا ہے۔ اولیٰ کی دل اور عالمی اسلام کا
دو پہلو ہے۔ تاہم ایسے چاروں لوگوں نے شہر قتل و غارت کی طرف منسوب کیا ہے۔ غدار
اور بی ایم تو دہر کو، بیگم نکلتے ہیں اور اس کا اعتبار نہ کھینچتے ہیں۔ آپ کے دل اقدس میں کیا
تصور و اللہ تعالیٰ جانے یا آپ بائیں، ظاہر کے لئے ہے۔ یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے
قریبیک و ہر حق تصور تھا اور دنیا جری و انصاف کا یہ انتخاب اللہ تعالیٰ کا ہے۔ انتخاب
تھا۔ ”کیا قال رضا المخلوئی عنوان هذا المصالح قبل و علی۔“
اور یہی اس طرح تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ظاہر ہے۔ ”قال اللہ تعالیٰ،

”هذا المصالحی صلی اللہ علیہ وسلم فی الارض و راجع بعدہ منہ فلوک جعفر“
وہ بہت محبوب ہو کر پیدا آتا کہ ان دنوں بڑی سریع العقاب ہو اور غلطیوں و عیوہ
اور وہ خدا کی نوبت جس نے تم کو زمین کا مصلحت دیا اور تم میں سے بعض کو بعض پر
وہ جو وہی نوبت دی تاکہ جو نصرت تم کو دی ہے اس میں تمہاری کاروائی نہ کرے۔ جنگ
تمہارا پور و نامہ ملے۔ مذاہب و چہ و لاس ہے اور بے شک وہ چاہتے تھے کہ وہاں اور دین کریم لا
ہے۔ و حیرت منہوں، اور عافیت میں اسی مترجم نے یہی مصلحت کی ہے۔ ”علائقہ المادنی
کے معنی میں وہ اگر وہ جو بچے گروہ کا قائم تمام ہو اور یہی حقوت کسے بچے کا حق
اسلام جو یہ وہ نصرت کی اور اس کی مسطوروں کے خارج لوگوں کے نصرت و تسلط کے
قائم تمام ہے۔ و مقبول قرآن مسطورہ و انعام

اور یہی حق ہیں گئے اللہ تعالیٰ کے اس بارش و گامی کے ”وعدہ اللہ

لذا میں آتھوں اسٹکم واصلو الصالحات يستحقونہم فی الاخری (۱) مجدد الف ثانی میں جو کہ
یہ تصریح و قسط مستقیم میں حاصل ہونے والا تھا تو اس حقیقت کے پہلے انظر شارع محمد
کے ساتھ اس کو تعبیر فرما اور جو تعبیر معنی اور غلطی فیہ تھا وہ اس کا وقوع یقین تھا لہذا
اس کو احادیث سے تمیز کرتے ہوئے جعلکم خلافت الارض فرمایا جیسے کہیں نسخ
فی الصور فرمایا اور کہیں یوم یثقی فی الصور کہا، لہذا اس آیت مبارکہ کی تخصیص یہاں
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنا قسط ہے اور غلطی و افتراء اس طسوع
حضرت سیدی علیہ السلام کے ساتھ اس کو مخصوص نہیں رہا بھی قسط ہے اور غلطی و افتراء
بلکہ وہ نام اسرا اسلام و خلق و سلاطین اس کا مصداق ہیں جنہوں نے دینی اسلام
کو مستحکم اور مضبوط کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور جن کے وعدہ میرا علی اسلام کا
خوف اس سے بدل گیا اور جو اس و بیواہد نصاریٰ کی ٹھکانوں سے کسی قسم کا توجہ نہ
دیکھا ان کو داس گیر حیدر۔

سوار اعظم کا مذہب ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے

خیر ملاحظہ کی کہ شرف المذہب ہے یہ حقیقت بھی واضح ہو چکی کہ مومن ضعیف
اس مذہب ہی اس کے قابل ہیں کہ انرا اور غلطی کا مخصوص میں اللہ ہونا لازم اور ضروری
ہے جبکہ دیگر تمام فرق اسلام یہ اس کو لازمی شرط قرار نہیں دیتے بلکہ دیگر ذرائع مثلاً
وراثت یا دعویٰ امامت اور خروج باسیف کو بھی امامت کی دلیل قرار دیتے ہیں
جس طرح کہ عباسیہ اولیٰ یہی کا نظر ہے سب یا شورائی اور انتخاب کو اتفاق امامت و
خلافت کا ذریعہ بھی قرار دیتے ہیں میں ہی ان میں سے کوئی ایک تمام فرق اسلام پر غلبہ نہیں
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے کہ امتحان
وخراج کی صورت میں سوار اعظم کا ساتھ دیکھو تو انشاء تعالیٰ کا دست حفظ و امانی جہت
پر ہے اور اس سے بیحد ہونے والا جہنم کی لہری چلنے والا ہے اور خطیائی کے راستے
پر لگا ہوا ہے، لہذا مگر ہو۔ علیہ السلام صریحاً ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم۔

الملازموا السواء الاعظم فان يرد الله على الجماعة وابوا كره
والفرقة فان الشاذ من الناس للشيطان كنه ألت المشا
من الغنم للذئب شبه. اتفاقاً یہاں در جواب مذہب اور نظریہ ہی ہے کہ امت کے
اہل عمل و حق ہی نصب امام ہو۔ قیصر کے عقائد ہی اور ہی حقیقت حضرت
علیؑ کا مقام قدم سرہنے ارشاد است مگر نظریہ اور شیعی کتب کے جوہر سے ثابت ہے
کہ یہاں جوہر اس ارشاد است کہ امام کو کریں یا وہ اس نظریہ کی حق نیت و صداقت کا
مثابہ کریں۔ ان شاء اللہ الحق لا یموت ولا یزال فی سبیل اللہ شاہد۔

اہل تشیع اور خودی

بڑی حقیقت یہ ہے کہ اہل تشیع اور خودی دونوں کے لئے کہنے کی ضرورت ہے
کہ میں ہی اور اہل تشیع خودی طور پر اس حقیقت کے معترف ہو چکے ہیں کہ میں نے
اب اس اختلاف کو ترک کر دیا ہے کہ کون کونسا حق تعالیٰ کے بندوں کی ہدایت و معاونت
فرماتا ہے اور اپنے داعی اور فرض کو ادا کرنے کے لئے، خاص خصوص کو مبعوث فرماتا
ہے اور یہ حقیقت بھی تسلیم کرتی ہے کہ ہر طبقہ اور عقلی امام موجود ہیں تاہم ہر امام
ہے اور اس کے مقام مطلوبہ حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس لئے خود ہی طور پر خودی اور خودی
کے ذریعے ہی اور خودی امور کی حفاظت و تحفظ اور سیاست کے لئے اور احکام اسلام
اسلام اور فرائض و تعزیمات کے لئے اپنے قائد ہیں اور املا کا تعین اور تقریر و ترجیح
کر دیتے اور جو وہ امور میں جدیدہ و نظریہ عملاً متروک ہو گیا ہیں کی جگہ پر فرائض و شریعت
کو علمی و تشیع کا لٹا دیا گیا اور ان کے انتساب اور تقریر کو غیر اسلامی اقدام ٹھہرایا
گیا اور ان صاحبین و صدیقین اور فضیلتین و فاضلین کے ایمان و اخلاص پر اعتراض
کیا گیا جنہوں نے ان خلفاء اکرام کا اظہار کیا۔

والحمد لله على وضوح الحق و بطلان الباطل

مرسالہ مذہب شیعہ از حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

شوری اور انتخاب کا ذریعہ اتفاق و خلافت ہونا

دلیل اول

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسے ایک گرامی نام لکھ کر فرماتے ہیں: **جماہ** سے ملنے والے خلافت میں امیر معاویہ کی طرف تفریق فرمائی، **انہ با یعنی القوم الذین با یعو** ابابکر و عمر و عثمان علی مسا با یعو ہم علیہ فلم یکن للشاہد ان یختاروا ولا لالخائب ان یردوا **وإضا الشوری علیہم** اجبر من والا نصار فوان اجمعوا علی رجل وصوصہ اماما کان ذلک للہ رضی فان شروج من امر ہم بخارج بطعن او بدعت رددہ **إلی ماخرجہ منہ فان الی قائلوہ علی اتباعہ** غیر سہیل المؤمنین“ **ولا اللہ ما توالی۔** (فتح البلاء کتاب عتق)

یعنی میرے ساتھ اسی لوگوں نے رجعت کی ہے جی لوگوں نے ابوبکر و صدیق رضی اللہ عنہما اور عمر و فاروق رضی اللہ عنہما اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رجعت کی تھی پس کسی سے خر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ میرے بغیر کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنائے اور وہ کسی خائب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس خلافت کو ہرگز کہے اور انتخاب اور خلافت میں مشورہ کا حق اور انتخاب کا اختیار صرف مجاہدین و نصاریٰ کو ہے پس جس آدمی پر ان کا اجماع اور اتفاق ہو جائے اور اس کو امام و امیر کہنا اس کے کوام کریں تو انہیں کا اجماع اور میرے ہاتھ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا سے ہی ہے پس جو شخص میں ان کا اجماع فیصلہ پر طعن کرتے ہوئے یا نیل استغیا کرتے ہوئے اس سے تنگ ہونا چاہیے تو اس کو اس اجماعی فیصلہ کی طرف لوٹنے کی کوشش کرو اور اگر وہ پس آئے اور مخالفت کرے اسے انکار کہے تو اس کے خلاف جنگ کرو

اسی بنا پر کہ اس نے مسلمانوں کے دست کے حوالہ دے کر اس بات اختیار کیا ہے کہ اللہ
اکثر تعالیٰ نے اس کو اپنی پیروی پر اس طرف دہائی مرضی سے پھر اسے اپنی پیروی
بھوکہ دیا کسی صحیح نظریہ کے تحت مسلمانوں سے ملکہ ہوا ہے۔

تحفہ حسینیہ تمہا استدلال

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس تحریری بیان سے صحت ظاہر ہے کہ
آپ ہمارے یہ واقعہ کے انتخاب اور کسی بھی شخص کو حقارت کے لئے تاجرو
کے لئے کوہ موت و دست اندازہ سمجھتے ہیں، بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور
اس کی رضا مندی قرار دیتے ہیں۔

۲۔ آپ ان کے اہراج والذائق سے ملے ہوئے واسطے صاف کوڑا ہدایت اور راہ
حق سمجھتے ہیں اور اس کی حقارت کو گراہی و مخالفت سمجھتے ہیں اسی لئے ملکہ سمجھتے
ہوئے کو طاعت اور بدعتی قرار دیا اور اس کو بر قیمت پر ہمارے یہ واقعہ کے اختیار
کردہ، اس کی طرف توجہ دینے کا حکم دیا اگر دوسری طرف بھی ہدایت اور حقانیت کا
استکان ہوتا تو اس سے توجہ نہ کیوں کر واجب و لازم ہو سکتا تھا۔

۳۔ وہ بھی غصے سے دانتے کہ آپ نے واجب امتثال قرار دیا اور اہل حق کے حقوق
ہمارے واجب قرار دیا تو انہیں ہر سکتا، منہ تقابل و جہاد کو واجب قرار دینا بھی
اس حقیقت کی بنا پر دلیل ہے کہ ان کی حقارت کو ناموس و لافانی نہیں بلکہ ناقابل
ہر داشت اور ناقابل مغفرت ہے اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانے کا موجب
و باعث۔

۴۔ ان کے حقوق چلنے والے کو دلا و اللہ حالتی کہہ کر یہ بھی واضح کر دیا کہ آپ
جہاد و جدوجہد معی و کوشش کے باوجود وہ واپس نہیں آتا تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنی نعمت کا ہر وہ فائدہ ہے اسے گراہی کے دست پر ڈال دیا اس لئے کہ وہ
دست پر چلنے کی صلاحیت اور اپنی حقارت بھی اس سے چھین لی ہے، جس سے وہ انحراف

اور اس کے فیصلہ کو نہ کرنے کا اختیار نہیں رہتا اور مغربی نوادخ سے دلیل اس پر قائم کئے کہ حضرت ہی مدحتی رہا کہ کرنی تو اس پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا اے اللہ تعالیٰ
 علیہ السلام اور علیہ السلام اذانت اجابت ہو ا۔ اتم جس کا خلیفہ حضرت ابوبکر بن عبدالمطلب
 یہ ہے۔

لا نكلم اهل اجل وعقل من امره محمد صلى الله عليه وسلم قالوا
 انفقتم كلمة لم على حكم من الاحكام كما جرت اعلم على بيعة وقسمته
 اماما كان ذلك اجلسا لحقا هو رضي الله اى مرضى له وسبيل
 المؤمنين المداى بجنبه ابتداءه لا

(شروع ایچ آجیٹم جلد ۱ ص ۳۵۳-۳۵۴)

کیونکہ اس وقت علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل عقل و عہد ہی رہا جس پر دلیل قائم
 ہو رہی تھی کسی بھی امر اور حکم پر اتفاق ہو جائے جیسے کہ آپ کی بیعت پر اور آپ کو ایم کے
 ہم کے ساتھ سو سم کر کے پر خود اجماع برحق ہو گا اور اللہ تعالیٰ کا ہے یہ اور کو نہیں
 کا ایسا راستہ جس کی توجہ واجب و لازم ہے، پہنچا اب ہر شخص پر بیعت کرنے سے اجازت
 یہ بیعت قائم ہے۔

۲۔ اور شام کی فتح ابھی تک ایمانی اتحاد سے پہنچی تھی جو کہ اس کام کا آغاز ہیں
 سے امام بعد ازاں اس وقت ہالہ دینے لڑتے تھے و انت بالشام لڑتے
 یا بعض القوم لا اور اس میں اس میں نہ کہ بھی نہ کیا ہے والحدوی بعد
 قولہ لڑتے اللہ ما اتوا لصلح جہنم وساعت مصعب بن عمیر اس طرح آیت کریمہ
 کے معنی کو عمل طور پر آپ نے اپنے کام میں سمجھا دیا میں مولا میں کی مخالفت کو جو یہ
 تھیں وہ بعد ازاں آپ اور اس کے پیچھے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاسم کے طرف کا
 پیغمبر قرار دیا اور پھر پیغمبر کی داخل کئے جانے کا ذکر فرمایا اجماع بیعت
 بڑا تھا تا سید طرف محمدی جلد ہوا۔ (۳۶۱۳۵)

فائدہ

اس نیت کر کے صاف مستطیحا و مستدلال سے واضح کر دیا کہ کون سا نفعی
یعنی اللہ عز و کا کلام سابق معنی الزام و جہل جنس تھا بلکہ عقلی اور شکی بہانے کے بغیر
اپنے مدعا کو ثابت کرنا مقصود تھا اور مذکورہ آئے گا کہ اس نیت کر کے کسی بھی صورت میں
معاویہ رضی اللہ عنہ قائل تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اعلیٰ و افضل۔ علاوہ انہی لوگوں
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اعلیٰ و افضل کہہ دینا جہل و دوسرے صحابہ سے
گور خاں و علی بن ابی طالب کے وقت ان لوگوں پر اس نیت کو قائم کرنے سے منع کیا جس وقت
آپ نے مصر میں تھیں یہی مدعا کو اپنا گورخ بنار بھیجا جب کہ یہی اہل مسجد حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئے تھے اور آپ کو شہید کرنے والوں میں پیش پیش تھے اور
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مائل کو آپ کی شخصیت سے بھی پہلے انہوں نے ہلاک
کر دیا تھا تو قیس ہی مدعا کو جو غرضی آؤں اور مکرر اس میں مصر کے نام لکھ کر دیا تھا اس میں بھی یہی
دلیل درج فرمائی تھی۔

ثم ان السليبين من بعدنا استخلفوا اهل بيوتهم من اهل بيوتهم
فصلًا بالكتاب والمنسنة واحياء السيرة ولم بعدنا والمنسنة ثم توفينا
رحمتهما الله فوق بعدهما والاحداث احداثا فاجودت الامة عليه
مقالا فقالوا ثم تقموا تقموا ثم حيا وني لها يعونى وانا استشهدى
الله الهى واستعينه على التقوى لا

(كتاب الغارات لابراهيم النخعي شرح حذري ص ۶۷)
پھر ان سے پہلے ہی کچھ مصلیٰ شیعہ علم کے فصلی شریعت کے بعد وصال امیر کے بعد
و کچھ تالیف بنائے جنہوں نے کتاب و سنت کے مطابق عمل کیا اور سیرت نبویہ کو بعد
کیا اور سنت سے تجاوز نہ کیا پھر ان کا حال ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت فرمائی۔
پھر ان کے بعد ایک دہائی بنا یا گیا جس نے بعض نئے امور کا نفاذ کرنے میں کی وجہ سے بہت

اس پر مقرر ہوئی اور اس کا اہلکار ایک اور ہذا خراس غلاف کو جلد دیا پھر میرے پاس آئے اور مجھ سے جیت کر اور میں اشراف کوئی سے پاریت کا طلب گار ہوں اور اس سے مختاری پر امانت کی تو غرض طلب کرتا ہوں اور اس کے علاوہ دوسرے ٹھیکہ دار و حدود جو اس میں چھ مشغول ہیں، کثرت آپ سے منقول ہیں میں سے بعض کا ذکر کیا تاکہ یہ اندازہ ہو کہ انتہائی کارستانی قرار دینا قطعاً درست نہیں ہے۔

توجیہ الامامیہ

شہادت الہیہ علیہ السلام ہے کہ شیعہ نے اس کو تہذیب پر حمل کیا ہے اور اس کی بنیاد اس امر کو بنا ہے کہ آپ اگر امیر معاویہ کی طرف حقیقت حال لکھتے اور لکھتے کہ میں غلبہ پر فصل تھا اور حمل تو اس میں اختلاف مابین پر غلبہ ہوتا اور میں اہل عدیہ سے بھی کی جیت کی تھی اس صورت میں ان کے بگڑنے کا راضی ہونے کا غلطو دہی تھا۔
 وهذا القول من الامامية دعوى لوجدها دلائل لوجب ان يقال بما هو بطلان الدليل اوله لكن لا دليل لهم على ما هو بطلان الدليل من اصول الفقه فتسوقهم ان حصل هذا الكلام على التمهيدية۔
 (مترجم حدیثی مشتمل، جلد ۱۰)

امامیہ کا یہ قول صحت دعویٰ ہے کہ کوئی دلیل اس کی تائید نہ کرے تو اس کے مطابق قول کرتا اور اس کی طرف رجوع کرتا لازم ہوتا ہے کہ اس کے لیے ان اصول و قواعد میں سے جو شیعہ اس کام کو تہذیب پر حمل کرنے پر مجبور کرے کوئی دلیل اور سند موجود نہیں ہے اور وہ کہہ کہ جو دلیل سادات اور ائمہ اہل حق و سنی کے طریقہ ظاہری صحت سے پھرے اس کو اہل قرار دینے کے مترادف ہے اس لیے شیعہ صاحبان کی توجیہ کا نامی قبول ہے اور اشراف

فائدہ صحت

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ میرے ساتھ نہیں

لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے غلطی، غلط فہم کے ساتھ بیعت کی تھی ظاہر ہے کہ آپ کے لئے یہ ایک ایسا کام نہیں تھا جس کی خاطر وہ بیعت مانتے تھے۔ اگر خود ہاتھ دے کر دے دیتے اور انہیں چاہی ہو تا کہ یہ ان کے لئے ایک نئے دین ہو تو وہ کیا بیعت کرتے اور کیا از سر نو اسلام میں داخل ہوتے جب تو یہ کئے بغیر حضرت علی کی بیعت کی اور وہ بیعت دلیل شرعی میں لگتی تو ان کا کامل ایمان ہوتا اور غلط فہمی کی بیعت کا صحیح ہونا واضح ہو گیا اور حضرت امیر کا ان کے ساتھ مذہب و عقیدہ میں حقیقی ہونا بھی مردانہ پیرزادہ ہے۔ ”علی ماہا یعوہم علیہ“ یعنی اس امر پر انہوں نے میری بیعت کی ہے جس پر ان کی بیعت کی گئی مذہب مختلف ہو تو نیا دینیت کہاں کیوں کر ہو سکتی ہے۔

از حضرت زین العابدین علیہ السلام کہ اس سرخاء العزیز

ذہب شہید
دلیل دوم

خلافت کے افتادہ کے بارے میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا وہ دلیلیں ہیں جو محض قرآن اور صحیح حدیث کے ذریعے ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ولعربی لکن کانت الخلافۃ لا تنفذ حق تقضیہا عاۃ
الناس ما یؤتی ولک سبیل وان کن اعلیٰ یحکون علی من غاب
عنها..... شترائش للشاہد ان یزجج ولا لبقا شب ان یختار الا
والی اقا تل رجلا ین رجلا اذ عن مالکس لہ و آخر منہج الہدی
علیہ۔ (۱)

(منہج البلاغۃ، مطبوعہ امیر ان خطبہ نمبر ۱۷۷)

یعنی جب میری زندگی کی قسم کہ یہ علی ہی نہیں کہ سب تک سب لوگ جمع ہو کر میری جگہ امام مقرر نہ کریں اس لئے جس کو شخص امام نہ ہو سکے بلکہ صرف اہل دین کے لوگ ہی اس کا فیصلہ کرنے کے اہل ہیں جو دوسرے لوگوں پر اس حکم کو نافذ کرتے ہیں۔ ان کے فیصلہ

کے بعد نہ تو کسی کو جہاد کا حق تھا اور نہ غائب کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی جہاد کے مطابق عمل کرے اور اس فیصلہ کا خلاف کرے، خبر وادیں و دو قسم کے لوگوں کے خلاف اعلیٰ اہمیت جنگ کروں گا ایک تو وہ لوگ جنہوں نے غلامی پیر کا دعویٰ کیا جس کے وہ سختی نہیں تھے دوسرے وہ لوگ جنہوں نے کسی کا حق روک دیا جو کوئی بھی مجھ سے انسانی ہولی مشکل کنہ، کے جس حلقی بیانی کے بعد غلطہ راشدہ کے حق ملک کے مستحق نہ ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا پھر اگر حضرت علیؑ اپنے ان کے ملک و ملک نہیں دلی بلکہ ان کی اعانت فرمائی اور نصرت و امداد فرمائی ان کے باوجود یہ جیت فرمائی بلکہ طیب خاطر حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کو بکشتہ و چاندی شریف و امدادی بخشا ان کا امیر امیر سلیم فرمایا ان کی شان و شوخی میں سب کچھ دھوی کو تیل کیا پھر ان کو انگ میں ملا یا میں سب ان قابو نہ کر دیا پھر ان کو اس طرح ان کی اس مستحکمہ ان کا اہم و اہم دے میں عمل فرمایا جس کے ساتھ گنہگار ہے۔

یہ یہ بھی واضح ہو گیا کہ خلافت کے متعلق سب کے حق میں کوئی وصیت نہیں تھی بلکہ اس کا انعقاد وصوت الی الہ سے اور اس باب میں حق کے مشورے سے ہی ہو سکتا ہے و اسی لیے آپ نے انعام الشوریٰ لعلہا جیدین و الی انصارہ فرما کر اس حق کو تسلیم فرمایا اور لکن اہل بیت و صحابہ کون علی رضی اللہ عنہما کہہ کر بھی اور انشاء یعنی القوم الذین یبایعوا ایامہ و یکرہو و عثمان کہہ کر اپنے حق میں ان کا فیصلہ صادر ہوا تسلیم فرمایا انشاء پر از استقلال و عدلیت کے نہ کہ اپنے حق میں دلیل ہے اور واضح ہو

تحفہ حسیہ خلیفہ
انما الامانات لہذا شریف است پلوی علیہ

فوائد نکات

ان دونوں عبارتوں سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کو خلافت شہادہ یعنی امامت پر اعلیٰ اعتراف اور انکار نہیں تھا و نہ آپ کا یہ استدلال اور اعلان مذاق یہ کہ وہ جانے گا کہ جب حق تم نے ماموری و اہلدار کے فیصلہ کے تسلیم

ہو گیا اور ان کے انتخاب کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور رضا منقولی عنہوں و رضا الخلق
یعنی مخلوق کی رضا مندی خالق کائنات کی رضا مندی کا عنوان ہے، تسلیم دیکھنا تو دوسروں
کو اس دلیل سے کہ کراچی بند کر کے جو؟ یہ تو تقویوں، ملاح، تفتعلوں، بلڈا
امیر غلامین علی رضی اللہ عنہما کی ذات مقدسہ ایسے واضح اور لا جواب
اعتراض سے اس صورت میں بچ سکتی ہے جب اس کے مطابق آپ کا اپنا مل جل کر تسلیم
کیا جائے اگر اس کا صرف یہ مقصد بیان کیا جائے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو انعام
دیہا جتنے تھے تو یہ غلاب و اعتراف ہے کہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس
انتخاب پر ہی اعتراض تھا۔ اس دعویٰ میں یہی کلام تھا جیسا کہ اہل ذکر کیا جائے گا۔
علامہ ابن دہک کہتے تھے کہ یہ غلاب وہی نظریہ ہے جو اس وقت آپ کا فکرا آپ
ان کی مخالفت کا اشارہ کر کے اور معاویہ و انصار کے فتنہ کو فکرا کر گناہ زنیہ کرنے
تو ہم پر کون سا پتہ روش پڑے گا؟

ابلیس جہالت کا پین نظر نہیں ملتا جس کی ذہنی سماعت فرما کر اور حقیقت مل کا جائز
میں شرح مصدقہ میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ
عنہ کو خط لکھا جس میں یہ اعتراض کیا گیا تھا: **فَاِنْ كُنْتُمْ اِيَّا حَسَنَ اتِّصَا
تَعَادِيْكُمْ عَلَى الْاِمَارَةِ وَالْخِلَافَةِ فَذَعِرْ بِي لَوْ حَصَّتْ خِلَافَتُكَ لَكُنْتَ قَرِيبًا
مِنْ اَنْ تُقْتَلَ فِي حَرْبِ الْمُسْلِمِينَ وَلَكِنْ اِنَّمَا حَقَّتْ لَكَ وَاَنْ يَقْتُلُهَا
وَاَهْلَ الشَّامِ لَمْ يَذْ شَكُّوا فِيْهَا وَلَمْ يَزِ تَعْصُوا اِيَّاهُ كُفْرًا** اللہ
وسطواتہ و اتق باسہ و نکالہ و اغمد سؤفک عن
الناس۔ ج ۲۲ -

اے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، اگر تم امت اور خلافت پر لوگوں کے خلاف
جنگ لارہے ہو تو مجھے اپنی ذرا کافی قسم اگر تمہاری خلافت و امت چھوٹی تو تم اہل
امت کے خلاف جنگ لڑنے میں معذور سمجھے جانے کے قریب ہونے لگی ہو۔
وہ بھی درست اور صحیح نہیں ہے اور کہو مگر صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اہل شام اس پر
مخالفت ہی نہیں ہوئے تو اجماع کہاں منعقد ہو گیا اور بغیر اجماع کہاں کا اتفاق

کے لیے کوئی اور ممکن ہے؟ اور وہ اس پر مضامین ہوتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ سے
 ڈر و اور اس کی گزشت سے اور اس کی سخت گیری سے اور عذاب سے اور اور اپنی
 قرار کو میاں میں مگر لوگوں کو تو اس سے اس کو قند کر لو۔

جب انہوں نے اجماع کا یہ مطلب دیا کہ تمام قریب حاضرین اور غائب
 ہیئت کریں تو اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر غائب کا انشاء میں وقت
 تک ملے نہ ہو جب تک تمام لوگ اس میں حاضر نہ ہوں تو اس طرح کے اجماع وقت کا
 کافی مکان ہی نہیں بلکہ یہ اہل حق و حق کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہیں حسب غرضت
 کے لیے غائب کریں اور انہیں کا فیصلہ تمام اہل اسلام اور عالم اسلام پر نافذ ہو گا۔

بَلِ الْمُتَّبِعُونَ فِي الْأَجْمَاعِ اتِّفَاقُ أَهْلِ الْحِلِّ وَالْعَقْدِ مِنْ أَهْلِ
 عَمَدِ صَنِيعِهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَهْشِ الْأَمْرِ وَهُمْ الْعُلَمَاءُ أَوْ أَيْ مَعْلُومَاتُ صَنِيعِهِ ۳۔

لہذا واضح ہو گیا کہ اس عبارت اور عبارت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو
 الزام دینا مشورہ نہیں رہا تھا اتفاقاً اجماع میں اس اختلاف پر کچھ بھی بکرا آپ کے
 پیش نظر واقعہ حقیقت کا بیان ہے اور اس مسئلہ میں اپنے نظریہ کا بیان قصود ہے
 والحمد للہ ۔

اور دوسرے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کو جواب لکھا

اس کا خلاصہ میں برقوم ہے شرح جدید میں ہے ص ۱۱۱ جلد ۱۱۔

لَا نَبِيَّعَ بِالْمَدِينَةِ لَزِمَتْكَ وَاشْتِ بِالْشَامِ كَلَزِمَتْكَ بِبَيْعَةِ
 عَثْرَانِ بِالْمَدِينَةِ وَاشْتِ اصْبِرْ لِعَمْرِ عَلَى الشَّامِ وَكَلَزِمَتْكَ بِبَيْعَةِ أَخَاكَ
 بِبَيْعَةِ عَمْرٍ وَهُوَ اصْبِرْ لَانِي بَكَرَ عَلَى الشَّامِ (الخ) واقا قولك ان يبيعني لم
 تصنع لاق اهل الشام لم يبدخلوا فيها كيف وانما هي ببيعة واحدة
 تلزم الغاصر والغائب الا يفتي فيها النظر ولا يفتي فيها الغاصر
 الغار ج منها اطاعوا والنمووي فيها امداهون ؟

یعنی میرے بعد یزید میں ہونے کے باوجود میری بیعت تجہی واجب و لازم ہو چکی

بارہ سو اس کے کر توں ہیں ہے جسے رتویر کے لئے کی جیت لازم ہو گئی جو
 مدینہ میں پائی گئی۔ جبکہ قوشام میں اسیرانہ تھیں مگر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اسیر قاتل
 جسے شریعت نے بھائی فریاد کو اسیر مگر رضی اللہ عنہ کی جیت لازم ہو گیا مگر وہ شام
 میں حضرت جو کبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اسیر تھے۔ یہاں پہنچ کر تو لکھ میری جیت لازم
 خلافت دوست ہی نہیں کیونکہ میں اس میں داخل نہیں ہونے تو یہ فعل اور بیان
 غلط ہے کیونکہ جیت خلافت ایک ہی ہے وہ جس میں ہو سکتا کہ بعض اہل اسلام ایک کو
 غلیظ منتخب کریں اور دوسرے کو خود کو بلکہ جب بعض نے ایک کو خلافت کیے ہوئے کیا
 تو دوسروں پر بھی اس کی جیت لازم ہے۔ اور دوسروں کا نائب بھی اس کے
 پابند ہیں اس میں شک نہ ہو۔ خود دیکھ ہو سکتا ہے اور مثال میں سے سرے سے
 چناؤ اور انتخاب کا اختیار دیا جاسکتا ہے جو اس سے خارج کرے وہ اسلام کے
 فیصلہ پر طعن کرنے والا ہے۔ اور جو اس پر سب سے بہتر کرنے لگے وہ مابینت اور
 دین میں تساہل و تقاضی کا مرتکب ہے۔ اور یہ عداوت شیخ ابوالفتح مصری
 جلد ثانی ص ۱۰۰ پر موجود ہے۔

لَا تَهَايِعَةُ وَاحِدَةً زَيْشِي فِيهَا اسْتَعْرَضَ هَيْسَانَتْ فِيهَا الْغِيَارُ الْغَارُ
 مِنْهَا طَاعِنٌ وَالْمَرْوِي فِيهَا مَدَامِنٌ "مَنْ رَوَى عَنْهُ عَنْ كِي طَرَحَ عِيَاں هَوَا كِي
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ و نظریہ یہی ہے کہ خلافت امامت کے لیے
 انتخاب اور شورشی ہی واجب راستہ ہے اور اس حقیقت کو اہل الہام مدیدہ نے انکار کیا
 میں اور کیا ہے طرح مدیدی ص ۱۰۰ جلد ۱۰

وَأَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْفَصْلَ دُونَ بَعْضِهِ عَلَى كَوْنِ الْإِخْتِيَارِ طَرِيقًا
 إِلَى الْإِطَاعَةِ كَمَا يَذْكُرُ أَصْحَابُ الْبَيْتِ لَيْسَتْ كَوْنُ أَتَمَّ عَلَى بَيْعَةِ مَعَاوِيَةَ
 بِبَيْعَةِ أَهْلِ الْحُلِّ وَالْعَقْدِ وَالْمَرْوِي عَلَى ذَلِكَ أَجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ
 كُلُّهُمْ وَتَبَايَعَهُ عَلَى بَيْعَةِ أَهْلِ الْحُلِّ وَالْعَقْدِ بِمَا كُفِّرَ عَنْهُ مَا رُوِيَ فِيهَا
 أَجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ لِأَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ لَمْ يُبَايِعْ وَلَا أَحَدًا

مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَحَارِمٍ وَلَا نَ عَلِيًّا وَبَنِي هَاشِمٍ وَمَنْ انْضَوِيَ
إِلَيْهِمْ لَمْ يَبْأَيُّهُ فِي أَقْوَلِ الْأَسْرِ وَامْتَنَعُوا وَلَمْ يَتَوَقَّفِ الْمُسْلِمُونَ
فِي تَصْحِيحِ إِمَامَتِهِ بَكَرٍ وَتَسْفِيذِ أَحْكَامِهِ عَلَى بَيْعَتِهِمْ وَهَذَا
دَلِيلٌ عَلَى صِلَةِ الرَّخْطِيَارِ وَكَوْنِهِ حَرْبِيًّا إِلَى الْإِمَامَةِ لَا يَقْدَحُ
فِي إِمَامَتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ امْتِنَاعُ مُعَاوِيَةَ مِنَ الْبَيْعَةِ وَ
أَهْلُ الشَّامِ -

یہ امر اچھی طرح ذہنی نشین رہے کہ یہ فصل اور عطا اپنے صریح معنی و مفہوم کے لحاظ
سے اس امر کی دلیل بنتی ہے کہ اختیار اور انتخاب اعتقادِ امامت و خلافت کا ذریعہ
ہے جیسے کہ ہمارے علماء و مشائخ اس کے بارے میں کہے ہوئے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
نے اپنی خلافت و امامت پر اہلِ حق و عقید کی بیعت سے دوسرے معاویہؓ کے خلاف لڑنے والے
پیش کیا ہے اور اس میں تمام اہلِ اسلام کے اجماع کا لحاظ اور رعایت کو امر لازم نہیں
سمجھا اور اس کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اہلِ حق و عقید کی بیعت
پر قباحت کی کہ اس میں بھی تمام افرادِ ملامتین اور اہلِ اسلام کی بیعت پر اعتقاد
خلافت کو موقوف نہیں کیا گیا تھا کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ وای کی اولاد اور اہلِ عرب
خلافت ان سے بیعت جس کی رضی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھ منسلک
ہوئے و اول نے پہلی ابتدائی طور پر بیعت سے گریز کیا لیکن اس کے باوجود اہلِ اسلام
نے حضرت ابو بکرؓ کی صحت امامت و رہن سے احکام کے نفاذ کو وہی معضرت کی بیعت
پر موقوف نہ سمجھا اور اس میں کسی فرقہ اور تہذیب کا اظہار نہ کیا۔ اور یہ امر صحتِ حقیقی
و انتخاب کی دلیل ہے اور اس کے ذریعے امامت و خلافت منعقد ہونے کا ہرمان
ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ میرے معاویہ رضی اللہ عنہ کا اور اہلِ شام کا موقوف
آپ کی امامت و خلافت میں ظلم و انانیت نہیں ہو سکتا جس طرح حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت میں کوئی غلط واقع نہ ہوا۔

احد ہوا کہ مقتصد وہی نہ تھا، تو طبیعت العوام و تسکین خواہیہم عن اشارة الفریقین صاحب
الافتاء نے یہ مستقیم امر الدین و یكون النکل علی الخیر و اور فی ظہور الہم انہ لم یکن یحیی
الصراۃ الذین ہم مشروف المسلمین و سائر ائمہ علمائے اسلام و لا تراعی مقتدا فی ہذا المقام
من معہم ذلك و ہذا المقصد حسن و نظر لطیف و مقتصد۔

(شرح النہای ششم جلد اول حدیث ۱، و کذا فی الدرۃ المہنیۃ جلد اول حدیث ۱)

گزشتہ باب والعلیٰ پر اعتراض و تنقید سے اجتناب کا لازمہ قرآن

یہ حکم قرآن مجید نے دیا ہے کہ پہلی امتوں یا اس امت کے پہلے اور میری گزشتہ
و اسے لوگوں پر تنقید اور اعتراض سے دور رہو اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو اور تم اپنے
اعمال کی اصلاح اور وہ نیکوئی کی سعی مسلسل کرو کیونکہ تمہاری طرف سے جواب دہ نہیں ہو جگہ
اپنے اعمال کی طرف سے۔

قال عزوجل:۔ ثلاث امة قد خلقت لہیما ما کسبت و لکم ما کسبتکم و لا
تکسلون عما کانوا یعملون؟

وہ امت ہے جو گورہی ہے اس کو وہ اعمال قبیح دینے والے ہیں جو اس نے کئے اور
تمہیں وہ اعمال جو تم نے کئے اور تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اس کے حصول جو وہ
کرتے تھے اور یہی حکم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ثابت ہے قال تعالیٰ:
والذین ہما ورا من بعد ہم یقولون ربنا اغفر لنا ورا غفرتنا ورا غفرت الذین سبقونا

بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا بہا انک رؤوف رحیم۔
جس کا ترجمہ اور تشریح صریحاً مذہبی، عبادی، دینی، اخلاقی، کفری، عی و خارج کی جا چکی ہے۔

لیکن غم اس کا مقام ہے کہ خود عیسائی اکابر کے اس طرز عمل اور نصیحت و نصیحت
پر عکس جھڑپٹ کے موقع کو پر کرنے کے واسطے فکر و مہمائی اور مبلغ صاحبان کی مشور
صاحب کلام اور غفلت و دشمنی اور شرارت و مہمات امت کو یہ بروقت اسفا اعتراضات کا
تخلیہ نہ دے سکتے ہیں اور نفرت پسین نے ان کو اہل اسلام کو ایک دوسرے سے دور کرنے

کے بعد میں کاکولہ میڈی ٹی نہیں ہے حالانکہ انھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی
عظمت اور عزت سے کوئی غرض ہے نہ صراحتاً نہ عہد میں انھوں نے کوئی ذاتی تکلیف ہے
اگر روئے کار نہ دیکھو بعد چوہاٹے اور ہاٹے اور ہاٹے کا کھوں روپے کے چٹکے پچھنے پچھنا
توان کے سب ہڈ بات صعب علی اور بعض صعب روئے غم پر کر رہا نہیں گئے
مقام عجیب ہے کہ جو پیشگی رقم کا ٹیکہ چھٹے بغیر ان مقدس پیشوں کا نام نہ
سے نکلیں وہ صعب ہیں اور جنہوں نے اپنا سب کچھ اور خود کو اسوہ اور اہل اسلام کے لیے
قرآن کریم اور وحی میں؟ الاحول ولا قوۃ الا باللہ -
سہ سالانہ صحت طلبہ شیعہ از حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

دلیل سوم پر صحت شکاری

ماضی القوم پر آج مبدعہ محمدؐ کی عبادت میں لا حشر کر ہی جو حضرت علی رضی
رضی اللہ عنہ کا خطاب ہے۔

انکم باعدونی علی ما یروی علیہ من قبیح وراخا الخیار لکناس
قبل ان یتباہوا فاذا ابایعو افلا خیار لہم - ۶
یعنی تم لوگوں کے میرے ساتھ اسی قرآن اور شرط پر بیعت کی ہے جس میں بتا پر تم سے پہلے
خلفاء کے ساتھ بیعت کی تھی اور جو اس بیعت کا کوئی کو کوئی طریقہ عقب کر کے لا اختیار
اس وقت تک جو اس سے جب تک کہ اس کی بیعت نہ کری جب تک کہ اس کی بیعت نہ کرے
کوئی اختیار باقی نہیں کہ وہ دوسرا امت اختیار کرے۔۔۔

تحقیق تحقیق یہاں : از امام الحسنات محمد شریف دستاویزی مکتوب
مکتبہ مستدلال، اگر غرض یہ ہو کہ کتاب مذکورہ منقذ
خود فرمایا نہ ہوتے تو بیعت کس نے کے ہاوم و اختیار باقی رہتا کہ اگر بیعت کرتا تو کرتا
اور کسی کو اپنے طور پر لاہم اور طریقہ ہمہ کو کرتا کرتا جب دونوں برابر ہوں اور اختیار
مطلوبہ کا دار و دل ہی نفس اور وصیت پر ہوتا پھر جس کے حتیٰ میں نفس اور وصیت ہوگی
دوسرے کی بیعت کس کے بھی اس کی طرف میلان اور رجحان درست ہو گا اور جس کے
حتیٰ میں نفس اور وصیت نہیں ہوگا آگے اطراف اور اعراض واجب و لازم ہو گا مگر

دا بیخ ہو گیا کہ فقارِ راست و خلافت کا ذریعہ طور علی اور انتخابِ بریت ہے اور ایک مرتبہ بریت کرنے کے بعد اختیارِ تم ہو جاتا ہے۔

اسی خصلت کو حضرت علامہ حضرت امیرِ مہدیؑ کے ساتھ خلافتِ امت میں پہلے

بار بار دہرایا۔

أما بعد، فقد علمتمنا وإن كنتمنا إلى لم ابد الناس حق اباؤنی ولم ابا بعد حق باؤنی وانكم من اراونی ویا یعنی وإن العلامة لم تنها یعنی السلطان غالب ولا تعرض حاضر فإن كنتمنا یا یعنی طائعتین لا رجعا وتوب إلى الله من اقرب وإن كنتمنا یا یعنی ان کا وہ ہیں فقد جعلتمنا علیكم السبیل بظہاركم الطاعة والسواكم المعصية ولعمری ما كنتمنا بحق المهاجرین بالتقية والکتمان وإن دفعكمما هذا الامر من قبل ان عند خلافیه كان أو سمع علیكمما من غرو حکما منه بعد اقراركم اید - (فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۰)

اما بعد۔ تم دونوں یقیناً اس حقیقت سے باخبر ہو اگرچہ اس کو چھپاؤ اور اس کا اظہار نہ کرو کہ میں نے لوگوں کی پہنچے ساتھ بریت کرانے کا ارادہ نہیں کیا۔ پہاٹکس کہ انہوں نے خود میری بریت کا ارادہ کیا۔ اور میں نے ان سے بریت لی جب تک کہ انہوں نے اپنے طور پر بریت چلی اور تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو۔ جنہوں نے میرے ساتھ اورت کا اظہار کیا۔ اور بریت کی۔ علاوہ ازیں تمام لوگوں نے میرے ساتھ کسی جبر و قہر اور تسلط و ظلم کی وجہ سے بریت نہیں کی اور نہ کسی ماحضہ و موجود و ماضی ملائی کی وجہ سے۔ ہذا اگر تم نے بھی غوغائی اور ذاتی رجعت سے بریت کی ہے تو وہ اپنے پیغام اور خودی طور پر ہوا نہ تھا بلکہ کے حضور اس غوغا سے غور کیجئے اور اگر تم نے ہم پر جبر و قہر اور ناجائز بریت کی ہے تو بھی تم نے میرے لیے اچھا اور پرہیزگار خاندہ اور گرفت کی راہ پیدا کر دی کہ اعلیٰ صحت ظاہر کی اور دل میں مصائب اور بقاوت کو بچانے ہو گئے تھے۔ لہذا چنانچہ گائی کی قسم تم دوسرے ماحجریہ کی نسبت تفسیر و کتمان کے زیادہ

ہائی اور عقائد نہیں تھے۔ لہذا ان میں سے کسی کو اس کی ضرورت محسوس نہ ہوئی سو وہ قسم
وہ لوگ کو اس کی ضرورت محسوس نہ ہوئی یا وہ اس کی مصلحتات و مصلحت کو اس میں داخل
ہونے سے پہلے وہ کرتا تھا۔ اس سے بچے زیادہ وسعت اور گنجائش رکھتا تھا۔ بہت
تھکاتے اس میں داخل ہو کر اور اقرار و بیعت کے بعد اس سے خارج ہونے کے۔

اس طرح اس شرط سے بھی حقیقت واضح ہو گئی کہ بیعت کرنے اور حق ادا کرنا
میں داخل ہونے کے بعد اس کا قول نہ مانا نہیں ہے۔ اور پہلے تو اختیار دیا اور حق ادا کرنا
مستقل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بعد میں اس حق کو استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے کہ پہلے بھی
یہ ضروری گزرا تھا۔

یعنی اس میں دوبارہ اختیار دیا جا سکتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو خود دیکھ کر کیا جا سکتا ہے۔
اور یہ مقصد بھی نہیں کہ تم بیعت کر کے غلام و سربہ الیٰ سوا تم کہ لینے تو تمہیں اختیار
ہو گیا کہ اس کے متعلق بھی داخل نہ ہو۔ آپ کا کہنا کہ بیعت ایک ہی ہوتی ہے جو حاضر و
غائب بھی پر لازم ہو جاتی ہے۔ لہذا مقصد صرف یہ ہے کہ میرے غلام و کسی دوسرے
کو غصب کر لینے تو وہ خود اقرار و قائل ہے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن دیگر
اہل عمل و عقائد اور اصحاب دین کے ساتھ مثال پر کہ مجھے غلامی نامزد کر کے اس بیعت
کو کہہ اب تم اپنی مرضی کرنا چاہو اور غلام غلامت کو وہ میرے ہم کرنا چاہو تو اس کی
امانت تلف نہیں رہی جا سکتی اور یہی ہمارا اس مقام پر مقصد تھا جو کمال واضح ہو گیا۔

قائد اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بیعت کیلئے ہمارے غلاموں سے بھی
ہو سکتی ہے۔ لہذا اور غلام کے غلام کی ہمارے دیکھی کے لالچ دلائے گی وہ ہے
تو وہ دل و جہن سے ہی بیعت بھی ہمارے گی اس میں یہ عقد قابل قبول نہیں کہ میں نے
اور پرانے سے بیعت کی تھی۔ دلا دلائی سے نہیں کی تھی۔ کہ اقلیٰ عقد جفتا
فی عینک التسلیم کیونکہ اس کا اثر کا دلا دلائی کا اثر ہے۔ اقلیٰ پر نہیں ہے۔
بعد ازاں اس کے بعد اس طرح سوال کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہ سکتی :-

۱۵ **علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں خبر و اکراہ کے دعویٰ کی لغویت اور رضا و رغبت بیعت کا ثبوت**

اسی پر منظر میں یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
 عہد سے خواہ مخواہ کے بعد بھی بیعت کی ہو لیکن وہ حیر و اکراہ والی بیعت نہیں ہو سکتی
 اول تو اس لیے کہ اس طرح نہ کوئی عہد بنا دیتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ بیعت ہی نہیں تھا نہ طر
 اگر عہد کر کے بیعت یعنی ہوتی تو بیعت بھی نہیں گزرتا چاہے عہد پر ہاں لیکر چاہے گزرت
 عباسی عہد قبل از اس تک کہ اس مضمون پر مشتمل خطبہ نقل کیا جا چکا ہے کہ میں نے
 بیعت سے ہاتھ روک دیا لیکن جب بعض لوگوں کو عہد پر ہاتھ دیکھا تو کہہ کر اگر
 اہل اسلام اور اسلام کی مدد و تحریکوں کو یہ میرے لیے بہت پریشانی کا موجب ہو گا
 لہذا اختلاف کی خاطر اہل اسلام اور اسلام کو نظر انداز کرنا اور اپنی نصرت و اعانت سے
 ان کو محروم کرنا بہت زیادہ نقصان دہ ہے تو میں نے ابو بکر صدیق کی بیعت کی اور
 پھر ان حوادث میں جڑ بٹھا کر عہد لیا اور تباہ کیا۔

اور یہی مضمون احتجاج طبری میں بھی موجود ہے فقہاء جو بیکو مہلایا بابا
 الحسن ما لشد فیہک ولا تکرہاک - "میں نے مہلایا بابا کو طبعاً تسلیم
 اسے ابو الحسن کی ہستی اور خیمہ دہی سے کام لو لہم آپ کی بیعت کے معاملہ میں شک و
 کرتے ہیں اور حیر و اکراہ اس مضمون کو شرح مدنی میں باحوال بیان کیا گیا
 ہے عبارت خلاصہ یہ ہے۔

(۱) الا والله لا اقبل قولک ولا ابایعہ فقال له ابو بکر ذلک لم
 نبایعنی لم اکرہاک فقال له ابو عبیدہ ذلک یا ابی الحسن انک حدیث
 الحسن وھو لا و مشیقۃ قریشی قولک ، لیس لك مثل تجربہ ہر
 و معروفہم بالامور ولا اری ابایکر الا اقوی علی ھذا الامر صحت
 واشد احتیالاً له واحتطلا عاہلہ الخ۔

خود سے خود اسے عمر بن خطاب کی بیعت کے متعلق تیرے قول کو قبول کیا ہوں

اور دہلی کی رحمت کرتا ہوں تو حضرت ابو بکر الصديق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ میری رحمت کا حکم تو میں آپ کو جو مرضیں کروں گا۔ تو حضرت ابو عبیدہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا اسے ابو العباس آپ نہ عمر بن عبد العاص سے کہتا ہوں تو فرمایا کہ جو مرضیں آپ کو نہ دیں میں اس پر ہے اور دہلی کی مانند امور خلافت و حکومت کی مرضی اللہ میں سمجھتا ہوں کہ ابو بکر صدیق آپ سے اس مرض پیدا ہو تو میں اللہ اس کے زیادہ فضل اور وسعہ رکھنے والے۔ فسطولہ هذا الاضرار علیہ۔ لہذا امر غداً خیر کو پہنچے۔ اور اس پر دہلی میں جو بایں ہے۔ فانک ان تعیش واطل عسرت فانک لهذا الاضرار علیک وہم حقیق فی فسطولک وقرأتک وسمعتک لیس لک انک آپ نے دہلی اور شریف میں ہوں تو تم بھی اس امر کے متحد اور اہل ہونگے اپنی غیرت کے وجہ سے اور رسولی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب کی وجہ سے اور اسلام و جہاد میں ہفت کی وجہ سے۔

شرح معینی ابو الدرداء بکرا احمد بن عبد العزیز جہیری ص ۲۰۸

(۱) دہلی احمد بن عبد العزیز رحمہ اللہ ابو سفیان بن ابی علی حلیہ سلمی فقال ولیہم علی هذا الاضرار اذال بیت فی قریش۔ اما والله شئت لاحل انہا علی فی ضیول غیلا ورجلا۔ فقال علی علیہ السلام عالمنا لحششت الاسلام واهله فاضلہم شیخنا لانحاجة لنا الی عیالک ورجلک لولا اننا لایا بکر لہا اھل لہا ترکناہ۔

احمد بن عبد العزیز جہیری نے روایت کی ہے کہ ابو سفیان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدمت میں حاضر ہوا اور کہا تم نے خلافت و امامت کا معاملہ قریش میں کر لیا اور ضیول گرانے کے حوالے کر دیا ہے۔ خود کے سوا کہ آپ یا ہوتو میں مدینہ خود کے سوا کہ ابو بکر کے حقوق اور تمام رعایا میں پیدا ہوں اور ہمارے ہمدردوں نے آپ سے فرمایا تو نے بہت دہلی اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ دھوکہ کر لی مگر ان کو نہ ہم لکھیں نہ چاہیں۔ میں تیرے گھر سے دور ہوں کی

ضرورت ہے اور نہ پیراموں کی اگرچہ حضرت ابو بکر کو خلافت کے قابل نہ سمجھتے تو ہم خود ہی اس سے منٹ لیتے۔ اور اس کو یہ حق دیتے۔
 (نوٹ) اس روایت سے ظاہر ہے کہ ابو سفیان کا خلافت مدہنی کے خلاف۔
 یہ اقدام بھی نگاہ مرقنوی میں انہیں مابعد اسلام کے خلاف مدہنیوں اور نقباء
 پہنچانے کی کوششوں میں سے ایک کوشش تھی۔ اگر آپ اس خلافت کو اسلام کے
 لیے نقصان دہ سمجھتے تو ابو سفیان سے امداد کے کراس خلافت کو بدل دیتے اور
 پھر موقوفہ پاکر ابو سفیان سے بھی منٹ لیتے۔ ہمیں طرح قبول شدہ خلافت کا
 پیر و کاموں کو تفسیر کے بل بوتے پر اپنے ساتھ لائے رکھنا اور اس انتہا میں رہے
 کہ جب میری حکومت و امامت اور خلافت و امامت مستحکم ہو جائے گی تو پھر تفسیر
 کا لقب اتار کر ان کو درست کر دوں گا اور جب اس طرح کا موقوفہ میرے ہونے
 کے باوجود اس سے فائدہ اٹھانے کا تصور تک نہیں کیا تو معلوم ہو گا کہ آپ خلافت
 مدہنیہ کو اسلام کے لیے نقصان دہ اور خطرناک ہی سمجھتے تھے۔ ان فرض اس روایت سے
 بھی حضرت مدہنی رضی اللہ عنہ کا نگاہ مرقنوی میں امامت و خلافت کے اہل اور
 مخالفان ہونا اور ان کی خلافت پر مطمئن ہونا ظاہر ہے۔

(۳) قال ابو بکر کان سعید بن خالد بن العاص عن احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الہین قلب فیض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاد المدینۃ وقد یایع الناس ہا بکوفا حقیق عن ابی بکر ظلم یا یعدہ ایا ما وقد یایع الناس انی بنی ہاشم قتال اتم الظفر والبطون والشعار دون الدثار والعصا دون النوا فان ارضیتہم رضیتہا واذا اضططعت مضطجعنا عند ثونی الی کنتم بالہم عن ارجل اعدائنا نعم قتال علی بن عبد شام من جراحکم ولا نولعہم قال فانما ارضوا باجلا لا یایعہم من شیء؟ ابو بکر جوہری نے کہا خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ میں پر تھی اگر مصلحت ابو بکر و سلم کی عزت سے حال اور گورہ رہتے جب آپ کا وصال ہو گیا تو وہ بیچہ خود حاضر ہوئے اور لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے تھے تو انہیں

کے قیسے شیعہ صاحبان کا انفرادی کارنامہ ہے۔ اور جمہور کے نزدیک ناقابل اعتناء
و اعتبار کا مظہر ہو شرع حدیث کی منہ ۲۰۰ ج ۲۰۰۔

اما الذی یقول کہ جمہور الحدیثین و اعیانہم طائفت علیہ السلام متفق علی
الطبیعة سکتہ شیعہ لازم بیقہ ظہر بایح حق مانت و اقلہ علیہ السلام لکلمات باطلہ۔
جو کہ جس طرح کہ اگر ہم میں نے کہا وہ یہی ہے کہ آپ نے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی تھی
اور گھر پر ہی خیمہ رہے۔ یہاں تک کہ حضرت قمر بنی ہاشم کا وصال ہو گیا تھا تو ان کے
و وصال کے بعد ہزاروں بیعت بیعت کر لی۔ جب جمہور حدیثین اور اعیانہ و اکابر کی
تعمیق میں ہے اور شان و منزلت کی کشا پڑی اور طائفت میں یہی ہے اور آپ کے
خطبات سے ہمیں یہ حقیقت نمایاں اور واضح ہے کہ ایک فرقہ میں کے ساتھ ہوا
صل و عقدہ و اہل اہل اسے بیعت کریں پھر حاضر و غائب کو وہ بیعت و دم ہو جاتی
ہے اور اس میں نظر ثانی کی گنجائش نہیں رہتی اور انصار میں سے مختلف حضرات نے
ہم آپ کو بتوں اور کج گویوں پر جواب دیا کہ اب بیعت کر کے توڑی نہیں جاسکتی۔
۴۔ اگر جمہور کی پہلی روایت جو ہم نے نقل کی ہے اس کے آخر میں ہے۔

فقال بشیر بن سعد لو کان من الاسلام صحتہ الزنا صحتہ و انصرفت با علی
قبل بیعتہم لانی بکر و اختلاف علیہ اشکان و لکنکم قد بایعوا و انصرف
علی الی منزلہ و لم یبايع و لزم ہذا حق مانت و اقلہ علیہ السلام من ۲۰۰ ج ۲۰۰۔
بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر انصار قبل یہ کام ہو کر صدیق رضی اللہ عنہ کے
ساتھ بیعت کرنے سے پہلے میں پہلے تو ان میں سے دو شخص بھی انصار سے حق میں
استحباب دیکھنے میں وہ بیعت کر چکے ہیں ورنہ اس کو تو انہیں ہوا سکتا اور اس کے بعد
حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر کی طرف لوٹے اور بیعت نہ کی اور گھر میں ہی موجود رہے حتیٰ کہ
جب حضرت قمر بنی ہاشم کا وصال ہو گیا تھا آپ نے بیعت کی۔
۲۔ ابو بکر احمد بن عبد العزیز الجوسری نے ہی نقل کیا ہے۔

عن ابی جعفر محمد بن علی علیہما السلام ان علیاً علی غلغلة علی حمار

کیا احوال رہا تھا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ روایات یا روگوں کی تیار کردہ ہیں۔ احتجاج طبرسی کی روایت میں اور جوہری کی اس روایت میں صرف اختلاف ہے کہ جوہری نے انصار کی طرف سے اس مطالبہ کے قابل قبول نہ ہونے کی وجہ بھی نقل کی۔ یعنی بیعت کے توڑ نہیں سکے لیکن طبرسی صاحب نے اس پر مخفی چلا دی۔ باقی مسطور اور الفاظ بالکل ایک ہیں۔ بلکہ طبرسی نے اس میں مزید رنگ و بہرہ حضرت مسیحی و مبنی اندھ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے یا نہیں ذکر کیا۔ اور جوہری کے گروں پر جانے کا بھی ذکر کر دیا۔

۱۲) انصار کا اہل اثناعشر پر عزم ظاہر کرنا اگر پہلے ہمارے پاس آجاتے تو ہمارے بیعت کہتے لیکن بیعت کرنے کے بعد معذوری اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی شریک خود تخصیص اور نامزدگی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امر لفظ امت کے لیے نہیں پائی گئی تھی۔ ورنہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کہتے ہی کیوں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صورت قرابت اور حدیث اسلام کی وجہ سے عرض کر دیا ہے ہی کہ پہلے شریف ہوتے تو نہ ہرے ساتھ کوئی دوسرا شخص ہماری نظروں میں برابر نہیں ہوتا تھا تو ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نظر ہذا کر سکتے تھے اور اپنے محمد و پیغمبر کو رسول الہی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے کہہ کر یہ قدم کھڑے کر سکتے تھے۔ جبکہ اندلسی صورت بیعت ابو بکر میں بخوبی خسارہ کے ساتھ ساتھ وہی خسارہ ہی تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے میں وہی اور آخرت کا نفع اور پہلو و البتہ تھا۔

اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے ابن ابی الحدید نے کہا۔ قلت هذا الحديث يدل على بطلان ما يدعى من النص على ابي بكر من وجهين. ۱) من ان معنى انكر كسبي شخصيت كالحق من نفس وادب وحوال قواسم مشترك بين جميع الناس فلا يمكن ان يكون حصة علي رضي الله عنه من نص الانصار يا ابو بكر صدیق اور ان کے معاونین اور ہوادوں کے ساتھ ہے بیان نہیں فرمائی۔ لہذا دعویٰ تخصیص و وصیت بھی

قابل قبول نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی عقائد ہے جو کسی کی دنیا کے لیے اپنی حاجت اور
آسرت کو قہر کہہ سہ۔

خود و تاخیر :- یہاں خدا کی تجویز و تکلیف کو چھوڑ کر پھلاس مٹا کر کھوت کو نکرتا ہے
ہو تا کہ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قطعاً ایسا نہیں فرمایا کیونکہ
کوئی نہیں جانتا کہ یہ صرف محمد نبوی کے نام اور طیب کا وصال و حق بیکر غنیمت
عرب کا وصال تھا اور حکومت کے معاملات کو ایک طرف کے لیے بھی اتفاقاً ہی کیا
گواہ نہیں کیا ہو سکتا اگر کوئی سوچتا ہو جائے۔ اپنی اٹھ کھڑے ہوں وہی وہ چیز
حقاً اس کا بدست کوئی کہہ سہ کہ اس لیے کہ اس کی قریب و دُور دنیا میں باپ کی دعا
جو چکی ہوئی ہے پھر بھی پہلے جینے کو مست ہر جلاتے ہیں۔ بعد میں اس کی زیر نگرانی
اس کا تجویز و تکلیف کا بدست کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مکمل انتظامی مشینری موجود ہے
سب اوروں میں دوسری سوائے ذات بدوں علی علیہ السلام کے باہر بعد و دنیا کی
اہل اسلام کے لیے کوئی صورت ہی نہیں تھی اس دور میں اس سے کوئی نالی نہیں کہ
دیکھا جا سکتا تھا۔ لہذا عقلی تسلیم اور فکر صاحب کا تقاضا اس فکر پہلے باطنی کا
انتخاب عمل میں آیا۔

تیسرے سب سے پہلے یہ سوچ کر کسی انصار کی طرف سے ہوا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
سنا کی طرف سے اور یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وفاق کو دود کہنے کے لیے تشریف
لے گئے تھیں حالات کا تقاضا یہ ہو گیا کہ غزوہ بدر پر علیہ السلام نے اس میں نہ جاتے تھے
قرآن کریم اور سنا تھا۔ بعد کے بھی ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انصار پر یہی جیت قائم کرنا
پا بیٹے تھی کہ وصال خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نہیں فرما چکے تھے میرے آنے اور
جسیر کہنے کی ضرورت کیا تھی تم نے آپ کے فرماں کو کیوں میرا پشت ڈالا اور
وہی فرماں ہر جناح سے منہ ہے۔

قابلِ محبت :- دنیا میں بے شمار باتیں ہیں قبل اسلام بھی گزریں اور اسلام کے
ظہور کے بعد بھی کیا اس کی مثال کوئی مل سکتی ہے۔ اگر پہلا بادِ شہد و سرے کو

نامزد کرے۔ اور ولی محمد بنائے وصیت اس کے بیٹے کو کرے۔ مگر لوگوں کو چاہیے
چلے جائے کہ کوئی ولی محمد ہے۔ یہ بھی واضح ہے اور کسی کو نامزد کیا گیا ہے یا نہیں۔ اگر نہ ہو
بادشاہوں کے اعلان کے بعد ایسا نہیں ہو اگر وصیت کے دوسروں کو خود ہی نامزد
کر لیا جو تو بادشاہ و دو عالم علی الشہید کا حکم رکھنا چاہتے ایسا کیوں کر کیا۔ اور یہ خدا کا
بہادار نہیں کیجئے۔ اٹھ آگیا کہ تم نے خود ہی تاخیر کر دی تھی دودھ ہم سب ہی آپ کو ہی
ترجیح دیتے اور نہیں سجدہ سوائے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکے۔ لہذا امر غریب و نادر
ہو گیا کہ کوئی وصیت اور نہیں آپ کے متعلق موجود نہیں تھی۔

لائق توجہ :- اسلام سے پہلے ہی شخصی حکومتیں قائم تھیں اور لوگوں کو خود لائیت
حاصل نہیں تھا اور اگر اسلام نے بھی یہ طریقہ جاری کرنا تھا اور شخصی حکومت کی بنیاد
و ممکن تھی۔ تو پھر لوگوں کے لیے اسلام میں کوئی بد فہمت ہو سکتی تھی۔ اس لیے یہ چیز
خارج اسلام کے ہی خلاف تھی۔ اور جس انقلاب کے لیے اس پسندیدہ و صحیح کو آخری
نبی کے انہیں دے کر بھی لایا تھا یہ اس کی روح کے بھی سر اسر فتوحات تھا۔ اس لیے
کسی ایسی شخصی حکومت کی بنیاد رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور خدا عزوجل
کو یہ شکوک و شبہات پیدا کرنے کا موقعہ مل سکتا کہ نبوت و رسالت کا اعلان محض
ڈھونگ تھا۔ اور اصل حکومت و سلطنت کا حصول اور اسے اپنی اولاد اور خویش
اقرباء کے لیے شخصی کرنا مقصود تھا۔ پھر آپ کا رسالہ نبوت کی تبلیغ پر اسے بھی
بایں معنی ثابت ہو جاتا کہ حکومت خود بھی کی اور اولاد و اقرباء کے لیے قیامت تک
اس کا جہد و جست ہو گیا۔ مالا کر آپ نے صرف اور صرف یہ مطالبہ فرمایا کہ اقلی قائل
قل لا اسئکم علیہ ابغوا الا الہودۃ فی القرنی۔ کہ میں تبلیغ احکام خدا سے
کسی اجرت کا طلب کار نہیں۔ مگر کوئی بغیر تم پر لادم ہے تو وہ یہ کہ میرے قریبوں
کے ساتھ محبت کرنا اور عورت و لائق رکھنا۔ اگر فتوحات و امت ہی داری تھی
تو الا الخلافة والامامة فی القرنی۔ ” میں کہا ہاں کرتا تھا۔ اسی لیے
اللہ تعالیٰ نے کہ کر مخرج ہوئے پر جلدی و سال پالنے کی خبر دے دی۔ اور لائق

پر مجبور کرتے۔
 دوسرا خلافت کے اعتقاد کے لیے اہل بدر کی طرح پرانے و غفران کے خلاف سخت
 کا اعتقاد اس میں مختصر فرار دیتے بلکہ وصیت کا ذکر فرماتے۔ اور اسی کے مطابق
 علی رضی اللہ عنہ یقینی فرماتے۔

تخلف حسبہ بن علی ازہر الامت امیر المشرکین امیر المومنین حضرت علی

میں حضور و سرے خلق سے بھی مختار ہے۔ جب میرے معافیہ دینی اندر جو
 کے ساتھ آپ کا انکار و خارج ہوا تو آپ نے اس کی طرف سے مصالحت کی گفتگو اور
 بات چیت کے لیے آئے و ان کو فرمایا۔ "اے انسان! میں نے تمہارا جبریں و الانصار
 و ہم شہداء المسلمین فی البلاء علی ولائکم و امرکم و بنظم قرضوں دے دیا یحییٰ
 و دست استعلا ان دم ضرب معاویہ بحکم جبرہ علی الامۃ و یجربہو
 و یشتعل عصابہ۔" میں لوگ جبریں و انصار کے تابع ہیں۔
 اور وہی مسلمانوں کے لیے ان کے امراء اور والیان اور پر غور و گواہ ہیں۔ اور وہ
 سب تم پر راضی ہوئے اور انہوں نے میرے ساتھ بیعت کی۔ اور میں یہ حال نہیں
 سمجھتا کہ معاویہ جیسے آدمیوں کو چھوڑ دوں اور وہ اس پر حکم پرائیں اور ان کے شر
 پر مسلط ہوں۔ اور ان کے اتحاد و اتفاق کو پراگندہ کریں۔

وہ حضرات یعنی حبیدہ سمانہ حضرت بنی تمیم، عبد اللہ بن عقبہ اور عمر
 بن عبد القیس امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارتقا و سیرت میرے معاویہ کے پاس
 گئے اور آپ کا جواب دے کر کیا تو انہوں نے کہا حقیقت میں اس طرح نہیں ہے۔
 آخر ہمارے ساتھ بھی جبریں و انصار ہیں۔ وہ کہیں ان کے ساتھ شافعی نہیں
 ہوئے اور ان کے کہیں مشورہ اور رائے طلب نہیں کی گئی۔ خدا بال میں عہدنا
 من المہاجرین والانتصار لہم یدخلوا فی ہذا القصر و ینزلوا فیہ۔
 وہ حضرات ہر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اہل شام کا جواب آپ کو
 عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔

القدس حق کنت سمعہ الذی یسمع بہ ویبصر الذی یرہس بہ و یدہ الذی یدہ
 یجش بہا و لسانہ الذی یتکلم بہ و فرادہ الذی یفعل بہ یعنی میرا کس بندہ
 محبوب کے کان پر ہوتا ہوں میں سے سنتا ہے اور آنکھ پر ہوتا ہوں میں سے دیکھتا ہے اور
 ہاتھ پر ہوتا ہوں میں سے پکڑتا ہے۔ اور وہاں میں کبریا کا ایک کتبہ ہے اور دل و دماغ
 میں کے ساتھ سوچتا ہے علی الخصوص بیک صورت ایک شخص کا فیصلہ میں دیکھتا ہوں اس
 صحیح کلام میں داخل ہوں تو مجھ پر وہ انتخاب یقیناً اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہو گا۔ اور اس کی
 رضا لازمہ کا ہے تعالیٰ کی رضا ہو گی۔ کچھ ٹکریں وہ امت سے ہیں کا طرہ امتیاز اور بدیہی و
 امر بالعرفت اور نہی عن النکر ہے لہذا ان کا غیر شرعی سر پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر ہر
 مخالفت امر پر اجماع کیوں کر ہو سکتا ہے لکن ہم غیر ائمہ اخرجت للناس نامعلوم
 بالمعروف و نہی عن النکر اور یہی وہ امت ہے جس کی شہادت اللہ گواہی پر قیامت
 کے دن تیار ہو دے صل علیہم السلام کے حق میں اور ان کی اہم و اقوام کے خلاف اللہ تعالیٰ
 فیصلہ فرمائے گا کہ اقال تعالیٰ کذا کذا جعلکم امة وسطا لتکونوا شہدا علی
 الناس برآئۃ لکم دنیا میں اور اچھی امت میں ایک منظم کس انتخاب میں ان سراپا حق
 اور کامل ایمان حضرات کا قول قابل قبول نہیں اور ان کی شہادت مردود ہے۔ تو
 قیامت میں باجماع اہم کے معاملہ میں اس کی قبولیت کا تصور کیونکر کیا جا سکتا ہے۔
 اور قرآن مجید نے ہی ان کو براہ ہدایت قرار دیا اور اس کی خلاف ورزی کو جہنم کا
 راستہ اور اس کا سوا اور حضرت امیر المومنین نے بھی دیا: "ما تکتون علی اتباعہ غیر سبیل
 المؤمنین و ولاہ اللہ ما تولى" اور یہ جہنم و ساریت معصیت و غیرہ انھیں کی شہادت اور ان کے
 اتحاد اتفاق کے واضح گواہیوں کا انتخاب اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے اور ان کی
 رضا جی اور نخواستہ اللہ تعالیٰ کی رضا مند یا اور نخواستہ ہے و الحمد للہ
 صفی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم از حضرت شیخ الاسلام محمد بن سید العزیز
 المرعشی النجاشی دامت دلائر پر کسی قسم کا تشوہ کئے اور ان کی تفسیر
 تشریح کیے اور چاہئے کہ عروست نہیں، خلافت کا افتخار اور غلبہ و راجد ہی کی
 خلافت احمد اس کو دلیل جوت اور حرج میں انھار کے مختلف فیصلے سے غفلت رکھنا

علیم اللہ تعالیٰ کی خواہش کا ثبوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنی خلافت کی حقانیت پر
خلافہ رہا جعفر کی حقانیت خلافت کو بطور دلیل پیش کرنا اور معاہدہ یثرب و فدا میں شریک
امام اور امیر بنی امیہ کی مخالفت اور لا مشورۃ کے مطابق اس کا امام اور امیر ہونا
حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا یہ حکم دینا کہ وہ اپنے امیر کی خلافت کا اعلان کرے وہاں بیعت
سویہ تصریحات اظہر من الشمس ہیں۔

اسی طرح تصریحات اور واضح روایات کو غلط اور غیر حلال میں داخل اختلافات
اور اختلافات کہ جیسوں کے ساتھ بگاڑنے کی کوشش نہ فرمائی جائے اور حسب تصریح
صاحب کشف احمد حق سے روایت دینی ہی ہوگی اور کتاب کہ کھڑی کے بدلے سے
روایت پیش کرنے کی مثال نہ دے ہوگی۔

علامہ ڈھکو صاحب عجز اور جواب لائل کے گریز اور فرار

نوٹ: علامہ ڈھکو صاحب نے اس نسل میں قائم کردہ لائل میں سے صرف اس آخری
عبارت کے متعلق جواب کی تا کہ کوشش کی ہے اور پہلی عبارت کہ باطل بیعت کہ گئے
اصد کار نکست نہیں لیا گیا کہ مذہب عبید میں حضرت علی علیہ السلام قدر مرسلے ہیں کہ
ذکر ہی نہیں کیا۔ یہاں تک کہ وہ نہیں جانتا کہ اصل ماحول اجمیت عبارت دہی نہیں اور وہ لوگ
عبارات ہی کی تائید مزید کے طور پر پیش کی گئی نہیں۔ اس سے صحت ظاہر ہے کہ ڈھکو
صاحب نے اسی طور پر اپنے غرور کا اعتراف کر دیا اور اپنی جبری وجہ بھی کو تسلیم کر لیا۔
یہاں جوئی کا کہہ دانی کا یہ بھی کوئی طریقہ ہے کہ اصل اور اجم دلائل کو نظر انداز کر دیا جائے
اور تباہ اور خراب کر کے لگے دلائل کا جو شروع کر دیا جائے یہ کہنہ بہ وہ جواب دینے
پر تکرار کرتے ہیں اور ہر اس کی غرضیت اور جبرورگی واضح کرتے ہیں۔

تقریبہ الامام عبید از خلافت محمد حسین ڈھکو صاحب

۱۔ شیعہ ابن عبید کہندہ کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کی طرف امام کا عقوہ کا بھی ضرور عنوان

کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جس طرح تمام دنیا میں کوئی منتخب نہیں کر سکتی اسی طرح مرنے والے کا ذاتی کو امام بھی نہیں بنا سکتی۔ ورنہ یہ خلقِ مایہ و پستہ کا کام نہیں، اللہ تعالیٰ کا خاص حق ہے۔ اس عقیدہ کی صحت پر جنہوں نے عقل و سمی اور دلائل و براہین کا غم نہیں کیا، لیکن ہم نے یہاں صرف یہ دکھایا ہے کہ نزاع و گفتگو کی جو صورت نقل کر کے ہمارے عقیدہ کی تردید کرنا چاہی ہے وہ درست نہیں کیونکہ یہ واقعہ اہل سنت کی کتابوں سے ماحول ہے۔ چنانچہ اہل سنت و جماعت پر جو دعویٰ قائم ہے۔ وقال القطیب ابو المؤید الخوارزمی الخ۔
 ۲۔ نیز یہ صاحب کو اس قصہ پر رشتہ غرض نہیں ہونا چاہیے کہ اس نے کئی مشکلیں حل کر دیں بلکہ اس نے تو کئی مشکلات کا سد بخوبی دیا ہے کیونکہ وہ اگر تسلیم کرتے ہیں کہ خلیفہ مادی کا حق تمام اہل بدگو سے تو انہیں خلفاءِ ائمہ کی خلافت سے بھی دست بردار ہونا پڑے گا۔ کیونکہ ابوبکر صاحب کی بیعت صرف عمر صاحب کے بیعت کرنے سے اور بعض لوگوں کے بیعت کرنے سے عمل میں آئی، اور دوسرے صاحب کی بیعت پہلے صاحب کی وصیت سے اور تیسرے صاحب کی دوسرے صاحب کی مقرر کردہ گنجی کے وکی اعظم عبدالرحمن بن عوف کے بیعت کرنے سے وجود میں آئی، بنا پر یہ جب پہلی خلافت ہی غلط ثابت ہوئی تو اس سے دوسری خلافتوں کا بنیاد وہ ذرا دشمن کی طرح نہیں ہو سکتا۔ ۱۰۹۹
تحفہ حلیہ شیعہ۔ از ابراہیم خاں شریف الہ آبادی
 الجواب وهو الموفق فلا صدق والاصواب مرفوع رتبہ المراتب

امام کا انتخاب کون کرتا ہے

امراؤں کا حکم صاحب کا دعویٰ ہے کہ خلیفہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہاں کا ثابت ہے کہ یہ کسی شخص کو امام اور خلیفہ نہیں بنا سکتی مگر یہ صوبہ دعویٰ ہی رہا اور اسی کو حضرت شیخ الاسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنات سے اہل فرما یا اور یہی عقیدہ بھی یہی تھا۔ لہذا اس سے پہلو بچا اور شیخ ابلاغت جیسے قرآن مانی

یہاں تو تحقیق یہی تعالیٰ کے اختیار اور کسبِ خلق اور کسبِ ہولن اور اور اسان میں اس کے
 اشتغال کا یہاں چاروں امور میں مخلوق کے اختیار کی نفی نہ کہ مطلق اختیار کی نفی۔ دوسرے ہندوں
 میں اختیار ہی نہ ہوتا تو ان کو ایمان اور اسان میں مائل کو چھ لے لے کیا جاسکتا ہے اور اسان
 سینے سے دوسرے کے کا پابند کیوں کیا جاسکتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو پیدہ کرنے کے
 بعد صرف امام منتخب کرنے کا اختیار رہتا ہے دوسرے کوئی اختیار نہیں ہے اور مخلوق
 میں صرف امام منتخب کرنے کا اختیار نہیں باقی سب اختیار ہی اگر فردہ ہر مخلوق
 اور دیانت کسی میں ہو تو وہ اپنی اس دلیل پر عمل نہ کر دے کہ جمادی ہمدانی کیسے
 عوام و بیہودہ امامد لال پٹی کرتی ہے تمام عقلا کا اس پر اتفاق ہے کہ ثبوت
 اہم سے ثبوتِ اخص لازم نہیں آتا۔ جس طرح کسی لے کے انسان ثابت ہو جائے
 اس کا عقل نہ ہو تا ثابت نہیں ہو جاتا۔ چہ جائیکہ مومن ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ
 کے با اختیار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اختیار کا اخص ہو کہ اسے ہی اختیار
 ہے اور مخلوق سے صرف اس انتخاب کی ہی نفی ہے۔ دوسرے عقلا اور قسای
 اختیار انسان کے لیے ثابت میں اور مسلم۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نبوت کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو منتخب
 فرما کر انی مجیب سے ثابت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق و انجک کے ہوتے پر
 عقلا کو نہ کو رہنے کے جائے کا حق یا حدِ عقیدہ راجح کو نہ چہ خود میں نائب ماننے کا
 منیا کہ اس سے آگیا اور موسیٰ علیہ السلام میں ستر افراد کو اپنے جوارِ طوق کی طرقت ہو گئے
 تھے ان کا اختیار انوں کا انتخاب کس کی کیا تھا۔ حال انوں، واقعاً وہ موسیٰ علیہ السلام سے
 موسیٰ علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے ان کا انتخاب فرمایا۔ پھر قرآن مجید نے مطلقاً اہل انوں
 سے اختیار کی نفی نہیں فرمائی بلکہ اس کو عقیدہ اور خصوصاً عظمیٰ راہ سے کہ جب اللہ تعالیٰ
 ہدای کا رحل حکم دے تو ہر وہ اپنے اختیار کو ہر دست عمل نہیں کر سکتے نہ کہ مطلق
 اور نہ باری تعالیٰ سے نہ ماکان الیہ میں ولا ہو منہ لہذا اقتضیٰ حلالہ و رسولی و عروای
 یکنون لہم الخیرۃ من امرہم لہذا اللہ تعالیٰ اور اس کے ذیل کا جہاں حکم اور قضاء اور

ہر قوم اس اختیار کی بالکل نفی نہیں ہے بلکہ اسلوب کا ہر خداوندانہ بیان سے اس مورد اور عمل و مقام کے مساوی میں ہی نکتہ کریم سے اختیار ثابت ہو گیا اور جو لوگ عالم کا منتخب کرتے فضائل و کمالات سے تحقیق رکھتے ہیں اور اس میں ان کا اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لیکن اس میں اس نکتہ سے منظور ہو گیا کہ چہ لوگوں کو اختیار حاصل ہے گویا یہ ہماری دلیل ہی گئی برعکس برعکس فیصلہ کے۔

۱۵۔ حضرت عیسیٰ مسیح کی کے بعد اللہ تعالیٰ کا منتخب تو دنیا پر نہ ظاہر ہوا نہ اس کے امت کے امور کی دیکھ بھال کی اور مخلوق کو حق اختیار و انتخاب ہے نہیں تو اس مورد میں نظام امت ظہور مجددی علیہ السلام کیسے کس طرح ہر قوم کا ہر شخص سے۔ غنیمت الہیت کی صورت میں یا حق خود مادی کی صورت میں شیطاں کا فقرہ کوئی کہے گا یا عالم و قوت کا انتخاب کوئی کر سکتا ہے اور اب تیرے جو یہ عالم یعنی فضیلتی صاحب کے دور میں انتخاب اور طرفی اختیار پانچے کا کیا جواب ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد "لا کان لہود الخیرۃ" اہل ایمان کے لیے نہیں ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم عظیم عرضوں کیسے تھا۔

برہی عقل و دانش بیاہ کریمت

۱۶۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہر وقت ہر جگہ اور ہر ایک کے سامنے اپنے حقانیت خلافت کی ہی دلیل و سراں کر میں مگر یہی خداوند کا منتخب ہوں۔ اور جو حضرات نے غلط فہمی کا انتخاب کیا تھا میرا انتخاب کر لے جائے گی وہی میں اور میں خداوند کے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے ہر اطلاق و ہر دیکھ باوجود تماموں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صاف جواب دیا تو ان کا طعن بھی میں تھا کہ وہ ہمارے ہی منتخب ہیں حضور ہم نے ان کے ساتھ بیعت کر لی ہے۔ کیا اس دور میں یہ آیت لازمی نہیں ہوتی تھی یا ہم کی زبان میں قرآن نازل ہوا تھا اس کو اس کا ترجمہ نہیں آتا تھا۔ یا میں مسلم کتاب کو تعلیم کتاب و حکمت کے لیے مبعوث فرمایا گیا تھا انہوں نے اس آیت کی تفسیر کا نہیں کی تھی اور

- ۱۔ اپنے غریب منہبوں کے ادا کرنے میں کوئی کسر چھوڑ دی تھی۔ اسیا زمانہ
 دھرم کا وہ دور تھا جس میں ہر منہب کے ساتھ بعض بیوہ و یتیموں کو جو
 پائے ان کو جتنی تکلیف دی سے پہنچی اس کا واقعی تقاضا ہی ہے۔ لیکن مسلمانوں نے
 دلوں کو ادا و سب اہل بیت جو نے کے مدعوں کو اپنا بعض یوں ہے کہ قرآن میں تحریم
 سے بھی گریز نہیں کیا ہوتا۔ اور حقائق و واقعات کو بھی ایک نظر نہ بچنے کی رحمت کو ادا
 نہیں کی جاتی۔ جس طرح جو کے انہی کو سورت محمدی معلوم ہو گا ہے۔ دھرم کا
 کو بھی یہاں اختیار کی تھی نظر آئے ہیں انتخاب غنیفہ کے اختیار کی تھی یہ معلوم ہوتا ہے۔
 اگر یہاں انہی کا تعلق میں سے انتخاب میں ملو لیا جائے تو اس سے مراد
 رسول کرام علیہم السلام کا انتخاب اور منصب نبوت کے لیے ہر ایک کا مراد ہے یعنی یہ
 انتخاب لوگوں کے میں میں نہیں جیسا کہ تفسیر مجمع البیان میں شیعہ کے صحت و صریح
 نے ذکر کیا ہے۔ خلاصہ یہ منصب جدام۔ خدا تعالیٰ میں اس کو پیش کرنے کا کوئی
 ہوا نہ نہیں ہے۔ نیز یہی کو اللہ تعالیٰ اختیار فرماتا ہے وہ خود ہی اعلان کرتے ہیں۔
 اور ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہر گز
 اعلان نہ فرمایا اور کیوں دعا ہے تو وقت پر قائم رہے۔ دوسرے علماء کے ساتھ وفات
 اور سازگاری کا ہر کیا مطلب تھا؟ کسی پتھر نہ لے جس میں اس طرح کا لفظ تو ان کے
 ساتھ ہنرانی قرآنی ادا ہے دعویٰ کو ترک کر کے ان کا ساتھ دیا۔ جب جنس اور وقت
 نہیں تو پھر اس مسئلہ کی ضرورت اور جو دگی و روز دہش کی طرح مہیا ہو گئی۔
- ۲۔ علاوہ انہی جنس و امام زمانہ رضی اللہ عنہ کو دلوں ہر منہب نے خلافت دینے کا
 تو لینے سے انکار کر دیا۔ بکرا و العروف اور شیعیان کا انکار اور غوثی و قضا کا
 منصب سنبھالنے سے بھی انکار کر دیا۔ البتہ اس کا دل محمدیہ قبول فرمایا ہے تو
 فرما اس دے بھی یہ وہ تھا وہ کہ اللہ تعالیٰ امامت و خلافت کے منصب
 کے لیے منتخب کرے قرآن کا منتخب امام و علیہ خود بھی دعویٰ ادا کرے اور
 لوگوں کو اپنی طرف مہیا لے۔ اور صاحب اختیار اور حاکم وقت و توفیق بھی کہے

تو بھی قبول کر کے یہ کہیں امامت و خلافت ہے، پھر کسی کا حکم نہ اور ہرانی سے منع کرنا جو ہر عام بزرگ مسلمان کا فرض ہے، اس سے بھی منع نہ کر دیں، کاغذیہ امام مقرر کرنے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے، جو صورت امتی ہونے کے تقاضوں پر بھی پورا دائرہ کے پیرایہ ہوں، کی دلی عہدی کو قبول کر لیں، آخر اللہ تعالیٰ کے علاوہ جب کوئی کتاب اور اختیار نہ ہوگا، حق نہیں دیکھتا، اتفاق ہوں کو یہ حق کبھی ٹکرائے گیا امام ہونے اس کا یہ اختیار کیونکر تسلیم کر لیا۔

۹۔ ہر بھلا امام پچھلا امام کی وصیت سے امام بنا کر مخلوق کا یہ معاملہ ہی نہیں اور وہ اللہ کے مقرر فرمیں، اس طرح کا اختیار ہے تو سابقہ اماموں کو وصیت کرنے کی ضرورت کیوں پڑے۔

۱۰۔ نیز ہر امام کے بعد امامت میں ان کے اہل بیت ہی مقابلہ میں دعوئی امامت کو تسلیم ہے، یہ کیا اثر کلام نے خود اپنے فرزندوں و اقارب کو بھی یہ مسئلہ نہیں سمجھا، یا تھا حضرت زہبی العابدی رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت محمد بن مسلمہ نے امامت کا دعویٰ کیا، حضرت امام باقر اور امام جعفر صادق کے دور میں حضرت زید حضرت ابیہما اور حضرت محمد تقیؑ کے امامت کے خلاف کئے اور چاہتے اس کی اپنی بیعت کو بھی اس نکتہ کی تشریح معلوم نہیں تھی۔
یاد رہے اہل ایمان اپنے مرتد ہو گئے تھے۔

۱۱۔ امام حسین رضی اللہ عنہ چاہتے خود غلاموں سے شہادہ کوئی دعویٰ امامت کا نہ فرمایا، کوئیوں نے خطا و کوتاہی خروج کی تو آپ وہاں جانے اور امامت و خلافت سنبھالنے کے لیے آمادہ ہو گئے، کیا اس کی بھی کوئی تفسیر مل سکتی ہے۔
کہ ان قتالی کا مترادف و ماحول ہے، اور نہ دعویٰ کرے نہ منصب کے تقاضے پر دست کرے، اور نہ ملک و حکومت دی تو منصب کا اظہار بھی کرے اور امور مملکت سنبھالنے کے لیے تیار بھی ہو جائے، کیا پیغمبرؐ کی کرام کا بھی یہی دستور دیا ہے؟

۱۲۔ امام حسن دہلی رحمہ اللہ نے امور سلطنت اور استقامی معاملات میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پروردگار سے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سوا سنبھالنے کے لیے منتخب فرمایا تھا اور پابند کیا تھا تو انہوں نے اس کا خلاف کیوں کیا اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ امور اپنے تصرف میں رکھنے کا پابند نہیں فرمایا تو پھر اختیار کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی عہدہ باطل ہو گیا۔ اور غلطی و غم کا انتخاب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں منحصر کرنا درست حد رہا اور اگلا امور نے اللہ تعالیٰ کے امان سے عوامی عبادت کو یہ امور سونے تو سپردہ عند اللہ نام کیا۔
 در قرآن پائے اور نصیحت و ناسخ ان کا ایمان بھی مشکوک ہو کر رہا۔

۱۳۔ حضرت محمدی علیہ السلام کو امامت دے کر اللہ تعالیٰ نے چھپ جانے کا حکم دیا تو حقوق کی جھوٹی اور بدستری جو بقول شیخ اللہ تعالیٰ پر فرض اللہ واجب ہے اس کی ادائیگی نہ پائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا تو امام کا فرض منصب کی ادائیگی سے گریز لازم آگیا مگر نبی و رسول فرض نہیں ادا نہ کرے تو نبی و رسول نہیں رہ سکتا۔ کہ اقال تعالیٰ فیما بینہ المرسلین بلغ ما اقول الیہ الیک بلان لم تقص الخ بلغت رسالتہ ۱۲ سے رسول جو کہ آپ کی طرف ہدایت کیا گیا ہے اس کی پیروی کرنا اگر آپ نے ایجاد کیا تو آپ سے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو ادا نہیں کیا جو امام اپنا منصب بھی فرض ادا نہ کرے وہ امام نہیں ہو سکتا ہے اور پھر وہ غار میں بیٹھ کر انتظار کس کا کرے ہے یہ بڑھتے کا تو کیا پیغمبر بھی اس طرح کرتے تھے یا کفر اور کفر کی کے بڑھتے کا تو ناشائستہ اب تو خیر صاحبان زیادہ ہو رہے ہیں۔
 اور عینی صاحب نے بدایت الحق کی ذمہ داری سنبھال رکھی ہے۔ پھر سیدی غفرم کہ دینی چاہیئے۔

۱۴۔ جسے اللہ تعالیٰ نے عقوبت کیا وہ لوگوں سے ڈر کر خاموش ہو گیا اور وہ جو شخص اور جسے لوگوں نے امام مانا وہ ڈانٹنے کی جوت روں اور الزام جیسی پہلا تو کی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہے۔ اور کسی حالت قوت کو خاطر میں

ضمیمہ کا۔ اعلیٰ عظمت و اہمیت کے اعتبار کا حقوق کے حق میں مفید
 جاننے کے لئے اسے حقوق کا اپنا انتخاب ہی مفید ہوگا۔ ورنہ کوکاب اسلام
 ضمیمہ کو قبول نہ کرے۔ اور حق صاحب کی امانت تسلیم کرنا لازماً اس سے
 ۱۵۔ اگر اس وقت دعوائی امانت حضرت محمدی کے پاس اور قاسمی حکومت عین
 کے پاس ہو تو کوئی سراج ضمیمہ تو صد اول و صد دوم صاحب سے اس کو گرفتار و ملامت کا
 معاملہ کر دینا کچھ دیر سے ہو سکتا ہے۔ یہی دعوائی امانت کو گرفتار و ملامت کا
 اور عالم کا بھٹنے کا ہی تو اس میں نزاع و اختلاف کی گئی مثال ہی نہیں ہو سکتی۔

اعزیز شہید صاحب کی کے پاس اس پر لکھا کوئی دلیل ضمیمہ کے نظام تک
 اور امور سلطنت سمجھانے کے لیے تھی اور محکمہ اکثر مصروف و مشغول تھا لیکن ذرا دیر
 سے اور حقوق اس میں دخل دینے کی ہر ضمیمہ سے اور یہ ڈاکٹر صاحب اور ان کی بہادری
 کا غلط دھوکا ہے کہ کوئی قزاق و جھوٹ سے دور کا ہی تعلق نہیں ہے۔ اور اس کے
 پرناؤ اور انتخاب کا اہل مل و مملکت اور اصحاب دانے کے سپرد ہو نا حضرت محمدی کے حق
 اور اہم و اہمیت ہی اللہ عز کے واضح اور صریح ارشادات سے ثابت ہو چکا ہے کہ
 چوں کہ کوئی کوئی گئی غلط فہمی نہیں رہ جاتی۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب نے محبت و
 اسلام قدس سرہ کے پیش کردہ دلائل کا جواب عطا کیا اور یہی کام امت پر ہو گیا۔

خطیب خواہ کون ہے

۱۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اشتراک و اہمیت ہو کہ خطیب ہو انویہ خواندہ ہے
 حقوق سے دور رہ سکتی ہے۔ وہ اشید کے حقوق و محبت نہیں تو آپ اپنے وزیر و
 اہل صاحب سے پوچھیں کہ انہوں نے یہ کبھی کہا ہے یا نہیں کہ کوئی جاننے کے
 لیے یا نہیں کو شہید جانے کے لیے یہی حقیقت کے لیے یا اہل سنت کو لازم لینے
 کے لیے اگر کوئی دائرہ اس کے لئے کا ہے۔ یہ وہ جو کتنی ہی سب سے سب کے
 مقبول جانے کے لیے اور سب کے لئے کے موافق جانے کے لیے یہ دعا پڑھ

الحکام آزاد سے کلام بھی کا عدم کرنا چاہا ہے بلکہ انکو مسابب یہ تو حضرت
موانے مرقعہ سے دیا امت کرنے والی بات تھی کہ جب صاحب میری و انصار نے
تینوں ظلمات کی بیعت کی تھی تو تم نے کیوں فرمایا کہ میرے ساتھ انہوں نے بیعت کی ہے
جنور کی کے بلکہ میری طرف عثمانی و عثمانی کے ساتھ بیعت کی۔
میں اس لیے بھی اعلان کر دیا کہ وہ بیعت بغیر جواب دے تھے خود ہی تھی کہ وہ مسابب کے
مذہبی سمجھو خود ہی کر دیا ہے۔ اعلان انھیں بند کر کے عمل بادل کو یا اس کتابی
اس کا ذکر ہی نہیں تھا۔

علامہ صاحب اس کو چھوڑا تھا۔ سے چھوڑا ہوا کہ انکو چھوڑا لی ہو تو مشیت
بلکہ انکو چھوڑا اس کو چھوڑا ہے۔ انہاں یعنی القوم الذی یا یعدوا لہم و عس و عثمان
علی یا یعدوہم علیہ ؟ میرے ساتھ اسی قوم نے بیعت کی ہے جس قوم نے ابوبکر و عثمان
عثمان کے ساتھ بیعت کی تھی آپ کی نفی میں قوم کس کو کہتے ہیں ؟ نیز بقول صاحب
استماع طبری حضرت علی رضی اللہ عنہ میں صاحب میری و انصار کے کہوں یہ خود تھے کہ
خبر دے تھے کہ وہ اعدا اعدا تو انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
اور مسابب کو بھی ساتھ لے کر انصار کا ساتھ کر کے رہے۔ وہ کس کے ساتھ تھے انہوں
نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
ان نہیں دیکھی اور یہی وہ بیعت انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
پر انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے

حقیقت حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے
ساتھ بیعت کا آغاز کیا کہ وہ صاحب میری بیعت کر سنے والے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی
اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام خلافت کے لیے تجویز فرمایا اور بیعت مسابب
میں جو یہ انصار سنے کہ تھی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کا نام تجویز فرمایا اور بیعت کا آغاز کیا وہ وہ بیعت کرنے والے
سبھی صاحب میری و انصار تھے علی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی میں میں شامل تھے
بچے انصاریات کہہ رہے تھے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے

ایکس ایک سزا میں ملحق کر دینا اور دعائے استغفریٰ کہنے کی ناکام کوشش ہے اور
دیانت و ایمان کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دینے کا یہی ثبوت۔

غیر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود خود رضی اللہ عنہ کی اپنی میں شامل ہونے میں حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا عملی اقرار اور اعتراض واضح ہو گیا۔ کیونکہ جب
وہ بھی امام اور خلیفہ نہیں تھے تو ان کو باواسطہ اور بلاواسطہ بعد والے خلیفہ کے انتخاب کا
بھی کوئی حق نہیں تھا۔ لہذا آپ کا اس میں شامل ہونا ہی غلط تھا اور اپنی خلافت کے دھڑلے سے
دست برداری کے مترادف اور اگر وہ غلویت صحیح تھی اور یقیناً صحیح تھی تو آپ کا حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرنا بھی ثابت ہو گیا۔ بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی امامت خلافت کو بھی تسلیم کرنا کیونکہ آپ کو حضرت صدیق نے ہی باواسطہ یا بلاواسطہ آپ
کی خلافت کا صحیح ہونا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے کے مترادف ہے۔

اور اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آپ کے نزدیک درست ہونا بھی واضح ہو گیا
کیونکہ غلویت کا فیصلہ تسلیم کرنا واجب اسلام تھا۔ نہ انہی کے فساد کی خلافت دوزخ و دم
آہناقی اور جب اس میں غلویت نہ رہی تو پھر خلافت کا حق ہی ختم ہو گیا۔ لہذا یہ حقیقت
تسلیم کر لی فرض و لازم ہے کہ آپ نے انگریزی فیصلہ کو تسلیم کیا اور یہی عثمان رضی اللہ عنہ کی
کی صحت خلافت کی ضمانت ہے۔ لہذا حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل
بہنہوں حضرت کی خلافت کی صحت اور حقانیت کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔ جب بعد امام
اولیٰ کا عمل اور کردار ادا ان کا نظریہ ان کی خلافت کے متعلق ہے تو پھر چیلنج چلانے
اور ان حضرات کی خلافت کو دوسروں کی طرف منسوب کرنے کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ بلکہ
آپ کی خلافت ان کی خلافت کی طرف رہا ہے۔ وہ صحیح تو ہے صحیح اعداد و اسیاب و اسطر لفظ
تو یہ بھی غلط ہے اور یہی حقیقت حضرت مرتضیٰ کے ان ادا و ادب اور مغرور دل سے
ظاہر ہے۔ جو اہل حضرت شیخ الاسلام تادمی سرور کے علم سے دیگر کئے ہمارے ہیں۔

و رسالہ مذہبہ شیعہ
ادبیات اسلام قدسی سیدنا محمد

حقانیت خلافت فاطمہ اور مشورہ بانی رضی اللہ عنہا

دلیل اول :- حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حقیدہ اور تقریر جو خلفہ اور اسلمہ میں رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق حقانیت کلمہ واضح ہو چکا ہے تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزید ارشاد سے اس میں جو خطہ قرآن میں اور دینا طریقی تکبیر حاصل کر لیں۔
نچ میں فرمیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ظروہ و عدم کے کو طریقی مشورہ طلب کر لے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے لے کر اس میں نہ تکرار کیا گیا ہے اس کا مطالعہ قرآن میں صحیح الیہ و خطہ صحیح الیہ و خطہ مصری جلد اول میں ہے۔

فَدَاوُكُلُ اللَّهِ رَاحِلُ طَبْعِ الدِّينِ بِالْعَرَاكِ الْعَوْنِ وَ سَتَرِ الْعَوْنِ وَ لَقِيَ نَصْرَهُ وَ هَمَّ قَلِيلٌ لَا يَنْصُرُونَ مُتَعَبِينَ وَ قَلِيلٌ لَا يَنْصُرُونَ لَقِيَ الْأَمُوتَ أَوَّلَ حَقِّ تَسْوِئَةٍ هَذَا الْعَوْنُ بِنَسَائِكَ وَ تَعْلَمُ بِشَعْرَتِكَ كَتَبَ إِلَيْكَ الْمَسْلُوبِينَ كَأَنَّهُ قَدْ دُونَ الْقَتْلِ بِزَوْجِهِمْ وَ لَيْسَ بِجَدِّ مَوْجٍ بِرَحْمَتِهِ عَلَيْهِ وَ لَقِيَ الْعَمَلُ بِجَزَائِهِمْ بِزَوْجِهِمْ وَ هَذَا أَوَّلُ التَّعْلِيمِ قَوْلِي الْعَوْنُ وَ هَذَا مَا كَتَبَ إِلَيْكَ الْإِمَامُ فِي كِتَابِهِ وَ هَذَا مَا كَتَبَ إِلَيْكَ الْمَسْلُوبِينَ۔

اس خطہ تعالیٰ سلطاس میں وہی اصل میں مسلمانوں کو غلبہ دینے اور ان کی عزت کی حفاظت کرنے کا کفیل اور دہرہ ہے وہ ذات علی و علیہ میں نے مسلمانوں کو اس حالت میں بھیج دیا حضرت عطا فرمائی کہ مسلمان قلیل تعداد میں تھے اور قتل تعداد کی وجہ سے جتنا ہر شخص خاص حاصل کر سکتے تھے اور ان کے دشمنوں کو اس حالت میں ان سے دور نظر مایا کہ اہل اسلام کو ہر شخص تعداد ان کو دور نہیں کر سکتے تھے وہ ذات باقدس زندہ ہے عزت ہوئی ہے نہ ہوگی آپ اگر بذات خود دشمن کی طرف چاہیں اور اس کے خلاف جنگ میں شرکت کریں اور اس حالت میں آپ شہید ہو جائیں تو پھر رسول خدا پر مسلمانوں کا کوئی کسر اعداء کا کوئی جاسے نہ ہو کہ آپ کے بعد ان کے لیے کوئی نہ ہو نہ انھی باقی نہیں رہے گا جس کی طرف مسلمان جو راہ کر سکیں اور اس کے ساتھ

ہمارے ملکوں یا آپ کوئی تجربہ کار آدمی دشمن کی فوج و عداد فرما دیں اور اس کے ساتھ جنگ آزمودہ لشکر بھیجیں میں گرانڈ تھانے کے فتح نصیب فرمادی تو آپ کا میں منتظر رہی ہے اور اگر خدا نخواستہ دوسری بات ہو گئی تو آپ کی ذلت تو مسلمانوں کی شہانہ دانی اور بہن کے لیے آسرا اور جانے پناہ موجود ہوگی۔

ہے کوئی اہل تشیع کے مذہب میں کج رجحان سے زیادہ مستزک کتاب ہمیں کی ضروریات پر اہل تشیع کا اطمینان ہو سکے، بڑا دانا وطن! میں طرح حضرت مولانا نے رشتہ رشتہ اللہ کے ارشادات کا سلاصلہ پڑا میں اور اس کے بعد اگر بھی پتا بہت ہو کہ میں جہتوں کی غیر ملکی ملی مناسبت ہیں میں کو مسلمانوں کا مادی و مادی قرار سے رہے ہیں میں کو اہل اسلام کا آسرا اور جانے پناہ بیان فرمادے ہیں، میں کے بعد مسلمانوں کو بچے آسرا اور جانے پناہ دے گا کہ جس قدر سے میں ان کی خلافت و ائمہ سے چھڑا کر رکھوں ان کی شان اقدس میں سب و منعم کا کیا معنی؟

ہاں اگر یہ وعدہ نصاریٰ اور یسویں کی شان اقدس میں سب و منعم کریں تو ان کا حق تھا کہ یہ گروہ دشمنی اسلام میں ان کی مسلمانوں کو دولت خداوندی سے تہا و بردار کر دیا ان کے گرجوں کو مسجدوں میں تبدیل فرمایا ان کے آٹھ لکھوں کو عتقہ انید ان کے تمام تر وہ سچا اور سچیت کو اسلام کی چمکوت کے آگے سرنگوں فرمایا یہی مسلمانوں کا فعل کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ شریفیہ کے نظریے کے برعکس تاریخ عالم کی شہادت کے برعکس صحت چند دفعہ آدھی اور عفت سے مست ہو کر اپنے ہی گناہ اور بیشمار گناہ مذہب چھوڑ کر بتایا یا اسلام کے حق میں سبقت ختم شروع کر دی۔

(دعوتِ ملیہ شیعہ ص ۱۱۱)

اذا ہوا الحسنات فخرًا شرًا استیلاوی

تحفہ حسینہ

قبولِ خود را طریقی و حیرو یہ صلاح و مشورہ اس وقت کیا گیا جبکہ مسلمان لشکر کے کماندوں یعنی حضرت علی و عبید بن جراح اور حضرت شریح بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہما بیت المقدس کی فتح میں کامیاب نہیں ہو رہے تھے۔ اور انہوں نے

امیر موصیٰ پر کادوق رضی اللہ عنہ سے استمداد و امداد مستحیات کی قسمیں تو مقدم
 خود آپ نے وہاں جاملے کا فیصلہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ
 میں پہنچا کر پندرہ تھنیز بیچ دی۔ اس وقت انھوں نے کہا لا حول جمہ بنسخت الفت تریب
 عدوا کلہا ؟ آپ غور و تشریف فرمائے ہائیں آپ عداوت میں مدد سے تہا زاد اور
 حیدر سادہ قسم کی طرف جارہے ہو نہ انکار استقامت کی عداوت صحابہ اسلام آپ
 جیسے امیر اور امام سے غور ہو نہ ہر جانب تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اے
 ابوہریرہ! اللہ و موت عباس بن عبدالمطلب و حکم لو فقد اجماعا اس وقت تک کہ انھوں نے
 یستقضی العیال شرع حدیدی جلدہ مشق میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے
 وصال سے پہلے پہل دشمنی کے ساتھ جہاد کرنا چاہتا ہوں کہ جو تکلیف تم ان کو پہنچانے
 شروع نہ تہا نہ عدالت کوٹ چلے گا جیسے کہ وہی لوٹ کر ہو و سگ عین و ہونا
 ہے اب وہ آپ کا وصال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ غزوات کے پچھلے سال
 ہو اور اس کے بعد اہل اسلام میں شروع نہاد اور بے سکونی و غلط فہمی کا آغاز ہو گیا۔
 اعراض حضرت خالد رضی اللہ عنہ غور و تشریف فرمائے گئے اب غیر جنگ میں بھائی نے
 فتح و سے دی کہ جو عیسائی ملل اور میان اور حبشیہ کو معظوم تھا کہ اہل اسلام تکلیف
 خطبہ میں لگا کر اہل بیروت پر غلبہ ہو گا و بیت المقدس کو فتح کرے گا میں انہیں
 عورتیں موجود اور اسلام کے نام و دولت کہنے کو کہتے ہیں اس علاقہ و شہر کو فتح نہیں
 کر سکتے باوجود جب آپ تشریف فرمائے گئے تو انھوں نے خود بخود شہر کے دروازے سے
 نکول دیا اور چہرہ دے کر دعا یا میں داخل ہو گئے۔

قوالہذا (اس خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا : فَذُو قُلِّ اللّٰہِ وَ اٰہِلِ
 ہٰذِ الدِّیْنِ بِالْاِہْزَانِ الْحَوْرَةِ وَ سَخْرَا اللّٰہِ وَ قَا ۝ اور بعض روایات میں
 قد تکلل بجمع و مدد سے پہلی صورت میں دیکھیں اور کھڑا ہونا شروع ہوا اور دوسری
 صورت میں کہیں خود کفایت کرتا اور جملہ قوم و صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
 سے کی نظر میں اہل اسلام اور عوام کو اسلام کی عزت و اکبر و داد ان کی فتح و نصرت

نے فرمے اہل ایمان اور اعمال صالحہ والوں کے ساتھ دھوکا دیا ہے کہ وہ انہیں خود
 یا غرض نہ میں میں خلافت عطا فرمائے گا۔ پیچھے کر پیچھے لوگوں کو خلافت اور حکومت
 عطا فرمائی اور ان کے پیچھے ان کے دیں کو ہر حال میں مضبوط اور راج کرے گا محمد
 ان کے لیے پسند فرمایا اور ضرورتاً ضرورتاً ان کے خوف سے اس کے عہد ختم ہونے
 منکون علیہم بدل عطا فرمائے گا اس سے صاف ظاہر ہے کہ لگاؤ و ولایت میں حضرت
 عمر کو اخطاب کی غفلت و حکومت اللہ تعالیٰ کی موجود خلافت ہے اور جو یہ اس
 دور میں ترقی پا رہا ہے وہی اللہ تعالیٰ کا ان کے لیے پسند کیا ہوا رہی ہے۔
 کہا اقبال : و نصیحت بلکم الاسلام و یاد کر میں نے تمہارے لیے اسلام کو بولا
 دین و مذہب پسند کیا ہے اور انہیں غامض و مہم اور گہری و قہر سے کسی قسم کا
 غوت و غمراہی نہیں رہ سکتا جس سے صاف ظاہر کہ حضرت فاروقی عظیم رضی اللہ عنہ
 کی حکومت خلافت انہی ہے اور وہ دین جس کی ترویج و اشاعت اور تقویت
 و ترقی کے آپ عہد ہے میں وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور جو نہ وہ عہد
 اہل ایمان اور اعمال صالحہ والوں کے ساتھ ہے لہذا اس سے آپ کا بیان اور
 تقریبی و پرہیز گاری کی بھی ضمانت حاصل ہو گئی۔ جب قرآن مجید اور احادیث نے
 اور تفسیر سے من کو یہ ضمانت دے دی تو اس کے بعد بھی ان کی خلافت کی
 حقانیت و صداقت میں کسی مسئلہ کے لیے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو سکتی ہے
 نہیں ہرگز نہیں۔

(۳) حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم شدید گئے تو اہل اسلام
 کے لیے دور و زمانہ علماؤں کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا نہیں ہوگی اور ان کے لیے
 تمہارے بعد کوئی عبادت گاہی نہیں رہے گا مگر خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 محمد اس تیسرے دم کے خلافت جنگ کے لیے ایک دشمنیت سے گئے۔ جو دور و زمانہ
 علی رضی اللہ عنہ حضرت خود بہر اور حضرت امیر مظلوم رضی اللہ عنہ عظیم کے خلاف
 کا دعائی کے لیے بغض نہیں تشریف سے گئے اگر وہ صاف چاہا صلی اللہ علیہ وسلم

اور ولایت آپ رضی اللہ عنہ کا سنا نبی مقرر کئے جانے کے بعد اہل اسلام کا مرکز اور
 اس کی جمیعت اور حکومت برقرار رکھتی تھی تو حضرت خادق اعظم رضی اللہ عنہ بھی تو
 اس شخصیت کو نائب مقرر فرما دے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا کی
 طرف ہاتھ دتے وقت نائب اور خلیفہ مقرر کیا تھا۔ پھر اس پر عثمانی اور اضطراب کا اظہار کیا
 مطلب کہ تمہارے بعد اہل اسلام کا مفاد و دینی اہل کی جانے پناہ کو کن جو کام میں
 صاف ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسب وعدہ اٹھائی، اور وہ بیعت نامی اور
 لوگوں کے ہاتھوں خلیفہ نہیں ہو سکتے تھے اور حضرت امیر اپنے آپ کو عامل اہل اسلام
 میں سے ایک قرار دیتے تھے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آیت "لَا جبر علیکم فی الدین" اور حدیث
 "وروا عنہما صدرت کما صدقت" ۴۱:۲۰۰ صحیح بخاری میں ہے اور اس میں
 "مبدلہ" ۳۳:۱۰۰ میں ہے ایک فرد پہل جہاں وہ ولید ہوئے ہیں میں
 وارد ہوا اور جہاں سے وہ لوگ تھے میں نکلا۔ لہذا حضرت عمرؓ کی اصطلاح رضی اللہ عنہ
 کے وجود مسعود کو اہل اسلام کے لیے نعمت خیر مرقومہ سمجھتے ہوئے احوال کی حالت
 مستور و مصلحت کو اسلام کی ترویج و ترقی اور اہل اسلام کی جمیعت و اتحاد کا حق سمجھتے
 ہوئے یہ مشورہ دیا کہ آپ خود اس جنگ میں حصہ نہ لیں جس سے ناکام ولایت میں
 خادق اعظم کی عظمت اور امانت پر تیرے فیروہ کی طرح خیال ہے۔

۴۱:۲۰۰ آپ نے فرمایا اگر نفع ہو گئی تو وہی تیار و مقصود ہے۔ اور اگر خدا بخیر اسے شکست
 ہو گئی تو شکست مردہ و غنائم و غنائم سے نہیں آپ لوگوں کے لیے مصلحت و مددگار
 اور اہل اسلام کے لیے مصلحت و مصلحت اور ہمارے پناہ ہوں گے جس سے صاف ظاہر ہے
 کہ ناکام ولایت میں مقام خادق ہی ہے کہ شکست خوردہ لشکر اسلام دوبارہ حکومت و
 قوائی اور عزم جدید اور نئے عزم سے نہیں ہے۔ چاہے وہ بارہ و دہائی کو غیر تباہ شکست
 دے سکتا ہے۔ خود و مصلحت آپ کی ذات ہی ہے۔ جو شکست کو نفع اور غنائم بخوانی
 کو قوت و قوائی اور بڑی اور کم مصلحت کو خیر و مصلحت و بیعت اور عزم و عزم و عزم کے
 ساتھ تیار کی گئی ہے اس کے بعد بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ

ذکر یہ جو توحید و شہادہ ولایت کی عقائد پر تاج و بیج عالم کے اور اقی کی ہر سطر اور ہر جملہ
شاہد صادق اور ہر ایمان کا خلق ہے۔

آنکھوں کو ترسے جو یہی کاتبِ مٹا دیجئے

دیدہ و نمود کو کیا آئے نظر کسب و نیکی

تخلیید :- حضرت خادوق اعظم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے غلیظہ میں حبیب
ان کی خلافت، نگاہ مراقبہ رضی اللہ عنہما میں خلافت اللہ ہے اور ان کے اور ان کے
عسا کہ کایمان و اخلاص اور اسرار و تقویٰ پر اشد ترقی گواہ ہے اور قرآن شریف
تو حضرت صدیق کی خلافت کے پر حق ہونے اور ان کے ایمان و اخلاص میں شک
کرنے کی کسی ٹامس کے لیے کوئی گناہی نہیں ہو سکتی۔

نیز ہماری شہادت ہے کہ یہی واضح ہو گیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ صوف
جو وقت ضرورت مسعودہ ہی دینے پر اکتفا نہیں فرماتے تھے بلکہ عملی تھاویں بھی
فرماتے تھے۔ اور شریکِ کار بھی تھے۔ اور حضرت خادوق اعظم رضی اللہ عنہ کی فکر
میں انتہائی معتمد علیہ بھی تھے کہ ایسے مواقع پر ان کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا اور
آپ نے اس دہرادی کو قبول فرمایا جس سے وہی اور وہ طرف محبت و مودت اور اخلاص
و احسان کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حلق
حسن احقاق دینی یہاں سے ظاہر اور واضح ہے۔ کہ ان کا جو مسعودہ اہل اسلام کے
بامی در و وسیلہ اور اتحاد و یک گت کا قیام ہے۔ اور شہر و قندہ سے تھلا کا۔
لہذا میرا دارا حکومت سے چلے جانا ان کی برکت سے کئی نیکان کا موجب نہیں
ہو سکتا اور ان حقائق کا مشاہدہ اور واقعات کا مطالعہ کرنے کے بعد بھی کوئی
کم بہت ہو کہ یہ بخت وہی میں باجم عداوت و کینہ اور دشمنی کو کہ کتاب پڑھا نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۲۰۶۵ھ از حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

والیل دوم۔۔۔ اس پہلی مسئلہ، دانش کے لیے اس کتاب میں سے حدیث مرتبہ علی
الرحمن رضی اللہ عنہ کا ایک دوا رکھ میں مطالعہ کے لیے پیش کرتا ہوں
وہج اس نسخہ مبارکہ کو خطبہ نبویہ میں نمکد ہے اور میں کا عنوان ہے،
قد استشارہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی انہ یخو من
لغتنا الفرس، بطور سہ۔ یعنی سبب میرا واسطی حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے میرا واسطی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے لغات جنگلی یا رب تمہ
حرکت کے طور کا طور، طلب فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ہے
انہ ہذا الاسلام یکنی نصرۃ ولا یخذ لانہ یکثرۃ ولا یقلۃ و
ہو من اللہ الذی اظهرہ وجندہ الذی اعدہ واعدا۔۔۔ حق یبلغ
ما یبلغ وخلق حیثما خلق ونعم علی موعود من اللہ سبحانہ واللہ
عزیز وعدہ والخصیبتہ وکان القیم بالامور مکان النظام من
الغریب جمعہ ویکثر۔۔۔۔۔ فان انقطع النظام تغرق وذهب
ثم لم یجتمع احد القوم ابداً۔ والعرب اليوم وان كانوا قلیلاً
نہم کثیرون بالاسلام عزیزون والاجتماع فکون قطباً واستند
الربی بالعرب واصحابہ وروثک نامراً للغرب فانک ان شخصت
من ہذا الارض انقطع علیک العرب من اطرافہا
واقطاعہا، حق یكون ما تدع وراثک من العون ثم انک
متاہیئین یدیک ان الاھام ان یظفروا یدک یقولوا ہذا
اصل العرب فاذا اقطعت قسوة استرحقوا قیہم کون
ذلک اشد لکبہم علیک وطمعہم فیہ۔

ترجمہ۔ بے شک اہل اسلام کی فتح و شکست کثرت و قلت افراد کی وجہ سے
 کبھی نہیں ہوتی یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے اس کو اللہ ہی نے غالب کیا ہے اور قیام
 فرمایا ہے اور اس کو بخار دی ہے۔ یہاں تک کہ جہاں اہل دین نے چین تھا چنپا۔
 اور جہاں تک اس نے چنگ تھا چنگ اور ہندوستان تک جہاں تک اس نے ہندوستان
 میں اور اللہ سبحانہ اپنے دہے کو اپنے داکا ہے۔ اور اپنے لشکر کو فتح دینے والا
 ہے۔ اور مسلمانوں کے امیر کا ترجمہ یہ ہے جیسے کہ شمع کے دلوں کا روشن اور دھار
 اس کے دلوں کو اکٹھا اور اپنے اپنے مرتبہ و مقام پر رکھتا ہے۔ پس اگر وہ سخت
 قوت ہوتے تو ہر تمام دین بکھر جاتے۔ بھروسہ اپنے نہیں ہو سکتے۔ خدا اہل اسلام
 اگر پر حبیب و دشمن کے قتل میں کم ہی مگر وہ مسلمانوں کو جہ سے زیادہ میں اور اپنے
 اجتماع کو دھیسے غالب ہر آپ قلعہ ہی کر ایک ہی جگہ میں اور لشکر اسلام کی
 جنگی کو گھرنے میں اور جنگ کی آگ کو اپنے ملک سے دور رکھ کر دشمن تک پہنچا نہیں۔
 بلکہ آپ جلات خود اس ملک عرب سے پہلے کے تو قبائل عرب آپ پر ہر طرف سے
 قوت پڑیں گے پھر مسلمانوں کی عزت و ناموس کی حفاظت آپ کو فارس کے خلاف
 ہما دکن سے زیادہ تمام غصوں جو کہ اچھی لوگ جب آپ کو کل میدان جنگ میں
 دیکھیں گے تو یہی کہیں گے کہ عرب کا سردار یہی ہے اس کو علم کہ وہ پھر میری غیر
 ہے۔ پھر یہ بات دیکھ کر آپ کے خلاف جنگ کرنے میں سخت غصہ میں کر دے گا۔
 اور آپ کے خلاف لڑنے میں آپ کے طبع کو بڑھا سکے۔

والیل سوم۔ فرمیں کہانی کتاب النجا و الطہورہ ص ۳۱۱ و ص ۳۱۲ پر
 امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ اللہ آپ کا خونی علامہ ہوا۔

”القتالی مع خیر الامام الصفی و من طاعتہ حراہ قطعاً
 ولا غزوہ الا مع امام عادل“

یعنی امام ہر حق جس کی طاعت فرض ہوتی ہے اس کے بغیر کسی کے ساتھ مل کر جہاد کرنا

تھیں اسلام سے اسلام جہاد کے نام کی اطاعت میں جہاد کرنا ہرگز باطل نہیں۔
 اس فرقے کو نہ ہیں میں کہ اگر اور اہل حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعالیٰ کو ملوث
 رکھا کہ آپ کو فیصلہ کرنا چاہو گا۔

اب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تعالیٰ اس قدر ہو کہ اب تا سب امتیاز
 جہاد دوم جہاد دوم ہو سکتا ہے۔

”در کاسیہ“ و فکر کشی اور اوقات کے لزوم و ملائے ٹکڑے ملائے
 میں امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کے بہرام میں
 اور فوج میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امداد و اعانت فرماتے تھے۔
 اور ایک مشور سے دیتے تھے۔

و اگر یہ معاہدہ نہ درست ہے تو آپ کی خلافت برحق ہے اور خلافت برحق
 نہیں تو معاہدہ نہ صحیح نہیں ہو سکتی

اب غلطی کی جس شکل سے بھی فیجہ لانا جائے۔ یہی ثابت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ کے عقیدے میں نظر یہ اور سبب میں امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ برحق
 تھے۔ مسلمان ہاں ہو!

اور جس آدمی کو کہ اسلام کو سچ کر اس قسم کے عقیدے دوست اور خیر خواہ ہو کر کے
 میں یاد علی اللہ علیہ السلام پر غور کرو تو اس کامیاب معنی امیر المؤمنین ہے جو
 حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں اختیار فرما رہے
 ہیں اس پر شور کر ستنی خلافت نہیں تھے وغیرہ وغیرہ تو اس بات کا قطعی حکم جنگی
 کے ذاکرین شیعہ کو نہ یاد ہو سکتا ہے یا جناب المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کم از کم یہ
 خیال کرنا چاہیے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے ملائے کو
 بہت غور و محضر فرماتے دے تھے۔ اور ان کے طرز عمل کو ہر وقت محسوس کرتے تھے۔
 اور یہ نہ مان کر کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہی قابل قبول
 ہو سکتا ہے؟

دلیل چہارم۔ اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب تاریخ الخوارزمی کا جلد دوم صفحہ ۲۱
 میں بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد موجود ہے تو حضور کے چھٹے
 نسل علیؑ و عیسیٰؑ میں اللہ سبحانہ الخ کے معنی اور تفسیر
 میں صاحب تاریخ الخوارزمی لکھتا ہے۔

و انکے امیر و عہدہ خداوند است و وہ الہم ہے مومنوں کا عہدہ خدا و گردانہ حق
 طیفی و بد چنانچہ پیشیاں دارم و میں ایشان کا استوار دار و غوث ایشان را
 مہدال با یمن فرماید تا ہر سہ ہائی قلب جو زند و خداوند و عہدہ و قائد و لشکر خود
 نصرت و ہدایا فرمائے گا ہر گز ہر مورد وقتہ و ما ماند کہ ہر سہ و ہر سہ و ہر سہ

یعنی اس وقت ہم اللہ تعالیٰ کے عہدہ پر کھڑے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یونوں
 سے وعدہ فرمایا ہے کہ زمین میں ان کو اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے
 بنائے گا۔ اس طرح جب کہ پیچھے پیچروں کے پیچھے بنائے تھے اہل ان کے وہی کو
 شکست دے گا۔ لیکن اگر اس کے غوث کے بعد اس کے بدلے میں ان کے لیے
 اس سے لگا۔ تاکہ مذہب عالم پر قلبہ حاصل کرے۔ اور اللہ تعالیٰ وعدہ کو وفا کرتا
 ہے۔ اور اپنے لشکر کو فتح و نصرت دیتا ہے جب کہ امر کرے و جائے (امیر مومنین)
 ایسے وقتہ (جس کا یہی خدا اور محل میں جس کے ساتھ واسطے چوست ہیں) تو جس طرح
 قیاس کے قانون میں نظام اور انتظام ان کے درمیان و حکم پر موقوف ہے۔
 اسی طرح اہل اسلام کا باہمی تعلق ان کے امیر حضرت عمرؓ و اہل بیت ہے۔ سیدنا
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر ہر قرار
 اور نام میں۔ صاحب تاریخ الخوارزمی کا یہی ارشاد اسی طرح اہل شریعہ و عہدہ و حضور کے
 ان بیوں کی تفسیر میں تصریح کرتے ہیں کہ حضور نے اس بات کی ہر طرف اشارہ
 فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :-

وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیثبنہنکم
 فی الارض کما استولفت الذین من قبلہم و لیمکن لہم دینہن

الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمُ وَلِيدًا لِّمَنْ هُمْ مِنْ بَنِي عِصْمَةٍ اِسْمَآءُ يُعِيدُ وَتَعْدِي
لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتَعْنُ كَقَوْلِهِمْ ذٰلِكَ خَالِدٌ اِلٰهًا هُوَ
الَّذِي اسْتَقْبَلَهُ

یعنی تم میں سے جو نہیں اور صالحین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کہ
ان میں میں اسی طرح عزیز بنائے گا جس طرح پہلے پیروں کے صحابہ کو عزیز بنایا تھا اور
اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ ان کے بچے آؤں گے اس کو اس کا احکام اور تکلیف
بجائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پہلے فرمایا ہے۔ اور ان کے ثواب کو اس
وعدہ معنی کے ساتھ دے گا وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے بندوں کو
شریک نہ بنائیں گے اور ان تمام باتوں کے بعد جو اللہ اور کفر کریں گے تو وہی
ناحق ہوں گے۔

حضرت شیر علی رضی اللہ عنہ کے ان جملوں کا مطلب کہ یہ اللہ تعالیٰ کے
وعدہ پر قائم ہوئے ہیں اسی آیت وعدہ کے ترجمہ کو پیش کرتے ہیں چنانچہ
اہل تہذیب کا مجتہد اعظم علامہ امینی علیہ السلام نے کثیر خیر اللہ فی حاشیہ بلبغ راہیوں
میں اپنی ارشادات مرقومہ کی شرح اور تفسیر میں تصریح کرتا ہے :-

يُوعِدُ اللَّهُ تَعَالَى الْمُسْلِمِينَ اَوْسَاطَ خِلَافَتِهِ فِي الْاَرْضِ وَتَحْكُمُ
وَيُنْهَمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلِيدًا لِّمَنْ هُمْ مِنْ بَنِي عِصْمَةٍ اِسْمَآءُ هُوَ
صَقْتُ الْاَيَةِ

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ نعمتی خلق موعود میں اللہ
رحم اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے میں نے یہی منکر اسلام کی بیعت مدنی
کے اسباب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اعدا خلافت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کئے گئے وعدہ کو بیان فرماتا ہے یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد ان میں پر عزیز بنائے اور ان کے اس میں کو بھی پر وعدہ دیا ہے
تکلیف اور استغفار بجائے اللہ ان کے ثواب کو اس کے ساتھ دے گا جس کے مصداق

اس ارشادِ گرامی کا معنی و مفہوم اسی طرف سے بیان کرنے کی بجائے صاحب
 تاریخ التواریخ، علامہ ابن خلدون کی شانِ نبویؐ اہل علم و ادب کی طرف سے حوالہ
 سے بیان کیا اور ساتھ ہی ضمنی طور پر دوسرے مؤرخوں کے لیے بھی کیے ایک اسی
 طریقہ کی صداقت اور اس کے ساتھ مل کر یہ بتانے کی حوصلہ دہندہ اور
 آپ کا شکر اعلیٰ اور صلاح و مشورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صداقت (زمانہ
 تا کو واضح ہو جائے کہ یہ صرف منظورہ ہی نہیں کہ جن میں پہلے تو صحیح راستے
 دے دیے جاتے ہیں اور پھر ان کے ساتھ ساتھ بھی ہے، جو اس طریقہ کے ساتھ حرام
 سیارہ حرام کا ارتکاب حضرت اہل علم و ادب رضی اللہ عنہ سے ناممکن نا ممکن اور
 حبیہ تر ہے۔

لہذا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صداقت کا یہ حق ہوا اللہ تعالیٰ
 کی طرح واضح ہو گیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے آپ کو تعظیم و احترام
 سے بھی یہ حقیقت واضح ہو گئی۔

محمد حسیب بنید، از ایہ السنات منہ اشرف السیاد

تقریر استدلال اور کلام امیر کے فوائد فرائد

آپ نے فوائدِ اسلام، امیر و کلام کے حوالہ فرمائیں اور حقائق

تواضع و فروغ کے دلائل و شواہد کا مشاہدہ فرمائیں۔

(۱) آپ نے فرمایا: (وَقَدْ لَظِنَ الْوَحْدَ لَمْ يَكُنْ فَضْرًا وَلَا عَدْلًا) (۱)

جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے ذمہ داری میں نصرت و مدد کی ضرورت کا وجود
 کثرتِ تعداد پر نہیں تھا، لہذا اب بھی اس پر عائد ہوا نہیں جس سے صاف ظاہر
 کہ یہ اسلام میں کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ و اعلیٰ میں اس کے فتا کے ذمہ دار
 ہیں یہ وہی سابقہ اسلام ہے کیا نہیں ورنہ اس کی فتح مندی کا معیار یہ ہوتا
 ہوتا کہ لازم اور ضروری ہو سکتا ہے لہذا شیعہ مسلمانوں کا اس اسلام کو ماننے
 کا عقیدہ و نظریہ کہ کہہ سکتا ہے اور اپنے آپ کو فاسد کہہ کر اپنے لیے بنیاد بنیاد

کرتے کہ اس ارشاد کی روشنی میں کوئی جواز نہیں ہے بلکہ آپ نے تصریح فرمادی ہے۔
 ”هُوَ دِينُ اللَّهِ الْكَافِرَةُ“۔

کو یہی اظہر تعالیٰ کا دین ہے جس کو اظہر تعالیٰ نے غالب فرمایا ہے۔
 نیز یہ بھی فرمایا کہ میں مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ام الرسل
 صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ فاروقی اس مقصد کو بطور نیابت اور
 خلافت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مل کر کے کارور ہے اور شاہ باری تعالیٰ ہے۔
 ”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى
 الدِّينِ كُلِّهِم“۔

اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور
 دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اس کو سب ادیان اور مذاہب پر غالب کر دے۔
 اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔
 ”هُوَ دِينُ اللَّهِ الْكَافِرَةُ“۔

یہ وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غالب فرمایا۔ اور وہ فاروقی ہی نبوت
 کی بھی کرکڑ کرکڑ کو دی گئی اور ”ہو“ اور ”ہو“ کا قرعہ بھی شہادت کو حید اور شہادت و رسالت
 کی آفتابوں سے اور تمیزات کی دالوں سے گونجنے لگا۔ اور عظیم مہمائی سلطانہ
 روم کو بھی پہل کر دیا جہاں صلیب اور عہد مسیح و رسم کی جگہ اظہر تعالیٰ کی
 عبادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہونے لگی۔ آخر میں آپ نے واضح
 فرمایا کہ اس مقصد بعثت کی تکمیل اس نائب رسول کے ہاتھوں ہوئی اور ان
 محکمہ میں اسلام کو ان باطل ادیان پر غالب اور تسلط حاصل ہو گیا۔ مگر خدا تعالیٰ اس
 دین حق کا جو اتوار اس کے قیام کے ذکر کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔ اور وہ دین حق
 اللہ تعالیٰ کا دین غالب قرار دینے اور نہ تو رسالت کی طرح بعض نصرت خدا داد
 ہے اس کے منصور اور غالب ہونے کا فیصلہ دینے کا کوئی سہارا نہیں تھا۔

۲۲) آپ نے فرمایا اور۔

”هو چندہ اللہ ہی اس کے واحد ہے۔“

کوئی دامنگو اور تھانے کا لشکر ہے جس کو اس نے تھانے سے تیار کیا ہے جس
ظہر صوم کے لیے۔ اور کوئی دامنگو کی کر تھانے کے لیے اس سے مدد ہے۔
یعنی دامنگو کے ساتھ چندہ میں اور نہیں ہیں علی طور پر اور دیگر مواقع پر ان کی مدد بھی
کے لیے ہے۔

اس کے ساتھ اسے بھی مدد تھا کہ لشکر تھانے کی اور دامنگو اور افواج غریبہ و مرخص
ہیں اس نے تھانے کے دامنگو اور افواج ہیں اس نے تھانے کی ہر حال میں اپنے لشکر اور دامنگو
لکھنؤ کے ساتھ ہے اس نے افواج کے لشکر کی مدد کی اس نے تھانے کے ایسے دامنگو
پر حملہ کرنے کا بھی ارادہ ہے اس کے ارادہ اور افواج کا حضور تک بھی کرنا صحبت علی
رضی اللہ عنہ کو جھٹلانے کے ارادہ ہے۔ اس نے افواج کا کامل اور غرض میں
ہونا ظاہر اور واضح اور جیسے افواج اور تمام تھانے کی اس نے تھانے کے ملک میں تھانہ
تھانہ و دامنگو اور امیر کا مزار اور تھانہ دامنگو کا ایمان و غرض بھی ملک و تھانہ ہے بلا تھانہ
یقین ہے اس نے تھانے کا تھانہ پروردگار اور تھانہ دامنگو و تھانہ دامنگو کی مدد کی اس نے تھانہ
(۴) حضرت امیر کے قریب۔

”حق باطل کا باطل و باطل حق کا باطل۔“

یعنی یہ وہی جس میں ہے یہی چھین تھانہ چھینا اور دامنگو اس کا آفتاب چھینا تھانہ چھینا اس
صحت میں جو افواج میں نہ تھانے والی تھانے والی اور دامنگو ہے باطل و صحت وہی بیان
کی گئی ہے اس کا تھانہ و دامنگو اسلوب سے واقف تھانے کی کر سکتا ہے یہ افواج ہیں
افواج دامنگو چھینا ہے۔ دامنگو اس مقصد کی دامنگو ہے تھانہ و دامنگو چھینا ہے۔
افواج اس کے حضور اور اسلوب سے عاجز ہیں۔ جس سے مدد تھانہ کرنا سے تھانہ
یہ تھانہ و دامنگو کے دامنگو اس میں تھانہ و دامنگو کی تھانہ ہے کہ تھانہ
افواج میں اس کی تھانہ تھانہ دامنگو دامنگو دامنگو میں اس کے کاسر تھانہ
افواج کی طاقت و جہت۔ امیر (تھانہ) کے اس دامنگو کے بعد بھی کوئی سوچ سکتا

ہے کہ حضرت خادق اعظم رضی اللہ عنہ نے اصل دین کو ختم کر کے رکھ دیا تھا۔ اور باقی
نیا دین جاری کر دیا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مجبور تھے۔ اس لیے اپنے
دود میں بھی اس کو اصلی حالت میں دلائیے؟ کیونکہ تمام لشکر کے ملک جو ہمارے
جوہانے اور آپ کو تنہا چھوڑ جانے کا خطرہ لاحق تھا؟ لہذا زبان پر ہر سکوٹ
لگائے رکھی؟

مگر اس وقت ان کو ان اثناء کے ساتھ خراج خمیں پیش کرنا اس فحیم
کو بیخ و بن سے الگ کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اور طلبِ رونت کافی کے موضوع
دود میں گزرت ہوئے کا میں بہرہاں ہے۔ جس کا تذکرہ بہرہ صبر و کرم علی چکا ہے۔
(م) آپ نے فرمایا:-

نَحْنُ عَلَى مَوْعِدٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُتَعَزِّزٌ عَدُوٌّ وَنَاصِرٌ جَدِيدٌ۔
کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وعدے پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو
پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی اطاعت و نصرت فرمانے والا ہے جس کی فاضل
و مکمل تشریح حضور شیخ الاسلام کے کلام سداقت لکھن اور حقیقت درجیان میں
گز رہی کہ اس وعدہ سے تم کو وعدہ غنائت سے بچا دے گا اور دین کی تکمیل و راسخیت اور
اور عورت کو امن سے پہنچنے کا وعدہ جو قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہے اور حدیث
رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واضح اور ثابت ہے کہ جاہلیت کا دود و تاریکیوں کی
اتحاد اور پیروی پر ہے۔ لہذا دونوں کا اس پر اتفاق ثابت ہو گیا کہ غنائت خادق
اسی وعدہ کا بیان ہے۔ لہذا اس غنائت پر انکار و اعتراض خلافت و گمراہی ہے
اور حضرت علی المرتضیٰ کی کذیب بلکہ قرآن مجید اور فضل اکبر کی کذیب اور ذاتِ باری
تعالیٰ پر اعتراض و تنقید ہے۔

نیز جب خلافت قادر و قیمر اس وعدہ کے عمل طور پر پورا کیے جانے کی شدت
ہے تو اس دین کو کسی کی اٹا سمت اور ترویج و ترقی کا میرزا حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے اٹایا اس کو خدا تعالیٰ کا آخری دین اور کامل و اکمل دین تسلیم کرنا لازم

اور وہ اسباب نظر انداز کرنا چاہتا تھا کہ کسی بھی قلمی کے لیے جو اس وقت نہیں ہے۔
 ”کما شکی ہوا نہ فی الدلیل الاقل؟“
 جان آپ نے فرمایا۔

”مکان القیم بالاصرف مکان النخام من النحر؟“

یعنی اسے عراقی قلم اور خلافت اور اسلام کے قائم رکھنے والے جہاد گمراہی وہ
 سطلی اسلام میں رہا ہے اور خود اقلی قائم ہے۔ اور تمہاری شہادت سے یہ
 رشہ ٹوٹ جائے گا اور پھر بھی ان میں یہ ربط مضبوط نہیں ہو سکے گا۔
 اقوام عالم کی تاریخ پر نظر رکھنے والے اس بات کو اپنی طرح جانتے ہیں کہ وقت
 کا ہم پر بھی نفسیات اور بادشاہ میڈلین جنگ میں کام آئے۔ آج کے
 ولی خدا اور قائم مقام کے لیے نظام سلطنت یہ قرار دیا کہ حضرت امیر المؤمنین
 جیسے حاکم شمس اس امیر اور بادشاہ اسلام کو ان الفاظ میں خراج عقیدت
 پیش کر رہا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نوری رضی اللہ عنہ کا معاملہ
 نفاذ ولایت میں ہی دینی امور اور مسالطین کے مختلف تھا۔ اور یہی وہ حقیقت ہے
 جس کی گواہی بعد کے حالات و واقعات نے دی ہے۔ اور پھر سے اس نظام کی
 کامل شہادت یہ ہے کہ جو ملکی جگہ یا اس الزامات واقعات نے اس خلافت حق کی طرف
 کو گمراہ کر دیا۔

الغرض حقیقت یہ ہے کہ دوسرے ناکاموں اور عواقب پر مرکوز نظریہ
 یہ جہاد یا کہ غلبہ اسلام کا گناہی اور امت کے اتحاد اور یک جہتی کا گناہی بھی ایک
 فرد ہے۔ دنیا میں اس کو میڈلین جنگ میں جانے کا شوق بھی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ
 جو مختلف ہیں ان کے پہلے نظریہ وہ دوسری صورت میں بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور
 جو نقصان اسلام اور اسلامی اسلام کو ان کے میڈلین جنگ میں لگنے اور شہید ہو جانے
 سے ہو سکتا ہے اس کا کوئی ناکہ نہیں ہو سکتا۔ اور عاقبت لگا کر صحیح بدل ہو سکتا ہے۔
 یہ جانے کہ نظام الہی۔ کیا اب یہی حقیقت کے وہ عیون کی صورت ہے جس نے خراج عقیدت

اور سستی کی نیند سے بیدار نہیں ہوئیں اور سوا علی رضی اللہ عنہ کا بیان حقیقتِ حجاب
 ان کو پرستنے کی توفیق نہیں ہوئی؟ اور ان کے دل پر وہ دماغ اس کو سمجھنے کی طرف
 مائل نہیں ہوئے۔

(۷) آپ نے فرمایا:-

”العرب اليوم وإن كانوا قليلًا فهم كثيرون بالاسلام عن ذوات
 جالاتهم جمع۔ یعنی عرب تعداد میں گو کم ہیں اور تحلیل کر تو بتا سکتے ہیں ان کو
 عظیم اور کثیر بنا دیتا ہے اور ان میں اخوتِ اسلامیہ کی وجہ سے جو جمعیت اور وحدت
 ہے وہ ان کے قلب کی مناسبت سے کیا یہ صاف اور سببِ تہذیبِ ان اور واضح تر
 اور حجاز اس حقیقت کی وجہ دلیل اور روشنی برپا نہیں ہے کہ عرب اور افواج
 عرب میں ایمانِ کامل اور اسلامِ خاص موجود ہے اور انشاء اللہ معونۃ اللہ کے
 تحت ان میں ایمانی دولت کی وجہ سے کامل جہانی پیار ہو جو ہے۔ اور علی الخصوص
 امیر المومنین کی ذات نے ان سب کو متحد اور مستقر اور باہم مربوط اور مستقر کر دیا
 ہے۔ لہذا بالکل واضح ہو گیا کہ ان افواج و جماعتِ اسلام کے ایمان و اخلاص پر
 اعتراف و اصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جہتِ تاسیہ ہے۔

(۸) آپ نے فرمایا:-

”فكن قطباً واسئدة الرعي بالاسلام“
 یعنی تم چم چکی کے چنے پاٹ کی سیخ بن کر اپنی جگہ پر قائم رہو اور عرب جو چم چکی کی مانند
 ہیں ان کو اگر دھلی میں ملا دو اور کھڑکھا دو کہیں کر دے دو۔ اور اسلام کو تاسیہ و
 سرچشمہ کر دو۔ اس بیان حقیقتِ حجاب سے صاف ظاہر کہ چم چکی کی منقبت اس
 کے قطب سے وابستہ ہے۔ اور عربوں کی نفاذیت اور منقبت حضرت تاسیہ
 اعظم رضی اللہ عنہ سے وابستہ ہے۔ اگرچہ ساری امت کی شان یہ ہے کہ
 کُنْتُمْ خَيْرَ امَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے نفع کے لیے نکالی اور پیدا کی گئی ہو یہی

ہر شخصیت اور اہل دین حضرت فاطمہ علیہا السلام کی وحدت حاصل ہوئی
 تاکہ سب سے نمایاں اور اعلیٰ ذی شان کی حامل سچا ہدیہ دہم ہے کہ نگاہِ نبوت
 و رسالت نے اسلام کی عزت و فخر کو ان کی ذات سے وابستہ و یکجہ کرنا نہیں بلکہ
 تعالیٰ سے غلبہ کر کے ہوئے عرض کیا۔

”لَا تُشْرِكُ أَحَدًا بِالْإِسْلَامِ بِعَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ“

اے اللہ! اسلام کو اگر کسی خطاب کے ذریعے عزت و عظمت اور فخرِ نبوت
 عطا فرما، اگر میں نگاہِ نبوت و رسالت میں وہ کو جو جب عزتِ اسلام میں اندنگاہ
 و لا یت میں ہیں، عجب اسلام میں لہلہ ہو ان کو اس مرتبہ پر فائز نہیں سمجھتے وہ
 دھمیں اسلام ہیں۔

وہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے بعد از خود فرمایا کہ حکمرانِ عالم میں اسلام
 کے خلاف اقدام کی کوئی راہ ہے۔ عجب! انھیں پہل کر کے کامیاب نہیں رہا ہے۔
 تو آپ نے فرمایا۔

”فَاتَّقُوا مَا تُكْرَهُ مِنَ مَسِيرِ الْقَوْمِ إِلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ ذَلِكَ جَعَلَهُ

اَللّٰهُ مَسِيرًا لِّمَنْ هُمْ مَكْرَهُ لَوْ كُنُوْا اَعْدَاءُ عَلَى تَغْيِيْرٍ يَّرَاهُ يَكْرَهُ“

لیکن وہ آپ نے ذکر کیا ہے۔ جو قوم غاص کا قتالِ مسلمین کے لیے روانہ
 ہو تا تو اللہ تعالیٰ ان کی روانگی کو آپ کی نسبت زیادہ ناپسند سمجھنے والا ہے اور
 وہ اپنی ناپسندیدہ چیز کو قبول کر لے گا۔ اس زیادہ کا قدر ہے۔ اس راہ و گزری سے
 میں صاف ظاہر ہے۔ اسلئے واضح ہے کہ نگاہِ حق تعالیٰ میں غاصیوں کا اعلیٰ اسلام کے
 خلاف تھا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت ہی ناپسندیدہ ہے اگر وہ کامل میں
 ہوں اور نہ عزتِ اسلام میں غلبہ ہو۔ اس راہِ غاص کی حقانیت مسلم ہے۔ ورنہ
 مرتد تھے اور مخالفین اسلام کے خدا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نارا منگی ہے
 ہر پستیدگی کا ایک مطلب ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی ان
 افرادِ غاص کو اسلام کے ایمان اور اخلاص پر واضح دلیل ہے۔

(۹) آپ نے فرمایا :-

وَاَعْلَامًا ذَكَرْتُ مِنْهُمْ عِلْمًا فَانَا الْمُرْتَكِبُ نَقَاتِلُ فِيمَا مَضَى بِالْكَفَرَةِ
وَالنَّاسُ كُنَّا نَقَاتِلُ بِالنُّصْرَةِ وَالْمَعُونَةِ ۔

ہر ایک آپ کا یہ ذکر فرما تا کہ دشمنی اسلام کی قہر بہت زیادہ ہے تعلیق نہ ماضی
میں ہم کثرتِ قہر کے لیے ہوتے ہیں جہاد و قتال نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اور صرف
اللہ کی نصرت و معیت اور طاقت و قہر کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے۔ لہذا اس
اقدام سے میں واضح کر چس طرح ماضی میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعلاءِ صلوات کے
مثال مل رہی اب میں ان کو یہ اعزاز و کلام اور فضل و کرم نصیب دے گا۔ اگر
تک و مرقطوی میں موجود اسلام سابق اسلام کی طرح ہے اور مجاہدین اسلام سابقہ
عامت پر بھی ہر قہر و قہر و مسامحت کا جواز ہے۔ ورنہ ہمیں اس لیے کوئی
عجب تسلیم کر کے نہ کرے جو ہمیں اور مومنات جو نے کے وجود پر ایمان و یقین
محضت امیر المؤمنین ابوالانوار سرچشمہ ولایت رضی اللہ عنہ، تو اس حقیقت کا پہلا
اعلان فرما رہے ہیں کہ اب بھی وہی اسلام ہے جو زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا۔
اور اب بھی وہی شخص اور جان نثارانہ اسلام حضور و جہاد میں جو اس وقت تھے۔
لہذا فتح و نصرت کے سب بھی اسی طرح قدم چمکے گی جس طرح ماضی میں ہو چکا
ہے۔ اس لیے علامہ سید نجم بخاری نے کہا :-

”فَأَجَابَهُ بِتَذْكِيرِ قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ فِي حُسْبِ الْإِسْلَامِ وَانْتِظَارِ
كُلِّ مَنْ ظَهَرَ كُفْرًا، وَالنَّاسُ كَانُوا يَنْصُرُوهُ وَمَعُونَتُهُمْ فَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ
الْحَالُ الْآنَ كَذَلِكَ وَيُوعِدُ اللَّهُ الْمُسْلِمِينَ بِالْإِسْتِقْلَالِ فِي الْأَرْضِ
تَكْمِلِينَ دِيَارَهُمَا الَّذِي أَوْفَقْتُمُ الْهَرَجَ وَجِدَّ يُلْهِمُ غِيَاظَهُمْ أَعْدَاءَهُمْ
مُقْتَضًى الْآيَةِ۔“

کہ حضرت علیؑ نے ان کو جواب دیتے ہوئے حُسْبِ اسلام میں اپنی اسلام کے جہاد
اور محبہ و قتال کی کیفیت یاد دلانی کہ وہ جہاد کثرتِ تعداد کی بنا پر نہیں ہوا

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا سوجھ بوجھ بھی واضح ہو گیا۔ کہیے نگارہ
اس ذریعہ سے ثابت ہوئی جس سے خلافت اصحابِ کرام کا ثابت ہوئی۔

”اَللّٰهُ يَابَعِي الْقَوْمَ الَّذِيْنَ يَابِعُوا الْاِيْمَانَ وَعَسَوْا عِزَّانِ عَلٰى
مَا يَابِعُوهُمْ عَلَيْهِ بِمَنْزِلَةِ شَيْعٍ مَّامِيَانِ“ کہ آیت استخوان کو حضرت مدی علیہ السلام کے
ساتھ نام کی دینے اور خلافت مرتضویہ کو بھی اس سے نکال دینا بھیجے کہ تفسیر صحابی و تنزیہ
میں ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان دونوں اور شہادت کے سراسر خلافت
ہے اور تفسیر قرآن میں امام اقل کے قول کو نکلانا ذکر کرنے کے مترادف ہے۔ جبکہ
ان کو عثمان اور مرتضیٰ دہشت کے برعکس تفسیر کا تحریف کرنے کے بارہ کیونکہ وعدہ میں
صیغہ خطاب استعمال کیا گیا ہے۔ ”وَعَدَ اللّٰهُ اَنْ يُّدْخِلَ فِيْكُمْ اٰمَنُوْا لَكُمْ وَعَدَ اللّٰهُ الصّٰلِحِيْنَ اَنْ
اَوْفُوْا لَهُمْ فِيْ شَيْءٍ“ اور میں صحابہ کرام حبیب الرحمن میں قرآن کے وعدہ کو کسی طرح
نکالا جاسکتا ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کو وحقی اور غیبیہ جافضل مانا جاتا
ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے بغیر ہی وہ وحشی ہو ہی گئے۔ اور غیبیہ مجھے
پاناس کو عام رکھ لیا جائے اور بعد میں جو میں امراء اسلام نے اسلام کی تحریک
حاشمت اور اس کی سرپرستی اور خروج و کفالی میں حصہ لیا یا میں گئے میں طرح
حضرت مدی علیہ السلام ان سب کی خلافت موجودہ تسلیم کر لی جاسے
تو بالکل بجا ہے لیکن غلطانے شواہد کی خلافت کو بہر حال بدستور مرتضوی کی
روسلطانی میں خلافت حقہ اور موجودہ میں اللہ تسلیم کرنا لازم اور فرض۔



مقل کرنے کے درپے ہو گئے بہت جلد ہی ہماری شکایت اس سے بھی بڑھ چکی۔
اور یہ عربوں کی قدرت و طاقت اور عزت و کرامت نہیں بلکہ ان عظیم سلطنتوں سے
ٹکرے کر ان کو تباہ و برباد کر دیں، پھر آسمان و زمیں کے مالک اللہ تعالیٰ کی
طرف سے ہے۔

بہر قیل کا خواب اور پھر انطاکیہ سے فرار

(۴) اسی طرح اس مخبر الخدیج میں ہے کہ بہر قیل سو یا ہوا تھا کہ اس نے خواب میں
دیکھا کہ آسمان سے ایک شخص اترتا اور اس نے بہر قیل کو تخت سے نیچے گرا دیا۔ اور
سچ اس کے سر سے لیا اور کہا کہ منیٰ سودیچ سین ملک شام سے حمیری سلطنت کے
دہان کا وقت پہنچ گیا ہے۔ اور وہ کیا دیکھتا ہے کہ اس کے نظر میں سخت آندھ لگی ہوئی۔
اور آگ جھڑک اٹھی ہے۔ یہ منظور کیجئے کہ بہر قیل گھبرا کر بھاگا اور اس کو نہیں پہنچا کہ
میں عربوں کے مقابلے میں ہرگز نہیں رہ سکتا اور اس کے ہمارے ہم شکل بہر قیل کو
نظر کی قیادت سونپ کر رات کی تاریکی میں انطاکیہ سے قسطنطنیہ کی طرف بھاگ
نکلے اور منگول اسلام نے انطاکیہ کو فتح کر لیا۔ اور بے شکہ حال غیبت ہاتھ آیا اور عربوں کا
رومی قیدی بنایا۔ لے گئے اور کتبہ لکھو وہ کہ کتاب دوم)

تورات کی بشارت

دس) اس ضمن میں کتاب دانیال علیہ السلام سے اس نگر خداوند کے غلبہ اور
نصرت اور معرفت اور غلبہ نص الغیہ کی مثال علامہ کہتے ہیں۔ مثلاً و باہل ۱۰۰
بخت نصر نے خواب دیکھا ہوا ہے جو لکھا گیا اس نے اسے وہ جباری مستبصر و حکما
اور بیت اللہ سے فوج کرنے کے بعد گشتہ کے ہوئے یو دین کو خبردار کیا کہ میرا
خواب بھی بگڑا۔ اور اس کی تعبیر بھی دیکر دسب کو نقل کر دیا کہ تو حضرت دانیال
علیہ السلام سے وہ خواب بھی بگڑا۔ اور اس کی تعبیر بھی۔ علامہ احمد باقر رحمہ اللہ نے تورات میں

اسے بادشاہ تو سنا ایک بڑی صورت رکھتی تھی جس کی صورت میں کی رونق
 ہے نہایت حقیر سے ملنے لگتی ہوئی۔ اور اس کی صورت میں ہر ایک کی
 اس صورت کا برہمنوں سے ملنے کا حق اس کا سینہ اور اس کے بازو پانی کے
 تھے۔ اس کا شکم اور اس کی رانیں تانے کی تھیں۔ اس کی ٹانگیں جو بے کی اور اس کے
 پاؤں پر جو ہے اور کچھ مٹی کے تھے۔ اور اسے دیکھ کر وہاں تک کہ ایک بھڑا
 لکے لے بغیر ہی کاٹا گیا۔ اور اس صورت کے پاؤں پر جو ہے اور مٹی کے تھے۔
 اور اسی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانہ اور پانی اور سونا
 ٹکڑے ٹکڑے کر کے لگے۔ اور تانہ مٹی اور پانی کے جو ہے کہ تانہ ہوئے۔ اور
 جو ان کو ان کے لئے لگے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے پہلے اور وہ چتر میں ملے اور اس صورت
 توڑا ایک بڑا بنا دی گیا۔ اور تمام اس میں چل گیا وہ خوب یہ ہے اور اس کی
 تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں۔

اسے بادشاہ خوشنما ہے جس کو آسمان کے خدا نے بادشاہی اور توفیق
 اور قدرت و شکتی بخشی ہے۔ اور جہاں کہیں جو آدم سکونت کرے اس کے لئے
 کے چرخے اور جو اسکے پر سے تیرے سواستے کر کے لگے ان سب کا حاکم جاوے۔
 وہ سولے کاسر فوی ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت پر ہا ہوگی جو تیرے چھوٹے
 ہوگی اور اس کے بعد ایک اور سلطنت ہوگی کہ ہوگی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی
 اور چھٹی سلطنت ہوگی کہ اس کے بعد ہوگی اور میں طرح لیا تو توڑا ہے۔ اور سب
 چیزوں پر غالب آتا ہے۔ اس میں طرح ہو سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔
 اور کھپاتا ہے۔ اس طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گا کہ اس کی اور جو تو نے
 دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کھارک کی ہیں کہ اس کے ہاتھ میں
 سلطنت میں تفرق ہوگا مگر جسے کہ تو نے دیکھا اس میں ہوا مٹی سے جو ہوا اس
 پر جو ہے کہ مٹی میں ہوگی اور جو کہ پاؤں کی انگلیاں کچھ تو ہے کہ اس کے ہاتھ میں
 اس کے سلطنت کی توفیق اور جو ضعیف ہوگی اور جسے تو نے دیکھا کہ اس سے جو ہوا

وہ جی آدم آئینہ ہوں گے، لیکن میرا لوہا، مٹی سے بنی نہیں کھانا، دیکھتے ہی وہ بھی داہم
میل نہ کھائیں گے۔ اور اس بادشاہوں کے داہم میں آسمان کا خدا ایک مہلت بہرہ
کرے گا جو تاجہ نیست و بہوگی اور اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالہ نہ کی
جاسکے گی۔ بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک اور ہی
ادب تک قائم رہے گی میرا تو نے دیکھا، کہ وہ پھر پادشاہ گئے بغیر پھاڑ نکال گیا۔
اور اس نے تو ہے خداوند تائید اور پٹی اور پاندہی اور سولے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔
خدا تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ رکھ دیا جو اس کے ہونے والا ہے۔ اور یہ خوب بینی
ہے۔ اور اس کی نصیر یقینی ہے۔

اقول۔۔۔ اس طرح اس اقتباس لوہا، ہر غور سے پڑھنے سے خود بخود ہے کہ اس واقعہ نے
جس حکومت کو پھر ہے پھاڑ کی صورت میں بہت نصیر کو دکھایا وہ کوئی ہے۔ اور
دانیال علیہ السلام کے بقول بجا رہی ہے خداوند نیست و نہاد ہوئے والی نہیں وہ کوئی
حکومت ہے۔ اور بہت نصیر اور اس کے باقیینوں کے ملا قوں پر ہم حکومت خاص
آئی وہ کوئی سچا اور کیا ہے کوئی عقل سلیم کا مالک ہم اس میں شک و شبہ اور
تردد سے کام لے کر وہ مہلت مہلت اسلام ہے جو خلافت دائرہ کے
دور میں ہیں کہ پھاڑ کی صورت کا قابل شکست و نیست ہوئی اور بقول دانیال
علیہ السلام اسے اللہ تعالیٰ قائم کرتے ہوا ہے۔ اور ہمیشہ کے لیے برقرار رکھنے والا
کیونکہ جو وہ مددوں کے بعد وہ ملا تھے ہر حال اسلام کے پیروں کا اقتدار میں اور
اہل اسلام ہی ان کے حاکم ہیں گو نظام خلافت پر قرار نہیں ہوا اور یہ گواہی جو ان
کے علاوہ دیکھ رہے ہیں اور قرآن نے اس سے حکایت کرتے ہوئے بیان فرمایا۔
”وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا

عِبَادِي الصَّالِحُونَ“

یعنی اللہ تعالیٰ نے سنہ لوہ میں ذکر کے بعد لکھا کہ اسی زمین کے میراث ہا بھی پڑے
دارندہ ہوں گے اور کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان مطلق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

علاوہ اس قدر بھی کہ دانت مائیں ہند سے ہوسکے لہذا خلافت راشدہ کا اصولی
اس گودادت و زہد کی شہادت کا مصداق ہے۔ اور وہ خلافت ہی خلافت موجودہ و
ہے۔ جس کا وعدہ خدا تعالیٰ نے آیت کا مخلوقات میں فرمایا اور اس کی تفسیر و تاویل
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس خلافت کے ساتھ فرمائی لہذا کتب اختلافہ
اہل بیت کے اتفاق اور تواریک و زہد کی تائید سے اس خلافت کا خلافت حق
موجود تھا۔ واضح ہو گیا اور اس کا مقصود باری تعالیٰ پر نا بھی بدو و بدو شخص کی
خرج میاں ہو گیا۔

تفسیر الامامیہ از علامہ محمد حسین دہلوی صاحب

جواب سے بجز اور بے بسی

نوٹ :- علامہ دہلوی صاحب نے فیاضی و ثبات میں حضرت امیر المومنین علی
رضی اللہ عنہ کے خیر خواہان اور غور و اندیشہ مند اور عمیق تحقیق مشہور ہیں اور حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل محبت و مودت اور امانت و حقیقت اور اس کے
منکر کو اللہ تعالیٰ کا منکر قرار دینا خود ان کے ہی مذہب کو اللہ تعالیٰ کا دین قرار
دینا اور خلافت کو خلافت کا موجودہ قرار دینا و غیرہ نظائر یاد کر کے حتمی اور حتمی
تذکرہ ایک جہاد سے پر جہاد خدا تعالیٰ کا شریعہ گئی۔ آفر کسی کتاب کا جواب دینے
اور دکر کے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ میں کا کچھ جواب آتا ہو وہ دہنہ دیا اور جس کا
جواب نہ آتا ہو اس کو چھوڑ دیا۔ اور شیر باد کہہ کر سبھم کر گیا کہ گو و اسی عبادت
کا کتاب میں دکر ہی نہیں تھا۔

نیچ ایسا مذکر تمام تر عبادت کے متعلق تقریباً دہلوی صاحب کا یہی طریق
عمل رہا ہے۔ نہ کہتے ہیں حوالہ خط ہے نہ کہتے ہیں روایت نصبت ہے۔ نہ کہتے ہیں
قرآن مستند خط ہے۔ میں مکمل خاموشی کے ساتھ تفسیر کے ہر دے میں گزر جاتے

ہیں جو ان کی بے بسی اور عاجزی کا کھلا افسانہ قیامت ہے۔ بہر حال ناسخ انوار علی کے معنی جو لوگ کے متعلق جو کچھ گہرا نشانہ کی ہے وہ ملاحظہ ہو اور پھر اس کے بعد قیامت ملاحظہ فرمائیں رسالہ تخریر امامیہ از مشفق امام علی علیہ السلام۔

پیر صاحب کائنات سوال شریف تحریر فرماتے ہیں۔ اب میدان علی اعلیٰ مرتبہ رضی اللہ عنہ کا تعالیٰ ملاحظہ ہو۔۔۔ درکار با و لشکر کشیدہ اڈا مراعات میں ہر مرد و زن کیونکر میدان۔

دک پیر صاحب نے اعلیٰ عادت شریفہ کے مطابق اس حال میں جس طرح قطع و بڑبڑ کی ہے۔ دجل و فریب کی دنیا میں اس کی مثال شاید نادر نہ ملے گی۔ (۱۵) صاحب ناسخ انوار علی فرماتے ہیں، اگرچہ یہاں علیہ دکن کے عقیدہ کے مطابق حضرت علی علیہ السلام عمر کی خلافت کو عاصی نہ سمجھتے تھے۔ لیکن وہ وہاں رہتے رہتے جو مسلکی اور قوت ایمانی کی بنا پر اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں میں اور لشکر کشیوں میں ان کی امانت کرتے اور مفید مشوروں سے نوازتے تھے چنانچہ اس موقع پر جناب امیر علیہ السلام نے وہ صاحب بخورہ دیو میں کا تفصیلی تذکرہ بھیج اہل خانہ کے غلط فہمی میں جو وہ ہے مجھے عواقب سے نقل بھی کیا ہے۔

دارالاسلام عقل و فطانت فور فرمائیں کہ اگر اس میں منظر میں ناسخ کی پوری عبادت پڑھیں جاسکتے تو اس سے خلافت عمر کا بطلان واضح ہوتا ہے اور اس کی صحت ثابت ہو جاتی ہے۔

(۲) اب دیکھو عبادت کا ابتدائی مولد علی علیہ السلام عقیدت مرد و خنیں اگرچہ خلافت عمر ازاد راہ غصب میدان است، ہم کو چھوڑ کر صرف درکار با و لشکر کشیدہ اڈا مراعات سے غمخوار سے متذلل کرنا کہ اگر حضرت امیر علیہ السلام خلافت عمر کو صحیح نہیں سمجھتے تھے تو یہ بخورہ کیوں دیا کہ تم میدان میں جاؤ تاکہ وہ وہاں جاسے اور وہاں سے جاسے تو جناب امیر کی خلافت کے لیے دامت بھوار ۲۰۰۰ سال۔ تو یہ استدلال بچھڑا دینا درست نہیں۔

اولاً میں مجلس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ اہم ہوتا ہے۔ لہذا خط مشورہ دینے کا حضرت امیر علیہ السلام کے حقوق قصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا جیسے کہ کوتاہ اندیش ملاؤں کا خیال ہے کہ خط مشورہ دے کر حکومت حاصل کر لیتے۔

ثانیاً۔

لہذا قبل مشورہ حضرت امیر کو ملنے صرف حضرت عمر کی موت و وصالت کا سوال نہ تھا بلکہ اس کی جلد رفتا کا مسئلہ بھی تھا لہذا اگرچہ اس وقت تکہ لوگوں نے جناب امیر کا ولایت کا قرار نہیں کیا تھا مگر کونزادہ شریک کی دلدلی سے نقل کر دیا کی تو یہ دلدل رسول خدا کی رسالت کا اثر ملک کے اسلام کی پابند پواری میں داخل توجہ کئے جیسے صاحب فاسخ نے کہا ہے۔

وہ ظہیر اسلام اسی کم نمود کہ کافران بوجہ انتہیت خدا و حقوت پیغمبر اقرار سے دلدل و دزدان بگویند سلامت خدایک سے کہہ نہ۔

ثالثاً۔

مشورہ طلب کرنے یا مشورہ دینے سے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے تعلقات کو خوشگوار سمجھنا بعض خوش فہمی سے ہی طرح مزاج مصر کا جمہوری بدعت علیہ السلام کی طرقت تعمیر خواہیہ بدوجہ تعلقات کی خوشگوار کی دلیل نہیں تھا بلکہ بدعت علیہ السلام کے برحق نبی ہونے کی دلیل اسی طرح صاحب مشورہ آپ کے امام ہر حق ہونے کی دلیل ہے۔

رابعاً۔

یہ کہ حضرت امیر خدایت محبوب میں جناب حضرت عمر کے جھگڑا کا نالہ دیکھ کر تھکے تھکے پہلے اندیشہ تھا کہ نہ خود اختیار نہ کبھی بد اسلام اور اہل اسلام کی

تو میں دھڑبھڑا کر کسی تجربہ کار جرنیل کو بھیجنے کا مشورہ دیا جس سے ظاہر ہے کہ عمر صاحب ان صفات سے عاری نہ تھے۔

خامساً:

اگر اصحابِ خلافت حضرت امیر کی نگاہ میں برحق غیبتے ہو سکتے تو بڑی بڑی جنگوں اور فوج کشیوں میں آپ جیسا آرمورہ کار اسماعیلی جرنیل کیوں شامل نہ ہوا یا کیوں شامل نہ کیا گیا جب منطق کی یہی شکل سے یہی نتیجہ نکلو، میں ثابت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کے مقدس نظریہ اور مذہب میں اصحابِ خلافت برحق خلل نہ رسول نہیں سکتے۔

”والحق مع علی وعلی مع الحق“

الجواب بفعل ان المقال۔

انجام الحکمتات فیما شرف السیاحۃ فی غزوات

تحفہ حسینیہ

اجواب لاقول

(۱) حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں: المرکز علی غنی الشیخ کے ذہن سے فکر فرمائیے جو پنج پہلوؤں سے مشتمل ہے اور وہ عبارت میں: فروع کافی اور راجح التحدیر کی نوکر قرائین فروع کافی میں یہ مذکور ہے کہ: القتال مع الإمام العبد المذنب ورضی طاعتہ حرام قطعاً۔ لا یخبر ولا یجمع إمام عادل یا: کرا ایسے امام کی صحبت میں جہاد اور قتال حرام ہے اور قطعاً حرام ہے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے فرض نہ کی ہو اور مجدد و صورت امام عادل کے ساتھ اور اس کی صحبت میں جہاد ہے اس غرض کی یہ بات صحیح اور مذکور کے دوا میں اس کا ذکر اور پھر خارج ہو چکا کی یہ عبارت فکر دیکھیں تو یہ صورت میں تیسری نکلتی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقدس نظریہ اور مذہب میں امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

اب میں کے جواب میں: الحکومت کا یہ دوا یا کو پوری حدت

تعلیمی کی قطع و برید کی گئی۔ دہلی و فریب سے کام لیا گیا اور جیروا میں عقلی اور ادبی و
دانشی کی نظر میں یہ کہہ دیا کہ حقیقت میں دیکھا کہ ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ تھا جس
اور کہ وہ میان فریب سے تھے مگر مردم شناس کا عقیدہ فاسدہ تو کیا صاحب تاریخ
نے اس تعادل کا انکار کیا ہے۔ یا نہیں جب ایک طرف تعادل کا اقرار ہے تو جواب
فروع کافی کی وحدانیت کا وہ چاہا چھٹے تھا کہ جب یہ جہاد و قتال ہی مردم شناسی کے
عقیدہ فاسدہ میں حرام تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حرام کام میں لوگوں کو
قتال کرنے اور میدان جنگ میں پہنچنے کے مشورے کیوں دیتے رہے اور خود حضرت
کیوں بچنے بچتے رہے بعد ازاں وہ لوگوں کو ہار گئی اور خلیفہ رضی اللہ عنہ ہار توں کو ہار
رہیں تو آپ کے عقیدے نظریہ و عقیدہ میں امیر مومنین رضی اللہ عنہ کی وحدانیت پر
معلوم ہو گئی ہے یا نہیں کے نظریہ فاسدہ میں حضرت ابراہیم کی وحدانیت پر
اور حرام کام میں آپ کی وحدانیت لازم آتی ہے جب وہ حرام میں سے وہ لوگوں
فریب کی نظر میں باطل ہے تو لا محالہ حق اقل متعین ہو گئی اور آپ کی نظر میں
عقائد فاسدہ کا برحق ہونا واضح ہو گیا۔

لہذا یہ فکر یہ ہے۔ دنیا نے عدل و انصاف میں کیا اس کی کوئی نظیر حق ہے کہ اہل
کے جزا اور حد محض میں سے اہم جزا اور حد محض کو نظر اہل کفر کے جوابی کا عدل
فروع کر لی جائے جب ایک طرف امام جعفر کا فتویٰ ہے اور دوسری طرف حضرت
علی رضی اللہ عنہ کا تعادل تو تیسرے ہر حال میں ہے جو حضرت شیخ الاسلام نے یہاں
فرمایا جو عقیدہ کو شیخ کتب کے حوالے سے ہی باطل فرمایا۔

دوسرے باب شیعہ کا مطلب شاید انکو صاحب کتب کے یہ بھی کہ جو کہ ذکر
میں آیا ہے کہ ہے ہی یا اولیٰ پانچ گنا کشید کردہ نظریات یہاں کئے جاسکتے ہیں
شیخ الاسلام علیہ الرحمہ بھی وہی یہاں کہہ گئے آپ کا مقصد اس دوسرے کا سیاق
سے صریح اور صریح یہ تھا کہ شیعہ روایات کی دوسرے صحیح عقیدہ ہونا چاہیے
وہ یہاں کیا جاسکے اور انکار اہم کا حقیقی نظریہ اور عقیدہ واضح کیا جائے۔

ڈھکوسا صاحب اس وجہ سے ڈھکوسا کا یہ کام خود لیتے ہیں اور ان کا نام حضرت شیخ الاسلام کو دیتے ہیں، ہاں کیوں نہ ہو؟ ان میں اپنی صورت ہی فکر آتا ہے۔

جواب الثانی

شق ثانی ڈھکوسا صاحب نے یہ فکر کی تھی کہ اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ مشورہ کیوں نہ ہو؟ ایک میدان جنگ میں چلے جائیں تاکہ آپ وہاں شہید ہو جائیں اور خلافت برقیہ کی کے لیے راستہ ہموار ہو جائے۔ حضرت شیخ الاسلام کے لیے یہ فکر بے فائدہ ہے، یہ طریقہ استدلال کہیں بھی مذکور نہیں ہے، بلکہ صرف اتنا قدر مذکور ہے۔

مسئلہ بنیائوں اور ضیق تو اتنا کم از کم سمجھ کر اس قسم کے مشورے دوست اور غیر خواہ وہ اور کیا کرتے ہیں یا نہیں؟

جس کا مطلب اور مقصد حضرت شیخ الاسلام کی مفصل عبارت اور ہمارے پیش کردہ مقالہ عبارت کی طریقہ درست سے ظاہر اور واضح ہے۔ اور یہ مطلب قطعاً نہیں کہ آپ کو مشورہ دیا جائے تاکہ میدان جنگ میں جاؤ تاکہ شہید ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ذرا خلافت ہموار کر دوں گے، مشورہ دینا عداوت اور دشمنی ہوتی تو اہل سنت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے اعداء میں شمار کرتے تو وہاں جنوں نے بغض نفس میدان جنگ میں ملے اور اہل ان کا کثرت کے اہل اسلام کو بھی ہزاروں کے جانے کا مشورہ دیا تھا۔

اور کون عقل کا اندھا یہ کہہ سکتا ہے کہ میدان جنگ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کجاہان کے شہید ہونے کے مترادف تھا؟ اس پر کیا دلیل یا اصولی قرینہ بھی قائم ہو سکتا ہے؟ حضرت خالد مجھے خطر ہے، جو خیال جو تھا، چوبیسوں کے لئے ہے۔ میدان جنگ میں شہید ہونے کو آپ کے شہید ہونے کا بقیہ کئی کو ہو سکتا تھا؟

بلکہ وہاں سے ملے صرف اور صرف یہ تھی کہ تمہاری بیخ و بن صورت کا اٹھنا ہی مناسب ہے اور تم سے پہلے اس اسلام کا باہمی رابطہ منقطع ہے اور تمہارے شہید جو ہمارے پرہیز میں باہمی اتحاد و اتفاق پر قرار نہیں دے گا وغیرہ وغیرہ لہذا تم خود میدان جنگ میں دیکھو اگر اس میں ایک پہلو مصلحت اور منفعت والا ہے کالی اسلام سے بگڑی سے لڑیں گے تو دوسرا پہلو متبر اور نقصان والا بھی ہے بلکہ فعل یا وہ خطرناک ہے۔ لہذا وقتی ٹھٹھہ یہی ہے کہ خود کٹر لڑنے والے جہاد حضرت محمد رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا اور کپ کا طوفان غارتیہ کو اس طرح خراج عقیدہ سنائی دیتی کہ وہ کالی کی دلیل بنا گیا۔ اور دشمنی اور عداوت کے حدود میں ہونے کی اور شیعہ کی حرکات و تخیلات کے خلاف وہ اپنی ہونے کی محبت اور دلیل بنا گیا۔

لہذا جو بیماری انکو صائب بننے کی ہے وہ اپنے قومیات اور تخیلات خود کے خلاف اور حق براہ راست ہے۔ نہ کہ صورت پیش کش اسلام قدس سرہ کے طرز امتثال پر۔ مقام تبیب ہے کہ آپ نے یہی مقیم اور صالح امور پر غور و خیر کے عنوان سے جو معانی اور مطالب حضرت امیر کے مباحثات کے حصے فرمائے اور اس لحاظ کو متنبہ تھا کہ ان کی موجودہ مخالفت قرار دیا اور تکلیف دینا اور سخت کھانا میں سے بدلے کی انتہائی کی طرف سے مخالفت کا اعلان فرمایا اس وجہ سے اہل کو تو باغ و زنا گیا اور ایک صورت بھی اس کے رد و انکار میں دیکھ کر دیکھا اور ہم آپ نے لکھا کہ آپ کے ہمین میں وہ تصور و خیال تھا کہ جو حق کہہ کر اس پر جرح و تعدا ضرور کرے گی کہ یہ تعدا قدر کا اور جہانی کاروائی کا طریقہ ہی ہوتا ہے؟

انفرنس اس حقیقت کے واضح ہونے کے بعد میں شیخ ثانی پر پانچ وجوہ سے انکو صائب کی جرح و تعدا کا جواب دینے کی غرض سے یہاں تک نہیں حق لیکھا کہ اس مسئلہ و دانش پر ان کی مخالفت اور مخالفت ظاہر کرنے کے لیے ان پر بھی مقرر نہ ہو چکے ہیں۔

جو اب غیر لڑے یہ بلکہ میں سے مشورہ طلب کیا ہائے وہ ایمہ ہوتا ہے اور اس کو

صحیح مشورہ دیتا ہے۔ مگر غصہ دار اور ظالم حکومت کو حکومت اسلام اور خلافت
النبیہ قرہ وینا اور اس خلیفہ کے وہی کواٹھرتعالیٰ کا دیہا اور اس کی فراخ کوٹہ تعالیٰ کی
فرج اور انکی فتح و نصرت کا اللہ تعالیٰ کو مناسب قرار دینے اور نہ بے حد مصائب کی طرح
ظالم کی عداوت کی امید دلانے کا حکم کیا مطلب تھا؟ مشورہ ہمہ اہل کے متعلق تھا
صرف اس پر اکتفا کیا جاتا۔

جواب مختصراً:۔ ۱۔ محکومہا صبر کرنے میں مشورہ دینے والی حضرت علی المرتضیٰ کے
ساتھ صرف عمر و سائب کی موت و حیات کا مسئلہ تھا بلکہ اسلام کی بقا و فنا کا مسئلہ
تھا۔ مگر یہ حالت طلب اس سے کہ جب شیعوں میں صحابہ کے نزدیک اسلام وہ نہیں
گیا تھا اور وہ مسلمان بلکہ انہماک اس (اگر لڑنا نہ یعنی سونے میں افراد کے دوسرے تمام
صحابہ علیہ السلام پر جو چکے تھے۔ اور وہ اپنا مذہب اور وہی چلا رہے تھے تو یہی
حق اور مذہب اسلام جب تھا ہی نہیں تو کسی کی بقا کے لیے حضرت امیر علیہ السلام
نے جہاد و قتال لازم ہونے کے باوجود دست داری اختیار فرمائی اور مجاہدین و حکامین
اور ان کے امیر و خلیفہ کی خدمت و ثناء میں مطلب اعلان ہو گئے؟

بزرگ شیعوں میں یہاں فرماتے ہیں کہ ملا بیت علی پر ایمان نہیں وہ نہ تھے چاہے یا
نہ کہ اسے برابر ہے۔ علامہ جوہر میں انہیں کا حق لکھتا ہے خود سترہ جہاد میں
”حق کم یولی منی الا نام ویتہا ستیانی عند اللہ صلیٰ لونی“۔
ایہ مضمون کلام پر بیت انجام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام است کہ سب ائمہ
”لونی“ خائفند اللہ صلیٰ آؤ فرقی“۔ یعنی مخلوق میں سے جو
شخص دل و فطرت سے محبت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر ہے خار و فرسے
پڑ جائے اور یہی مضمون ہے امام صادق کے فرمان کا کہ ہر ملامت کا خائف ہے
اس کی نافرمانی نہ کرے۔ تو میں مذہب و ملت کی وجہ سے نافرمانی نہ کرے۔
اس میں اسلام ہم کی کوئی غلطی ہوئی اور اس کا نذرہ کیا ہو سکتا ہے؟ اگر خداوت
توحید و صامت عقیدہ ہو تو پھر نذرنا کے برابر نہیں ہو سکتی اور برابر ہے تو پھر اس

شہادت کا قائلہ نہیں ہو سکتا لہذا اس مقصد کے تحت بھی ایسے طور سے دینے کا کوئی
 چارہ نہیں۔ اور حاکمی حکومت اور خلافت کا خلافت المسلمین کو دینے کا۔
 جو اس پر قریب۔ ڈاکٹر صاحب نے جنگ کے متعلق مشورہ کو عربی مصر کے کورسٹ
 علیہ السلام سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس پر بھی کیا ہے۔ اس پر بھی کیا ہے۔ اس پر بھی کیا ہے۔
 علاقہ ہے۔ کہ ان تعبیر خواب کا خلاصہ جو موسیٰ علیہ السلام کی اور یوحنا سے لے کر
 اور ان موسیٰ سے اور گداؤں جنگ اور عرب و قتال کا خلاصہ اور اس کے بعد یہی جو اصل جنگ
 کے بغیر بھی یہاں نہیں کی جا سکتی۔ شاید ڈاکٹر صاحب اس صلاح و مشورہ کو بھی
 خواب پر قرار دے رہے ہیں اور حضرت میر علیہ السلام کو اس کی تعبیر دینے والا، ڈاکٹر
 صاحب ذرا جنگ سے ہوشیار ہونے کے بعد سوچ کر حلی مسائل پر صریح و کھلا
 کو تعبیر خواب سے کوئی نسبت اور تعلق ہو سکتا ہے؟ پھر یہ بھی سنی احمد بد ہو چکی
 یا نہیں یہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر عربی مصر سے لے کر
 ان کو قید کر لیا تھا یا بادشاہ مصر نے جس نے عرب کو معزول کر دیا تھا اور حضرت
 یوسف علیہ السلام کو منصب وزارت سونپ دیا تھا، علاوہ انہی صحیح تعبیر کو
 دلیل قوت بنا دیا گیا ہے۔ اور صحیح مشورہ کو دلیل امامت و امانت و خلافت علیہ السلام
 اور جملہ صحیح طور سے ایسے فتوے و مسائل ڈاکٹر کی یہ کیا کریں؟ کیا اصل صحیح
 تعبیر نبوت کی دلیل ہے؟ یوں تو اس سے اکل مستری نہیں ہی دانی کے ہوا کرتے تھے
 صحیح مشورہ دینے والے اسلام پر حق تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صحیح مشورہ کو
 خود مرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرماتے رہے اور قرآن مجید آپ کی موافقت میں
 آخر کار آیا۔ پھر آپ کی امامت پر اعتراض کیوں نہیں رہا اسے کا صحیح ہوا تو وہاں حضرت
 علی رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے حق میں تسلیم نہیں بلکہ آپ جلیل القصبی مسند کو اندر سے
 سے معزول کرنے اور حضرت محمد بن ابی بکر کو امامت سے ہٹانے پر پکڑتے رہے۔ اور
 انکار و انصراف کرتے رہے۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی طرف ہانے اور
 اصحاب جن کے ساتھ ہوا امامت جنگ کرنے سے روکا مگر آپ نے صبر و استقامت کے

مشورہ کی کہہ دیا بلکہ خود دیکھیں کہ کون کون سی چیزیں ملاحظہ ہو شروع سے ہی یہ
 لہذا جب ہر مشورہ امام کا قابل قبول ہوتا ضروری نہ ہوتا اس کچھ دلیل ثابت کیونکر
 بنا سکتے ہیں؟ اور جب خود امام کو اپنے فیصلہ پر انصاف اور کھٹ والہانہ ہوتا ہو تو ہر
 سوچ اور فکر پر کو دلیل ثابت کیوں کر بنا سکتے ہیں؟ ڈھکوسلہ صاحب محض شاعری
 سے کام لیتا کالی نہیں محمول و مستعمل دلائل و براہین پیش کر دیکھیں سیدنا و شہداء علی
 شاہ صاحب کا علیہ وسلم کہنے کے لیے چند حقائق بیان کر دیتا تو کافی نہیں ہو سکتا۔
 جواب یہ ہے کہ حضرت امیر کو یہ پیش تھا کہ عمر صاحب کسب مذہب و افتاء نہ کریں۔
 لہذا یہ مشورہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل کا معاملہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔
 وہی علیم بذات الصدور ہے۔ جہاں تک اہلکار کا تعلق ہے۔ وہ میدان کا تو آپ نے
 اس قسم کے تاثر اور گمان کا کوئی سنا اور نہ ہی نہیں فرمایا۔ چہ جائیکہ تصریح فرمائی
 ہو لہذا جو صاف اور واضح ارشادات ہیں اور عبارت عاشرت اور دواست
 و انتقاء کے لفظ سے حضرت فاروق عظمیٰ کے خداوندی کلمات اور اوصاف پہنچاتے
 کرتے ہیں ان کو چھوڑ کر اس ٹڈا ٹڈائی پر اُترنا یا سود دخل مہائی کی زندگی کام ہو
 سکتا ہے۔ کوئی منصف غیر مسلم بھی ایسی بات نہیں کر سکتا چہ جائے کہ مومن
 ہوئے کا مدعی۔

علامہ اعلیٰ بطور سپاہی اوقاف علیہ السلام ہے۔ اور سپاہیوں کو لڑنا اور دلازم
 ہے یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خود لڑے تو بہادری اور شجاعت کے نمایاں جوہر
 نہ دکھلا سکے۔ لیکن چھوڑ دو اور طریق کار کے لحاظ سے کامیاب کا ثمر اور جرنیل
 ثابت ہو۔ جنگ کے لیے ہرگز شمشیر زنی ہونا لازم نہیں بلکہ بعض لینے دینے بھی لڑنے و لڑکر
 لہر دہانہ و تھپہ دہانہ کے شمشیر زنی کی نسبت زیادہ کارآمد ہو سکتے ہیں۔
 اور کوئی دینا تھا اور اسکاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اور خلافت کا حضرت علی
 رضی اللہ عنہ کے دو فضائل سے موازنہ کرے تو وہ اس طریق کو ذرا منجھوڑ پر
 محسوس کر سکتا ہے کہ کس نے احتمالی کامیابی کے ساتھ اس دھماکے کو چھپا یا اور کتنا
 میدان کا انداز ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبضہ کر سکتے کے ساتھ مصالحت

ماؤت ہو کر رہ گئے اور قنارہ دوتا قنصل کا قتل ہو گئے۔ نیز حضرت مولوی شاد کو
 کا معاملہ دودھبوی میں ہو رہا، اس کو چھوڑنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت
 کے موقع پر جو افسانے خڑائے گئے۔ اور حضرت مولوی شاد کو قتل کے ہاتھوں چھوڑ
 دئے میں ہو کر ان کے ابو بکر صدیق کے ساتھ بیعت کرنے کے جوڑا سے شیعہ گئے
 گئے۔ اس کے بعد بھی ان کو جوہر دلی اور کم جوہر قلمبر کیا جا سکتا ہے۔ کبھی الزام کا
 یہ عالم کہ شیر قنارہ رضی اللہ عنہ کو ان کے سامنے ہے میں تسلیم کیا جائے اور کبھی
 تعزیر کا یہ عالم کہ مہاک جانے کے خطرہ کے تحت میدان جنگ میں جانے سے
 روک دیا ہے کوئی اس پر اوردی میں مقتول انسان جو اس الزام کو تسلیم کر لے
 سے نکل کر راجا و اعتدال پر گامزن ہو۔ اور اعتراض حقیقت میں کبھی سزا اور بغض
 و عناد سے کام نہ لے۔ ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ نے اس ضمن میں بہت اچھا
 کہا ہے ؟

ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ کا منصفانہ فیصلہ

كَلَّمَ مِنْ عَنَانِهِ اللَّهُ مُحَمَّدًا عَبْدَهُ ابْنَ ابْنِ الْهَمِّ الصَّغِيرَةَ مَا لَعَلَّوْا
 اللَّهُ عَمَّ نَوْرًا قَالُوا كَرَاهِ الشُّرُوكُونَ (شرح حدیث مسند ج ۱۱ ص ۱۱)

اللہ تعالیٰ کی اس حدیث کے ساتھ غامض مناسبت اور اس کی تشریح و تفسیر
 اس کے طور و تسلط کا سنی الزام تھا اور اس کو یہ کہ صحابہ کرام کو علی المرتضیٰ شیعہ
 رضی اللہ عنہما کو علیہ بنا لے گا انعام فرمایا اللہ انہما تعالیٰ اپنے نور اسلام کو اس دور
 کامل کرنے والا ہے۔ اگرچہ مشرکین اس کو ناپسند ہو کر رہے۔

ابن ابی الحدید نے کہا کہ اقل اقل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیال تھا کہ مجھے
 علیہ بن بنا کر انہوں نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اور دنیا کی طرف میلان اور
 رحمت کی وجہ سے مجھے نظر انداز کیا ہے۔ لیکن بعد میں آپ کو اطمینان ہو گیا کہ
 انہوں نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا ہے۔ وہ میں صواب ہے اور مرا سر مصلحت اللہ دی و

امت کے لیے امتحان فی مہد اور کلام اور احادیث نفس اور عریں دہا نکلتا تھا
سے سراسر ایک اور جزو اخلاص۔

هَذَا يَقْتَضِي أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ فِي بَدْءِ أَمْرِهِ
يُظَنُّ أَنَّ الْعَقْدَ لَعَلَّيْهِ كَانَ مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ فِي الْمَصْلُحَةِ وَإِشْرَافِهِ لَمْ
يَقْصِدْ بِهِ إِلَّا صَوْنَ الْأَمْرِ عَنِ الْإِسْتِقْطَارِ عَلَيْهِ فَظَهَرَ مَا ظَهَرَ
مِنْهُ مِنَ الْإِسْتِنَاعِ وَالْقَعُودِ فِي بَيْتِهِ إِلَى أَنْ صَبَحَ عِنْدَهُ وَ
ثُبَّتَ فِي نَفْسِهِمْ أَنَّهُمْ أَعَالِيُوا قِيَمًا فَعَلُوا وَ أَنَّهُمْ
لَمْ يَسْلُوا إِلَى هَوًى وَلَا أَرَادُوا الدُّنْيَا وَ إِنَّمَا فَعَلُوا
الْإِصْلَاحَ فِي ظُهُورِهِمْ

(شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۸)

یعنی حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا بَدْء میں بیٹھنے کی اختیار کرنا اس
علم اور گمان پر مبنی تھا کہ حضرت جو کچھ مدتی دینی امور کے لیے عقد
علاقہ امت اور مہاجرین و انصار کے ان کی بیعت کرنے میں صلیت کو غور
خیز دیکھا گیا اور اس کا مقصد صرف خود سے خلافت کو دھکے دینا اور کچھ پھرتی
کو ترجیح دینا ہے۔ لہذا آپ بیعت کرنے سے ہی ڈسکے ہے اور کچھ ہی پہلے سے
مبنی کہ آپ کے نزدیک جو کچھ حقیقت و حجت ثابت ہوگئی اور آپ کے
خود ایک واضح ہوگئی کہ صحابہ کرام نے جو کچھ کیا ہے وہ اس میں صاحب الزمان
میں اور درست سمت میں قدم اٹھانے والے اور یہ اقدام انہوں نے خواہ مخواہ
نفس اور دنیوی میلان اور دھبت کے تحت نہیں کیا بلکہ اپنے نبیل میں جو سچ تھا
وہی کیا اور حق صحت و سیر و منظر حسنہ اپنی خوشنما اور صفائی سے ہی
جلس مشاہدت میں شامل کرتے اور حضرات صفاء کے ساتھ پوسے غلوس اور
ہمدردی اور محبت و مودت اور اتحاد و یگانگت کی فضا ہی ملبوس دیتے اور
ان کی غفلت کو دینی رسوم کی شریعت اور سنت کی ماسی کھراکھ بے ان کے

و سوال کہ تا حال تقاضاں دعا اسلام کے لیے نہ خود دل موندے و لاف نہ علم قرار دیا
 پیچھے متحد و فخر اس کا اور اگر دیکھا ہے اور حکوم صاحب نے اس کو خیر باد کہہ کر
 ختم کر لیا ہے۔

جواب نمبر ۵ :- و حکوم صاحب فرمے تھے کہ اگر نگاہِ حقنوی میں یہ بیوں پر حق
 غلبے تھے تو آپ جیسے آدمی کا جبر قیل و ذیل بڑی بڑی جنگوں کا اور فتوحات میں یوں
 شریک نہیں لگتا۔

۱۔ اس کے جواب میں پہلی چیز تو قابلِ غور یہ ہے کہ و حکوم صاحب نے خود اپنا درد
 کو دیا۔ افسوس ہے سنا ہے جو آپ کی تردید کی وہی پہلے لکھا کہ مشاوت توحید اور
 مشاوت رسالت کی وجہ سے ہنگاموں سے نکل کر اسلام کے قریب ہو رہے تھے لہذا
 اس صفت کو سامنے رکھ کر آپ ہمیں مشاوت میں شریک نہ سمجھتے تھے۔ تو اسی
 عقیدہ کو سامنے رکھ کر کہ جہاد میں کھیل نہ شریک ہوتے رہے۔ عملی طور پر جہاد
 میں شامل ہونے سے یہ صفت بطریقِ حسن حاصل ہو جائے لہذا آپ کو اس کے حصول
 کے لیے عملی کوششیں بھی کرنی چاہئے تھیں صرف مشوروں پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے
 تھا۔ فرمائیے و حکوم صاحب کہ آیا جو شریعت میں اگر شخص صحیح تھا تو عملی جہاد بھی
 درست تھا لہذا خود ہی حصہ لینا چاہئے تھا یا تو غرضتہ دلیام اگر کوئی غار ہی کہے
 یکہ نقودین مالا تقصرون تو کیا جواب ہو گا؟ آپ کے پاس تو جتنا جواب
 نہیں چوگا۔ لیکن ہم سمجھتا ہوں کہ اس کا نہ بھی اس طرح ہر کوئی کہے کہ جنگ عام چاہی
 ہی لا سکتے ہیں لیکن جنگِ ظالمہ ہر کسی کا کام نہیں۔ اور نہ وہ فرد واحد کا کام ہوا
 کرتا ہے۔ بلکہ ایک مشاوتی کمیٹی ہی اس میں ملے کہ باہمی طریقِ مسرتخام دے سکتی ہے۔
 اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس عام حربی کام کو مسرتخام دیا کرتے تھے۔

دب، مسید کذاب پیچھے چھوٹے ایمانِ حمت کے خلاف کاروائی میں اور داعیوں
 زکوٰۃ و غیرہ کے خلاف حزب و متکلم میں ہر آپ شامل نہیں ہونے اور کفار کو اسلام
 کے قریب اور سلاخی کے قریب کرنے کے لیے جہاد میں آپ نے حصہ نہیں لیا تو

اعتراف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر ہوا کہ انہیں موت اور موت ہی موت
 و خلافت سے سروکار تھا وہ طبعی تو فوراً کبھی میراں میں داخل ہو کر گئے اور خلیفہ علی تو
 اس کو میراں سے باہر نہیں نکلا اور یہی تمام گھوسے باہر ہو کر خلائفہ کائنات میں
 اپنی اہم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت سے خوف ہو جائیں اور جو بے حد عین نبوت
 کے ساتھ تھے وہ میراں میں پھنس جائیں یا اسلام اسلام کو مسترد کر دیں اس کے برعکس خالد
 بن ولید بھی صدیقی اور کے کائنات اہمیت کو معقول گردا دیا ہے تو وہ بلا غیر
 طالع اور کید کی تلاش پر کیے بغیر..... کہ ہے میں میراں میں ہو کر وہ خدمت
 نہیں کر سکتا۔ جو ایک سپاہی کی حیثیت سے کر سکتا ہوں بلکہ حدود سے غرض نہیں
 خدمت اسلام سے غرض ہے۔ تو ان لمبوں کے حق میں کیوں دیکھنا ہے
 جو نے تم خدمت ہی کے وطن اس کا سامان کیوں جو؟

حجۃ، صغریٰ و عظام شخصیات کو میدان جنگ میں دیکھنا ہی صحیح معلومت ہوتا ہے نبوت
 حق کی نبوت خدا کو خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں اپنے ہر مرد و عورت
 و ہر انگریز و عورت میں امیر مسلمان بنائے ہیں کہ نبوت اس سرور حق خدا کی طرف سے ہی پھینچے
 کہ ہم قرآن پاک میں ہر مرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضور حق کر کے؟ یا نبوت حق خدا
 خدا کی نبوت و نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبوت ہی کہا جائے گا کہ نبوت کہ
 طور پر دیکھ تو یہ حضرات نے ہی کسی اہم شخصیت کے تحت ایسا کیا ہو گا۔

۱۰۔ کہا کہ آئندہ وہ کچھ نہیں کہ نبوت ہی صورت ہے کہ اس کو جنگ کی جگہ ہی جھوٹے
 رکھیں کیا اس کے قیمتی صلاح و مشورہ سے زیادہ فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا؟
 اس لیے اس حضرات کے کتاب کو ذریعہ خاص اور اختیار خاص بنایا۔ اور ان کے مشوروں
 کو ہیبت دی اور بہت زیادہ مبالغہ و مصالحہ حاصل ہوئے۔ اور حضرت علی رضی اللہ
 عنہ نے اپنے اس غلبہ کو خود بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

صلوات

عن النکود زید الخیر لکھ صلی اللہ علیہ وسلم (تہذیب البلاغ صغریٰ جلد اول)

میں تمہارے لیے ذریعہ کی حیثیت میں نہ بارہ مصلحت لکھا ہے

ہو گا نہایت سیر اور لطیف ہونے کے، اور اس وقت فرمایا جبکہ حضرت علیؓ دینی اور
عمرؓ کی شہادت کے بعد معاویہؓ میں داخلہ آپ کے گرد جمع ہوئے، اور آپ کو خلافت
والا امت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی درخواست کی تو آپ نے اپنا سابق منصب ان کے
سامنے رکھا کہ میں اسی حالت میں ہوں ہوں نہایت اس ذمہ داری سنبھالنے کے کیا
قوت غلط، کی حقانیت صورت، اسی صورت میں آپ کی نگاہوں میں ثابت ہوئی کہ یہاں
یا کاظمؑ جاسے جائے اور وزیر و مشیر ہونے کی صورت میں اس خلافت کی حقانیت
ظاہر نہیں ہو سکتی تھی؟

”الحق قمع علی و علی قمع الحق“ یہاں لیکن مخالفین کا مطالبہ
کہ اور واثقات کا مشاہدہ کر کے علیؓ پر قلعی اور حق جو باہم لادم و عدم میں وہ
ان کے ساتھ رہے؟ ان کے مشیر اور ان کے وزیر رہے؟ منقول کے قیاس و قرانی کی
باقی سبھی اشکال کو چھوڑ کر عقل اقل سے ہی نتیجہ معلوم کر لو۔ حق علیؓ کے ساتھ ہے۔
اور علیؓ صاحب شہادت کے ساتھ ہیں بلکہ حق میں ان کے ساتھ ہے، اور مشیر علیؓ کا ملک۔

وہ حکو صاحب کی بے بسی :-

لیکن میری عرض کہ میں روایت ہوتا ہے صحیح التواتر سے صحیح شیخ الاسلام احمد بن حنبل
نے ذکر کی تھی وہ منسل طور پر ذکر کی گئی تھی، اصل دلائل صحیح علیہ السلام کے نصیحت تھے۔
اور اس روایت کو امام جعفر صادقؑ رضی اللہ عنہ کے نقلی کے ساتھ فکر ضمنی انتہائی
کو چھیننے والا مقصود تھا، کہ ان دونوں عبادات کا حقیقی خیر غلطی بناؤ، رضی اللہ عنہ منسل کی
خلافت کا نگاہ مرقعوی میں پر حق ہوتا ہے، مگر وہ حکو صاحب مدفوع کافی کی عبادت
کو چھیننے میں اور دھجی انبیاءؑ کی عبادت کو اور نہ ان کی فکر بکارت کو جو ہر صحیح التواتر
اور ہی عظیم کے حوالے سے پیش کی گئیں اور قرآن مجید کی آیت اور قرآن مرقعوی سے
سے اس خلافت کا اکثر تعالیٰ کی طرف سے موعود ہونا کا دلیلی کی شہادت سے اس کا
پر حق ہونا لہذا وہ حکو صاحب کو یہ کہہ دینا چاہیے، اور اپنے ہر اذان غیب کر

اس پر سے میں تسلی کراتی جا رہی۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا کہنے ہیں اور ہم کیا کہتے ہیں اور کیوں؟ اور اس امر پر جاگ دوڑا اور اصل ہمارا ہم دلائل کو چھوڑ کر دلی اور شفیق اور جوی پر جو سنے لگا اپنے ہمین کی طرح چند اوراق سیاہ کر دینا کافی نہیں ہو سکتا۔

سہ سالہ صدحہب شیعہ۔ اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوائے خلافت کا تفصیل و تبصرہ

آئیے اب ہم آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کتنا فیصلہ سنانا ہے جس کو اہل تشیع کے بہت بڑے علمائین صاحب تاج التواریخ نے نقل کیا ہے۔ ج ۲، صفحہ ۱۸۱ اور بحر و بحر سوادہ و بعد جلد ۲ بیت کردی اطماعت فرمودی و اگر لائق خلافت ہو تو میں فریشتان کثر و فرشتہ بیشتر چنان باقی اور ہائے میں کرنا ہر آنے ایشاں ہدی۔ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما خلافت کے مستحق نہیں تھے تو آپ نے ان کی خلافت کس طرح کی اور ان کی فرمانبرداری کیوں کرتے رہے؟ اور اگر مستحق خلافت تھے تو میں ان سے کلم نہیں ہوں۔ میرے ساتھ آپ اس طرح موافقت و موافقت میں جس طرح کہ ان کے زمانے میں ان کے ساتھ کرتے رہے۔

فقال علي عليه السلام ما اظنك ففعلا الله ان افترع
لها بابا واسهل اليها سبيلا ولكني اتها ان عتايتهك الله
رسوله عند واحدك اني من عند الله واما عتويك و اجبت
الخطاب فان كان اخذ اما جعله رسول الله لي فانت اعلم
بذلك والمسلمون معالي و لهذا الامر وقد تركت
هذه حين فاما ان لا يكون حق بل المسلمون في شرع
لقد اصاب السهم الشفرة واما ان يكون حق دونهم
فقد تركت لهم طيت لفسا ونقضت يدي عند استصلاحها.

تو حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لیکن تفرقہ افراطی
 تو اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے اس سے بچائے گا میں تفرقہ افراطی کا دروازہ کھول
 یا فتنہ کا راستہ آسان کر دیا میں آپ کو صرف اس چیز سے منع کرتا ہوں میں
 چیز سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا
 اور میں آپ کو رشد و ہدایت کی راہ دکھاتا ہوں۔ رہا اب بکر صلیغ اور غرقا و حق
 دین اللہ علیہما السلام تو اگر انہوں نے اس چیز کو غضب کر لیا ہوتا جس کو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے منع فرمایا تھا تو آپ اور دوسرے اہل اسلام اس کو
 زیادہ جانتے سمجھتے اور مجھے اس غلطی کے ساتھ واسطہ ہی کیا ہے، حالانکہ میں نے
 تو اس کے خیال کو بھی مذمت سے دہری سے نکال دیا ہوا ہے۔ پس غلطی کے متعلق
 دوسری احتمال میں ایک یہ کہ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر غلطی صرف میرا حق تھا
 بلکہ سب مسلمان یعنی صحابہ کرام میں مساوی طور پر مستعار تھے تو اس صورت
 میں غلطی میں کائن حق، اس کو مل گیا حق حق و وارد سید۔ دوسری صورت یہ تھی کہ
 غلطی صرف میرا حق تھا دوسرے کسی شخص کا حق نہیں تھا تو میں نے ان غلطی
 کے لئے جو پردہ لایا حق غرضی اور دنیا کے ساتھ اور طیب خاطر اپنا حق ان کو بخش دیا
 اور صلح و مصافحہ کے ساتھ ان کے حق میں دست بردار ہو گیا۔

مجھے صاحب یہ ہے مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حق فیصلہ ہے اللہ جل جلالہ
 کریم اللہ و جہاں اکبر فرمادی کہ اگر صرف میرا حق تھا تو میں نے صلح و مصافحہ کے ساتھ
 اور خوشی اور رضا کے ساتھ اس غلطی ان کو بخش دیا اور ان کے حق میں دست بردار
 ہو گیا اعدا بھل کے ذاکروں کے یہ ٹوٹے کہ جیسا کہ ارشید خدا تعالیٰ اللہ عنہ سے
 صحابہ کرام نے غلطی چھین لی اور غضب کر لیا۔ اب انصاف سے کہیے کہ کس کو
 صحیح اور درست مانا جائے۔ ذاکر لوگ اپنی لمبی لمبی افوازیوں میں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا نشانہ چلے جاتے ہیں۔ کیا اس سے نصرت

سستیٰ علی المرتضیٰ کو ہم اشد و جہدِ فکریم کی صاف صاف تکذیب لازم نہیں
آتی ۱ منہرہوں پر چڑھ کر شیر خدا مرلا مستقل کثرتی اشد و کجھٹلا نا ادا کی
تکذیب کرتا کیس جہت ادا کی کا قضا ہے۔ اگر بھی جہت ہے تو پھر دشمن
کے کہتے ہیں ۱

تغزیر الایمانیہ ۱۔ از محمد حسین دہلوی صاحب

ملاحظہ دارالکتاب حاج احمد علی صاحب مدظلہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ
عہدہ اور عثمان رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہما کا ایک دکان لکھ گیا ہے جو مشہور شیعی مونی
واقدی حنفی دہلوی کا کتاب مشہور علی سے منقول ہے۔ یہاں پر صاحب تاریخ طوایف
و قطران میں ۔

واقدی مد کتاب مشہور علی ایچ ایس مدوٹ کنک جہان علی علیہ السلام اور حضرت ساحت تقالہ
نشد انہ الله ان تقدیم لفرقة یا ہا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ دہلوی اصل اہل سنت کی روایت ہے جو بہت سے غلوں جہت نہیں
ہو سکتی یہ تو ہے دہلوی ستم!

اور اس میں دہلوی ستم ہے کہ اس میں جیسا کہ دہلوی کا قضا و کجھٹلا نا لکھ گیا
کیونکہ ثبوت کی طرف اہت میں ایک حمد و ثناء دہلوی ہے جسے دہلوی نے دہلوی
شخص نے اس سے منبر دار ہو سکتا ہے اور دہلوی دہلوی کو دے سکتا ہے۔
اگر مزید روایت ہے ہوا ہے اور اس کی کوئی
کلی سیدھی نہیں۔

تحفہ حسینہ

از ابوالحسنات محمد اشرف السیاحی حفظہ

اعلا سرور علو صاحب نے اس روایت کے متعلق دو مقدم ذکر کئے ہیں ایک یہ کہ روایت سفیری کی ہے۔ دوسرا یہ کہ خلاف عقل ہے۔ کیونکہ امامت سے دست برداری یا اس کا انتقال دوسری جگہ ممکن نہیں ہے۔ سراقہ کے متعلق گزارش ہے کہ (۱) صاحب تاریخ نے ابن الکلب میں تصریح کر دی تھی کہ میں سنی اور شیعہ دونوں کی متعلق علیہ روایات جمع کر رہا ہوں۔ اور کوئی روایت مذہب تشیع کے خلاف ہوئی تو اس میں اپنا مذہب مسلک واضح کر دیں گا۔ لہذا صاحب تاریخ ہوتا تاریخ اس روایت کو ذکر کر کے جب کوئی جرح و نقد نہیں کرتا تو اس کا صحت اور داخج مطلب یہ ہوا کہ اس کو خدا میں روایتی قسم نظر فرمادے اور اس کو اپنے مذہب مسلک کے خلاف معلوم ہوئی۔

لہذا اعلو صاحب کو اس پر مقدم بیان کرنے کی ضرورت کیوں پڑی ؟ اگرچہ مہارت صاحب تاریخ کی پہلے ذکر کیا چکی مگر دوبارہ اس کو ملاحظہ فرمائیے تاخیر ہوا قول ص ۳۵۔

معلوم ہوا کہ اگر ائمہ حروف حدیث تاریخ پرفیضہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہو۔ بیشتر ضمیر اہل سنت و اجماع کہ طبعی و منی و زمان الکافی و غیرہ عالمی جہات حقیقت علیہ السلامیہ عشریہ در میان آید آفرینانی نماید۔

۲۔ میں مضمون و مضمون خود کج ایلا تو میر منہ دج آپ کے خطبات سے بھی ثابت ہے۔ لہذا روایتی قسم کا دعویٰ سبے بیجا ہے۔

۱۔ قبیلہ اسد کے ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا تمہیں تمہاری قوم نے غلامت اور امامت سے کیوں دور رکھا مگر تم اس کے دوبارہ حق دار تھے۔ انوکھا افسانہ کے جواب میں اشارہ فرمایا کہ انہی کا انت اشتراک شخصت علیہا

نفس قوم و صحت عند القوس قوم کفرین، بیچ بیلا نہ سہی جہاں اول
 میں است و غلام ایک اور نہ دنیا تھا اور فوقی و برتری کا اندیشہ میری ایک
 فریق نے بغل اور جس کا سہرہ کیا اور دوسرے فرقے نے جہود و سنا کا سہرہ کیا۔
 اگر میرا گناہ سے ہائی تو اس کو میری دینی سے نصیب کیا جاتا اور اگر جہود و سنا ہے
 تو میرا جہود و گناہ نہیں ہے۔ بلکہ غنود و گناہ ہے اور میں واقعی کی کتاب ہاں شوق
 والی روایت کا دلول و مقصود ہے۔

سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد میری حاضرت نے آپ کے
 وفات کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: دعویٰ
 و قسوا غلری (لای) اوانت تو کتھوی فانا کا حد کہو
 و لعلی سمعکھو و اطوعکھو لمن و لیتموہ امرکھو وانا لکم
 وزیراً غیر لکھو مقامیراً۔
 بیچ بیلا نہ سہی جہاں اول ص ۱۲۵۔

درجہ پہلے جہود کے اور میرے علاوہ اس منصب کے لیے کسی دوسرے شخص کو تلاش
 کرو۔۔۔۔۔ اور اگر تم مجھے چھوٹے اور اس ضرورت کے سمجھاتے ہو مجھ پر
 کرو، تو میں تمہاری طرف سے ایک فرد میں اور جو ممکن ہے کہ میں تمہاری نسبت اس
 شخص کے حکم کو یاد دہاؤں کہنے والا اور زیادہ اہمیت کرنے والا ہوں گا جس کو
 تم امر خلافت کا حق اور ملک بناؤ اور میرا تمہارے لیے وزیر چونا بہ نسبت تمہارا
 امیر ہونے کے بہتر ہے۔ (ابا الجی وزارت کے منصب پر چند دعا و دعاویات
 کے لیے دوسرے شخص کا انتخاب کرو) اس ارشاد سے میری صاف ظاہر ہے کہ آپ کا
 حق اگر تھا بھی تو آپ اس کے لیے مدد کو نہیں آیا اور نہ امر کو کرنے والے بلکہ میرے
 شخص کو غلے پر دھنا منہ میں اور سب سے زیادہ اہم امور امیر اور اس کا فریاد
 کے لیے تیار اور صرف و ذلت کے منصب پر نہ کہ خلافت اسلام اور اہل اسلام
 کے لیے تیار و آگاہ۔

سو چھک بات ہے کہ علما، علماء رضی اللہ عنہم کے بعد اس کے مرتبہ کاروان جہا
 ساجی اسلام اور قریب صفوی پر فائز کوئی شخص نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود انگریز
 ایسے شخص کی امامت و خلافت پر مدعا مند ہو رہے ہیں اور اس کی مخالفت قبول
 کرنے پر تیار تو نہیں ہیں رضی اللہ عنہما کے حق میں کیوں کر داعی نہیں ہوں گے؟
 آج ہم آپ نے حضرت المراد حضرت امیر رضی اللہ عنہما کی اس شکایت پر کہ میں شہرہ
 میں شریک نہیں کیا جاتا اور ہم سے امور خلافت کی انجام دہی میں کام نہیں لیا جاتا،
 اور خدا فرمایا: **وَاللّٰهُ مَا كَانَتْ لِيْ فِي الْخِلَافَةِ وَرِثَةٌ وَلَا فِي الْوِلَايَةِ اَرْثَةٌ**
وَلَكُمْ فِيْهَا مَخْلُوقٌ عَلَيْهِا۔ (فتح البلاء ص ۱۱۹)
 جہا نہ لے خلافت میں کوئی ارادت تھی اور نہ ولایت و حکومت میں کوئی حاجت اور
 دلچسپی لیکن تم نے مجھے اس کی طرف بلایا اور مجھے اس پر برا لکھنا اور آواز دیا مگر
 آپ اس خلافت و ولایت کے مدعی ہوئے اور دست بردار نہ ہوئے بلکہ فوراً
 و مسلحان اور دلچسپی کی غلی یہ لکھ فرماتے۔ اور حضرت المراد حضرت امیر اور دیگر حضرت
 صحابہ کی طرف یہ خوب لکھیں فرماتے کہ تم نے مجھے اس کی طرف بلایا اور تم نے
 مجھ پر برا جو دلا جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ سب صحابہ میں و انصار کو اس
 اختلاف میں مساوی نہ برابر سمجھتے تھے اور اگر باہر میں اپنا حق سمجھتے تھے تو اس
 سے دست بردار ہو چکے تھے اور اس کی خاطر کسی نزاع و اختلاف میں اپنے کے
 لیے تیار نہیں تھے۔

(۲) **فَلْيَتَلَفَّذُوا اَقْبَالَ الْعُزْلِ الْمَظْفِيلِ عَلَى الْوَلَا وَهَاتِفُونَ**
الْبَيْعَةِ الْبَيْعَةَ قَبَضَتْ يَدِيْ قَبْضَتْهُوَ هَا وَنَا زَعْتَهُو بِيَدِيْ
فَيَذِبْكَو هَا۔ (فتح البلاء ص ۱۲۰)

تم میری طرف اس طرح متوجہ ہوئے جیسے غلی غلی کوچوں کو جہم دینے والی دھنیاں اپنے
 بچوں کی طرف دلا کر آتی ہیں جب کہ تم کہتے تھے بیعت و بیعت تو میں نے اپنا ہاتھ
 بند کیا مگر تم نے اس کو کھولا۔ میں نے تم سے اپنا ہاتھ کھینچا اور میری غلی تم نے اسے

دہرہ تنہا اپنی طرحت کہیں۔

اس بدشاہ سے گماہی حقیقت ظاہر ہے کہ آپ اہلسنت و طہارت کے
معتق اور اولاد مند نہیں تھے بلکہ اس کو مشرک حق سمجھتے تھے یہاں سے دیکھ رہے
ہو چکے تھے۔

اللہ آپ کا درخشاں گری بہد۔

وَحُيِّنَا عَنِ اللَّهِ تَضَامُورًا وَسَلَّمْنَا إِلَهُهُ أَمْرًا اِتِّفَاقًا اَكْذَابِ عَنِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ لَا اِثْمَ اَقْلَ مِنْ مَسَدَقَةٍ فَلَا
اَكْثَرَ اَقْلَ مِنْ كَذَابِ عَلَيْهِ لَنَنْظُرَتْ فِي اَمْرٍ قَاوَا طَاعَتِي قَدْ
سَبَقَتْ بِيَعْقِي وَابْنِ الْيَثَاقِ فِي عُنُقِي لَلْيَعْرَى۔

(تصحیح ابی خلیفہ ص ۱۱۲)

ہم حضرت حق کی اس قصہ راہ میں اپنے ہم نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے امرو حکم
کے آگے تسلیم کر دیا ہے کیا تیرا خیال ہے کہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
پر جھوٹ بولوں بعد میں پہلا شخص ہوں جس نے آپ کی تصدیق کی بعد میں ہی پہلا
ان کی تکذیب کرنے والا کیونکر ہو سکتا ہوں ؟ میں نے اپنے معاملہ میں حق و فکر
کیا تو ناگوار میری طاعت میری بیعت و طواف سے سبقت لے جا چکی تھی اور
میری گردن میں دھروں کی اعانت کا عہد و یثاق تھا۔

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے عہد لیا ہو تھا کہ طاعت بغیر
خارج و اختلاف کے بل ہمارے تو بہتر و بد و خلفاء سے اختلاف نہ کریں

کہ اتالی میں میں۔ اَللّٰهُ لَا اِثْمَ اَقْلَ مِنْ مَسَدَقَةٍ فَلَا اَكْثَرَ اَقْلَ مِنْ كَذَابِ عَلَيْهِ لَنَنْظُرَتْ
فِي اَمْرٍ قَاوَا طَاعَتِي سَبَقَتْ بِيَعْقِي وَابْنِ الْيَثَاقِ فِي عُنُقِي لَلْيَعْرَى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا اَمَرَنِي بِهِ مِنْ تَرَاثُ الْاَقْبَالِ قَدْ سَبَقَتْ
بِيَعْقِي اَلْعَقْمُ لَئِنْ سَبَقْتُ اِلَى الْاِسْتِغَاثِ مَنَّا۔

اسے لوگوں کی طرف سے کشتیوں کے ساتھ عبور کرو۔ اور منافرت و کدورت کے راستے سے ایک ٹھک رہو اور شوب و قہار کی فوقیت و برتری والے تاجھانے منافرت کی سروں سے اُتار دو، کیسا بد شخص ہوا جس نے انہوں و انہیں سے تقویت حاصل کی، مادہ پھر اٹھ کھڑا ہوا یا پھر اتر رہا عزت اور تسلیم کو دستہ امتیاز کیا خود ہی راحت اٹھائی اور دوسروں کو بھی راحت پہنچائی۔

هَذَا اَمَلٌ اَجْبَنُ وَلَقَدْ بَلَغَ مَا اَكَلَهَا وَجَبَتْهُ الشُّرَا لَغَيْرِ وَفَتْ رِاحَتُهَا، كَالْمَزَارِجِ بِاَرْضِ غَيْرِہٖ۔

یہ حریف پانی ہے، مادہ کے پیس جانے والا قدر ہے، اُد کچنے سے پھٹے پھل کو پچنے والا ایسا ہے جیسے دوسرے کی زمین میں بیج بونے والا، اور فصل کا شت ک لے والا۔ جب یہ حقیقت مسلم ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق میں امامت و خلافت کا دعویٰ نہیں کیا اور اس کو اسی طرح پہنچتے جتنے دوسرے جس طرح حق کی زمین پر بیج بونایا جھل کو پچنے اور تیار ہونے سے پہلے کوڑا توڑا، مادہ امتیاز سے گا کہ آپ نے دوسرا دستہ اختیار کر لیا۔ یعنی مستقبل کا ناخ۔

حضرات و تسلیم سے کام لے کر خود ہی راحت پائی اور دوسروں کو بھی راحت پہنچائی۔ لیکن موت اور ہلاکت کے دار سے نہیں کیونکہ آپ تو مس کی طرف اس سے بھی لڑا، اور داعب تھے جن کا شیر خوار بچہ ماں کے دودھ کی طرف داعب ہوتا ہے، بڑے عموں کی طرف اسرار کی وجہ سے جیسے کہ فرمایا، بل اذن محبت علی مکتوب علم الخیر میں ایک پوشیدہ علم کو اچھا اندسے ہوئے ہیں۔ اور اس کی تشریح پہلے کر چکی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے عہد لے رکھا تھا کہ خلافت کے حصول کے لیے کسی بھی سے نزاع و محاکمات نہیں کرنا، لہذا واضح ہو گیا کہ آپ نے جی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور عہد پیمان کا پاس اور کھنڈ فرماتے ہوئے اور اہل اسلام و اسلام کی برتری کو غور نہ کئے ہوئے اور فتنوں کی کاوش سے دامن کو بچاتے ہوئے اور اپنے وقت اور باری کا انتظار کرتے ہوئے ضروری

تھاموں کی چٹلی کٹلی کے باوجود تسلیم و رضا اور مسالمت و مسالمت کا طرہ امتداد
 کیا اور اس میں اظہارِ توفیق سے اجماع و کلمہ کی امید رکھ کر جو بغیر تعلیمی و رضا و تسلیم کے
 ممکن نہیں اور یہی مقصد تھا واقعہ ی صاحب کی کتاب شہودِ نبی کے حوالے کا جو
 اس کے خطبات و تقریر سے ثابت ہے جو صحیح علیہ السلام جیسے شہید کے قرآنِ ثانی
 میں موجود ہیں۔

ایسا صاحب کا بیخ بخود تاریخ نے اس کی حقائق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس
 روایت کو حقیقی علیہ السلام دیا اور اس پر برج و قلع سے گریز کیا مگر دلائل و دعو
 صاحب کو چھوٹا اپنے مذہبی معلومات کم ہیں کیونکہ دوسرے مثلاً علیؑ و ابی بکرؓ
 اس بدلے اس روایت کا جواب دیتے بلکہ جواب کی ضرورت ہی سے کہہ دیتے
 ہونے کی ٹھانی مگر کوئی کتاب شہید صاحبان کی نہیں جو واقعہ کی روایت
 سے بچ نہ ہو غور و خجی علیہ السلام میں جو خطبات مذکور ہیں یہ بھی اس طرح لوگوں کی کتابوں
 سے بخود اور منتخب ہیں جو میں واقعہ کی بھی مثال ہے بعض بلکہ نام کی تصریح بھی
 کر دی گئی ہے۔ بعض بلکہ تصریح نہیں کی گئی۔ ملاحظہ ہو صحیح علیہ السلام و علیہ السلام
 من خطبة لہ علیہ السلام خطبہ ہادی ثانی و علیہ السلام علی البصرہ
 ذکرہا۔ الواقعہ کی کتاب الجمل۔

دلائل و دلائل کا نام ہے مگر گونہ گونہ میں نہیں کراؤ جا سکتی اور شہید صاحبان
 کی معتبر سے معتبر کتاب بھی بغیر صحت جو کر رہ جائے گی۔

کیا انہوں نے عقل و ہدایت خلافت کے دستبرداری ممکن ہے؟

دلائل و دلائل صاحب نے خلافت و امامت سے دستبرداری کو خلافت عقل قرار
 دیتے ہوئے علت و بیان کیا کہ امامت نبوت کی مانند خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا
 منصب ہے۔ نہ نبوت و مسالمت سے دستبرداری ممکن وہی امامت و خلافت سے
 یہ عقل اور ہدایت اور علت و دلیل دیکھ کر کہیں نہ کہیں سے

حکومت جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکومت حسب لے بے عقل کو ہی عقل اور بات سے غروہی کو ہی ذرا بات سمجھ رکھا ہے۔ ذرا علم فرمائیے۔

(۱) جب نبوت اور امامت خدا کا عہد ہے تو اس سے موا کیا ہے۔ وہی حکومت جس میں تنفیذ احکام شرعیہ کی قدرت و طاقت حاصل ہو۔ یا صرف تبلیغ احکام اور تشدد و جانت پر مشتمل امور کا بیان۔

اگر پہلی شئی مذکور ہے۔ تو پھر سرخی کے لیے حکومت و مملکت کا تحقق اور نبوت ہونا چاہیے۔ مگر ان دونوں میں اختلاف ہے۔ حضرت عیسیٰ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام اور ان کے علاوہ بہت سے انبیاء علیہم السلام نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے باوجود حکمران اور مالک مملکت نہیں تھے، بلکہ شیخ صدوق نے یہاں میں ذکر کیا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے صرف چار حضرات زمین میں حکومت اور بادشاہت پر فائز ہوئے۔ اور یہ عنوان قائم کیا: ملوک الانبیاء فی الارض النبیۃ بعد اول مشی

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے درخواست کی کہ افسدہ قحط سے ہمیں صاحب مملکت اور حکمران مانگ کر دیں جس کی زیر قیادت ہم چھوڑیں تو آپ نے دعا فرمائی جس کے بعد قحط میں طاعت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنوایا گیا۔

قالہ تعالیٰ: ان الله قد بعث بکم خلیفۃ علیکم

لہذا حکومت و مملکت نبوت و رسالت کے لیے لازم نہیں اور ان حضرات کی نبوت و رسالت کا ہی انکار کرنا پڑے گا جو حکومت و مملکت پر فائز درجہ ہوں تو خدا سوچ کر جتنا تا بارہ ان میں سے کتنے نکالے گا جس کے خود سرور و عظمیٰ بن جائے۔

(۲) شیعہ مسلمان کے اہل الذمہ یعنی فراتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت کا عرصہ تین سال ہے اگرچہ حکومت و مملکت کا عرصہ ستر سال سے چار سال ہے۔

ملا مقرب کرتا ہے مثالی مسئلہ

”بتفہیم میری رائے امیر المؤمنین کا ان واحدہ الخلفہ فی حدۃ المدۃ عندناویں ہوں۔ اور میں اللہ جہاں مستقر الخلفۃ بعدی - بتخلیف واحدی ہوں بعدۃ الخلفین بہتہ وھیکذا الاکان -

لہذا واضح ہو گیا کہ دعائی منصب چیلندہ امر ہے اور حکومت و سلطنت و مملکت و حکومت چیلندہ امر ہے۔ جس کو غور و مہارت سے لوگوں نے گالہ ڈکروا ہے۔

اس سب شیعہ مابعدی حسب خلافت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس وراثت کے لئے یہاں کے امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی اس غور کی نسبت کرتے ہوئے کہ ”وخرانی خلیفہ“ لہذا ان میں کوئی عقل مضبوط ہے۔ تو چلائے کہ حسب کون سی شے کی جتنی تضحیٰ ہر حال میں یہ حکومت و سلطنت۔ نبی و رسول شیعہ کیا ہاں مسئلہ ہے مگر اس کی بوجہ و وسالت نہ حسب کی جا سکتی ہے اور نہ نوئی جا سکتی ہے جیسے دعوت دیکر علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام، لہذا امام بھی، جسے کہہ سکتے ہیں مگر اس کا رد دعائی مرتبہ مقدم حسب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حکومت و سلطنت ہی ایسی شے ہے جو حسب ہو سکتی ہے اور یہاں کام بھی اسی حکومت و مملکت میں ہے۔ اور جن اقتدار و اقتدار میں اس کے علاوہ صاحب کی یہ وراثت ہر گز بے بسیرگی پر مبنی ہے۔

امام حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت کر کے دعائی حسب اس کے حوالے کیا تھا یا اور حکومت و سلطنت میں تصرف کا اختیار۔ پہلی شے کا بطلان مسلم ہے۔ دیکھی دوسری کا تحقق بھی مسلم ہے۔ کیوں کہ اتفاق اور امتزاج کسی وقت نہ ہوتے تو واجب و ملحد، اقتدار ایک شخص میں جمع ہو گئے اور امام اور عراق اور دعا امام اسلام میں اقتدار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے ہو گیا جس کی پیشین گوئی خود معروف عالم اسلام علیہ السلام نے فرمائی تھی۔

انہی اہل خلیفہ استید، ولعل اللہ انی بصلوہ بہ وہی فلتینی بہت
السلطانی عظیم ہے۔ ۲ میرا یہ چیلندہ امر ہے اور بلند مہمت۔

اسید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اہل اسلام کی دو عظیم برائیوں میں سے ایک کو اٹھاتا
 دیکھتا ہے۔ تاریخ الخوارزمی جلد چہم کتاب دوم صفحہ ۱۵۰ پر لکھتا ہے۔

نگاہِ مرتضیٰ میں خلافتِ امارتِ شلِ سراب

دعا: اے خدایا! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امداد کو دنیا سے تیسیر فرما دیا، جو سراب کی مانند
 نازل ہوئے والی ہے۔ یا بادل کی طرح بھٹ جانے والی ہے۔ اور صورتِ چاند و درہ
 خارج ہے۔ ملاحظہ ہو بیچ البیان طہ - مسئلہ ۱۰۰

فما راعى إلا اشغال الناس على فلول يبايعونك فاصكك
 يدي (رائی) فغشيت إن لم انصر الإسلام واهلته ان
 اسی فیہ تلعنا وهدماً تكون المصيبة به على اعظم
 من الموت ولا تحكم الحق انما استع ايام فلاحك
 نيزول منها ما كان كما يزول السراب او كما يتقشع
 الغمام

مجھے نہ کبر بہت میں ڈالا نہ لوگوں کے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر
 مجتمع و متفق ہونے کے تو میں نے پہلے پہل ہی غشیت کر دیا۔ وہاں مگر فتنہ اٹھتا
 و جبر کو دیکھا تو مجھے خطر لاحق ہوا کہ اگر میں اس وقت اسلام اور اہل اسلام
 کی امداد کے لیے آگے نہ بڑھوں تو میں میں دھند پیدا ہو جائے گا۔ بلکہ وہی کے
 منہدم ہونے کا امکان ہے جس کی وجہ سے مجھ پر اس سبب ولایت کی نسبت
 زیادہ مصیبت ہوگی کیوں کہ ولایت و خلافت تو صورتِ چاند و درہ کا معاملہ ہے
 جو سراب کی طرح نازل ہونے والی ہے یا بادل کی طرح بھٹ جانے والی ہے

نگاہ مرقضوی میں امامت خلافت مجتے سے بھی کم قیمت

رحمہ اللہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ولایت و ولایت میری ہے۔
 پہلے میرے میں جوئے سے بھی حقیر ہے اور ہے قیمت جس جوئے کی تمہاری نظر میں کوئی
 قیمت نہیں ہے۔

قال عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دخلت علی اصعب
 بن موسیٰ بن علیہ السلام بنی قار و هو یخصف نعلہ فقال لی
 ما قیمۃ هذا النعل فقلت لا قیمۃ لہا۔ فقال علیہ السلام واللہ
 لہی احب الی من امرتکم ان اقم حقاً افراد فقع باطلاً۔
 (رواج البلاغۃ مصری جلد اول ص ۱۸۰)

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت
 میں حاضر ہوا جب کہ آپ مقام بنی قار میں موجود تھے اور وہ اپنے چمچا کاٹھ سے تھے
 تو آپ نے مجھے فرمایا اس جوئے کی کیا قیمت ہے۔ تو میں نے عرض کیا اس جوئے
 کی کوئی قیمت نہیں آپ نے فرمایا: تمہاری امامت اور ولایت سے مجھے یہ جوئے
 زیادہ محبوب اور زیادہ ہے۔ مگر یہ کہ میں اس امامت میں حق کو قائم کروں یا باطل کو
 و شی کروں۔

نگاہ مرقضوی میں امامت و خلافت مجتہ کی ناک کی برزخ سے

زیادہ حقیر

رحمہ اللہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

لما ولد ی خلق الحق و برہ النصیۃ لولا حضور
 لما ضر و قیام الحق و الناصر و ما اخذ اللہ علی العباد
 ان لا یقادوا علی کفۃ من لم ولا یسقم مظلوم لا لغت جہلاً

علیٰ بن ابی طالب و اہل بیت، آنحضرتؐ کے اس اہل بیت کا اہل بیت و دنیا کو طہنہ ۵

ازہد عندی من عطفۃ عترة (نہج البلاغہ ص ۲۲)

خود سے سزا لے اس بات احمدی کی قسم میں لے داند کو چار ڈگر چوسے اگے اور انہیں انسانیت کو تحقیق فرمایا اگر حاضرین اور بیت کے طبیکار موجود نہ ہوتے اور انصار و اہل بیت کے موجود ہونے سے محبت قائم اور کامل نہ ہو جاتی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل علم سے یہ عہد نہ لیا گیا ہوتا کفار کے ظلم اور ناحق مال کھانے پر اور ظلم کی محک اور شدت پر صبر نہ کریں بلکہ ظلم کو ظلم سے باز رکھیں اور ظلم کی نفرت دلائل کریں تو میں اس بات و عہد وقت کہ کسی کسی کی گردن پر ٹھل دیتا اور اس کے آخر کو قتل حقہ داسے پیاسے سے چاتا یعنی وہی سلوک اب بھی کرتا جو پہلے کیا تھا اس کو نظر انداز کرتا اور قریب نہ مانتا اور تم اس کو میرے نزدیک بکری کی تاک کی ریزش سے بھی زیادہ ناقابلِ رحمت پاتے اور حقیر و ذلیل۔

ادۛ خلافتِ امارت کا نگاہ متضوی میں خنزیر کی ہڈی کے حقیر ہونا۔

یہ تو پہلے ثابت ہو چکا کہ آپؐ نے فرمایا کہ امارت اور خلافت چند فرقہ خوار دنیا سے دور ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ہی دیکھا کہ تھوڑی سی دنیا میں جو کچھ ہے اس میں جو کچھ ہے اس کی ریزش سے بھی حقیر ہے۔ اب بتائیے کہ آپؐ نے فرمائیے۔

واللہ لدنیا کدھن ۵ احوال فی عینی من عداۃ خنزیر فی ہد

عندوم (نہج البلاغہ ص ۲۲ شرح حدیث بدی جلد نمبر ۱ ص ۲۱)

پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا میری نگاہ میں خنزیر کی ہڈی سے بھی حقیر ہے جو بدنام اور کوڑھ کی بیماری میں مبتلا شخص کے ہاتھ میں ہو یہ حقارت بیان کرنے کا میرا سبب اور انکار ہے کہ شاید اس سے زیادہ بیاں حقارت کے لیے کوئی دوسری قسمیر موجود ہی نہ ہو۔

(۵) قبل ازین جتنی عبادتِ خلافت سے بے رشتگی اور ولایت سے عدمِ رشتگی

دیکھ کر ہانپ کر چلے ان پر بھی ایک نگاہ ڈال میں کہیں فرمایا ۔

مَا كَانَتْ لِي فِي الْعِلَاقَةِ رَغْبَةٌ وَلَا فِي الْوِلَايَةِ اِرْبَةٌ ۔

میں لڑایا ۔ فیصلہ طم پوری وقبضت و حیرت و حیرت ۔ میں نے ممانت ظہر کر آپ خداوند حاصل ہر جہاں بات نہیں کہہ سکتے ۔ بکرا امت محمدیہ کی ولایت امر اور نظام سلطنت اور دنیاوی امور اور اقدار کی بات کر رہے ہیں ۔

اور اچھی آپ سے تغیر ہو سکتا ہے کہ آدمی نے سوال کیا تھا کہ جنہیں تمہاری قوم نے عفویت و امانت سے دور کیوں رکھا ؟ تو آپ نے فرمایا ۔

كَانَتْ اَشْرَقَ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُ قَوْمٍ وَ سَعَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُ قَوْمٍ اَشْهَرِ بْنِ ۔
 کہ عفویت و امانت ایک اور چیز تھا میرا پر ایک قوم کے عمل اور جرم کا اظہار کیا اور دوسرے طریق نے منہوت اور دعائی پہنچی کا یعنی وہ مسائل کا سوال ہی تھا کہ اظہار تھا نے کہ میں اس معاملہ پر تہذیب و مقام سے جنہیں کیوں دروم کیا گیا اور وہ آپ نے اس کا جواب دیا ۔ رسولی کا تعلق میری (اسی دنیاوی منصب اور عہدہ سے تھا اور میرا کہ تعلق بھی اسی سے تھا میری خارج القوارخ کی عبادت کا نہ قول و معلوم بلکہ معنی و مقصود ہے جس کو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے ذکر کیا کہ اگر اس میں اور منصب میں کبھی عہدہ دے تو حق تعالیٰ کو پسند نہ آئے گا اور اگر صورت میرا حق تھا ان کا نہیں تھا تو میرے ان کے لیے چھوڑ دیا ۔ اپنی رائی اور طیبہ خاطر سے عفویت و عفویت علیہ التوبہ و اظہار کی بہتری اور بھلائی کے لیے اس سے ادا تھا کیا میری مضمون آپ کے اسی طبع میں موجود ہے ۔ جو آپ نے لیر معاویہ کے خط کے جواب میں لکھا اور خط لاسکے اور دے ہائے والا ابھ سکھ غولانی تھا جس کو شرح مدنی میں نے شرح مدنی میں کی کتاب مصنفین کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے ۔ مقصود ہی میری حق خدمت ہے ۔

بَلْ عَرَضْتَ لِي حَلْفِي هُوَ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنْ تَنْتَ تَرْكَبُ اَلْهَوَ تَحْبَا وَ تَرَا
 اللہ عظیم ۔ شرح مدنی کی جگہ ۱۱۱ ص ۱۱۱ ۔

بلکہ میں نے ہاں کہ میرا حق ہی لیا گیا ہے اور تحقیق میں نے اس کو ان کے لیے چھوڑ دیا ۔

اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے ۔

لہذا ان حقائق کی عظیم حد تک سمجھ بوجھ اور درستی مقیم و مدہجہ ہوتے ہوں تو ہر آنکھوں کا کالا موتیا نکالنے کی ضرورت ہے ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور استحقاق منصب امامت کا لزوم العیاذ باللہ

علاوہ ازیں وہ حکم صاحب کو اگر اب بھی اصرار ہے کہ امامت و خلافت نبوت و رسالت کی مانند محدود ہے جس سے دست برداری اور منتقل ممکن نہیں تو میرا پوچھتا ہوں اگر کوئی نبی و رسول کے انبیاء و رسل کے نبوت و رسالت صاحب ہے جو روزہ عزت ہے ۔ میرے جوتے سے بھی متغیر ہے ۔ اور کبھی کی ناک کی دیرینہ حق سے بھی زیادہ قابل نفرت ہے تو کیا یہ منصب نبوت اور رسالت کی توہین ہے یا نہیں ؟ بلکہ اللہ تعالیٰ کی توہین ہے یا نہیں ؟ یقیناً یہ منصب کی بھی توہین ہے ۔ اور محاکمہ کرنے والے کی بھی توہین اس لیے کسی سفیر نے بھی جہاد مشکلات اور مصائب کے باوجود ایسا کوئی لفظ اس منصب کے حق میں استعمال نہیں کیا اگر امامت و خلافت حوالہ سنت اور اہل بیعت میں نقل و نزع ہے ۔ وہ بھی ایسا ہی منصب ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تو یقیناً ان کلمات میں اس منصب کی بھی توہین ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی بھی جو کہ (عام مسئلہ) بھی نہیں کر سکتا جو جائز کہ ابوالاثر اور معدی ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ اللہ عنہ عنہ کی طرح علیہاں اور باطل مستغنی عن امیایں ہو گیا ۔ کہ یہاں پر جو امامت اور خلافت نقل و نزع ہے ۔ وہ وہ حوائی منصب نہیں وہ جس صحابی کو خلافت و نقل و نزع و اسطہ اور براہ راست ملا ۔ کہ جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستہ حوائی نعمت و فکر مہر ایک کے لیے عام تھا ۔ عربی و عجمی و مدنی و بدھائی و ہندی کی اسی کوئی تفریق نہیں تھی جس میں نے غلو میں دل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا طعن لگے میں ڈال دیا وہیں محبوب خدا بھی گیا ۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلُوا لَكُمْ تَحْتَوَى اللَّهُ لَا تَجْعَلُونِي مِثْلَ كَذِبِهِ
 بکہ کہ اس صفت اور صورت و خوبی منصب اور عہدہ میں ہے جس کے تحت خدا و مملکت
 اور اقامت و دینی کی ذمہ داری ہے۔ یہ پرمانند ہوئی ہے۔ اگر صحیح معنوں میں ادا کرے
 تو یہ خلافت اہل امتیاز و انبوت سے باہر ہو جیسا کہ خلافت فطریہ و ماضیہ
 رضویہ ائمہ علیہم السلام اور اگر ادا کرے تو وہ عہدہ عظیم و عظیم و عظیم و عظیم
 اور مستحق محاسب و محاسب ہے۔ ہر دور کی اہمیت اور حکومت اسی لیے عظمت
 علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ضرورت امیر

وَإِنَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ
 الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ طَائِفَةً مِنْهُمْ يَتَّبِعُونَ أَفْعَالَهُمْ فَقَدْ كَانَ فِي أَصْحَابِهِ
 الْمُنَافِقُ وَكَانَ اللَّهُ مُبْتَغِي الْكَافِرِ وَيُهْلِكُ اللَّهُ فِيهِمُ الْإِسْلَامَ وَيَجْعَلُ فِيهِ
 الْفِتْنَةَ وَيُفْقِرُ لَهُمُ الْعُدَّةَ وَيَتَأَخَّرُونَ بِهِ السَّبِيلَ وَيُؤْخَذُ
 بِهِ الْمُضْعِفِينَ مِنَ الْقَوْمِ حَتَّى يَسْتَرْجِعَ بَرٌّ وَ
 يُسْتَرَجِعَ مِنَ فَاجِرٍ ۝ ۶

الحج البکارت مصری جلد اول ص ۱۱۱

یعنی لوگوں کے لیے امیر کی ضرورت ہے نفسی اور فیک بانی ہوا
 گناہگار جس کے دو بار مارتیں اس میں اصل صلاح کو شکستہ اور فساد و فتنہ
 روز و فتنہ کی سے قطع ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی اصل مقرر
 تک پہنچائے اور احوال کی جمع کئے جائیں اور دھن کے ساتھ اس کی قیادت
 میں جنگ لڑی جائے اور راستوں کو پر اس دکھا جائے اور قوی و توانا سے
 ضعیف و حق و مصلح کیا جائے تاکہ نیک لوگ خود راحت پائیں اور فساد
 فتنہ سے راست حاصل کی جائے اور ان کے دشمن و جوڑے سے محفوظ حاصل ہو سکے
 اور یہی وجہ ہے کہ خود اہل طبع نے اللہ تعالیٰ کے مقدر کو وہام کا استحقاق نہ کر سکتے
 تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد اس خود ہی وہام مقرر کیا اور اس کی قیادت میں ملک کا
 نظم و نسق چلا رہے ہیں اور نہ ختم ہونے والی جنگ شروع کر رکھی ہے آخر اللہ
 تعالیٰ نے طبعی صواب کے لیے کوئی نفس نازل فرمایا ہے اور عرض اہل سے

کو حسی نہ الی لئی ہے اگر بارہویں امام سے پہلے تیر سو بیس امام سے کام چلا تو
حیرت کی بات ہے کہ یہ سب کچھ چشم سر سے دیکھو کہ یہی عید شمس ہے یہ عید
اشدو جتا ہے۔ یہ ناقابل استروادو ہے اور اس سے دست برداری بالکل ہے۔
اس کا منتقل ہونا محال ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اصوات کی حیرت میں
پھنسے ہوئے ہیں۔

منصب امامت ناقابل انتقال کو غصب کیونکر ہو گیا؟ علامہ روضہ حکوینا صاحب الوطن کے حکیم صاحب ایک محل

ایک طرف تو یہ دعویٰ ہے کہ امامت نبوت کی جیسا کہ سمدہ خداوندی ہے۔
وہ جسے عطا کر دے وہ شخص نہ اس سے دست بردار ہو سکتا ہے نہ کسی دوسرے
شخص کو دے سکتا ہے۔ مثلاً۔ اہل ظاہر ہے کہ سب وہ شخص خود کسی کو نہیں سکتا
تو دور اس سے بے لگبی کوئی نہیں سکتا کیونکہ امام ہو کر اہل کائنات پر قیامت کے
اقتیارات کا ناکہ ہو کر جس میں منتقل اور تبدیلی نہیں کر سکتا۔ تو دور سر شخص سے
کس طرح سکتا ہے؟ ہذا غصب اور وضع حق و حیرت کی شقیں و عداوت ہیں کتب سے
فکر کی ہیں وہ سب غلط ہو کر رہ جائیں گی مثلاً۔

۱) تقصیر لونی الا شقیان۔۔۔ الا میرے سوا دوسرے خلاف کا کرد
پس یہ اور انھوں نے میرے ساتھ ناحق جھگڑا کیا اور خلافت پر گرا ہی سے
سوار ہو گئے۔ صنف تنزیہ الامامیہ۔

۲) باز ائت مدافوعا عن حق منہ تھض الله نبیہ علیہ السلام
عید اسلام میں ہمیشہ اپنے حق سے دور کیا

گیا جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کیا۔

۳) اجتمعوا علی منازع حق حقاً کنت لونی اہم من غیری۔

انہوں نے اجماع و اتفاق کیا اس حق کے بچھڑنے پر جس کا میں نسبت دھروا
کے: ۱۰۰: ۱۰۰: ۱۰۰

۴) وَلَا يَخْطُرُ بِهِنَّ مِنَ الْعَرَبِ نَزْهَجٌ فَلَمَّا الْأَمْرُ مِنْ
بَعْدَهُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِمْ - میرے دل میں اس کا خیال تک نہیں آتا
کہ عرب میں یہ مخالفت کو آپ کے بعد ہیں کے اہل بیت سے منتقل
کر دیں گے۔ ص ۵۷

۵) رَأَى لَمَّا أُنْزِلَ مَظْلُومًا مَعْنَى قَبِيضٍ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ مِثْلِهِ مَظْلُومٌ بِمَا جَبَّ بَعْدَ ذَلِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا وَصَلَ بَوَّابُ ص ۵۷
۱۶۱) لَيْسَ أَهْلًا لِمَا حَقَّقَ لَهُ ص ۵۷ - ان دونوں نے یہاں حق کی طور پر ظلم ان میری
قہر سے کیا۔ وحید و غیرہ

الغرض حقیقی روایات اس مضمون کی ہیں یا وہ سب غلط ہیں اور یا میری
دعوی غلط ہے کہ اس منصب میں منتقلی تصور نہیں کی جاتی بلکہ یہ کہ جب آپ کی امت آپ
کے پاس رہی تو حق سے دور کیے گیا گیا جب آپ کے پاس رہی تو غلط کیے گئے؟
جب امامت آپ سے چھوڑ دی گئی تو اس امر کا وہ میری بڑا سوال کیجئے یا کیا ایسا
یہ فیصلہ ان دونوں صاحبان کو کرنا ہو گا کہ مسلمانین بعد سے جھوٹ بولا ہوا ہے
کیا یا ان اختلافات نے جھوٹ بولا ہوا غلط دعویٰ کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدائشی مظلوم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں مظلوم کا لفظ استعمال کر کے تمام صحابہ
کرام کے حق میں باہتمام اور عقلاً ان کے حق میں باہتمام مظلوم ہونے کا عقیدہ
رکھ لیا جاتا ہے۔ اور ہر طرح سے سب و حکم اور گائی کو جان کا ان کو حق و دیگر
لایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس روایت پر خود قرآن میں اور اس کے بعد ایک جیسا
فتویٰ تحریر کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

(۱) مَا لَكُم مَظْلُومًا مَعْنَى وَلَدْتَنِي أُنْقِي حَقِّي إِنْ كَانَ عَقِيْدًا
لِوَصِيَّةٍ رَمَدٌ لِيَقُولَ لَا تَذَرُونِي حَقِّي تَذَرُونِي أَعْلَى فَيْدٌ رَوَى
وَمَا بِي رَمَدٌ - (ص ۵۷ کتاب علل الشرائع المصدوق)

میں اس دن سے مخلوق بھول جائے گی میری جگہ میری جگہ نے بھول دیا ہے۔ میرے
بیانی عقید کی آنکھوں کو میا داری لاجن ہوئی اوروہ کتنا میری آنکھوں میں دوائی
اس وقت تک نہ ڈالنا جب تک علی کی آنکھوں میں دوائی نہ ڈال لو تو گھروا سکیں گی
آنکھوں میں دوائی ڈال دیتے حالانکہ مجھے کوئی بیماری نہیں ہوئی تھی۔

اب دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ آپ علیؑ کے منقولہ اوردوالدین خصوصاً عالم
کوشیخین اوردوالدین عالم جوستے میں برابر ہو گئے لہذا حکم دونوں فرقوں کا ایک ہی
ہونا چاہیے۔ ان میں تقریباً دوا نہیں رکھنی چاہیے۔ تو جواختیار دونوں فرقوں
فرق پر کیا فتویٰ مانا جوتا ہے؟

ہے کوئی شیعہ جو اجماع روایت کے مطابق اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
اپنے اصوات کے مطابق آپ کے والدین کو ظالم کہے ۱۲ اور اگر یہاں فتویٰ اس
فہم وحیا کے تحت نہیں بلکہ ملکتا کہ وہ حضرت علی کے والدین ہیں آپ جو
کسی سوکھی لیکن ہم پر سکوت لازم ہے گو غلام نماذ رضی اللہ عنہم بھی رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرزند حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں لہذا بطور قبول
میں منسلک ہی کیا ان کا بھی یہی تقاضا نہیں کہ ہم فہم وحیا سے کام لیں اور میرے یہ ہیں۔

حدیث شیعہ: حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وحی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت

اگر بحث یہ تو دوسریت کے بارے میں چند روایات ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق عوامت کی دوسریت ہرگز نہیں
فرمائی اس کے ثبوت کے لیے اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب تیس احادیثی مطبوعہ
تجلیات اخرون مصنفہ محقق طوسی امام اطا اللہ مستطیٰ جلد دوم

وقد روی عن ابی وائل و التحکیم عن علی بن ابی طالب علیہ السلام
أنہ قیل لہ الا تو صی وقال ما اوصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

توصی : فقال ما اوصی رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم
فاوصی ولكن اذا اراد الله بالناس خيراً استجبهم على غيرهم كما
جاءهم بعد بنوهم على غيرهم (وگذا فی الشافعی ص ۱۸۱)

یعنی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی گئی کہ حضور آپ وصیت کیوں نہیں
فرماتے ؟ بشرطہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت نہیں
فرمائی تھی تو میں کچھ وصیت کروں لیکن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ عیوانی کا دلدادہ
کرے گا تو میں کوئی میں سے جو چاہے اس پر اتفاق بخٹھے گا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے بعد لوگوں میں سے جو چاہا تھا اس پر اجماع اور اتفاق ہو گیا تھا۔
یہی روایات شیعوں کے علم الحدیث نے اپنی کتاب ثانی لمولود نبوت اشرف

صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھی ہیں :
تحفہ حبشیہ ، انساب الاہلسنات ، تحریر شریف ، ستاری ، عقدا
تحریر ، مبجوت ، وصیت ۔

ابو بکر احمد بن عبد الوہاب نے اپنی سند کے ساتھ بذیل ہی شریفی سے نقل کیا
ہے کہ طبری مصنف نے اس سے روایت کیا ۔

(۱) ان الناس يقولون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصى
إلى علي عليه السلام فقال ابو بكر بن عمر بن علي وصي رسول الله صلى الله
عليه وسلم : وقد ابو بكر رضي الله عنه : ان الله وجد من رسول الله
عهداً فخرم الله بهما (شرح صديدي جلد ثانی ص ۳۳۵)

لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف
وصیت فرمائی تو انہوں نے کہا کیا ابو بکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق پر ہیں
سکتے تھے ؟ ابو بکر کی تو دل خواہی تھی کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے
حدیث سنے تو اس کو اپنے ملک کی تکمیل ہوتے اور اسی کے مطابق عمل پیرا ہوتے ۔

(۲) ابو بکر احمد بن عبد الوہاب نے ہی نقل کیا ہے کہ علی بن ہشام نے عامر بن مز
یہ قنادہ سے نقل کیا ہے ۔

انقی علیہ السلام عمر فقال له علی انشدک الله : قل
استغفرک رسول الله صلی الله علیہ وسلم : قال لا .
قال فکیف تفتیح انت وما حینک ؟

قال انما صلی فقد عفتی لیسبیلہم وانما انا فاسا اخلعہا من عنقی
إلی عنقک فقال حدیثک الله انت من یقتدک منہ الا والیجرت
الله جعلنی علیاً فاذا قمت فلیس علی عنقی ضلی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کثرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے عداوت ہوئی
تو آپ نے اس سے کہا میں تجھے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں گاؤں سطر سے کہہ رہا ہوں
کہ تم ہوں کیا تجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عذیبہ یا انہوں نے کہا نہیں
تو آپ نے فرمایا تم اور خدا سے یاد کیا کریں گے انہوں نے کہا میرے پاس احد
مقامی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو چکے ہیں تو میں ابھی خلافت کا ہیچ اپنی
گردن سے آنکھ کر رہا ہوں تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص
کی جگہ کاٹے جو تمہیں اس خلافت سے دور کر دے۔ یہ قصد نہیں لیکن اللہ تعالیٰ
نے مجھے علم حق اور دلیل صدق دیا ہے جس وقت میں خلافت کے ساتھ قائم ہوں گا
تو جس شخص میں میری مخالفت کرے گا گمراہ ہو جائے گا۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں وصیت ہوئی تو آپ کے لیے ہی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل فرمائی جاتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواہر
اسی میں تھا کہ مرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور وصیت کے برعکس عمل سے
اس کو باز رکھا جاتا۔ لہذا حضرت عمر کے شیعہ یہ کہنا اور ہوسلے کا وجود نہ آپ کا
وصیت پر عمل کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عمل کرنا اس امر کی جہی دلیل
ہے کہ خلافت سے متعلق کوئی وصیت موجود نہیں تھی حد و حدود پر کام کے ساتھ ساتھ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت قائم
آئے گی۔

نیز یہ جملہ کہ غلط تہذیب اس شخص کی ناک کاٹنے پر ہمیں غلاف سے دور کرے۔
 وصیت کے واسطے کو بیچ دیں گے اکیڑ دینا ہے۔ کیونکہ وحید اور سزا اور ناک کٹنے کا
 حق دلوہہ شخص پر گا جو غلاف شرع کرے کہ شرعیت اور حکم دینا مقاب
 صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کرے۔

(۴) فقال العباس لعلي عليه السلام لا تندخل معهم وارفع
 نفسك عنهم قال اني اكره الغلاف قال لان قريءا ما تنكره۔
 وشرح محدثي، جلد اول ص ۱۹۱

حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا
 ان کے ساتھ خود غلاف میں داخل نہ ہونا وراہ کتاب کو اور کای خود غلاف کی پرانی اور پیر
 سے ہلا خود رکنا آپ نے کہا میں ان غلاف کو پسند کرتا ہوں۔

حضرت عباس نے فرمایا تو پھر تجھے وہی کہہ دیکھنا چاہئے گا میں کوئی پسند کرتے
 ہو۔ بھائی اللہ وصیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو پسند کرتے ہیں اور مخالفت
 قاری کو پسند نہ کریں۔ یہ کہیں متعلق اور دلیل ہے۔ لہذا اس سے صاف ظاہر کہ
 وصیت امامت و خلافت کا دعویٰ غلاف واجب اور غلاف حقیقت ہے۔

۵) طلب داود نے روایت کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب اہل خود غلاف
 کو کہا کہ اگر تم میں اختلاف پیدا ہو جائے اور میں میں میں تقسیم ہو جاؤ تو میرا میں
 کی اتباع کرنا میں میں عہدہ برحق ہی خوف ہوں لا حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔

ذهب الامرنا الرحيل يربيد ان يكون الامر في عشاء
 فقال علي عليه السلام وانا اعلم ذائق ولكن ادخل معصوفي
 الشور في لان عرقدا هلقى الان للخلافة و كان قبل ذلك
 يقول: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان النبوة

والا امامۃ الارباب جمعہا فی بیوت فانما اذبحوا فی ذلک لا یظہر
 للناس هذا قضیۃ فعیلوا و اتیموا (بحوالہ شریح حدیدی ص ۱۳۱ جلد اول)
 امر نوافل ہم سے چھو گیا اس شخص کا ارادہ یہ ہے کہ نوافل حضرت عثمان
 کے لیے مائل ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس کو ہاتھ نہیں لگے
 اس کے ہاتھ میں خود بخود اس لیے شامل ہو رہا ہوں کہ اب علی بن ابی طالب نے
 (شوقی میں مثال کی ہے) نوافل کا اہل بیت کو دیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے کہا
 کرتے تھے کہ رسولی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمت اور امانت ایک
 لکڑی میں کھنڈ ہوں گی تو میں اس لیے خود بخود میں داخل ہو رہا ہوں تاکہ میں کے
 عمل کا روایت کے نوافل ہوتا تو کوئی یہ ظاہر کر دے۔

قلب داودی نہیں شیعہ کی اس روایت میں نظر اضافہ کے ساتھ خود کو
 تو نصبت کے دعویٰ کی بنا پر منکر اولیٰ بکریت و تاجہ ہو کر رہ جاتی ہے۔
 آقاؑ اس لیے کہ روایت ہو گواہ ہیں کہ ان کی روایت کے رد میں زیادہ قیاس
 حق نسبت خود بخود میں شامل ہو کر ان کے عمل اور اہل بیت کی روایت میں تضاد ثابت
 کرنے کے۔

ثالثاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خود بخود میں ان کو تاجہ ذکر تا کہ میں کے عمل
 روایت میں منقضی ثابت کرنے کے لیے کافی تھا شیعہ روایت کیوں ضروری
 بھی تھی؟

ثالثاً روایت بافضل اجتماع کی حق کر رہی تھی اور خود بخود میں مائل کی صورت
 اہلیت پر مائل کرنا قاصد عمل اور روایت میں منقضی تھا ہی نہیں۔

رابعاً

جب شامل ہونے سے ہاتھ خود نوافل و عملی تو آپ کی صداقت ظاہر اور

وامنح جوگئی حرک من تعضت قول و فعل ۔

خامسا

کچھ بھی جو حیثیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا اور کرنا ضروری تھا۔
 اگر صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل اور روایت میں تھا تو ثابت کرنا
 اجماع تھا۔ ان کا اقتضا تو ثابت ہو رہے تھے۔ خود آپ کے قول اور عمل میں اقتضا
 و اتفاق ثابت ہو گیا۔ اگر سرحد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھا تو ثابت
 کی وصیت تھی تو خود ہی میں طوبیت والا عمل اس کے خلاف ہے اور اگر یہ عمل
 صحیح ہے تو دعویٰ وصیت اس سے قطع ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور عمل کا ثبوت تو
 شدید دھننی کے اجماع سے ثابت ہے۔ بلکہ بعد میں بیعت بھی لہذا وصیت کا دعویٰ
 باطل ہو کر رہ گیا اور اتفاق ثابت کرنے والے خود اتفاق کا کفار ہو کر اپنے ذہنی دھننی
 کی اسیست پر مدقت کو ختم کر بیٹھے لہذا شدید صاحبان کا دعویٰ وصیت یقیناً مختار
 امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے عمل نے باطل کر دیا ہے اور اس کی صحت اور صداقت
 بالکل قطع ہو کر رہ گئی ہے۔

(۷) ابھی قنیبہ نے حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول
 بعض قرآن کلام کی شرح کی میں ہر قرآن کلام کے آپ کا شورشی کے ہوں
 یہ ارشاد بھی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ خَلَقْتُكُمْ مِنْ طِينٍ فَأَنْفُسُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ
 الْأَبْلَ وَأَنْ طَالَ السَّرَى ، نَوْعُهُ الْيَتَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ عَهْدُ الْيَتَا عَلَيْهِ حَقٌّ تَلَوْتُ أَوْ قَالَ لَنَا قَوْلًا لَا نَقْدُ لَنَا قَوْلًا
 رَحْمَةً لِي وَسِرٌّ قَبْلِي إِلَى حِلَّةٍ رَحِمَ وَدَعَا عَقْ وَالْأَمْرَ إِلَيْكَ يَا بَنِي
 عَوْفٍ عَلَى حِدَقِي الْقَبِيَّةِ وَجَهْدِ النَّمْعِ وَاسْتَقْفِرَ اللَّهُ لِي وَلَكُمْ ۔
 بولہ شرح معنی ہی مسکت جلد نمبر ۱۰۔ وکنہ الحشاکہ مداول شرح ابھی

ابن الحدید الشافعی المعتزلی۔

ہمارے لیے حق ہے مگر ہمیں دیا جانے تو اسی کو ملے میں گئے اور اگر
اس سے روک دیئے گئے تو انہوں نے پھٹے جیسے ہر سوار میں گئے اگرچہ
مسانف طویل ہی کیوں نہ ہو گئی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف
عقد فرماتے تو ہم اس کے عقد پر جرات و جہالت سے کام لیتے مگر جہالت
دینے یا ہمیں کوئی زمانہ دینے تو ہم کپ کے فرماں کو نادر کرنے اپنی خواہش کے
برعکس اپنی مشقت و تکلیف کے باوجود۔ جو سے کوئی شخص ہلکے رہتا اور حق
حق میں بصورت نہیں ملے ہاں اگر اسے عبد الرحمن بن عوف (ابن معاویہ) سے
یا قرین سے۔ صدقائے نیت اور پوری ہمدردی و مخلص کی بنا پر اس کا انجام دوا
اس جیسے میں دناست فرماؤ کہ ہمارے حق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کی طرف سے کوئی سہو و بیان نہیں ہے اور نہ ہی ایسا کوئی زمانہ و درہم
اس کو ہر حال میں پورا کرتے۔ خواہ وہی ہی کیجے اور وہی پڑتی۔

اور جو حق آپ نے اپنا کھلا وہ قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سے
ہے۔ نوکر و وصیت کی وجہ سے۔ اسی لیے فرمایا اگر مل جائے تو شک نہ ملے تو
ہر مشقت اور تکلیف برداشت کرنے کو تیار رہی کیونکہ اونٹ کے پچھلے پیچے پر
سوار کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ اور پانچ ہتھ بندھے کہ ہم دوسروں کے
پچھے چلتے اور ان کی اتباع کرتے ہیں تیار رہیں۔ جیسے اونٹ کے پچھلے پیچے پر
اٹھے جیسے ہر سوار سونے والے شخص کے تابع ہوتا ہے۔ اس سے نبی و وصیت
اور وجہ حق کی نفی ہو جاتی ہے۔

وصیت و وراثت والی روایات کا معنی و مفہوم

الطرحی وصیت اور وصیت کی نقل پر بیعت اس روایات خاندان صادق پیچیدہ
محمد روایات میں وصیت اور وراثت کا ذکر ہے۔ اس کا وہ معنی نہیں ہے کہ

ما میں نے فراموش کیا ہے جیسے کہ ابی الی الحدید معتزلی طبعی نے تصریح کی ہے۔
 قال رضى الله عنه وفيهم الوصية والوراثة اذ الوصية
 فلا ريب عندنا ان علياً عليه السلام كان وحتى رسول الله صلى
 الله عليه وسلم وان عاقلت في ذلك من هو منسوب عندنا الى
 العناد وليسنا نعني بالوصية النص والخلافة ولكن اموراً اخرى
 فعلها اذا لمحت كانا شرفي واحيل واما الوراثة فالا ما مامية
 يجهلونها على ميراث المال والخلافة و نحن
 نعملها على وراثة العلو۔

(مسند شریع حدیثی جلد اول)

آپ نے فرمایا۔ اہل بیت میں وصیت ہے اور ان میں وراثت ہے۔ یہی
 وصیت تو اس میں ہے جسے خود ایک رب و ترقی کی مثال نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ
 عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے۔ اگرچہ اس میں ان لوگوں نے مخالفت
 کی جو ہم سے خود ایک عہد کی طرف شرب میں یکنی وصیت ہے یہ مقصود نہیں کہ
 آپ کے حق میں نفی خلافت وارد ہے بلکہ دوسرے احمدی کہ میں ٹکے ہے کہ خود
 ظاہر ہوں احمدیوں کا عقائد ہو جائے تو وہ خلافت کے بھی بند و بالا معلوم ہوں
 اور وراثت کے لفظ سے مراد میراث مال اور خلافت مراد لیتے ہیں لیکن ہم یہ کہ
 وراثت علم پر منطبق کرتے ہیں۔

نص صریح و قطعی اور وصیت وغیرہ کا انکار

ابی الی الحدید نے سفیدہ خوسا عدہ میں صحابہ کرام عظیم الشان اور صحابہ
 و انصار میں ہونے والے من ظرو وہا حق پر منتقلیت سے روایت ذکر کرنے
 کے بعد کہا۔

واعلم ان الاعیاد والآثار فی هذه الباب كثيرة جداً

ومن تعلّمها وانصفت علم انك لم يكن هناك نفس صريح و
مقطوع به لا تخنكبه الشكوك ولا تنطرق اليها لاحتمالات
كما ترعى الامامية (إلى) ولا ريب ان النفس
اذا شيع ما جرى لها بعد وفاة رسول الله
صلى الله عليه وسلم بعد قطعاً انك لم يحسن
هذا النقص ولكن قد سبق الى النقوس و
العقول انك قد كان هناك تعريض وتوحيج و
كناية وقول غير صريح وحكم غير ميقوت ونسبة
يصدك عن التصريح بذلك امر يقتلته ومصلحة
يراعها او توقفت منع اذن الله تعالى في ذلك.

(شرح صدری ص ۱۲۲، ج ۲ تا ۱)

اس حقیقت کو اسی طرح دیکھیں کہ کئی کئی بار یہاں یہاں اور
ہریان کے نام سے اس حقیقت کی باتیں ہیں۔ یہ بات زیادہ ہے اور جو نفس میں
نور و حاکم ہے اور انسانی ہے کام ہے اسے نفس اور نفسی علم کی بات کا ہونا
ہے کہ اس نفس میں کوئی شے ہو کر اور نفسی ہو نہ ہو جس میں خلک و شے کا نہ ہو
گنہاں نہ ہو جیسے کہ امامی فرقہ کا دعویٰ ہے۔

ہر مصنف کا یہی جب وہ واقعات اور حالات بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں آئے تو اسے یہی کہتا ہوں کہ اسے کہہ کر خلافت میں
کوئی نفس موجود نہیں تھی نہ ابو بکر صدیق کے لیے اور نہ علی مرتضیٰ علی رضی اللہ
عہد کے لیے علی نقی نقوس و عقول اصحاب میں یہاں مصنف کے ہاں چکا ہے کہ کچھ
اقوال اور تلویحات موجود ہیں اور تعریضات و کلمات اور غیر صریح اور
غیر یقینی احکام دین کے جعل و تزویر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر
استغلاال کی اور بعض مصنفات کے مصنف علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو رائج

اور مقدم خیال کیا۔

اور میں مکن ہے کہ کوئی سراغ نہ ملے مطلقاً صلی علیہ وسلم میں ایسا ہو جس کی تحت آپ کے تصریح نہ فرمائی ہو اور کوئی مصلحت ایسی پیش نظر ہو جس کے تصریح کی رعایت نہ ہو۔ یا آپ اللہ تعالیٰ کے اذن کے منتظر رہے ہوں۔ اور اس کا اذن واحد نہ ہوا۔

ابو جعفر نقیب البصرہ شیعہ کا نظریہ

اس ضمن میں زمین الیہ الفقیہ نقیب الاخری علی البصرہ کا اعتراف بھی داخل فرماتے ہیں۔

قلت قرأت هذه الخبر على أبي جعفر محمد بن الحسن العلوي الحسيني المعروف بابن أبي زيد نقیب البصره رحمه الله تعالى في سنة خمس وستمائة من كتاب السقيفة لأحمد بن عبد العزيز لأحمد بن عبد العزيز الجوهری قال لقد سمعت قراءة الكتاب (التي) فما زال يقرؤ كما بن عتمة قاعدة الأمر بعد حفظاً لدمه ودماء أهل بيته فانهضوا إذا كانوا ذلّة الأمر كانت وما هضموا اقرب إلى الصيانة والعصمة متى إذا كانوا سوقة ثمت يد والي من غيرهم فلو يساعده القضاء والقدر وكان من الأمر ما كان ثم افطن إلى ذريته فيما بعد إلى ما قد علمت۔

(شرح معتمدی جلد ثانی صفحہ ۱۵۱)

شروع کے کام میں نے متقدم میں تصدیق و تائید کی باقی گفتگو متقدم ہی میں آجائے گا۔

احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سے ابو جعفر محمد بن محمد علوی حسینی المعروف

اسی الی زید نقیب جس پر چڑھیں دیکھیں میں حجاب ہی بلند کا یہ تو ایستقل ہے میں
 اس پر دستک نہ دو ایک اس پر دست جو اور ایک تم میں سے جس پر خدا تم پر کوئی
 حصہ نہیں ہے۔ لیکن میں یہ اندیشہ ہے کہ تمہارے بعد اسے غلاف کھودا شود
 نہ کہ جو اس میں ہیں کی اولاد بھائی اور باپ دوسرے جہاد سے ہاتھوں نقل ہوئے تو
 حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ایسا وقت آتا تو میں اس کی مخالفت
 کروں گا اگرچہ میں بہت دانا تھا ہوئی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس پر
 ہیں تو تم غدار ہو اور اسے غلاف نہ دے دو ممان مضر کہ ہو گا جو انصار کے بھی
 حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حیثیت کی اور سب سے پہلے عثمان بن عفیر کے
 والد حضرت عفیر بن سعد انصاری سلمیہ کی بنو ابی سہل نقیب نے کہا کہ حجاب
 میں اللہ کے واسطے دست نہ کی کیونکہ جس طرح انہیں خوف تھا سزا کے موقوف پر وہ
 پیش آگیا۔ اور انصار سے مشرکین بد کے نقل کا بدلہ وصول کیا گیا۔ پھر انہوں نے
 کہا کہ یہی خوف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں تھا کہ اگر میرے اہل بیت
 بطور رعایا رہتے تو ان کے لیے سخت محلات میں لگا دیتا اپنے چچا زاد بھائی زید
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بچے امامت حکومت کا راستہ ہوا اور کہتے رہے
 تاکہ ان کا اور بھو الی بیت کا بھی اور عیال میں پہنچتا رہیں لیکن خداوند نے آپ کا
 ساتھ دیا اور جو ہوا تھا ہو گیا۔ اور بعد ازاں آپ کی زہدیت کا معاملہ میں انہما
 کو پہنچا۔ وہ چلے معلوم ہی ہے۔ عرض ابو سہل نقیب بصرہ کے اس یہاں سے
 واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلی عیال ہی تھی کہ حکومت کی باگدار
 حضرت زید رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے ساتھ میں لیکن خداوند نے اللہ
 اللہ تعالیٰ کے اذنی فیصلہ نے آپ کا ساتھ دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی عیال انہما بنی تمیز کی کو شیعہ علی بن ابی طالب نے کہا کہ رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم انہما بنی ہادی کے مختار تھے۔ لیکن خداوند نے اس سے آپ کے
 اہل بیت کو دیا۔

اِذْنِ نہ ملنے کی حکمت و مصلحت

جب شیعہ مسلمان اس حقیقت کے مدعی ہیں اور اسے عین ایمان سمجھتے ہیں کہ توہم قریشی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ظہن کد و ست قحی اور کینہ و عداوت اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا بھی اعلان فرمادیتے اور ان کے لیے وصیت بھی فرمادیتے تو گوئی اپنے ہاتھوں اسلام کے توحید و تکریم میں دھڑائی کرنا ہے اور اسے سہار کر کے کیا دفرام کر کے اور وہ جتنی مندرجہ ہو تو گویا حکمت کا دوسرے دینے کے لیے مہوٹ ہونا چاہی وہ خود خلافت مکت و مصلحت کو ٹکر کرتی۔ اور میں اسلام کی نشو و نما کے لیے سیکڑوں جانوں کو قربان کیا تھا اور ان کے غول سے اس مہارک و مکت کی آبادی کی تھی اس کی جڑوں پر خود ہی گھسٹاؤں کو دیتے مہوٹ اپنا اعلان اور اپنے چھاؤں کی مکت و مصلحت کے لیے نظر۔

لہذا یا شیعہ مسلمان کو اس تقریب سے دست بردار ہو نا چاہئے کہ اب میں سرحد و بینہم والی مکت و مصلحت کو جو د نہیں قحی اور آئیں میں بعض و کینہ و عداوت اور علی الخصوص علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے عین اسلام کے ساتھ اور یا اس درحالی سے دست بردار ہو نا چاہیے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے حق میں خلافت کی وصیت اور اس کا اعلان فرمایا۔ کیونکہ وہ قحی و عداوت میں بہر حال جمع نہیں ہو سکتیں اور شیعہ مسلمان کو یہ تسلیم کئے بغیر چاہے نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کر سنا اور اس کے لیے طاقت و استقلال کرنے سے صرف اس لیے گریز کیا کہ اسلام کو نقصان نہ پہنچے تو جو حکمت علی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سمجھ آگئی وہ خود تسلیم فرمایا، ادا نام انکی داود مسلم مکت و مصلحت علیہ وسلم کو کیوں سمجھ میں نہ آئی؟

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات رضی اللہ عنہم نے اس کو بھی کھنٹی اور
استقام کا جوہر تھا۔ تو یہ حدیث و مصلحت کا تقاضا ہی ہے کہ اگر بچے حضرت علی
رضی اللہ عنہ کے حق میں وصیت کرنے کے ایسے حضرت کو اس کے لایا جاتا جیسا کہ
ہر فرقہ مصلحت پر مکتا تھا اور وہ جلتا، اٹھاتا اور رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ میں سے
ان کے وعدہ میں اسلام کو وہ حقیقی نصیب ہوئی اور فقیر کا واثا امت کہ تا مریح عالم
اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے
ساتھ شکوک و نزاع سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور وصیت کے
قد سچے یا جھگڑا۔ گو یا اگر وصیت آپ کی طرف سے ہے تو ان حضرات کا ساتھ
دینے کی اور موافقت و معاونت کی مذکورہ ان کے علیہ فی الفضل ہونے کی ۔

معاذہ الذی برب اس طریقہ طاعت سے میں کو مشیروہ صاحبوں نے اعتراض کیا ہے ۔
خود قیامت رسالت تک صلی اللہ علیہ وسلم بھی موردِ طعن و تفسیع ہی ہو سکتی تھی کہ
آپ کا مقصد اپنے اقربا اور اپنی اولاد کی شخصیں حکومت قائم کرنا تھا اور نبوت و
رسالت کو اس کے حصول کے لیے ذریعہ واسطہ بنایا جس سے خود آپ کی نبوت
و رسالت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے تھے۔ لہذا یہ طریقہ سراسر غلط
مصلحت اور معاشی حکمت تھا اس لیے آپ سے اس کا سدا و ہمیشہ منع تھا۔

الوکھی وصیت

وہابی میں ہار شاہ اور عکرائی نے کسی کو پناہ نہ دی اور باطنی بناد کیا اور
ولی محمد بنایا کسی کے متعلق اشتکاف پیدا ہوا صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ
عمرہ کی ولی محمد ہی اور وصیت خلافت ہی ہے جو اہل اسلام کے لیے محمد بنی کہ
کھنٹی اور اس میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل
و دوسرے حکم آپ بیان فرما سکتے تھے صرف علی اور علیہ فی الفضل مقرر کرنے کا طریقہ
سطح فرمایا تھے اور اس دہ میں ماضی موانع اور شکوک و شبہات کو ختم نہ فرمایا تھے

نورانی شہسباز کا ملک ۔ اور یہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حالت تک محدود نہیں
 اولاد میں اس قدر اختلاف پایا جوسے کر میں سے خود شیعہ صاحبانی و مذہبی فرقوں
 میں تقسیم ہو کر رہ گئے ہیں سے صاف ظاہر کہ وصیت علانیہ کسی کے حق میں نہیں پائی
 گئی۔ ورنہ ایسا اختلاف و تقارر ہونے اور علی انفس میں اللہ و کبھی حضرت علی رضی اللہ
 عنہ کا ہوا ہوتا چھوڑ دینے کی فکر ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ سے
 سے کوئی رنج اور شکوفت نہیں پہنچی تھی مگر ان کی کینہ و بغض اور عداوت کی وجہ سے ان کو
 اس حق لغت پر کمر بستہ ہو گیا ہمارے لئے یہ دعویٰ وہابی و انصاریوں نے دیا ہے کہ ظفر
 نہیں دیکھی تھی ورنہ اب کمر صدیقی بھائے اپنے لیے مولیت کو ختم کر دیتے۔ ہوا دیا
 کم عقل کو نہ ہو سکتا ہے اگر وہی اور دنیا و دھن کو خریدنا و کھڑے ہو کر کسی کی دنیا کے
 لیے اپنے دین کو قربان کر دے اور بالخصوص وہ فرقہ میں کی شاہین ایثار اور قربانی
 اور بعد از موت اسلام دہائی اسلام کا تو کنگواہ ہوا اور اگر وصیت بطور داغ دہائی اور
 اسرو پائی گئی ہے تو امت اس کی بابت کبھی نہیں لہذا مولیٰ نزارع میں ماسس کو پیش
 کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

تشریح مہمالا جامعہ از علامہ ڈاکٹر صاحب

۱۔ حضرت شیخ الاسلام کی فکر کردہ وصیت کے متعلق روایات کے جواب میں
 ڈاکٹر صاحب نے سارے روایات میں یہ صرف کیا ہے کہ یہ صرف اہل سنت کی روایات
 ہیں اور جناب علامہ ہندی نے ان کا رد کرنے کے لیے ان کو نقل کیا ہے جبکہ
 عقیدہ کتب وصیت خلافت سے متعلق روایات سے بھری پڑی ہیں لہذا ان کے
 مقابلے ان روایات کے پیش کر کے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس لیے مستحیضانہ
 حیدر کو اگر تمام قرآنی اختلافات کے باوجود ان روایات کے منکر ہیں اور ان کا رد
 کرنے کی جہت میں وصیت خلافت کا انکار ہے۔

۴۔ جن روایات کے ساتھ ہم استدلال کرتے ہیں وہ حلقہ علیہ میں ان کے درجہ میں
 داسے اور تصحیح کرنے والے کو اولیٰ سنت میں ہیں جس طرح شیخ جبکہ محدث میں پیش
 کی جاتے والی روایات صرف اولیٰ سنت کی نقل کردہ ہیں مگر شیخ کی کیا ان کے
 راوی متعصب اور مغرور ہیں اور مقام محدث میں ان کے پیش کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

تحفہ حسینیہ

از ابوالحسن علی بن ابی حمزہ

جہاں تک وصیت کے ثبوت اور تحقیق کا معاملہ ہے تو اس کے حلقہ آپ
 ابو جعفر نقیب صرہ اور ابی الیٰ الحسنہ شمس کی داسے اور حدیث کثیرہ اعلیٰ الذکر اس کے
 قائل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی خیال مبارک یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
 کو خلیفہ نامزد کریں۔ اور وصیت فرمادیں لیکن قتادہ و قتادہ نے آپ کی موافقت نہ کی اور
 قتادہ نے قتادہ کی قتادہ اور اس کی تقدیر کا تسلیم کرنا ہر مومن پر لازم ہے چہ بہا کیسے
 نہیں لایا ہوا صلی اللہ علیہ وسلم تو تسلیم و رضا کا وہی وصیت کے لیے مجبوت ہوئے۔
 اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا و طعننا عن اللہ تعالیٰ و و صلعمنا بقولہ
 اموطہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے امر کو تسلیم کیا اور
 اس پر اپنی امداد پر حساب لے بے گناہ و بے گناہ کہہ کر کوئی ایسی قسم صریح اور صحت و صحت
 خلافت و وصیت کے موجود نہیں ہے۔ لہذا یہ دعویٰ علم اللہ ہی صاحب کا اگر تمام طریقہ
 نفس فو فیضا اور وصیت کے قائل ہیں تو ہمارا مایہ خواہ خیر یا مایہ لہذا خط ہے۔

نیز جس کتب سے اس شخص میں داسے پیش کئے جاتے ہیں وہ شخص ہونے کی پیشینگی
 نہیں بلکہ خلاف نگاہی اور واقعات کی نقل جو متعصب نہ ہو سکتے ہیں کیے جاتے ہیں۔
 یہ بھی جہت کہ حمزہ شیعہ صاحب کو ان کتب کا مبالغہ آلودہ کہہ کر خود کو خلیفہ
 کہہ کر صاحب صحیح بخاری نے ذکر کئے ہیں لہذا ان کتب کے وہ حوالہ بہت جو ضعیف
 مطلب ہوں مگر اس پر مذہب کی بنیاد نہ لیں اور دوسروں کو فطادہ و فطادہ
 روایات کہہ کر دینا اور ان کے راویوں کو متعصب اور اہل بیت سے مغرور قرار

دے دینے لایسی اور انقرضوں سے بچا اور دھاندلی میں کا دنیا سے علم و تحقیق اور جہان عدل و انصاف میں کوئی چھاپہ نہیں ہے۔

پھر یہ بات جی غیبی شریعت میں دے کر احمد بن حنبلہ وغیرہ جو ہری و طبری میں کے ہوا ہے ابن ابی الحدید نے نقل کئے ہیں وہ اہل سنت ہی نہیں جو بانیہ ان کو اس مذہبی تعصب میں مبتلا کیا جائے۔ اور غنائی اہل بیت کرام سے اہل سنت کی کتابیں جو ہر مذہبی عقیدہ ان کے حق میں قسم کی پلانی اور طبعی توجہ کا مطلب ہی کیا ہو سکتا ہے یا قرعہ سری روایات میں کو مستثنیٰ علیٰ قتلہ و گلیہ نہ وہ انہی کی سنت کی نہیں بلکہ ان کے کسی کہ رادی ان کے اپنی مذہب نہیں رہے۔

مزید برآں ہم دلائل عقل و نقل سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حقیقت عرفوت کی کوئی روایت موجود ہی نہیں اور اگر ہے تو اس کا واضح حق ہی نہیں ہے بلکہ عقل و حقیقت کا لحاظ رکھ کر غلطی ہو جانے والی بات ہے حالانکہ نزاع نہ لفظ حقیقت میں ہے اور نہ لفظ روایت میں بلکہ اس کے مفہوم میں معنی میں اختلاف تو یہی حقیقت دہی ہے اور حاشا کہ آپ سزا ان کو جو پیشین بھی فرمائیں یا اور علوم نوید اور آپ کی شریعت مقدسہ ان کے پاس ہے لہذا وہی بھی جو ہے اور حادث ہیں اہل اور نہ لایہذا اور خود شیخی کتب سے ہم نے ہی ثابت کیا ہے اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے بھی پیچھے کہ آپ کی روایت کردہ اگلی روایات سے ظاہر ہے بلکہ نچر علیٰ انہ حج سلم نے جو حقیقت فرمائی تو وہ بھی کہ ان حضرات صحابہ اور خلفاء کے ساتھ اختلاف نہ کرنا اور ان کی موافقت و وحدت کرنا۔

اس تعارض میں کو دو سب کچھ

اگر ایک طرح سے روایات ہیں اور دوسری طرقت لغوت کی وصیت ہوتا ان میں کھلا اور واضح تضاد ہی ہے جس کو وہ نہ گنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا تو وہ صریحاً اعلیٰ حد کا وسط لفظ ان کے ساتھ متعلق ہو رہی ہے اور کہہ کہ ہم عدم تضاد اور اگر موافقت اور تضاد ان اور ترک انواع ترک متناقض

مردود ہے۔ تو پھر خلافت کی وصیت غلط ہے۔ مثلاً کسی کو قاضی مقرر کر دیا جائے لیکن فقہاء اور مجتہد کسے سے مدد نہ دیا جائے یا دوسرے قاضی کی صحبت نہ پا جائے یا ہمارے لوگوں کے کاکر واقعی اس کو قاضی بنادیا گیا ہے۔ بعض جو کچھ جانتے ہو سکے گا، وہ صرف اس قدر ہو گا کہ اگر خلیفہ بنادیا جائے تو بہتر ہے کہ نہ تھا کہ خدا اہل بیت و صحابہ سے اور اس میں اہل سنت کو کیا اختلاف ہے ہم آپ کو جو حق برحق خلیفہ تسلیم کرتے ہیں اور جس میں اختلاف ہے وہ ان دعاویات کی موجودگی میں ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خلیفہ تو آپ ہیں اور اتباع و سرور حضرات کی آپ پر لازم ہے۔ اذنا الباقی فی حلقی الخیرین کما نکل زیر مقول آیت ہے جو ہر عقل مند آدمی بھی نہیں کر سکتا کہ ہمارے سر جبرئیل عقل و دلائل و معجزات و حکمت ہے۔ لہذا اگر تو اتر وصیت کا دعویٰ درست ہے اور نہ انکار وصیت کے دلائل پر یہ الزام ہی درست ہے۔ اور نہ ہی تمام تر شیعہ کے متعلق یہ دعویٰ ہی درست ہے کہ وہ انکار وصیت کی دعاویات کو رد کرتے ہیں لہذا صاحب شافعی کا یہ قول غلطاً غلط ہے۔

متفق علیہ پر عمل اور مختلف فیہ کا ترک کوئی صحیح اصل تھا نہیں

ربا صاحب شافعی کا یہ دعویٰ کہ ہمارے طریق سے جو روایات خاصہ اعتقاد کے متعلق ہیں ان میں فریقین کا اتفاق ہے اور دوسری روایات میں یا اہل سنت منظور ہیں یا ان کے علاوہ مستحب اور مخیر میں یہ طرز استناد قابل پرچہ کام نہیں دے سکتا اور نہ ہی اس میں کوئی معقولیت ہے۔ بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ یہ طرز ہجو و فساد ہی سے نمودار ہے اور ان کا حل یہ ہے۔ کہ گناہی اسلام کے مقابلہ میں ان کا بھی انداز ہی ہوتا ہے۔ کہ جو بھلا جیسی کوئی علیہ السلام جتنی حد ہے اور نبوت محمد مرئی صلی اللہ علیہ وسلم مختلف نہ علی بذاتہ اس فضائل و کمالات موعظ و معنی علیہ السلام متفق علیہ ہیں اور فضائل و کمالات محمد یہ مختلف فیہ لہذا عقل کا تقاضا یہ ہے کہ مختلف فیہ کو جو ترک

مخلوق علیہ رحمۃً کیا ہائے اور اس کے تقاضا کو پورا کیا جائے مگر علمِ خدا سے صاحبِ کبر خود ہدایتِ خیر بہت ہے، تو یہ دو تضادوں کا کیوں نہیں اور نہ خلط ہے، تو یہ صحیح کیسے ہو سکتا ہے؟

اور یہ بات قابلِ غور ہے جو خواص کا بھی ہے کہ شخصی و عمومی اثرِ خدا کی معرفت ان کے دوسری مخلوق علیہ رحمۃً کوئی نزاع و خلاف ان کے ساتھ خلافت کے معاملہ میں نہیں تھا، اگر ہوا تو ہم اور خدا شکر و ثناء کے طور پر تھا، کہ جسے شریکِ مخلوق کہیں نہ کیا گیا، یا اس کی خلافت کے بعد خلافتِ نبی یا پیدا کر کے لوگوں کو بہلایا اور وہ غلام کیا و اگر ان کے دوسری جیکہ حضرت علیؑ کے ساتھ ان کے دورِ خلافت میں نزاع و خلاف رہا اور جنگ و جدل اور قتل و قتل تک تو بہت پہلے اور ہاتھِ انورِ حکیم نے آپ کی خلافت کو ختم کر کے یہ رکھ دیا اللہ تعالیٰ کی خلافت ہے کہ مخلوق نے کو چھوڑ کر مخلوق علیہ رحمۃً کو اختیار کیا جائے تو کیا یہ استدلال درست ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس طرزِ استدلال کو نفسِ خلافت و وصیت میں کیوں صرف ان کو سمجھ لیا گیا ہے۔

مختلف فیہ روایات کیوں اور کیسے؟

ہم قبل ازیں اس طرزِ اشارہ کر چکے ہیں کہ کئی شیعوں نے چند ادبی روایات اس کو جو رکھا ہے کہ فضائلِ صاحبِ اوصیاء کی حقانیت خلافت کی علت و سبب کوئی روایت ذکر نہیں کرتے بلکہ کہیں وہی تو ایسی تقریریں اور تفسیر و تہذیب کے بعد اور علیہ برید کے بعد کا اصل متن و مضمون بدل جائے یا حقیقی مفسد کسی کو تہذیب آئے۔
لیجئے اب جو صاحبِ کتاب میں شریعتِ رضوی پیچھا آدمی نے جو خطبات و مکتوبات پر خود تفسیری چلائی اور مہلتا میں قطع و برید کیا اور ہم ذکر کریں ان کی تفسیر میں بھی گڑبڑ کی کہ ابی جہم میرا معتزلہ شخص طاری بھی چلا اٹھا اور اسے کہہ دیا "ہذا خطبہ عجیب من السید" یہ عجیب خطبہ اور تفسیر و تہذیب علی ہے اور اصل عبارت کو شخصین کی

نقصیت پر دلائل کمالی تھی۔

انجی مکاتیب فی الاسلام تعلیم دین اللہ ابجد الہیہ علی الاصول تفسیر لکھنؤ شیخی
ابوبکر محمد رحیمی اندھونہ کا مقام اسلام میں بہت بلند ہے اودھان کی وفات اسلام کے
پچھلے قائل تھے اودھان اور گراؤ خم سے اس کو بالکل چھوڑ دیا اور کہیں بہا رند ہمار
حضرت ابوبکر یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نقصیت ہمارے دین پر تھی رضی اللہ
عنہ سے مراد یہ تھی کہ کسی ملک میں ہمارے کی جگہ ان کا لفظ لکھ دیا اور حیرت و حیرت
کیا ان حرکات اور تجلیات کے بعد بھی ان روایات کا جو شیعہ مسلمانوں نے نقل کیا
خواہ رضی اللہ عنہم کی تحقیق خدایا اودھان کی مولاقت پر حقیقت تحقیق میں تو کہہ کر ہیں
کوئی نشان ہو سکتا ہے؟

مقصود علی قوت دلیل ہے:

ہذا یہ حقیقت تسلیم کے بغیر پارہ نہیں کہ علی کا اثبات قوت دلیل اودھان کی
واقعیت پر ہے کہ حرکت متفق علی جوہر نے کیا اور روایات فضائل اصحاب اودھان کی کثرت
خلافت میں علی کی گنجی سے دور وہ عبارات میں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ
رضی اللہ عنہما کی خلافت کو خلافت اہلبیت اور مخصوص میں اللہ قرار دیا ہے اور اللہ
تعالیٰ کے اس وعدہ کا عیناً اور وعدہ اللہ ہی آئندہ منکرہ عدو الصلوات ایستغفرہم
فی الارض لایکذبتہ اقرار کیا اس کے بعد وصیت اور نص خلافت حضرت
علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ثابت کرنا ان کو بھلائے کے مترادف
ہے اودھان پر بہتان اور افتراء پر دانی کے برابر ہو اس صورت میں
ان کے حق میں قرآن کی غلط تفسیر کرنے اور خدا تعالیٰ پر بہتان بانٹنے
اور افتراء کرنے کا اعتقاد لازم آئے گا لہذا ایسی روایات قطعاً غلط ہیں اور
نا قابل اعتبار اور یا ان کا وہ معنی نہیں جو شیعہ مروجہ لیتے ہیں شیعہ کے قیامت
و درالوقت کے الفاظ سے استدلال کی بالکل وہی صورت ہے جیسے کہ کوئی

کے اصیٰذ باطن کو اللہ تعالیٰ کے لیے میراث ثابت ہے کما قال اللہ
تعالیٰ ﴿لِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ وغیر ذلک جیسے کہ قرآنی
کے لیے ثابت ہوتی ہے، لہذا دونوں وراثت کے معاملے میں برابر ہیں
غیر باطن حالانکہ لفظ وراثت ثابت ہے بروہ من و مقادہ جہاں قول
میں ثبوت وراثت کے لیے ہوا کرتا ہے فتاویٰ من الاماں !

علامہ ڈھکو صاحب کا جھوٹا دعویٰ

حضرت شیخ الاسلام مدنی فرماتے وصیت کے تحقق پہلی دو روایات
تھیں الثانی کے حوالے سے نقل فرمائی جی کے تحقق نامکو صاحب لڑا کرتے ہیں
موت کا نہ ہو، نقل مذکور ہے کہ ان دو روایات کے نقل کرنے میں ملائی کے نقلی قسم کی عینیت
کی ہے۔

(۱) یہ بے سرو پا روایات کتب الثانی کے صفحہ پر ہیں جبکہ تھیں کے خلاف
پر جس کا ملائی نے مؤلفہ دیا ہے۔

دسم پہلی روایت جو دامنہ و حکیم اور ابو جلال مروی ہے۔ وہ وہاں ان الفاظ کے
ساتھ موجود نہیں بلکہ اس کے الفاظ وہ ہیں جو مولفہ کی نقل کردہ تیسری روایت
کے ہیں اور اس عنوان کی کوئی روایت ان صفحات پر نہیں ہے جس کے صفحہ
ہوتا ہے کہ مولفہ کے پاس اصل کتاب موجود نہیں ہے۔ پھر اسے دیکھنے کا
وصف لکھا اور انہیں کی بکری متفرقہ کے کسی دربار یا کتاب سے نقل کر سنے پر
اکتفا کیا ہے۔

الجواب هو المذهب المصدق بالاصواب

علامہ موصوف نے غریبی تھیں الثانی کے مذکورہ صفحات دیکھنے کی زحمت
لکھا نہیں کی اور علامہ حضرت شیخ الاسلام موصوف سے کہہ دیں گویا ۔
چند اور راستہ دوسرے کو کھتہ پڑا دے

موسو صاحب ذرا تکلیف فرما کر تجلیس کو دوبارہ مدعو کجیں یہ دونوں روایات جہنمیا
سے پہلی ہوا اہل اہل حکیم سے مروی ہے اور دوسری مسند میں محفوظ ہے وہ دونوں
تجلیس کے مشہور پر موجود ہیں اور بالکل نہیں الفاظ کے ساتھ جو دوسرے مسند
میں موجود ہیں اور تیسری روایت کا صغرا ادا کر گیا ہے اور شانی کا حوالہ دیا ہے
انقرض پہلی دونوں روایات شانی اور تجلیس دونوں میں موجود ہیں اگرچہ پہلی روایت کے
الفاظ میں اختلاف ہے مگر مفہوم ایک ہے اور اس لیے اس کی کجی اور شانی الگ کر کے ذکر
کیا گیا ہے اور چوتھی روایت صوف شانی کے صغرا ادا کر کے حوالے سے
لے کر ہے۔ لہذا ان حوالہ جات میں کوئی ایسا نکتہ نہیں صوف صغرا صاحب
کی کلامی اور سستی اور قضا فی سنے اس جھوٹے دعوے کو جہنم دیا ہے۔ سوار میر نوح
فرامی تجلیس الشانی مشہور سطر نمبر ۶ سے وہ عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے۔
فان قيل كيف قسمه لكون علي انما استخلفه بعد الوفاة بما
ذكره في قوله علي بن ابي طالب والحكيم اور سطر نمبر ۱۰ پر روایات کی عبارت
علم کے طوسی صاحب اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ ان روایات میں وصیت
ذکر نے اور خلیفہ بنانے کی تصریح موجود ہے تو ہم اپنی فکر کردہ روایات سے ہم
وصال نبوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلیفہ بنانے پر استدلال کیوں کر
کر سکتے ہیں تو اس کا پہلا جواب طوسی صاحب نے یہ دیا ہے

قِيلَ لِي أَقُولُ مَا تَقُولُ إِنَّ هَذَا مِنْ الْخَبَرِ وَمَا جَرَى مَجْرَاهَا
الخبار آحاد لا تقدر من ما هو مقطوع على حصة -

کہ یہ دونوں اور اس مضمون کی دوسری روایات اخبار آحاد کے تھیل سے ہیں اور
وہ ہماری نقل کردہ روایات کے مدار میں نہیں ہو سکتیں دوسرا جواب عقلی بحث تجلیس
کے بعد یہ ذکر کیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ اَنْ يَكُوْنَ قَالَ ذَلِكْ عَلِيٌّ وَبِالتَّحْقِيقِ
والاستقصاح - اس پر ہو سکتا ہے کہ ہوا اہل اہل حکیم کی روایت میں جو کہ روایت
رضی اللہ عنہ کی خلیفہ کا جو ذکر حضرت علی نے کیا ہے اہل حق کے خلاف ہے اور وصیت کی
مواظقت حاصل کرنا ہوا اہل کی دلجوئی کے لیے کیونکہ ان میں سے جو کہ شیعہ ہیں ان کی

حق کے قائل تھے اور اسی میں ہی موسیٰ صاحب نے شافی میں منقول روایت کی حدیث
میں نسخ کی ہے ہر سطر پر اس سے اس طرح شروع ہوتا ہے ۔

عَلَى أَنَّ فِي الْخَيْرِ الْمَعْرُوفِ عَنِ الْعَمِيرِ الْعَوْنِيِّ لِمَا قِيلَ لَهُ أَوْ تَرَى
فَقَالَ مَا أَوْصَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوْعَى وَلَكِنْ إِنْ أَرَادَ
اللَّهُ بِالنَّاسِ خَيْرًا اسْتَبْعَمَهُمْ عَلَى خَيْرِ هَوَا كَمَا جَاءَهُمْ جَدِيدُ بِلَدِهِمْ
عَلَى خَيْرٍ هُوَ ۔

تو اب واضح ہو گیا کہ نئی روایات کونجیں شافی میں موجود ہیں اور ان کے تبادلات نیز
کی کوششیں بھی کی گئی ہیں۔ مگر مذکور صاحب میں کیا انھیں ہنگامہ کے لئے ہمارے بھی نہیں
میں کیا کریں نہیں اور میرا ان کے ساتھ مذکور خلیفہ صلا کردہ دونوں طرح کے
اختلاف سے علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں مذکور ہیں۔ دنیا سے علم و تحقیق میں اس قسم کے علم و
قرب اور مکاری و عیاری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جس قسم کی عیاری و مکاری اور
دلیل و قریب مکاری کا علامہ مذکور صاحب مظاہر و کتب میں۔

معارضہ میں پیش کی گئی روایات وحییت کی تحقیقت اور صاحب شافی اور صاحب تلمیض شافی کا رد

صاحب شافی علم اہل سنتی اور صاحب تلمیض موسیٰ صاحب نے ابو داؤد اور
عکیم اور مصنف ہی موسیٰ سے منقول روایات کے معارضہ میں دود روایات اپنی
کتاب سے نقل کی ہیں جن کو ان مذکورہ روایات کا معارضہ ہی قرار دے سکتے ہیں جو پیش
امی سنت کو چاروں طرف سے جیت کر دیا ہے۔ اہل اصناف اور اہل باطن و عقل
ان کا مظہر قرار دیں اور خود کہیں کہ محل نزاع و اختلاف سے انھیں کوئی واسطہ بھی
ہے اور کوئی صاحب علم و دانش کی روایات کو معارضہ میں نہیں لے کر آتا کہ
سکتا ہے ؟
روایت اول ۔ فقہنا ما رزوا ابو الغار و رعن ابی جعفران اصیر

المؤمنين لها حضرة الذي حضر قال لا بئس الحسن اذن معنى
حتى اسرا اليك ما اسر الي من رسول الله صلى الله عليه وسلم
واستحقك على ما استحقني عليه .

کتاب الشفا في مناقب ائمة الخميني الثاني ص ۳۳۷

ابو الجہدوم نے امام ابو جعفر محمد بن باقر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب امیر المومنین
کو مازندران پر حاضر ہوا تو آپ نے اپنے چچے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو فرما دیا کہ مجھ سے
قریب ہونے کی تمہیں اطلاع دلاؤ اور جعفر جعفر بن محمد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوہ
دار و سکنائی علی و مرتضیٰ (سید محمد کا) میں بتاؤں میں کا چچے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے امین بنایا تھا ۔

روایت ثانیہ :-

روى حماد بن عيسى عن عمر بن شمر عن جابر عن ابى
جعفر قال اوصى امير المؤمنين الى الحسين واشهد على وصيته
الحسين وعهدا وجميع ولده وروساء شيعته واهل بيته
ثم وقع اليه الكتاب والسلاح في خبر طويل وتضمن الامر بالوصية
في واحد بعد واحد الى جعفر وعهد بن علي بن الحسين بن علي .

شفا في مناقب الخميني ص ۳۳۸

حماد بن عیسیٰ نے عمر بن شمر سے اس کے جابر صحابہ اس نے امام ابو جعفر
روایت کی ہے کہ امیر المومنین نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ
اس پر حضرت حسین کی محمد بن حنفیہ اور تمام اولاد و مرد شیعیان علی بیت کو گواہ
بنایا پھر کتاب و وصیت ان کے حوالے فرمائی اور ہتھیار بھی دیے یہ روایت بہت
طویل ہے جس میں امام ابو جعفر محمد بن جعفر تک کے بعد دیگرے ان کے بچے وصیت کا
کر رہے ۔

تنبیہ :- یہ حقیقت صحیح بیان نہیں کہ اہل الشیعہ کے دونوں چچائی کے عالم اند

مناظرہ مشہور میں دو حمل و دایات کو انتخاب کر کے ذکر کر دے یہ حدیث سے لیا ہوا صحیح
اور صحیح احمد قوی حدیث دوسری کوئی نہیں ہوگی حدیث قوی اور صحیح قرین کو بھروسہ
ضمیمہ اور غیر صحیح کا انتخاب ہے جو اذ اور قطعاً غیر معتدوں ہے۔ آپ نے مباحثہ کی
حقیقت پر خود گریں اور ان کے عمل نزاع سے بے پروا اور بے غرضی ہوئے کا شہادہ کیا۔

(۱) پہلی روایت میں امام حسن کو قریب چار کھروارہ زادہ اسرار کچھ اتفاقاً کہنے کا ذکر
ہے۔ اور اسی اسرار کے لئے کہ اسرار کا ہمیت نہ اخذ میں ہے۔ اور اس کا تعلق پایا
جانا ضروری تھا کہ کان میں غوغاہ کی وصیت کرنے عقل و خرد کے ہونے سے اور
بقا فی ہوشی و حواس کوئی شخص ان روایات کے محدث نہیں اور انفس میں روایت
کو سمجھ سکتا ہے۔ اور اس کی موجودگی میں ان کے ساتھ اول میں خط ہو سکتا ہے۔

جو کچھ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ حدود و احوال اسرار کے مطابق زادہ سنے
اور علی سید کا آپ پر انگشت ہے۔ اور اس کو سین میں مضبوط رکھنے کی وصیت ہے اس کا
بیس نکاح نہیں بلکہ سب سلاسل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعلق ہے یا خصوصاً حدیث
و حقیقت اور وہ سب اولیاء اللہ جو اہل بیت علیہم السلام کے گھر میں وہ ان اسرار کے
ان میں سے ہوتا کہ استعداد اور میں میں بہاری بحث ہے وہ یہ ہے کہ ان میں سے یا ہذا کلمہ
میں نے اپنے وقت بزرگ حضرت حسن کو تمنا سے لے کر اپنے بعد میرا اور خلیفہ و مقرر
کیا ہے۔ وہ بیان سے ثابت نہیں انہی روایت میں ان کے گھر اور اس سے جدا رہی
سبباً قطعاً غلط ہے۔ ایوان الحیاء و کمال اعمال

(۲) اس روایت کا ردی یا الجہاد ہے۔ آپ نے اس کے تعلق میں امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ اور امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے کلمات و احادیث کا حوالہ دیا ہے تاکہ
ردی کی نشان معلوم ہونے کے بعد اس روایت کی حقیقت واضح ہو جائے۔

(۳) اس کو امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ نے مرجع کا لقب عطا فرمایا۔ اور خود ہی
فرمایا مرجع کہنے میں شبہاں کو۔ مسماہ بذاتک ابو جعفر و ذکر ان
سر حوایا اسم الشیطان۔

اب، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ شریف فرمایا تھے کہ ایک بوڑھی گندھی میں کے پاس گولہ سے کرکٹ کی ٹوکری تھی میں کو اس نے لٹا دیا تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ قَدْ قَلَبَ قَلْبَ اَبِي الْخَوَارِجِ وَكَمَا قَلَبْتَ هَذِهِ الْخَوَارِجَةَ هَذَا الْقَلْبَ قَدْ قَلَبَ ذِي بَيْتٍ**۔ یہ ٹکڑا اللہ تعالیٰ نے ابوالخوارج کے دل کو اس طرح الٹ دیا ہے جس طرح کہ اس بوڑھی نے اس ٹوکری کو کوئی اب میرا کیا گناہ وضوء ہے۔

(ج) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **مَا فَعَلَ اَبُو الْخَوَارِجِ وَدَاعَاوُ اللّٰهِ لَا يَمُوتُ اَوْ تَمَاتُ**۔ ابوالخوارج کا کیا حال ہے۔ تمنا وہ حیران و سرگردان ہو کر رہ گیا۔ (د) ابوبکر کتا ہے امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ابوالخوارج کو کثیر گناہ اور ملامت پر ان شخص کا ذکر کیا اور فرمایا: **كَذَابُونَ مُكَنَّدُونَ كَفَرَاءٌ عَنِ طَبِيعِ بَلَدِهِمْ لَعَنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ**۔ یہ کذاب ہیں اور بہت دیر تک یہ کذاب کر رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے لعنہ فرمایا۔ ان پر یہ اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہو۔ **مَا عَصَا لِرَبِّكَ اَبِي خَارِجٍ**۔ اس بوڑھی کی مشاں جو جلیل الشان احمد کرام کی زبان سے منقول ہے۔ اس کے بعد کوئی نام نہیں اور محب اہل بیت اس کے روایات پر اعتبار کر سکتا ہے۔ (اختیار مدعیان کلمی ص ۱۸۷) اس شیطان اور کافر کو ضرور اس کے روایات پر اعتقاد کرنا چاہئے کیونکہ ان کے ساتھ ان کو ملامت نامہ ہے۔

دوسری روایت :-

(۱) دوسری روایت میں اگرچہ وصیت کا حلقہ بھی ہے۔ خود چند حضرات کا اس وصیت پر گواہ ہونا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن عمل نزاع سے اس کو بھی حلقہ نہیں کیونکہ اعلان عام ہونا چاہئے تھا۔ اب آپ اللہ عزت کی طرف کوچ فراتے واسلے ہیں۔ اور شہر کو نہیں گونہ آپ کا محب ہو گا۔ جو حاضر خدمت رہے ہو گا اس کو تم پر آپ کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نوافل و نیابت اداء عادت و حکومت ولی عہد کی اداء و نشینی کا اعلان کرنا چاہئے تھا۔ لیکن صرف وصیت کرنے کا ذکر ہے۔ اور اس کی کتابت کا اور اس پر گواہ کا غم کرنے کا لہذا اس سے لفظ وصیت خود ثابت

ہوا کہ مردہ معنی وصیت کا جس میں جہاز کلام سے اور جس کی نفی پر ابوہدائی و عظیم
اور معصوم بن سنان کی روایات خلاف است کرتی ہیں ان کا جواب اس روایت میں
کہاں ہے۔

۲۰ (اس میں امام حسین، امام زین العابدین علیہ السلام اور قرآن مجید حضرت کی نزول
فرود وصیت کا بھی ذکر ہے۔ قرآن مجید میں کھولی کر اور نوبت غفلت سے پیدا ہو کر گریح
عالم اور غفلت، امام کا مشاہدہ کر کے جلا فرامی میں سے کوئی حاکم اسلام اور غفلت و
تکڑائی ہوا ہے۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو اس وصیت کو عمل نزاع سے کیا تعلق
ہوا۔ اعداد اگر آپ کو ان کے انہماک میں نہیں تھی اور بعض گند کی بجائے ہیں گئے لیے
وصیت خلاف غلطی فرمادی تو آپ کے علم سا کون حد تک کون کا اعتقاد ثابت ہو گیا۔
جو مذہب شیعہ کے سر امر خلاف ہے۔

۲۱ (اس روایت کا وارد مذکور جعفر بن محمد پر ہے۔ اور وہ ایک بڑا سرور شخصیت ہے
جس کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔

جابر جعفی راوی کا حال

۱ (مذکورہ کہتا ہے میں نے امام ابوہدائی جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے
جابر کے متعلق روایات کیا تو آپ نے فرمایا:۔ جابر اثبت عندی فی قسط
الفرقۃ واحدۃ صحت علی قسط۔ وہ میرے پاس تو کبھی آیا نہیں اور میں نے اسکو
اپنے والد گزالی کے پاس سونپا ایک وفد رکھا۔

مذہب ذریعہ ساری کہتا ہے کہ میں نے جابر جعفی اور اس کی روایات کے متعلق
امام ابوہدائی سے دریافت کیا۔ وہ میرے پاس نے جواب ہی دیا اور میری
مزید عرض کرنے پر فرمایا:۔ وع لا تکر جابر قاضی المسئلة الا بمعولہ الودع
تفقوا اذ قال لا اعدوا۔ ہمارے ذکر کو چھوڑو کم عقل لوگ جابر کی احادیث
میں گئے تو نہیں و قلعہ کریں گے یا فرمایا کہ میں کو شائع کریں گے۔ یا فرمایا کہ ان کو
خارج کریں گے۔ امام احمد و اس کا بیٹا نہیں کہ انہیں شائع امام کیا جائے،

(بج) عمری شمر لے جا کر سے نقل کیا ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ عطا فرمایا کہ اور فرمایا۔

ان انت حدثتہم حق تھذلی بنو امیۃ فعلیک لعنتی
ولعنتک یا امیۃ ان الحکمت منہ شیئا بعد ہلاک بنی امیۃ
فعلیک لعنتی ولعنتک آیاتی تفرّد فیّ کتباً یا آخر شو قات ، وھذا
ھذا فان حدثت بشیء منہ اھلاً فعلیک لعنتی و لعنت
آبائی :

اگر تو اس کن سب کے مندرجات کو خواہمیک جاگرت سے پہلے بیان کر دے یا
ان کی جاگرت کے بعد ان میں سے کسی کو چھپائے کہ تو تجھ پر میری لعنت اور میرے
آباء کی طرف سے لعنت ہے اور دوسری کن سب کو سے کر فرمایا کہ اس کو سنے اور اس
میں سے کچھ بھی لکھی بیان کیا تو تجھ پر میری لعنت اور میرے آباء کی لعنت۔

اد ایک روایت میں ہے کہ جب کہتا ہے میرے پاس یہ اس خبر اور روایات میں ہر کچھ
بیان کرنے کے قابل میں کسی کو نہیں بہت اور دوسری میں ہے کہ ستر ہزار اور روایات
اسی میں درج کر امام محمد باقر سے ایک حالات اور امام جعفر صادق سے ایک
بھی نہیں تو اتنا ذخیرہ کس سے حاصل کیا ؟ معلوم ہوتا ہے قناد ناد میں اور جعلی و
وضعی ، لہذا حق جاہر کہتا ہے میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا
تم نے اپنے ہزار کچھ پر تکلف کر کے مجھ پر بہت بار دہرایا جو تم نے کہا ہے کہ میں
عوام کے سامنے ان کو بیان کر سکتا ہوں اور نہ میں ضیاء کر سکتا ہوں بلکہ میں ہی منہ
کی اسوج کا ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا۔

یا حاہرا اذا کان ذلک فالخروج الی الھمال فاحضر
حقیرة و دل رأ سلف فیھا شو قات حد ثقی محمد بن علی
ہکذا و کذا۔ (رجال کشی ج ۱ ص ۱۸۰)

اے جاہر جب یہ صورت حال پیش آئے تو ہماروں کی طرف نکل جا یا اگر
گلا حلو کر سراس میں ڈال کر کہہ دیا کہ مجھے محمد بن علی نے ایسے ایسے بیان کیا۔

اس کے علاوہ بھی بہت کچھ اس کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ ایک ہی ملاقات میں اتنی دوا یا ست کا حصول اندر اس متعدد طرح دوائیوں کا تادم کتا ہوا ہے۔ علوم مسرور کا دلکش ہی حال تادم پیراؤں کے متعلق حضرت کے ساتھ تھا۔ دکن میں بھی کیا گیا۔ اور جو شخص سینہ کو دوا کر کے کے لیے اڑھوں میں ہوئے کہ دوا یا ست یہاں کرنے کی وصیت وغیرہ اور ہر طرح کی کتاب یہ کہ رنگ جس دوا یا ست کو نہیں کرنا مام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ان کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے دوا سے آپ سے ہیں۔ انفرغ اس قسم کے کچھ اور شخصیت کہ دوا یا ست کسی عقل مند اور طبع سلیم کے مالک کے لیے قابل قبول ہو سکتی۔ یہ ہے حالت ان دونوں دوا تھیں کے نہیں کی جس کو عقل ذراغ وغیرہ کے متعلق ہی نہیں اور یہ ہے حالت جس کے دوا تھیں کی۔ جب منتخب تر یہ دوا یا ست کا یہ حال ہے۔ تو دوسری دوا یا ست کا کیا عقل ہو گا۔

قیاس کی ذلالت سے یہ صحت پیدا ہوا

۱۷۰) علاوہ ان ہی دونوں بلکہ دوا یا ست کی سند حضرت امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ پر مضمون ہو جاتی ہے۔ جب کہ آپ یقیناً وصیت کے وصیت کے وقت موجود نہیں تھے۔ ہر علی رضی اللہ عنہ کی خدمات ہجرت کے چالیسویں سال ہوئی اور آپ کی خلافت واقعہ کر بلا کے کافی عرصہ بعد ہے۔ تو علامہ اس دوا یا ست میں الفاظ سے یہاں اور دوا یا ست سے دوا یا ست روک سچا اسلام کی صداقت اپنی جگہ لیکن اصول دوا یا ست کے لحاظ سے محال بحکمت موجود ہے۔

۱۷۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقل کر دوا یا ست کے ذوقوں کا حساب لا سکا گیا۔ لیکن اس کے برعکس حضرت شیخ الاسلام علی نقیؒ کو دوا یا ست کرنا تو کبھی مسعودی صوفی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نفس خدام اور بانی خاندانوں میں سے ہے۔ اور موقوفہ موجود علیؒ یا انہی میں دوا یا ست میں بھی یہ انتظام نہیں ہے۔ یہ حضرت مسعودی کے متعلق لڑا اپنے صاحب جس وقت عدلیہ کی داسے بھی طوفان فرمایا۔

(۱) قال ابو عبد الله عليه السلام ما كان مع امير المؤمنين من يعرف حقيقة الامعة بن حنظلة واصحابه .

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ احادیث کوئی بھی ایسا شخص نہیں تھا کہ آپ کے حقوق کی صحیح معرفت رکھتا ہو۔ اس کا مصداق ہی صحابی اور ان کے ساتھیوں کے مزید تفصیل کے لیے درج ذیل شخصیت ۳۳ تا ۶۵۔ مطالعہ الکریم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اصحاب کے حق میں اور ان کا امیر معاویہ کے وہ خلافات میں منبر پر کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح و ثناء کرنا اور امیر معاویہ کی تشدد میں تقلید و تشدید سے کام لینا بغیر امت مذکورہ کے فتوہ و روایات ایسے لوگوں کی روایات کے مقابل کیوں کہ قابل قبول ہو سکتی ہیں جو صاحب ثنائی اور صاحب تئیس ثنائی وصیت کے اثبات میں پیش کر رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی حقیقت

نذر شبیر

از حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

روایت نمبر ۱۰۰۔

اس وصیت کے سلسلے میں ایک اور روایت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

والمروقی عن العباس انك خطب امير المؤمنين في مرضه النبي صلى الله عليه وسلم ان وصال عن القائم بالامر بعدك وانك استنفع من ذلك خوفا ان يصرقة عن اهل بيتك خلايعود اليهم ابدا .
(کتاب التفتی ص ۱۸۸)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت مرض میں کہا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات کریں کہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی امیر المؤمنین ہو گا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس

نور اور روش کے تحت نہ رہا۔ کہ کہیں حضور علیہ السلام بچال بیت سے بیرون نہ
 کو بیرون نہ۔ اور میری باتیں تو اس تصریح کی دوسرے پھر بھی کیا اہمیت میں نہ
 نصیر آئے گی۔ وگذاقی تخبیں اثنالی مکتے سطر نمبر ۱۰۔

و حضور فرمایا آپ نے یہی وصیت اور لانا ہے جو فصل کے متعلق تصور میں ظہیر
 ہیں کہ مکتبہ سب کو کہ علم پر ہے وہی آقاؤں میں بیان کیا جاتا ہے۔ دہا کہ سب شہید

تقریر بیٹھ ویت تحفہ حسینیہ ۱۰۱۰ ہجری شریف ۱۲۸۱ھ

اس مضمون و مضمون کی نہایت اہمیت اور اہمیت ہے عہدِ حجازی جوہری کے بارے میں
 اہمیت اور اہمیت میں شہری نے شرح حدیث کی میں اہمیت میں عہدِ حجازی جوہری۔

(۱) عن عبد اللہ بن عباس قال خرج علی عیہ السلام علی
 الناس من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ فقال لہ
 الناس کیف اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا حسن
 قال اصبحت بعید اللہ یا قائل فاحمد العباس بیہ علی شکر قال
 یا علی انت عہد المعصا بعد ثلاث احدث لقد رأیت الموت فی
 وجہہ وانی لا عرت الموت فی وجہہ یعنی عہد المطلب فی لفظ
 الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فا ذکر لہ هذا الامر ان
 کان فیما اعلمنا وان کان فی غیرنا اوصی بنا فقال لا افعل واللہ
 ان معنا الیوم لا یؤیکنا الناس بعد و قال فتونی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ هذا الکلام المیوم۔

(شرح حدیثی ص ۲۵۵)

حضرت عہدِ حجازی جوہری میں عہدِ حجازی جوہری سے مراد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے آپ کے مرض وصال میں تو لوگوں نے کہا
 اے ابا الحسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس حال میں بھیج کی ہے؟ تو آپ نے کہا

بجواز آپ تصدیق میں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے علی تم غیبیوں کے بعد ماتحت اور محکوم محمدیہ کے دائرہ تہذیب و تربیت قوت و توانائی ختم ہو جائے گا، میں قسم افک کرکت ہوں کہ میں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروانہ میں موت کے آئندہ دیکھ لیے ہیں اور میں موت کے قریب ہوں بلکہ طلب کے مہروں کی حالت سے ان کی موت کو جمان لیتا ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر گاہ میں حاضر ہو کر اہم خلافت و حکومت اقتدار کو کرو۔ اگر ہم میں سے تو اس سے جس یا خیر فرماؤں، اور جو نہیں اور میرے علاوہ دوسرے لوگوں میں سے تو انہیں میرے حقوق و وصیت فرماؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس طرح نہیں کرتا، بعد ازاں آپ نے ہمیں حکومت و خلافت سے منع فرمایا تو آپ کے بعد لوگ میں کسی بھی حکومت و خلافت نہیں دیں گے، میں عباس فرماتے ہیں اسی دفعہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مروی ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ بعد اور دودھ پی پیا ہو چکی تھی اسی دوران آپ کی وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہیں کیا اگر تمہیں اپنے پیچھے کے آخری دیدار کا شوق ہو تو ان کے پاس حاضر رہیے دیکھئے۔ اور میرے خیال میں ان کے بعد تمہیں ان کی خلافت کا موقع نہیں مل سکے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے میری بات سن کر غصے میں ہو گئے اور جھگڑا کے چلے اور میرے پیچھے ان طلب کر گئے۔ میں ان کے چلے اور ان کے پیچھے ان طلب کیا، ان سے کہہ کر آپ باخود داخل ہوئے اور وہاں نے ایک دو سرے سے معاف کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور باطن جو سننے لگا اور کہا: اسے چھو جاؤ مجھ سے رضی ہو جاؤ؟ اللہ تعالیٰ تم سے رضی ہو تو انہوں نے فرمایا میں رضی ہو گیا۔

ثم قال يا ابن ابي اشرط عليك يا شيعة ثلاثة فلم تقبل واديت في عاقبتكما ما كرهت وها انا اشرع عليك برأي رابع فان

تہلۃ و الا نالک ملانک متا قولہ قال ملائک باعترہ قال
اشرتک علیک فی مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لن کسمالہ فان کان الامر فینا اعطاناہ وان کان فی غیرنا
اوصل بنا فقلت انشی ان منعنا کا لا یعطیناہ احد
بعد کا فیضت تلتک ۔ ۶

(شرح حدیثی جلد ثانی حصہ ۱)

آپ نے فرمایا اے میرے پیچھے میں نے پہلے میں امور کے متعلق قسمیں شروع
دیا مگر تم نے قبول نہ کیا مگر اس کا کام وہ تھا جو قسمیں اپنے عقیدے اور خود سے منسوب
ہیں جو تھا مشورہ دینے کے ہیں اور اگر اس کو قبول کرتے تو مشورہ دہ جو پیغمبر پہلے نکلا اسی
طرح اس کا نتیجہ بھی برآمد ہوتا کہ آپ نے کیا کہنے میرے چہارہ کیا مشورہ دے تھے ۔

آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قسمیں یہ شروع دیا
تھا کہ آپ سے جو مشورہ کے متعلق دیا نہ تھا کہ میں اس میں سے تو میں بظاہر مانا
اور اگر رسول اللہ سے تو انہیں ہمارے متعلق وصیت فرمائیں کہ تم نے کیا کچھ مشورہ
دیا ہے کہ اگر آپ ہم سے اس امر کو رد کریں تو آپ کے بعد میں کوئی نہیں
دے گا جہاں بعد وقت گزر گیا اور خود ہاتھ سے نکل گیا ۔

نوٹ :۔ دوسرا مشورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالی شریعت کے
جد ہیئت لینے کے متعلق اور اپنی حرکت سے اور جو سفیان کی طرف سے عرض کرنا کا
تذکرہ جو بعد میں ذکر کیا ہونے کا اور میرا مشورہ مشورہ میں شامل نہ ہونے سے
متعلق تھا جس کے متعلق آپ نے فرمایا کچھ اختلاف اپنے عقیدے میں اس کا تذکرہ کرنے
چکا اور جو تھا مشورہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مساجد میں داخل ہو کر دیکھا
تھا اور بیچ میں اپنے سوال اور زور میں ہونے کا چکر اسی کے قتل کی ذمہ داری
تم ہی کا نہ ہو ۔ ورنہ خلافت مل گئی تو میں اس میں تم سے لیے کوئی فیروزہ پہون
نہیں ہوگی جہاں آخر انجام کار آپ نے فرمایا ۔

واللہ لکھان عشق کان یسکھ من وراہ سقر رقیسی واللہ
ماثلت من ہذا الامور شیتا الا بعد شتر لاخیر فیہ۔

بھدا گویا بیوے چچا باپ کیسے پرزہ کے پیچھے سے اس کا انجام کھدو کر رہے تھے۔
بھدا میں نے امر خلافت سے جو کچھ حاصل کیا وہ شتر و فساد کے بعد حاصل کیا جس
میں کوئی عیرواد بھری نہیں ہے۔

اعترض جو عمر ہی اور اس اہلی اللہ کی عقل کردہ ان دونوں دوا پات سے بھی
واضح ہو گیا کہ آپ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ملاقات سے قبل خبر دے کر کہا تھا
اور انجام کار سے بھی آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تمہارا حق ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے اس کا احوال کرو تو اور خدا کرے گا مطالبہ کردہ خود حکومتی اور باطنی تہذیب
مقدمہ ہی جائے گی۔ جس سے صاف ظاہر اور صریح ہونے لگا کہ حیاں ہی کا آپ کیسے
ذو وصیت خلافت کو بعد قحی باوجود کوئی انقضائے خلافت اور غدیر علم کے واقعہ پر بھی تہذیب
محبت میں نہیں گھوڑا تھا۔ اگر اس میں اعلان خلافت ہو چکا تھا اور یہاں تک سلامت
کے واسطے اور پیغام بھی دیئے جا چکے تھے تو اب اس موقع پر اس امر کا فیصلہ کھلنے
کے لیے آپ نے کیوں خود مدد فرمادیا۔ اور آپہ دو سال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے اس مشورہ کو قبول نہ کر کے پراسچہ دہن اور مسامحات کا عہدہ کیوں کیا جبکہ
آپ کا وصال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے آثار و مسائل بعد
خلافت امیر عثمان کے چلنے سال میں ہوا۔ گویا اس قبولِ امر میں بھی آپ پر نفس
خوفت اور وصیت خلافت کا انگنائے نہیں ہوا تھا۔ اور آپ اپنے اسی موقع پر
قائم تھے کہ جن میں دریافت کردہ حقیقت حال معلوم کر لینی چاہئے تھی جب حصول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اتنے قریب ہی اس وصیت سے
سے عبرتی اور دوسرے جامع ہی و اللہ۔ حضرات کو کیا خبر ہو سکتی تھی؟

لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علیحدہ بنانے پر انہیں اور عدالت اس اقلیت
کے فتویٰ سے جو نواز آگیا ہے کہ سبھی اہل ایمان اللہ پروردہ ہو گئے ہیں یا سوا میں کے خدا

ظلم اور زیادہ قیادہ بھی ہوگی کا کیا ہوا ہے۔ خصوصاً کتب سائنس اور شہادت
موضوعی کے برعکس یعنی اس جرم میں دانی پر مزید جوئے کا عقلی ٹکڑا ہے۔ گو وہ
جرم ثابت بھی ہو جو۔ جب اہل بیت کو بھی معلوم نہیں تو صاحب امور اور غلامانہ
کے مقدار کو بھی اپنا استحقاقی بہت نہیں تو ہوا ہوا وعدہ اور جابر صلی جیسے کذابوں
پر یہ دینی کچھ نازل ہو گئی۔

ابو جعفر صاحب علوم سی صاحبین کا جواب

۱) صاحب ہمیں نے پہلا جواب اس روایت کا دیا ہے کہ یہ خبر وارد ہے اور
عمر وارد نہیں اور حدیث متواترہ کی کائنات پر مشتمل نہ ہو تو ہمیں اس کے متعلق
ہمارے مذہب معروفت و مشہور ہے۔ یعنی باب حقائق میں اس کا اعتبار نہیں ہے چنانچہ
وہ خبر وارد ہے ان کے اور احادیث متواترہ کی مخالفت پر مشتمل ہو تو ہمیں ہمیں
اس روایت کو نفس غلامانہ کے مداخلہ اور معارضہ میں کیا ہے۔ وہاں لکھا
مترکب ہے۔ فمن جعل هذا القبر السوي عن العباس ربيعة الله
عليه واقفاً لما يذهب اليه الشيعة من نفس الذي قد مضى
صحتهم وديننا استفاضت الرواية به فقلنا بعد - اور دوسرا جواب یہ دیا
ہے عن ابن الخضر اذا سلمنا وصحت الرواية به فغير واقع
لنفس ولا مانع له لان سؤالا ربيعة الله عليه بمقتضى ان
يكون عن حصول الامر لهم ولو هم في ايديهم لا عن
استحقاقهم ووجوبها -
غلامانہ کی اس
روایت کو اگر تسلیم کریں اور اس روایت کی صحت مان لیں تو اس کے ہمارے
نفس غلامانہ کا مداخلہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہمارے کے منافی ہے۔ لیکن اگر حضرت عباس
رضی اللہ عنہ کے اس مظلوم کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ سے اس میں
حصول کا مطالبہ کریں اور اس کے یا حقوں میں نبوت اور استغفار کے متعلق روایت

طوسی صاحب کی غلط فہمی اور دھوکہ دہی

جوابہ اول کا ملحد دھوکا دے گا کہ یہ ہے کہ یہ غیر واحد ہے اور وہ باب بتا دے جس آیت میں علی الخصوص جبکہ اول الذہب اور روایات متواترہ کے خلاف ہے اور یہ آیت خلافت کی متواتر روایت کا محال ہے معلوم کر چکے ہیں اور دلائل قطعی اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام جیسے کہ تصریح کر دی ہے، جبکہ شیعوں کے نزدیک امامت قطعی معارف کے قبیل سے ہے مثلاً خداوندیکہ اللہ و رسولہ و آلہ میں آمنوا کے ساتھ مثالی لفظ کو نہ ملاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیکھا اے ایمان بھی اس میں فرق کیا ہے اور صرف معلوم آیت میں نہیں بلکہ واقعات نے بھی اس کا اثر ترک اور محول بنا بہت کر دیا ہے اور مثالی لفظ کے ساتھ ملاؤ تو وہ قطعی ہے بلکہ تمام احادیث و اخبار و روایات سے بھی مثالی لفظ میں منقول روایات کا وجہ کم ہوتا ہے۔ لہذا قطعیت کہاں ہے؟ اٹھائی اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلیل خلافت کہتا کسی طرح حدیث سے جو ملتا ہے جیسا کہ طوسی صاحب جیسے محقق پر تحقیق نہیں اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب وہی میں خلافت کے علاوہ دوسرے کوئی احتمال نہ ہو۔ اور خلافت بھی بلا فصل مراد ہو۔ کوئی محقق تھا نہی جو اس دھوکا دے اور نہ ہی تعصب سے بہت کہ اس قسم کی ضعیف حدیث پر ترجیح دے سکتا ہے؟

حق کیا انصاف! دیگر مزا طور دلائل کا بھی یہی حال ہے۔ اور اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نہ ہائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت خلافت مستقیم و محمود ہو، تا بہت ہو، بلکہ یہ جواب میرا تحقیق پر قطعیاً چلا نہیں آتا۔

جواب دوم کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ سوال اسحق آق سے نہیں بلکہ حصول خلافت اور اس کے قبضہ میں آئے تھے۔ لیکن اس میں محقق صاحب نے اپنی مادی روایات و روایات اور مثالی تحقیق کو مذہبی تعصب کی بھیبت چلا رکھا ہے۔ اور وہی خلافت کا ثبوت کا ثبوت کا حق کیا ہے۔ اب ملا علی قاری

اس جواب کے وجہ بطلان ۱

۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کا وقت وصال قریب سے تم علوم میں کردہ جاذبہ کے لہذا دریافت کرو کہ میرا غرض نہیں اور قائم بلا مگر کوئی جوگا ؟
جب آپ کی خلافت کا اعلان ہوا اور وصیت خلافت کردی گئی تو آپ قائم بالامر کے متعلق کے متعلق سوال کا مطلب کیا اور اس غیب کے دریافت کرنا مطلب کیا ہوا کہ حق وار توجہ ہو گئے۔ لیکن قبضہ بھی کر سکیں گے یا نہیں بلکہ یہ کیا چاہیے تھا کہ اقتدار علی طور پر بھی ہمارے حوالے ہوتا چاہئے تھا یہ عرض کرو کہ آپ اقتدار میرے حوالے کرنا چاہتے تھے اور اپنی ظاہری حیاتیات طیبہ میں مجھے اس مسئلہ اقتدار پر مجاہدہ تاکہ کوئی احتمال نزاع باقی نہ رہے اور یہی مفہوم ہے جو ہری کے حوالے سے نقل کردہ دوسری روایت کا کہ عرض کرو اگر خلافت ہمارا حق ہے تو میں صلا کروں اور نہیں تو میں کاجے۔ انہیں جہاد سے حقوق کی نگہداشت کی وصیت فرماؤ لیکن آپ نے جہاد کا ہر حالت میں عرض کرنے سے منع مذمت کردی اور دوسرا عند خدا ہر فرمایا کہ کہیں میں منع نہ کر دیا جائے اور ہمیشہ کے لیے اس منصب سے محروم نہ ہو جائیں

۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ سے اور خدا سے کیوں نکال رہا ہوں کہ اگر آپ ہمیں خلافت بخشیں تو پھر بعد میں میں کوئی نہیں دے گا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایقان احمد و عثمان و فاطمہ آپ کو شک و شبہ تھا ؟ اسباب نہ ہذا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اپنے لئے جوئے اعلان سے برگشتہ ہو جائے گا کیا تھا ؟ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو حقوق صاحب کے اختراعی احتمال دے کوئی نہ نسبت نہیں ہے۔ بلکہ ان پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وہ خلافت اور میدان شکنی کی جگہ ان اور سوا علی کا ہوتا ہے۔

۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال کا علم ہر حال تھا جہاں مذہب بھی ہی ہے اور شیعہ مسابین تو ہوا ام کو عالم بالکل وہاں دانتے ہیں چہ جائیکہ نبی انبیا۔

اور امام کا درجہ علی الشہید و علم فہذا لے کر یہ دو سوال کا تعلق ہونے کے باوجود خود
 آپ نے کچھوں ذہنی کے مطالبہ کے بغیر ہی اپنی مسئلہ پر بنیاد لی۔ دنیاوی حکمران اپنی
 بیعت یا ورنہ کا عین یکہ و دران کا فہم مقام حکمران اور۔ کا فہم مقام صدر اور اس فہم
 کا مرکز و ستیجہ ہیں مگر نظام دوست و ستیجہ۔ اور موقع اسکا فہم طرقت میں یہ اور کچھ
 اور کا فہم مقامی کا۔ آدھا بہت ہیں لیکن یہاں صورت حال بالکل مختلف ہے۔ بحیثیت
 نائب حکمران اور کا فہم مقام بادشاہ محض تو کیا ہا تو ملوک کی بات ہے۔ شیخ رضا حسان
 تو نماز بیچھا ہم فریضہ میں جس کی بات کے لیے شب و روز میں پانچ و نو امام کی خدمت
 ہوتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کا فہم مقام امام میں بہت نہیں کر سکتے خصوصاً
 کا معاملہ تو اس سے بہت مختلف ہے۔ مگر انہی اکرام علی الشہید و علم کے اور شاہ و شہ
 ہونے کے باوجود اور یہاں ہی جیسے فہم کے دوست یہ کا فہم مقامی عمل میں نہ لانا
 اس حقیقت کی واضح نشاندہی ہے کہ کوئی دوست اور محسبوں آپ اس شہر میں نہیں
 کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ اس سر کو انہی حقائق کے خلاف اور اس کی دنیا پر چھوڑنا چاہتے تھے اور
 است کو اپنے امام کے انتخاب میں اور اس کے طریقوں کی تعیین میں با اختیار و جہاد
 چاہتے تھے جیسے کہ متعدد ہی موقوفوں اور امام الخلیل و حکیم کی روایات میں اس کی تصریح
 موجود ہے۔ لہذا اس کو جہاد کی غوریت و رہبر کے ساتھ سے بھی نہ دیا اور نہ ملتا ہے۔
 یہی طوسی صاحب الخلیل میں فرمائی ہوئی کوئی نہ ملے اور انہیں بڑی دور کی سمجھی ہے۔
 کہ علی سے ملنے کو فرمایا گیا۔ مگر وہاں طلب امر ہے کہ حاصل بھی ہو گا یا
 نہ ملے گا۔ تاہیں یہاں نہیں ملے گا۔ تو اس کو یہ فیہی خبر بھیجی کہ کیا ضرورت تھی۔ لیکن
 کہ چاہیے فہم کا ضرورت و علی میرے واسطے کہ وہاں کہہ میں ملے گا۔ فروری کا صدر دیکھ
 چرچہ آخر عالم غیب کے متعلق امتحان تو مطلوب نہیں۔ اس لیے کہ حصول مطلوب ہے
 لہذا ہر کام راست مطلوب و مقصود امر کی استدعا کر لی جائے۔ لہذا اس الخلیل کی
 طریت بھی واضح ہے۔

۴) مطلوب و مقصود ہونے کے مظلوم ہونے والی دعا بہت ہو نہ کر لے ہے اور اس کے

عواقب پر بھی غور کر چلتے۔ کیونکہ اس میں کوئی سرور عام صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تو نہیں کہ
 تین ماہ قبل مصفاقی بیان کر کے دوسروں کو کم کسی کر دیا۔ مگر عموماً اقتدار سوجھنے کا
 وقت آیا تو کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
 خلافت سے محروم ہو گئے۔ اگرچہ ظاہری حیاتیات جیتے ہیں اس اعتبار سے وہ اقتدار سے
 دست بردار ہو رہے تھے تو بہت دور رسالت میں کوئی فعل لازم آسکتا تھا کہ جب تک
 زندگی میں حکومت حاصل نہ تھی بلکہ سکون و قنوت سے گھر میں کوئی رہنے نہیں دیتا تھا۔ اور
 یہ منظور میں بھی تھی کہ سال تک حکومت و مکتفیاتی کی بنیاد نہیں پڑی تھی۔ لہذا اگر
 ظاہری حکومت کے حصول سے قبل بہت دور رسالت میں کوئی فعل اس شخص نہیں پڑا تھا۔
 تو اس کو حجت علی رضی اللہ عنہ جیسی تدبیر اور معظّم اور محبوب منصب کے سامنے
 کر دینے سے کیا ملل پڑ سکتا تھا؟ جبکہ ان کی حکومت آپ کی حکومت ہی ہوتی ہے
 کہ آپ کی حکومت و سلطنت حد مفیقت اللہ تعالیٰ کی حکومت تھی۔ لہذا اس روایت کو
 اگر نفس خلافت و وصیت امامت کے پس منظر میں دیکھیں تو خود ذات رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم بھی اس مظلومیت و معذوریت اور مظلومیت مرعفی میں براہ کج تھکے دار
 بلکہ مایوس و بے بس تھے۔ خود یا اللہ ہی ذرا کف۔

راج فرمایا محمد بن صدوق صلی اللہ علیہ وسلم شجرت الشیخ یحییٰ و یحسّم کسی چیز
 کی محبت اندھا ہو کر دیتی ہے۔ یعنی صاحب کو بھی ہونا ہے مصلوب اور وصیت
 امامت کی قطعیت ثابت کرنے کی محبت لے دیکر میں مدلا زمر سے نہ جانے ہو
 کر دیا ہے حتیٰ کہ ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی محدود الزام آیا کہ جب یہ لفظ
 ہے یا حد یقیناً لفظ ہے تو اٹھنا پڑے گا کہ یہاں پر کوئی نفس خلافت تھی نہ اس کی وصیت
 اللہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہ السلام

مذہب شیعہ

از حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

روایت نمبر ۱۵۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرما بھی ہے یہ ہے بچھو جو شیخ علی رضی اللہ عنہ
قبول میں دسج ہے میں میں تسبیح ہے کہ حضرت عباس اور جناب ابو سفیان حضرت
علی رضی اللہ عنہ کے خدمت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
حضور کو عزت میں کرنے کے لیے کہ ہم آپ کے ساتھ خلافت کی بیعت کئے ہیں، اس کے
جواب میں وہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

يا ايها الناس سئلوا امواج الفلق بسفن جنات و عرشها
عن طريق المنورة و قيعوا تبعها ان البطاقة ، اذ لم من نهض
بجناح او استسلم لارح هذا ما لآلئ و لقيمة بعض بها اكلها و
صحتي الشجرة لغير وقت اوتاعها كالارض في ارض غدير
فاني اقل يقولون حوض علي المنك و ان اسكنت يقولوا جرح من
الصوت هودت بعد التثيا والقي والله لا بين الى طالب انس
بالصوت من الطفل ليد في اقله .

پھر اسے لوگوں نے غلوں کی قوموں کو نہایت کی کشتیوں کے قریب سے گزرا۔
اور منارت و منار کے طریقہ چھوڑ دو۔ مختصر کے کاجوں کو چھینک دو۔ جو شخص اس
پے کے ساتھ جہز ہو تو علاج پا چکا۔ یا جس نے طاعت کی اس نے اس کی دکانیں
کو لے لیے غلہ دے دے کہ میں اس کی ایک کوبہ پانی کی طرح ہے یا اس قدر ہے کہ اس کے لئے
کے گے میں پس جیسے میرے غلہ جتنے کا سوال کیا ہے پیچھے کوئی کچے چلے کہ
قبل از وقت قرآن ہے پیچھے کوئی دوسرے کی زمین میں کہتی ہوں کہ میں اس کی
تہہ سے کھٹے کے مطابق فواف کا دعویٰ کر دوں تو قنہ ہاڑ لوگ کہیں گے کہ اس
تک کے ہے یا کیا اور اگر چپ دھون نہ ہی لوگ کہیں گے کہ موت سے لایا ہو کہ

موت کا خوف و خیر و سیر ہی نشان سے کسی قدر مجید ہے۔ ماضی کی قسم علی ہی الہی اسب
موت کو اپنی ماں کے دودھ کی طرف رغبت کرنے سے پہلے سے بھی زیادہ پسند
کرتا ہے۔

اس روایت نے بیعت میں تو قننہ کرنے کا تہذیب بھی بٹا دیا۔ اس خطبے کو خط
ملا کر سننے کے لیے شیعوں کے بھٹا اعظم نے امتحان کو سفارش کی مگر خیر غدا کا وضع
ارشاد نہیں چھپ سکا حضرت علیؑ کا کافہ و جہد کی خلافت جنسوں کے بعد قبل از وقت
کچے چل توڑنے والے شخص کے مشابہ۔ اور کسی دوسرے شخص کی زندگی میں کسی شخص
کو دینے والے کی مانند مثل موت ایسی صورت میں ہی تصور ہو سکتی ہے۔ کلامی میں کی
خلافت کا زمانہ نہیں آیا اور اس میں وہ خلافت کے حق دار نہیں ہوئے۔ ماضی کی وجہ
سے بیعت کرنا بھی واضح ہو گیا مگر خیر و زعم کا کفر و سبب یہ کہ موت سے میں نہیں
ڈر سکتا۔ و سلا ندیب شیعہ ۶۶۰ھ

تختہ حسینیہ از ابوالحسنات محمد اشرف الیاسوی مخزن

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو محمد عزت ابو مہدیوں کی اس بیٹی گز اور مشورہ
کا مستند مقام ہے ذکر ہے۔ محمد ان تمام عہدات کا بھی مشابہ ہو سکتے ہیں
چکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب کی بہت واضح ہو سکتے۔
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تم سے مشورہ سے تمہیں پہلے دینے سے
لیکن تم نے تسلیم نہ کیا اور ان میں سے ایک پہلے ذکر ہو چکا اب دوسرا ذکر کیا جائے گا
قلنا قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا انہو سفیان
ہیں عرب تلک الساعة قد عوناک الی ان نبایعک و قلت لک
ایسط یدک ابایعک و یبایعک هذا الشیخ فانک یبایعک
لعمریک علیک احد من بنی عبد المنان و اذا
بایعک بنو عبد منان لعمریک علیک احد من

قریش و اذا بايعتك قریش لم یختلف علیک احدٌ من العرب فقلت لنا بیعتنا رسول الله صلی الله علیه وسلم شغل و هذا الامر قدیس نخشی علیه فلم قلت ان سمعنا التكبر من سقیفة بنی ساعدة فقلت یا عمر ما هذا ؟ قلت ما دعوناك الیه فابیعت قلت سبحان الله و یتوون هذا قلت نعم قلت اقلامید و قلت لك و هل رزم مثل هذا قط۔

(ابو بکر صریح جو قریش پر جو حدیدی چلے ثانی حصہ)

حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں جوں جوں اہل بیت کی بیعت اس وقت ہمارے پاس آیا تو ہم نے قبیلہ دعوت دی کہ ہم تمہارے ساتھ بیعت کسے تمہارے میں سے کہا پناہ لے کر رہنا چاہئے میں تمہارے ساتھ بیعت کرتا ہوں۔ یہ شیخ بھی تھا کہ باقر بیعت کرنا سب اگر ہم دونوں سے نفرت ہے باقر بیعت کر دی تو جو عہدنا تو بھی کوئی شخص تمہارے ساتھ اختلاف نہیں کرے گا اور انہوں نے بیعت کر لی تو تو حق میں سے کوئی اختلاف نہیں کرے گا اور حبیب قریش سے بیعت کر لی تو وہ ہرگز میں سے کوئی تمہارے ساتھ اختلاف نہیں کرے گا۔ تو تم نے کہا ہم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز و کنہ میں مشغول ہیں اور اس معاملہ میں ہمیں کوئی اندیشہ دعوت نہیں ہے۔ لیکن زیادہ دیر دلا دی تھی کہ ہم نے مستیذ بنی ساعدہ سے کہا کہ تمہارا شوق تو تم نے دیر دلا دیا ہے میرے چچا یہ کیا ہے تو میں نے کہا یہ وہ ہے کہ جس کی بیعت آپ کو دعوت دی گئی تھی اس نے انکار کر دیا۔ تم نے کہا سبحان اللہ یہ ہم سب سے تو میں نے کہا ہاں۔ تم نے کہا کیا اب اس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ تو میں نے کہا کیا ابھی ایسے معاملات میں رد کئے جاسکتے ہیں اور سب سے ہونے کے بعد نہیں دیر پھیرا جاسکتا ہے؟

(ج) علی علیہ السلام وبعضی بنی ہاشمیت قالون یا عدو جہان زدہ
 قسطنق فقال العباس لعلی وعلیٰ فی الذل انما مد يدك ابايک فيقول
 العباس عم رسول الله صلى الله عليه وسلم يا نفع ابي عم رسول
 الله فلا يختلف عليك اثنان فقال له او يطمع يا عبيها مع
 غيبي قال سقلم فلم يلبثا ان جاءتهما الاخبار بان الانصار
 اقدت سعداً لقبائعه وان عسراء با في بكر قبائعه وسبق
 الانصار بالبيعة فندم على عليه السلام على تقريره في امر البيعة
 وتقامداه عنهما۔ (شرح حدیثی ص ۳۶۲)

حضرت علیؑ اور بعض بنو ہاشم رضی اللہ عنہم علی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غم
 اور تجویز و تکلیف میں مشغول تھے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ
 عنہ سے کہا اپنا اثر بڑھاؤ میں تمہارے ساتھ بیعت کرتا ہوں جب کہ وہ دونوں
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست کہہ رہے تھے کیونکہ جب لوگوں کو میری
 تمہارے ساتھ بیعت کا علم ہوا ہے کہ وہ کہیں گے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے چچے نے آپ کے چچا زاد بھائی کے ساتھ بیعت کر لی ہے۔ بالذات انھوں
 کو بھی تمہارے ساتھ امتحان نہیں ہوگا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا
 اسے چھپا جائیگا اس میں میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص بھی قطع اور اسید
 نہ کہنے والا ہے۔ تو آپ نے کہا غریب تمہیں معلوم ہوا ہے کہ انھیں زیادہ وقت
 نہیں گزرتا تھا کہ ان کو خبر ہو کہ اللہ نے حضرت سعد بن حواہ کو بیعت کر گئے اور غلبہ
 جانے کے لیے بشارت کیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
 عنہ کو فائزہ لودان کے ساتھ بیعت کی۔ اور انھارے بیعت میں بیعت نہ گئے
 تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کے معاملہ میں کوتاہی اور سستی کہنے پر
 تادم ہوئے۔

ہوئی اور اس کے بعد وہ قہر و کافور کا عین بن گیا۔ ہر آنسو محنت چھروں کی بارش ہوئی اور اس کی گھن گھٹ جلد و ملاکاتوں میں متائی ہو گئی۔ اس دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو چند کھوٹا اور فرمایا۔ الصبر حلم والتقویٰ دین والحبیۃ محمد والظرفیق۔ صراط ایہا الناس شقوا۔ الا

صبر حلم اور بردباری کا نام ہے۔ اور تقویٰ دین بزرگاری ہی دین ہے اور محبت و دلیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور دستانہ جو کہ تجھے کے ذاتی ہے وہ صراط مستقیم ہی ہے۔ اسے لوگو! قسمتوں کی سواج کو کمات کی کشمیریوں کے ساتھ عبور کرو۔ اے آخر زمان!

تنقیح خطبہ اور جبنا استدلال

شیخ ابوالخضر کے عنوان خطبہ سے بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور جبنا سید ابوسفیان رضی اللہ عنہ دونوں کا بیعت کی پیش کش کرنا ثابت ہے۔ من کلام اللہ لما یقض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخطبہ العباس و ابوسفیان بن حرب فی ان یدایع اللہ۔

اور شارح حاکم ابی الیاء الحمدیہ کے حوالہ سے واضح ہو گیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت نے بھی یہ پیش کش کی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تمام بنو عبدمنات پھر قریش پھر تمام عرب کی بیعت کی مخالفت دی۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا۔ دیگر روایات کے مطابق آپ کو تنگی لاحق ہوئی۔ اور بیعت غزوہ نہ لینے پر نادم ہوئے۔ لیکن شیخ ابوالخضر کی روایت سے واضح ہوا کہ آپ سمجھتے تھے کہ اہل میسر بیعت لینے کا موقع ہی نہیں ہے بلکہ بیعت غزوات لینا تھا۔ چل کر انہوں نے اذہبیر کی زمین میں بیچ بونے والی بات ہے۔ اور بنو تمیم کو کہہ دیا کہ اگر اور اہل کو حقیر سمجھتے ہوئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کو توڑنا اور لوگوں کو ان سے خوف کرنا مسافرت کی راہ پر چلنا ہے۔ اور ہابیت کے

کو قبیح طریق قبائلی غزوہ اور تفریق اور برتری کا دعویٰ کرنے کے مترادف ہے۔
 مثلاً اگر دیکھو وہاں بات کے ساتھ رسول سے انکار ہے جو کہ اس وقت بھی صحیح
 واضح فرمایا کہ میں موت و کشت کے واسطے یہ مانگتا نہیں کہ وہ ہم کو بھلا کر اندھ جھٹ
 علی حکمتوں حکم اور محبت ہم لا اضطرر بکم اضطررنا اب الا وضیعۃ فی
 الطوری البعید کا۔

ایک عقلی علم احمد ان پر مطلع ہیں اور عید و ملتوں کی کار میں اس کو ظاہر کر دیں
 تو تم اس طرح لڑ جاؤ جیسے گھر سے گزریں سے قتل پہنچنے وقت سے لڑتے
 ہیں جس کے متعلق شامح ابی ابی اللہ یہ کہتا ہے خدا اشارت علی الوصیۃ
 النبی نقی علیہ السلام انہ قد کان من قبلہا الامور ترک الفزاع
 فی بعد الاخلات علیہ۔

اس جملہ میں اس وصیت کی طرف اشارہ رہا ہے جس کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ
 عنہ کو مخصوص ٹھہرایا گیا۔ میں جملہ دیگر امور کے اس میں بھی داخل سے
 کہ اگر تمہارے ساتھ اختلاف ہو اور نزاع ہو تو نزاع کے ہاتھ آگے نہ اٹھو
 نزاع اور جھگڑا نہیں کرو گے بلکہ نسیم و خند سے کام لو گے جس کا مقصد یہ کہ اس
 مطلب کے بعد تیسرے حالات میں آگے ہے۔ اعراض اس مطلب میں نزاع و تفریقوں کے
 وقت کا سوچو جو خدا آپ کا اپنی پاری کی نگاہ میں ہونا واضح ہو گیا۔ کہ قال
 دون الی الخلیفۃ یومر یربطی انک لیس فیذا الوقت هو الوقت الذی یسوغ
 فیہ طلب الامر وان لم یان بعد۔ ص ۱۲۱

اور وصیت ثابت ہوئی تو یہی کہ اختلاف و نزاع سے گریز کرنا تھا اور حتیٰ وصل کا
 یہ معنی نہیں کہ خلافت جو فصل کی وصیت کی گئی بلکہ میرا وہ نسیم و خند کی وصیت کی
 گئی بلکہ میرا وہ نسیم و خند کی وصیت کی گئی اور ترک نزاع کی تیسری حقیقت بھی
 واضح ہو گئی کہ اصل ترک نزاع و امارت کا معاملہ ہے کہ ملے کے اندھا بنے اور
 حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے خلافت ان سے لے لی اور اگر یہ حضرات

مستفید میں جا کر اپنی غذا داد عفت و حیولت اور رفعت و مرتبت کسب کر رہے ہیں اس
 انصار سے حاصل دکر کے تو چوتھے درجہ میں بھی آپ کو خلافت کا خلیفہ ملے گا
 چہ جائیکہ بلا فصل کا حصول اور خدا کو وصیت خلافت کا علم ہوتا یا نفس خلافت
 معلوم ہوتی تو وہ یہ قدم بالکل داغ داتا اور جب اپنی خلافت ترک کی تو پھر حضرت
 علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناتے۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
 کے ہاتھ پر بیعت کی پیش کش صرف حضرت ابو سفیان کی طرف سے نہیں تھی، بلکہ
 اس کو اسلام دشمنی سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا تھا بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر
 حضرات صحابہ بھی ان کے ساتھ شفیق تھے اور ان میں سے کسی نے بھی آپ کو اپنے
 وصیت کا ذکر کیا اور نہ نفس کا بلکہ صورت بد قسم اور جو مدی کی شکست اور جو
 عبد مہت پر حکمرانی کو مانتے تھے کہ اس خلافت کو لایعنی کسے بلکہ
 اس کے انعقاد سے قبل خود عبد مناف اور جو باہنم کی حکومت قائم
 کرنے کا مشورہ دیا۔

خوف غیور کی وجہ ازراہ تقیہ بیعت اور اطاعت کا رد

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے اس خطبے نے واضح کر دیا کہ وہ
 موت اور قتل کے اندیشے اور خوف کے تحت اس خلافت و امامت کو تسلیم
 نہیں کر رہے تھے بلکہ موت تو ان کو اس سے بچنے یا وہ محبوب ہے جس قدر کہ
 خیر عمار کے گواہ کا وہ دہر محبوب ہوتا ہے۔ علامہ ابن عساکر اور صاحب
 درۃ الخفیہ نے اس کی شرح میں کہا:۔

قد عرفت ان محبة الموت والانس ہم متحقق من نفوس
 اولیاء اللہ لکن وہ وسیلة لہم الی لقاء اعظم محبوب والو صدر الی
 الی الی مطلوب وایضا کای انس ہم من الطفل لشدی اثم لانی
 محبة الطفل لشدی وایضا وسیلة الیہ طبعی حیوانی فی

معرض الزوال وسیلۃ الی لقاء ربیم و الوسیلۃ الیہ
حول خلقی باقی قایمین احدہما من الآخر۔

(ابن قیم جلد اول صفحہ ۲۷۹)

(وداعہ بھنیہ ص ۶۶)

تحقیق تو یہی چکا ہے کہ موت کی محبت و انس اور ایسا دل کے نفوس و گلوب
میں منکر ہو کر تا ہے۔ کیونکہ موت ہی کے لیے عظیم تر محبوب اور کامل تر مطلوب
کی طرف وصول کا در پیر ہو جاتی ہے۔ اور بچے کی ماں کے پیٹ کے ساتھ نفوس
ہو سکتے ہیں آپ کے موت کے ساتھ زیادہ مالوس ہونے کی وجہ سے کہ بچہ
اس کی طرف میلان اور انس میں ہے۔ اور لقا مناسکے حیوانیت ہو کر سرش لٹا ل
ہیں ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا میری اور اس امر تعالیٰ کی طوالت
اور اس کی بارگاہ میں جانفروشی کے ساتھ اور اس کے وسیلہ یعنی موت کے ساتھ
عقلی و دماغی اور دماغی وادی ہے۔ لہذا میں باجماع کیا نسبت بڑھتی ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری کی حکمت بیان کرتے ہوئے کا من
ابن قیم نے بعد ازاں مشہور تحریر کیا۔

لَا تَنْفَعُ عَنْ الْأَعْدَاءِ عَلَى الْأَعْوَالِ وَالْعَارُ وَالْأَنْفَا
هُوَ عَوْنُ الْمَوْتِ وَحُبُّ الْبَقَاءِ وَالْعَارُ تَبْعُزِلُ عَنْ تَقْوَى
الْمَوْتِ إِذَا كَانَتْ مَحْبُورَةً اللَّهُ شَاطِلَةٌ عَنْ الْأَعْدَاءِ إِلَى نَحْلٍ
شَيْءٌ بَلَدٌ تَبَا يَكُونُ مُشْتَقًى لِقَاءُ لُكُونِهِ وَسِيلَةٌ إِلَى لِقَاءِ مَحْبُوبِهِ
الْأَعْظَمُ وَنَاحِيَةِ الْقَصْوَى۔

کیونکہ برونک اور مشکل تو یہاں بعد میں اتمام اور دعا غلت سے موت موت
کا خوف اور اندھ کی گائے اور بحث مانع ہو جاتی ہے اور عارف کا مقام موت کے
ڈر اور خوف سے کہیں بعد از ہلا تر ہو تا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت (اس کے
دوسری تمام اشیاء کی طرف استغاثہ اور اشتغال سے مانع ہوتی ہے بعد اوقات

موت سے دوسری تمام باتیں، سنیادہ مرطب و مطلوب ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ عظیم تر محبوب امر اور اتقانِ محبوب مقصد کا ذریعہ اور وسیلہ ہوتی ہے۔ لہذا یہ حقیقت روزِ دشمن کی طرح واضح ہو گئی کہ آپ کا خلافتِ مدنی کو ختم کرنا بلکہ دوسرے لوگوں کو اس کی حقانیت سے ہاند کھنا اور اس کو اسواجِ فتنی میں تبدیل کرنے کا نعرہ اور مصیبت جالبہ کے تاج سر پہ رکھنے کے عزائم قرآن و نبیؐ کے اصول و مصلحت اور حکمت پر مبنی تھا۔ اور اس میں کسی قسم کا ڈر اور خوف و اندیشہ شامل نہیں تھا۔ اور نہ ہی وہ آپ کے شانِ اہلِ شہا تھا۔ لہذا شیعہ پروردگار کی وہ ساری باتیں اور آپؐ کی وہ ساری باتیں جو آپؐ کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حقیقت کرنے کے حقیقی ذکر کی گئی ہے، اس ارشاد سے قواعد و اہلِ ہجرت کیونکہ گئے ہیں۔ دیکھو کہ وہ کھینٹ کر لائے جانے کے بعد کھانے میں بیعت کروں تو کیا کروں گے جب انہوں نے کہ تھا اس طرح کہ وہی کے تو آپؐ کا جہرہ مقدس کی طرف منہ کر کے کہنا یا ہم انہیں صلیبیوں کا وہ بدعتی قوم سے لے کر حقیقت و اقوال کہا اور دوسرے نقل کے درپے ہیں۔ لہذا اچھے بیعت کرنے میں مذکور کھانا اور اس کے بعد بیعت کر لینا، اس قرآنِ کھنڈ مر فطرت ہے۔ جبکہ آپؐ پریشانی اسی قوم کا وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے ملک کو موت سے گھر بیٹھ کے ساتھ نہیں کیا جائے گا۔ لیکن بعد ازیں تو ہم سرسبز خطہ اور اہلِ جہرہ تو کو یا جس امر کا تو ہم پہلو دے رہے ہیں یا قابلِ برداشت تھا۔ اس کو مدعیانِ حبت نے ایک حقیقت چکر کر لیا اور مقامِ عرفی سے گزرا اور اہلِ جہرہ نے حضرت امام حسینؑ رضی اللہ عنہ سے بھی شہادت و ہدایت میں کثرتِ ثبات کر دیکھ کر اور جتنی کی پاسپاتی اور جنالیت و سنگینی میں قربانی کے ہدایت سے سرسبز و آبادیابی ثابت کر دکھائی جو نے تم دوست میں کے اٹھیں اس کا آسان ہیں جو

اور اگر کسی وصیت کی وجہ سے آپؐ نے ان کے ساتھ سب و قتال اور جہاد و فتنہ سے گریز کیا تھا، تو پھر گئے میں رہے۔ لہذا نے دروازہ سے جہانے حضرت

زہرا کی توہین و تحقیر کرانے کے بعد جیت کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ لہذا ان امور کا سرسراہٹا خدو افترا، ہونا واضح ہو گیا، واللہ اعلم بالصواب۔ علامہ مدنی جب درمیان کو خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ کی مخالفت سے متنازعہ مسئلے میں آؤ تو اس طرح کے اقدام کیوں کر کر سکتے ہیں جو مخالفین اور سامان گاری پر دلاست کریں اور عدالت و منافرت کی علامت ہو و عمل بدل پر ایک کوا تختہ دے جو سرسبز و لایست کی حالت مقدسہ سے بہت عیب سے بھرنا ممکن؟

شیعی شارحین کا اضطراب

ابن بطیم اور صاحب مذہب نجفی نے حضرت امیر قادیانیؒ کی طرف سے جو اعتراض کئے ہیں ان کی تشریح و توضیح میں کہا کہ میرے لیے خلافت کے دعویٰ کا یہ وقت نہیں اور وہ آگے میں آئیں۔ جاسے حال مقتدر اور یہ حال اور قریب پانی ہے۔ اور قریب از وقت کچا پھل توڑنا اور حیکہ دہن میں کاشت کرنا ہے کیونکہ میرے لیے کئی نامزد و مدعا گار نہیں ہیں۔ تنبیہ علیٰ این ثلاثی الوقت طینس وقت الطلب لهذا الامور العدم انما امر اولیٰ و آخریٰ ای حیث (بعد از حشر و قہر نجفی صحت)۔

علامہ کثر حضرت عباس اور جناب جو سفیان اور جماعت صاحب جریج کی دستاویز اور حجت کے مطالبے پر آپ نے یہ جواب دیا تو آپ کے اہل ان کے احوال و امانت کو ناکافی سمجھتے تھے تو اساتذہ فرماتے کہ تم میں مقابلہ کی سکت نہیں اور میں تمہاری اسی امداد و اعانت پر جو ہر روز نہیں کر سکتا یہ کہ تم مقتدر ہوا سی سے گریز کرو اور تاج مغارت سروں سے اتار چیلے کیلئے مدینہ منورہ کو حدود و اوبہ یادوں سے ہمراہیشہ کی پیش کش پر ہرچی ہو۔ تو وقت ہمسرہ کا دعویٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خطبات کو سنائے رکھیں جو قبل از یہ ذکر ہو چکے تو بھی غلبہ انداز کا اندازہ لگایا معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر تعجب کی بات ہے کہ بار بار تعصب سے بہت کرشمہ کرنے کی نہیں کہا ہے وائے جب بھی مدعیان شیعہ

اور تبلیغ کا حضرت میر کے ہاتھوں پورا فرق ہوتا دیکھتے ہی تو پھر راسی تعصب سے کام لینا شروع کر دیتے ہیں۔

محقق طوسی کا اعتذار اور اس کا رد

محقق طوسی نے حضرت عباس دہلوی اس پیشکش کی توجیہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے لیے نفس بوجہ نہیں تھی بلکہ ایک طریق نصب غلیظ کا اس کی نفس پر کرتا تھا اور دوسرا طریقہ خودی و اختیار اور اعتقاد کا تھا، لہذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ دونوں طرح سے غلامت کو آپ میں مخلص اور مخلص کرنا چاہتے تھے اور قوم کو ایمان دینا چاہتے تھے کہ اگر آپ کا انتخاب غلیظ ہے تو ہمارا بھی انتخاب ہے علاوہ انہی پہلے خلیفہ مخصوص بھی ہے لہذا بعدہ فعل اہل مسقطیۃ و

قصہ ہمارے من جہۃ الاختیار اور انی استخج علیہم بثلث احوال ۶۔
تخصیص ارشاد ثانی مستحکم۔ علاوہ انہی دوسرا جواب یہ دیا کہ بیعت کرنا وجود نفس کے خلاف نہیں دیکھو جو بکرہ و بدعتی رضی اللہ عنہ نے (حضرت) عمرو رضی اللہ عنہ کی غلامت پر تخصیص بھی کر دی اور لوگوں کو بیعت کا حکم بھی دیا اور انہوں نے بیعت کی۔

وقدر رأیناہ مع نفس ابی بکر علیہ حمل الناس علی بیعتہ و عا ہد

الیہ انبایعوا و لم یمنع تقدم النفس من الوبعۃ حدث ۱۱

رد اعتذار اور بیان حقیقت

۱۱۔ لیکن طوسی صاحب صورت اپنی فکر کی ہونا اور مایہ تم نظر رکھتے ہیں اور اس ضمن میں وارد دوسری تمام روایات سے نظر ثانی کرتے ہیں۔ جس سے حقیقت حال پوری طرح واضح نہیں ہوتی۔ یہاں پر مدغم کی روایات ہیں پہلی قسم کہ وہ روایات جن میں بسقیہ کے اعداد بھی انصاف کا اجتہاد ہوا تھا اور ثانی بکر صدیق کے لیے

بیعت کا کوئی امکان نہ ملے تھا۔ اس وقت بیعت کی پیشکش اور خبر عہدہ ذات اور قرعہ جگہ عرب کے آپ پر متعلق ہونے کا ذکر اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں اس موجود نہیں تھا بلکہ تقریباً غلطی کی صورت میں آپ کے نزدیک ہیں اصحاب والی تھی۔ میں نے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی مشروطیت کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی کہ میرے علاوہ اس امیدوار کوئی؟ مگر آپ نے فرمایا اہم ویکہ لیتہ چنانچہ بعد میں آپ نے کہا کہ اب اس خلافت کو دو نہیں کیا یہ ممکن تھا انہوں نے فرمایا بعد ازاں اس کا رد کیا مگر غلطی ہے۔ لہذا اس معصوم کی تمام مذاہبات کو دیکھ کر بھر پور مصداق روایات خود ذکر کرو تو طوسی صاحب کے جواب کی حیثیت پر گاہ کے برابر ہی نہیں رہ جاتی۔

۴۔ دوسری قسم کا مذاہبات وہ بھی جو اختلاف خلافت کے بعد اس کو مسترد کر کے اور اس کو کفر کہنے کے متعلق پیش کش پر مشتمل ہے جس میں حضرت عباس کے ساتھ جناب ابوسفیان حضرت زید اور جعفر صاحب میں بھی شامل ہے۔ لیکن ایک دفعہ خلافت کے تقریب کے بعد دوسرے شخص کی بیعت کرنے سے انکار۔ تمام جہت ہو سکتی ہے۔ اور پہلی بیعت و انتخاب کے ساتھ صحابہ و منافقین ہو سکتا ہے۔ علماء نہیں اور یہی وہ حقیقت ہے جس کا بار بار ابوسرور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مدعا خلافت میں حضرت عمر اور حضرت زید اور جناب امیر معاویہ علیہ السلام کے سامنے اٹھایا اور انہیں فرمایا: انہا یبغون احدی القواشی فیہا الشر ولا یستألف فیہا الخشب۔ و غیرہ وغیرہ اور خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا۔ وہل سر و مثل ذلک قط۔ کہ کبھی اختلاف بیعت کے بعد اور تقریر خلافت کے بعد کے بعد اس کا رد نہیں ہے! لہذا اس روایت پر بھی یہ جواب قطعی متعلق نہیں ہوتا۔ اس لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیعت کی پیش کش کرنا اور برقرار اس خلافت و امامت پر

منصوب ہونے کی تلقین کرنا اس حقیقت کی طرف متوجہ ہے کہ حق نوافل
موجود نہیں تھی علی الخصوص جب دوسری روایات کو ساتھ لیا جائے جس میں
سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے کا مشورہ دیا کہ نوافل کس کے
لیے ہے۔

۳) نیز موسیٰ صاحب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح و تخصیص پہلے کہ
جیسا کہ ناچکی طرح درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس تخصیص اور تصریح کے ساتھ
اسی سبب کا حکم ہے اور انتقال اقتدار پایا گیا ہے۔ جبکہ بقول شیعہ صاحبان
حضرت علی کے لیے خلافت کی تصریح و تخصیص تقریباً بیس ماہ پہلے پائی گئی اور
انتقال اقتدار کی نوبت نہ تھی۔ علاوہ ازیں حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم جو کہ
صدیق میں جو فرق ہے۔ وہ جو کہ نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ حکم جو کہ ان کا وقت و طاقت
دونوں متصل ہیں جبکہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کسی مومن
کے لیے ممکن نہ تھی علی الخصوص وہ اقتدار جو میزبان رسول اور میزبان صاحبزادہ
تھے اور اپنے وطن میں اپنی حکومت سے دست بردار ہو رہے تھے ان سے یہ
مخالفت کہہ کر ممکن تھی؟

الحاصل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ارشاد میں کوئی معمولی اشارہ
بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تقریر و طاقت کا نہیں ملتا اور نہ اس جو آپ سے
جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ سیرت کی بات ہے کہ صحابہ کرام کی مجلس
مرحمت اور قرآن و احادیث اور عبادت و تقویٰ سے ثابت ان کی رفعت ان کی
طرح نظر انداز کر کے اور اس مضمون کی دوسری روایات کو کس طرح میں پیش کیا کہ
جہاں کاروائی کی کام سچی کی جاتی ہے اور سراسر تعصب کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔
اور جہاں وہاں اہل بیت علیہم السلام کو ظالم اور فاسق بنا لئے کی
سچی ناقص اور جہد نامہ مشکوک مہال ہے۔

نوٹ۔۔۔ خجہہ اولہ کے اس پہلے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و جلال

کی عرض فرمائی اور شرک و کفر اور کفر کی وصیت کا ذکر حکمران سب کے سامنے کر دیا۔ اور بالکل فراموشی سے گزر گئے یہ کہ جو کچھ حضرت عمرؓ سے ہے اور جواب نہ بن سکتے کا علیؓ اقرار اور علامہ و حکمران سب کا معمول یہ بھی ہے کہ جس دلیل اور دلائل کا جواب نہ آتا ہو اس سے انکسین جدا کر کے نقل کرتے ہیں اور جہاں کچھ نہ کہہ سکتے کہ ممکن ہو وہاں شاعری شروع کر دیتے ہیں مثلاً کہ درود مذہب شیعوہ کے اندر مندرج و قائل کا جواب نہیں آتا تھا تو غلوہ کو کہہ دیتے تھے تخلیق ہی کیوں کر تھا۔ اور ان عوامی کے سپاہی کہنے کی کیا ضرورت تھی!

رسالہ مذہب شیعہ از حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز۔

روایت شریف :-

سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرماں بھی ہے کہ تاریخ الخوارج جلد سوم کتاب و مسئلہ پر رقم ہے۔

لقد عهدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلك لعل هذا خلق الفتن
الناكئة والفتنة الباغية والفرقة المارقة اللهم لا يبدل الله تعاقده
يشكهمون۔

یعنی حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اور یہ عہد کیا کہ تم تنہو باغیہ و مارقہ و فریقہ و بدعت و بدعت و فریقہ و بدعت نہ کرو۔ والوں اور بدعتیوں کے دلوں کے خلاف جنگ نہ کرنا ہے۔ شک نہ کیے ایسا نہیں ہے جو ممکن ہے کہ وہ باز آئیں۔

اب یا تو خلق از اللہ ہیں یا مخلوق اللہ علیہم اجمعین کی برحق تعبیر کیا جائے۔ یا حضرت امام متقیں علیہ السلام رضی اللہ عنہ کو مولا اللہ تعالیٰ عہد تو نہ دے گا کہ کیا کیا جائے؟ ان دونوں صورتوں کے بغیر قیامت کی قسمی صورت تصور ہو سکتی ہے! کیونکہ شیعہ تہذیبی اللہ عہد نہ دے گا ان کے خلاف جنگ نہیں کی بلکہ ہر حال میں

ان کی اندر و اعانت کی اور کوئی قول یا فعل آپ سے ایسا ظاہر نہ ہوا جو ان کے خلاف کسی معاملہ میں حق گفتی و بطور دلیل پیش کیا جاسکے!

تمیز و بحث مذکور تحفہ حسنیہ از ابوالحسن محمد اشرف الیاسی

۱۔ اقوال :- جب کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کئی تہذیبی مباحث کا ابتداء میں سے مذمت کئے گئے اور شائع امین ابی احمد نے ان کو نقل کیا مین آپ کا حضرت فرید جناب ابوحنیفہؒ اور جماعت مہاجرین کو یہ تو ناخلاقہ ثقلیہ نسبتیں بلکہ ولا لظنۃ نہ لڑ کر اہل اہم نہ تو علت تعداد کی وجہ سے تم سے اندر و اعانت کے ظاہر ہیں اور نہ کسی بدگمانی کی وجہ سے تمہاری آراء کو نظر انداز کرنے میں ہیں میں سوچنے کا موقع دیکھنے اور یہ معلوم کرنے کا کہ آیا اللہ و اسے شروع ہمارے لیے اس اقدام میں کوئی گناہ تو نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان مشروطینہ والوں کی آراء پر تنقید کرتے ہوئے اس کو فتنیکی امور ایضاً میں خیر پھر کہلے اور منافقین نمازت کی راہ چلنے اور عبادت کی قبائلی فوقیت برتری کے حضور تاج منقار سر پر کھنے کے لیے میرے اوصاف اقدام کو قہری از وقت قرار دیا۔ اس سے صاف ظاہر کہ کفار نے ان حضرات کے خلاف شراباخی تھے اور نہ ہی قاسط و ماری بلکہ مستحقون الہیہ کے وارث و مالک میں طرح غرض علی مودود میں انکسار و اسے عقیدہ ہے یہ حقیقت دوزخ و دشمن کی طرح عیاں ہو چکی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی برہنہ اور غیبت جعت کرنے سے اور ان کو اہمیت کا اصل تسلیم کرنے سے بچنے کے سابقہ مسلمات میں تفصیل ملتا کہ دوزخ و دشمن کی طرح عیاں ہو چکی ہیں۔ الحمد للہ علی ذلک محمد اشرف حضرت۔

علامہ محکوم صاحب کا عجز اور بے بسی

نوٹ :- علامہ محکوم صاحب نے اس روایت اور عبارت کا جواب بھی نہیں

روایہ اور ماسنری کے پانچوں کی طرح مضہم کر گئے ہیں۔
روایت نمبر ۵:

خدا کے شہر کی شاہی میں ایک اور خطبہ نبی اللہ ﷺ کا خطبہ فرمائیں
نبی اللہ ﷺ مسنری بعد اول صبح

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي هدانا لهذا
من بعد ذلك لولا ان الله لانا اقل من بعد ذلك فلا تكونوا اول من كذب عليه
فانظروا في امري فانظروا طاعتي قد سبقت بيعتي واداء العيثة اتي
في عتقي لغيري .

میں ہم خطبہ تعالیٰ کی قضاء پر راضی ہو چکے اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے امرو حکم
کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے کیا تم میرے متعلق یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عبوس ہوؤں گا؟ خدا کی قسم میں پہلا شخص ہوں جس نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کو جھوٹے دعویٰ نہیں ہو سکتے ہیں نے اپنی ملاقات کے بارے میں پوری طرح اور
نوبت کچھ سوچ لیا ہے ہیں میرے بچا طاعت کرنا اس بات پر سبقت لے گا
پکا ہے کہ میں لوگوں کو سبقت کرنا شروع کر دوں جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کا عہد و پیمان دو سروں کی اطاعت کا میرے دے گئے لگ چکا ہے .
اس خطبہ کی شرح میں دہل شیع کے علامہ ابن میثم بخاری مشہور ہے
وتمطر اذہبی .

فانظروا في امري فانظروا طاعتي قد سبقت بيعتي واداء العيثة اتي
في عتقي لغيري .
في ما امرني به من ترك القتال قد سبقت بيعتي للقوم فلا سبيل
الي الا متناع منها وقوله اذا العيثة اتي عتقي لغيري اي ميثاق
رسول الله صلى الله عليه وسلم وعهد الذي بعد المشاورة و
قبل العيثة اتي حال الزمة من بيعة ابي بكر بعد ايقاعها اي

لمیشاق المقوم قد لزمنی فلهو یکنفی الغالۃ
بعداً۔

یعنی جس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ افریادیا تھا کہ
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مخالفت نہ کروں حجۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت (اس قوم کی اطاعت اور ان کے ساتھ بیعت کرنے
سے قبل ہی واجب ہو چکی تھی تو میرے لیے ان کی بیعت سے کہہ رہے تھے اور
ان کی بیعت نہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
کا یہ فرد تا کہ میرے دور و دوروں کی اطاعت کا وعدہ اور محمد پچھلے ہی سے
لگ چکا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ سے وعدہ
دیا تھا کہ میں آپ کے عہد کی مخالفت نہ کروں اور یہ بھی کہ کیا ہے کہ شاق نبوی
سے مراد یہ ہے کہ صدیقی اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے کا وعدہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا تو اس لازم اور واجب التکلیف وعدہ کے
بعد تو میرے لیے ممکن نہ تھا کہ میں اس کی مخالفت کروں

علامہ ذہبی صاحب کی بے بسی۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی ذکر کردہ اس دلیل کو بھی ذہبی صاحب
نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور خاموشی سے نکل گئے مگر عملاً یہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔

تحفہ حسینیہ

از اشاعت محمد اشرف السیاحی

اسی علی کی شرح میں فقط کذا فی الزین الخ کے تحت شارح اس ابی الیہ
معتزلی نہیں لے سکا ہے۔

فہم کلمات مقطوعة من کلام یدکر فیہ السلام بعد

وَمَا تَرَىٰ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتَتْهُ لَا بِمَعْرُوفٍ
 إِلَهُوَانِ لَا يَنْزِعُ فِي الْأَسْرُوكِ لَا يَشِيرُ فَنَقْنَةُ بَلْ يُحَلِّبُكَ بِالْمَرْفُوقِ
 فَلَا يَحْضِلُّ لَهْ وَالْأَسْلَقِ .

ترجمہ حدیثی جلد ثانی ص ۲۱۱

یعنی یہ کلمات آپ کے اس کلام سے لیے گئے ہیں جس میں آپ نے دعوت
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی حالت کا ذکر کیا ہے۔ یعنی یہ کہ آپ کی طرف
 سے یہ جہد لیا گیا تھا کہ ہر غلامت میں نجات دلاؤ غلامت سے کام دینا اور بد
 ختمہ بنیاد کرنا بلکہ نرم روی اور رفق و درگاہت سے غلامت خراب کرنا بلکہ
 تو بہتر اور نیک تر اس سے کہ باغداد اور اس میں رہنا اور گمراہی کرنا۔ قول
 قَالَ طَاعَ الرَّسُولَ اللَّهُ أَيْ وَجُوبُ طَاعَتِ الْمَخْلُوقِ لِمَخْلُوقِ الْمَخْلُوقَاتِ
 وَالْقِيَمُ الْمَخْلُوقَاتِ إِلَيْهِ مَقَامُهُ تَدْرِي سَبَقَتْ بِعَقْدِ عَقْدِ قَوْمِ أَيْ وَجُوبِ
 طَاعَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْوُجُوبِ اسْتَلْزَمَ
 أَسْرَ سَابِقُ عَلَى بِعَقْدِ لَا تَلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اسرئی جہا۔

یعنی طاعت رسول اللہ میں معافان مخلوقات سے اور معافان الہی کو معافان
 کی جگہ کام کیا گیا ہے۔ معنی یہ ہے کہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوب و
 لزوم جو پر واجب نہیں اور خدا کی تمیل کی حیثیت یہ ہے تو کم کی جیسا کہ نے سے
 سبقت سے جیسا کہ فی حدیث میں ہے کہ اس سے کہ رہنے کی وجہ جواز نہیں
 تھی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ اس کا حکم دیا تھا۔

وَإِذَا الْبَيْتَانِ فِي عَقْدِ لَعْنَتِي أَيْ رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَ عَلَى
 الْعِشْقِ بِعَقْدِ الشَّقَاقِ وَالْمَنَادَةِ فَلَمْ يَحْلُ فِي أَيْ اتَّعَدَ لِي
 اسرہ اور اطاعت نہی ہے۔

دوسروں کے لیے عیشاق میری گردن میں تھا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لے کر پورا حق گفت اور نزاع سے باز رہنے کی فرم داری مثال اور عمدہ ایسا خدا
میرے لیے آپ کے حکم سے تھا ورنہ کہلے اور آپ کی حق اور منع کی حق گفت کا
اسکان نہیں تھا۔

فوائد خطبہ اور مذہب اہل سنت کا اثبات

سیدنا ائمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پابند کیا گیا کہ مخالفت نہ کرے اور سنت و
فہم پر پابند کرنا اور فرمودہی اور اعتدالی پسندی سے کام لینا حالانکہ آپ انہماک
سے باخبر تھے کہ مخالفت پابند کرنا اور سرور و عشق رضی اللہ عنہم کو نیکی پسند کرنے کا تہاد
اور تعزیرت حاصل ہوگا۔ لیکن ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے پابند فرمایا۔
بلکہ آپ کو ان کے لیے پابند فرمایا جس سے سادات ظاہر کر آپ کی نگاہ میں انہماک
کی مخالفت عادت اسلام اور اہل اسلام کے لیے مفید تھی۔ اور علیہ وقت کا موجب
اور اسی میں صلحت اور بہتری تھی اس لیے اسے اپنی تجدید نہ کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی
اہل اسلام پر خصوصی حمایت تھی کہ انہیں جو کچر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخاب کا
ایام فرمایا۔

لکن من عنایتہ اللہ تعالیٰ یعدنا الذین ان الہم الصحابة ما
فعلوا و اللہ صمد فرد و لو کثر المشرکون شرح حدیثی جلد ۱ ص ۱۸۱
تو اس دینی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عنایت تھی کہ صحابہ کرام کو امام فرمایا اس فعل کا
جو انہوں نے کیا اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کامل و مکمل کرنے والا ہے اگرچہ مشرک اس کی
تعمیل و تحمیل کو پسند نہ ہو کریں۔

۴۴ اور اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے اس ارشاد کی حاکمیت بھی واضح ہو گئی۔

اولیٰ الہاء و اولیٰ الکتاب لکھو ذاتی امان ان یحقن حقن ویقول
ان اولیٰ الہاء و اولیٰ الکتاب المؤمنون الا یہا بکر۔ (مشکوٰۃ شریف)

اسے عائد کر سیرت سے ماسخ ہے آپ اور بھائی کو ملا جا کر میں غلامت میں کو کھودوں۔
 کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی آئندہ اس کی آرزو کرے اور کہے میں حقدار ہوں مگر
 دوسرا کوئی حق دار نہیں رہ کر رہے ہی خدا تعالیٰ کے ازلی فیصلہ آئندہ وقت کے علم
 کے تحت فرمایا کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ اور ملازمین مولا نے ابوبکر کے کسی دوسرے شخص پر
 مداخلت نہیں کیے بغیر فرمایا میرے بعد ابوبکر کو خلیفہ تعالیٰ ہوں گے۔ بعد ازاں عمر فاروق
 رضی اللہ عنہما۔

(۱۰) نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ اپنے غلاموں کو بغیر نکاح اور نکاح کے بیچ کر نہیں
 جاری رہے۔ کیونکہ آپ کے ملازمین خدا کا اللہ تعالیٰ ان کو ابوبکر صدیق پر متعلق فرما
 دے گا اور انعام یا مصلحت و فائدہ قائم رہے گا۔ جہاں سے انکسوت کا اندیشہ تھا ابوبکر
 محمد و عثمان کے قریب کے پابند قرار دیا۔ اور حضرت صدیق کے بیچ میں پیہر کر دی۔
 (۱۱) اہل تشیع کے کہیں دھوکے اور اعتراض دعاویات کی نقل میں کوئی کہ مسجد تیار
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد از وصال ابوبکر صدیق کو یہ پابند اور آپ نے
 ان کو فرمایا کہ اہل علم و کلمہ و عبادت ان کے حوالے کر دے کیونکہ سب ظہر یہ بات
 ظہر میں آپ کے ان کی اطاعت و محبت و توافقت کا پابند قرار دے ہیں اور محمد و عثمان
 کے بعد میں تو قرآن اور سنی ہر گز وہ بھی سمجھتے ہیں اور ان کے صدیقی ابوبکر کے ماسخ یہ
 دیکھ کر فرماتے کہ کفارہ کیا ہو سکتا ہے۔

دعویٰ ماسخ سوچتے ہیں مگر کسی خطب میں ہی کی خلافت خلافت کا دعویٰ کرتے
 ہیں نہ لوگوں کو آپ کی علیحدگی کی بیعت کا طریق جاری کرتے ہیں۔ بلکہ آپ کو پانچ خلافت
 فرماتے ہیں اور آپ ہی ان کی بیعت لاکرتے ہیں۔ تو یہ جو خود سے نکلی گئی تکیہ
 فرماتے کہ ابوبکر علیہ السلام میری زندگی طرز میں ہو گیا کہ یہ پانچ لوگوں کے خزانے ہوتے
 انہوں نے میں ہی کو حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تعلق نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابوبکر علیہ السلام کے ساتھ تشدد کا ابطال

(۱۲) جب حضور خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے یہ حضرت اور آپ اس کے پابند تھے۔

تو بیت سے نہ کہ اور بیت کی دعوت ہے خود آٹھ کڑائی کے لیے نہایت برصغیر ہمارے
 جمہور جو لوگ ہیں بدستہ ڈاکو اور گنہگار کو معذرت نہیں کے پاس سے ہانے کچھ
 بیت کہ تا اور اس کے ساتھ ہی گھر میں سے ہانے کے افسانے اور حضرت پر علی حد
 عینا کے بھی معذرت اور نہ ہی ہونے کے ڈاکے اور حضرت علی کے افسانے کے
 انفرادی و غیرہ کو سامنے رکھ کر بتاؤ۔ اور ان افسانے کو جاننا کہ کچھ کہنا اور بیت پر
 عمل اور مرد کو نہایت اور وعدہ کو پورا کرنے کا یہی انداز ہوتا ہے جو آپ کا اختیار فرمایا
 لہذا واضح ہو گیا کہ یہ روایات جھوٹا اور فرسودہ ہیں

ابن ابی الحدید معتزلی فرماتے ہیں:۔ فکلمۃ لا اصل لہ عند اصحابنا اور لا
 یثبت عندنا حدیثہم ولا ردافا اہل الحدیث ولا یعرفونہ ولا یسمونہ
 تنفرد الشیعة بنقلہ۔ شرح مہدی جلد ثانی صفحہ ۱۱۱ تمام اور کی کوئی
 اصل نہیں ہمارے علم کے نزدیک اور حدیث میں ان میں سے کوئی ایک اور کثرت نہ
 ہے اور حدیث میں حدیث نے ان امور کو روایت کیا۔ بلکہ نہ ہی وہ ان کو جانتے ہیں۔
 اور ایسا جیسے میں کہ صرف شیرو لوگ ان کی روایت کے ساتھ منقول ہیں۔ اور وہ منقول
 دشمن ہیں۔

لہذا ان کی نقل کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ ان کا کلام ہی یہی ہے کہ میں افسانے
 صحیح روایات سے بھی ثابت ہوں ان پر قہری جھڑی اور کافنس و مضامین ہوں
 تو انہی طرے سے گھڑا ہے اور یہ وہ جس اور انیس کو گوش کر کے کی مقدور ہر کسی
 سے گھر چھوڑ دیا اور (دشمن دشمن)

دوسرے مقام پر ابن ابی الحدید نے اپنے عربی اعتراضات اور تفصیلی شیعہ
 ہونے کے ناطے سے پانچ سو بیس بیان کرتے ہوئے اور اس قسم کی روایات پر
 تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

فاذا علی علیہ السلام فادھ عندنا ہلزالۃ الرسول علی
 اللہ علیہ وسلم فی تصویب قولہ والاحتجاج بفعلہ وجوب

طاعتہ وحق صلواتہ ائکہ میراثی من احد بر ثمانہ کاشنا
من کلن وکلن الثانی فی تصویح ما یرونی عنہ علیہ السلام
تقد اکثر الکذب علیہ وولدت العصبیۃ احادیث لا اصل لها۔

(شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵)

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم یہ ہے کہ آپ کے اقوال کی وہ سبھی
اوضاع کی حقیقت اور طاعت و فرمانبرداری کے وجوہ و قیام کے لحاظ سے وہی
مقام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اس میں ہے۔ اور جب کسی صحابی
سے ثابت ہو جائے کہ آپ کے لوگوں میں سے کسی کی مجلس سے ہجرت کا اظہار کیا
ہے تو ہم بھی اسی سے ہجرت اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ خواہ وہ کیسا ہی بھلا
عبد و بے گناہ اور تیرہ کا آدمی کیوں نہ ہو۔ لیکن اصل معاملہ اس روایات کی صحت و
ثبوت اور حقیقت کا ہے۔ اور اس تحقیق کا کردار علی آپ سے مروی و منقول ہے
کیونکہ آپ پر بہت زیادہ و دو ٹوٹی سے کام لیا گیا اور ان فقرات روایات کی آپ کی
طرف نسبت کر دی گئی اور آپ کی محبت کے جو علی اور نقیب میں ہے فرما اور حقیقت
و واقعیت ہے بالکل وہی روایات کا استخراج کر لیا گیا اور اس پر جو حکم کی روایت کا
بدلہ صحت پر آپ کے اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

اور یہ حقیقت نتائج و حاسنت نہیں کہ جس کی عدالت اور وہی خدا و خدا صمد
نیک یعنی نفوس کی کتاب اور صحیح روایات و احادیث اور ہر شایستگی و تقویٰ سے
محبت جو ان کے خلاف اس طرح کی ہے فرما اور روایات سے لازم قرآنی اور اخلاقی
یہ داری کہ اس طرح میں دست نہیں ہو سکتی خواہ اسیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا کلام ہے
لیس من العمل القضاء علی الشقة بالظن۔

نہج البلاغہ ص ۱۲۲ شرح ج ۱ ص ۱۲۲ - یعنی یہ عدلی و انصافی حکم ہے۔
سے کہ موقوف ہے اور منہ علیہ شخص پر موقوف نہیں و گوئی اور عقل و دلویم کی جاہی کوئی حکم
نکارا جاسکتا۔ جو اس کی عقلی طور پر ثابت طاعت و طاعت و ہر شخص و ہر کوئی

و پر پیر کاہن کے غلام ہو، اس لیے اس کا الی اللہ یہ سنے تھا سعودی و غیرہ کی نکل
 کردہ روایات میں کا قلعی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر میں لٹا اجازت
 داخل ہوئے اور آگ لگا لے کے بے نکتہ یاں اس کے کھٹے کے دھوئی سے ہے
 اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

فلو غیرہ واحد غیر موقوف بہم ولا معمول علیہ فی حق الصوابۃ
 کہی ولا فی حق احد من المسلمین من قبل طہرت عند الشیخ ^۳۔
 ترجمہ۔ وہ طہر و احد سے اور اس پر وثوق و اعتقاد نہیں رہ سون صابک لکم علیکم رضوان
 کے حق میں بلکہ کسی بھی ایسے مسلمان کے حق میں جس کی عدالت ظاہر اور واضح ہو۔
 انقرض شیخ ابیہ لائے میں مذکور اس مطلب اور لٹا و رضوی کے واضح کر دیا کہ
 آپ کا خلق اولاد رضی اللہ عنہم سے قتالوں اور ان کی امانتوں کا منتہی اس عہد
 نبوی اور میری مصطفوی اور وعدہ رضوی کے تحت ہے اور اسی عہد میں ہی کہ
 ہمیدہ تصدیق آپ کے ملا عمل اور تعامل سے ہوتی ہے اور اسی الی اللہ یہ سنے قول امیر
 رضی اللہ عنہ یہ ملک فی سبیلان محمد مطرط و باہت مفتخر
 کے تحت لکھا کہ آپ نے دو قسم کے لوگوں کی ہاکت کا ذکر کیا ہے ایک عہد میں
 عہد سے جواز کے والا کردہ یعنی غالی اور ایمان و اکابر صابک تکفیر کہ لائے
 اور ان کو منافق یا فاسق کہنے والے اور دوسرے قسم کے لوگ وہ ہیں جو آپ کی
 توہین و تحقیر کرنے والے ہیں اور آپ کے ساتھ جھگڑنے والے اور آپ کے
 ساتھ تحرب و قتال سے کام لینے والے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعامل خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کیساتھ

(۱) اس کے بعد اپنا اعتراض الی اللہ رضی اللہ عنہ بیان کر کے لکھا:۔

فاما الا فاضل من المہاجرین والا نصاری الذین و نو
 الخلائق والامامۃ قبلہ فلو انک انکر امامتہم و غصب

عليهم وسخط فعلهم فضلاً ان يشهر عليهم سخطه او
يبدعوا الى نفسهم لقلنا انهم من اليها لعكس كما
لو غضب عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم (راق)
ولكننا روي في رضى اما عنهم وما يعهم وحق خلقهم
وانكهم واكل من فيهم فكلهم يكن لنا اليتيمى فعلة
ولا نقها و ما اشتهر عنه ۶

(منہج ص ۲۲۱)

لیکن وہاں کہا ہوا تھا اصل صحابہ ہمارے ہیں اور ان کو آپ سے پہلے وفات
دلائی کے وال ہوئے اور اس میں تصریح ہوئے علیہ فتنے یا جاسے کے کلام
سے تو اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی اہمیت کا انکار کرتے اور صرف ان ہی
کا راض ہی ہو گئے اور ان کے فعل کو جاسے کی نظر سے دیکھتے خود ان کے
خلاف خود راٹھارتے۔ یا اپنی طرف لوگوں کو دہم دیتے تب بھی ہم کہتے کہ وہ
ان کا اصل و اکابر ہمارے ہیں اور ان کی طاقت کے گڑھے میں گرنے والے ہیں لیکن
اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے ان کی اہمیت و وفات کو پس منظر میں
ساتھ ہی وفات کی اور محمد و قادیان کے پیچھے نمازی پڑھی۔ اور
انہیں اپنے رفیق بنائے۔ اور ان کے دور میں عروپ و فتنہ میں حاصل ہوئے
اموال قیمت کو مستعمل فرمایا۔ لہذا ہم سے بڑے قلعہ دار اور ہاتھ میں کریم پکے
فعل اور عمل سے قیاد کریں۔ اور آپ کو ان کے ساتھ جو تعامل و تعاون ملے
و معروف ہے۔ اس کو نظر انداز کریں اور پس پشت ڈالیں۔

(۲) ابی ابی محمد یہ تھا ہے مشلح مستزاد مفضل شہید کے حوالے سے ذکر کیا۔

ان الامامة لانك نعت علياً السلام ان رغب فيها ونازع عليها
وان اقرها في غيره وبسكت عنها كوالينا ذلك القبر وقيلنا
بعضة خلافتهم وامير المؤمنين لسر بنازع الا شمة

السلامة ولا جرة السيف ولا استغناء بالناس عليهم
فذلك الذي على اقراره لهم على ما كانوا فيه فلذا انزل
تولييتهم قلنا فيهم وانما قلنا صلح ولما روي عن السيف
عليهم واستصرم العرب على حربهم قلنا فيهم وما
قلنا فيهم عاملة هذا المعاملة من التفسير والتفصيل
(صفحہ ۱۹)

یعنی امامت و اصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت اور
ادوار میں ان کا ہر کرتے اور اس کی وجہ سے نواح و اختلاف کرتے خواہ وہ ویران
میں اس کی برقرار رکھتے اور اس پر سکونت اختیار کرتے تو اس صحت میں ہم اس شخص
سے محبت و قول دیتے۔ اور اس کی غوث و امامت کو تسلیم کرتے۔ اور حقیقت حال
یہ ہے کہ امیر المؤمنین نے ان کے خلاف کے ساتھ نواح و اختلاف نہیں فرمایا۔ ان کے
خلاف تو ان کے یہاں سے نکالی۔ اور ان لوگوں سے ان کے خلاف اور ان کا مطالبہ
کیا تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے ان کو اس صحت پر برقرار رکھا اور اس کا
اقرار کیا جس میں کہ وہ تھے۔ اس لیے یہاں سے محبت کرتے ہیں اور ان کی ہمت
اور فضیلت اور صلاح و تقویٰ کے قائل ہیں اور ان کے برعکس آپ ان کے
ساتھ حرب و قتال اور جنگ و جدال فرماتے ان کے خلاف تو ان کے ساتھ اور ان کے
کو ان کے ساتھ جنگ پھاڑا کرتے تو ہم ان کے متعلق بھی وہی قول کرتے جو ہمارا
قول ان لوگوں کے متعلق ہے۔ جس سے حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے جنگ کی۔
یعنی ان کو فاسق اور گمراہ سمجھتے ہیں۔

ابن ابی الحدید شارح منہج البلاغۃ کا یہ باب فقید اور شعی علیہ

کی وحدانی

فیوٹ :۔ اس حوالہ سے امام و دیگر مخرج حدیثی کے متعدد مقامات سے آئے

شمارہ کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ معتزلہ جند و سکا مسلک پر ہے اور
تفصیل شیعہ بھی ہے اور اصحاب جہل اور اصحاب مصلیٰ کے حق میں لکڑی اور شمشیر کا
قابل ہے اور صرف حضرت عالمہ صدیق حضرت ظہور اور حضرت خیر رضی اللہ عنہما
مظہر و بخشش کا قابل ہے کیونکہ ان کی اپنے مقام پر عزامت اور توبہ اس کے
نزدیک ثابت ہے۔

اقاموا الشیعة والزموا طاعة فلما جعلوا انفسهم اعداء لاهل البيت و اولادهم من
اهل البيت و اولاد علی بن ابی طالب و اولاد الحسن و اولاد حسین و اولاد جعفر بن ابی طالب
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہیں ان کے حق میں توبہ جہل کے بعد جس کی
شہادت اور گواہی دے کر ان عقائد کو دیکھنے کے اور جو کوئی ظلم اس کو
سنگی کرتا ہے اور ہر گز اس کے نام کے ساتھ کسی گھنہ لازم سمجھنے سے جس طرح کہ
حاضرہ حکمران صاحب اور اس کے طبیب صاحب نے کیا ہے تو اس سے جلد گور کیا گیا
اور دجل و مکاری کیا ہوا سنگی ہے اور وہ جو دجلو جگاہ معتزلہ ہونے اور تفصیل شیعہ
ہونے کا اثر کرتا ہے بلکہ اس نے تصریح کی ہے کہ ہم اصحاب مصلیٰ اور یارین
تمام مصلیٰ کا تقابلاً ہی روا نہیں رکھتے ہم ملت اور اس کے پیشوا
میں ہے کے قابل ہیں حج ملت و غیرہ اگر اس ملت سے اس کے حق ہو سکی
رٹ مکانی ہاوی ہے اگر مصلیٰ نہیں کیا تو جہالت پر مبنی دعویٰ ہے اور اگر
مصلیٰ اور کیا ہے اور حقیقت حال معلوم ہے ہجریہ کا دستاویز کی ہے تو یہ بدترین
خیانت ہے اور مجاہد جو کہ ہے رحمہ اللہ ہم سلاسل شرک کی میں جلدوں کا
بالا تھواب مصلیٰ اور کیا ہے اور میں اس عقائد پر اس کے اہل گنہگار کے ساتھ حقیق
اور خود عقائد کی نشان دہی کر سکتے ہیں اس کے خواہ جہالت اس پر چڑھی کر ہے
ہی کہ وہ شیعہ بھی ہے اور اسی علقی جیسے کڑا اور متعصب شیعہ اور فدا دہلی متفک
لکھ خواہ ہے اس کا ہندو دنگہ اور اخام یا فقر بھی اور اس کے تفصیل دست دہی
اس نے یہ شرح لکھی جیسے کہ اس نے خود خطبہ شرح صلیب میں تصریح کی ہے۔

تعلیم کے الفاظ غلط ہیں۔

قانون مراسم المولیٰ وزیر الاعظم والمصاحب المصدور
التکبیر العالم العادل المظفر المنصور المجاهد المصاب
موبد النور من عصف الاسلام سید و زراء الشرق و المغرب
الی طالب محمد بن أحمد بن محمد العلقمی (علی) لما شرفت حبسہ
وفاتہ و در بیب لغتہم بلاہتمام بشرح فتح البلاغۃ (۱)

لہذا یہ نکلن کرو کہ کسی بزرگ کو خلق علی گئے باوجود حق نعمت اور کرتا اور اپنے حق
نعمت اور عزت کا حق ملک خود ہی ادا کرتا اور مذہب شیخ کی ترہائی نہ کرتا۔

(اس لیے جو کہ اس نے کھا ہے وہ حق خلق کے ہاتھ سے لیور ہے پس ہو کہ وہ واقعات
کی شہادت اور گواہی کے بعد کوئی دست نہ دھنے کی وجہ سے کھا سب اس لیے کہ حکم

قلنا انما نرضی اللہ عنہم کے حق میں اہل تشیع کا بچہ اس قریب مذہب کی بات تسلیم
کرنی چاہیے۔ اور اسے قلنا اہل سنت کے زمر میں داخل کر کے اس کی بات کو
خیرا کہا اور یہی عزلی نہیں کرتا چاہئے! اور نہ اہل گویا اس کے لیے مجوزہ اور ہوتا
انسانی حق پر کرنا چاہیے۔ کیا یہ تمہیل تھا کہ تمہری کتاب کو صاحب علم اور اہل علم اور
نہیں دیکھیں گے اور اس پر رائے دیا کہ حق نہیں پڑا پس کے اور انکشت بہ عدل
نہیں ہوں گے کہ اہل ابی احمد آپ! کیا کتاب ہے۔ اور یہ لوگ اس کے حق میں کیا
کہہ رہے ہیں لیکن سہ

واللہ اعلم تسبیح فاضل ما شئت۔

یعنی نہ ہر خیال کرتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ بیعت صرف ہاتھ سے کی ہے اور دل سے بیعت نہیں کی تو یقیناً بیعت کا اقرار تو کیا اور بیعت کرنے والوں کے ذمہ میں داخل ہو گیا پس چاہیے کہ اس پر کوئی قلم مستند دلیل پیش کرے جس سے اس دعوے کو پورا کیا جاسکے ورنہ چاہیے کہ وہ بھی اس بیعت میں داخل ہو جس میں لوگ داخل ہوئے اور وہ داخل ہونے کے بعد اس سے قطعاً ہوا۔

میں لیا حضرات صرف ہاتھ سے بیعت کرنے کی حقیقت، اگر غیر خدا کے نزدیک ہاتھ سے بیعت کرنا دل سے کرنا بیعت کے حکم میں نہ ہوتا تو حضور پیر رحیٰ اشرف علیہ السلام کو ایسا ہی وجہ کیوں لڑاتے اور انہی بالبیعتہ کا حکم کیوں لگاتے بیعت کشتگان ذمہ میں داخل ہونے کا اس لئے دھوکا دیا اور بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا۔
سلامہ ڈھکوسا حب کی ہے مہی:

نوٹ: اس عبارت اور وجہ استدلال کا بھی سلامہ ڈھکوسا حب نے ذکر کیا ہے لیکن کیا جواب دیتا تو وہ کہ اس بات ہے جس سے علماء ائمہ اہل علم ان اقرار ہے یہی واضح ہو گیا۔

تحفہ حسینؑ از ابوالحسنات محمد اشرف السیالوی عفرلہ

یہ عبارت اور اس مضمون کی اور بھی بہت سی عبارتیں فتح ابلاغ میں موجود ہیں خصوصاً فتح ابلاغ صحریہ ص ۱۱ کی یہ عبارت قابل غور ہے۔

ان كنتما بالاعتقاد الثمين فارجعاً وتوبا إلى الله من قريب وان كنتما بالاعتقادي كارهين فقد جعلتاني عليكما السبيل بالظهار لما كتبنا الطاعة واسراركم المصيبة والعصية ما كنتما باحق المهاجرين بالثقية والكتفان وان دفعكمما هذا الامر من قبل ان تدرخلانيه كان اوسع عليكما من خروجكمما منه بعد اقراركمما بهم۔

یعنی اگر تم دونوں نے دلی خدمت کے ساتھ میری بیعت کی تھی تو واپس

آئیے اور بعد ازاں حقانی بارگاہ میں توبہ کیجئے اور اگر تم نے تائب نہ ہو سکا اور اصل بیعت
 و کفایت کے ساتھ بیعت کی تھی تو تم سے میرے لئے اپنے آپ پر ذرا احرام اور
 حجت بنوید اگر کسی سبب سے تمہارے اعلا صحت کو ظاہر کرے اور مصیبت و آفات بنوید یا
 چھپانے کے لئے اپنے ذہن کا کسی قسم کی قوم و قوموں دوسرے معاشرہ کی نسبت تفریق
 و کفران کے ذرا ذوق دار نہیں تھے (جب انہوں نے تفریق نہیں کیا تو تمہیں کوئی بھی
 مجبوری ہو سکتی تھی جس کے تحت تفریق کرنا چاہا، خدا میرے عز و کرامت و رحمت
 کو اس میں داخل ہونے سے پہلے رو کر دیتا یا رو دوسعت اور گناہ خلق و کفر و
 غیبت افراد کرنے اور بیعت کر کے اس میں داخل ہونے کے بعد اس میں سے نکلنے کے۔

بیعت مرتضوی کے لیے جبر و اکراہ۔

لیکن اس کے برعکس خدا دوسرے قسم کی روایات بھی دے چکا ہے اور یہ بھی
 یہ تصریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نفس میں اور خدا اس میں تلافی کے لئے کوئی
 تھے اور بیعت نہ کر کے کا صورت میں نقل کر دینے کی دیکھیں جس سے خدا سے تھے اس
 الی الخید نے ابوہریرہؓ کی کتاب الاصل سے نقل کر کے لکھ دیا و تفصیل بتائی ہے
 (۱) اشتر فی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:-

تم تبارع الناس فقلنا لا یجوز واللی ودر غیوہ قیلک وقلنا ہی انکلت
 عنہا فتعصرون علیہا ہی غیلک مسیۃ نزلہ فیہ۔ اٹھتے اور نہ تو گئے
 بیعت کیجئے کیونکہ وہ تمہارے لیے جمع ہوئے ہیں اور تمہارا بیعت میں ہی رحمت
 دیکھتے ہیں بعد از تم نے اس بیعت میں اس سے اب میں عرض کیا تو مجھے دیکھو
 آنسو بارگاہ۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آٹھ بار دیکھیں میں داخل ہوئے اور تمام لوگ
 جمع ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دیکھ کر روتے رہے اور فرمایا: میں نے دیکھا کہ ان لوگوں نے

ہی نہیں! حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت نجیب بن حکم، حضرت مسیحی بن ثابت
حضرت عباد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے۔

وہی حضرت عباد اللہ بن مسعود کی ایک اور حدیث میں رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے کا حکم
دیا تو انہوں نے کہا: "لا ابا یح حق یبا یح جیبع الناس" جب تک
سب لوگ بیعت نہ کریں، میں بیعت نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے کیا مخالفت
وہ کہ تم بیعت نہ کرو گے اور کہیں چلے نہیں جاؤ گے تو آپ نے کہا میں یا میں کوئی مخالفت
نہیں کرے اور تو جب آپ شہر اٹھیں گے گا۔ "یا امیر المؤمنین" یا امیر المؤمنین
ای ہذا اقل امن سبک سبک عن الحویہ امیر المؤمنین اس کو آپ کے دے
کا ڈر ہے اور آپ کی خبر کا مجھے اہل بیت دوسرے اس کی گردن اٹا دیں تو آپ نے فرمایا
میں اس کو مجبور کر کے بیعت نہیں لینا چاہتا۔

وہی جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور حضرت عباد اللہ بن مسعود
باقی رہ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ بیعت کے معاملہ میں حاجت
کی گواہیوں نے بیعت کرنے سے گریز کیا اور دوسرے دن مامور ہو کر آیا۔

"ای لک الناس ای بیعتکم ثم یرضی بھا کلہم فانظر لک لک ینک
ورودت الاثر شوری میں المسلمین فقال علی علیہ السلام ویعتک و
هل عاکان عن طلب حق له :

انہم بملک حلیہم و تم عنی و العقی رانت و هذا الکلام۔
یعنی میں تمہارا وعدہ اور غیر خدا ہوں آپ کی بیعت پر سب لوگ رضی نہیں
ہو سکتے کہ آپ اپنے دین اور تقویٰ پر تکرار کھتے ہو سوائے اس کو کہ وہی پرچہ نہیں تاکہ
اپنی عداوت اپنی مرضی سے غلبہ کا انہی سب کریں۔ لوگوں ہی اچھا یہی تو حضرت علی رضی اللہ
عنہ نے فرمایا قرآن سے خدا تمہاری ہے کیا ہر جو اور میری طلب اٹھانا اور یہ ہوا کیا نہیں
بیعت کرنے والوں کے عمل اور طریق کا یہ اس معاملہ میں ہم نہیں ہے۔ اسے حق چرہ
پاس سے اٹھ جاؤ نہیں یہی گفتگو کرنے کا کیا حق ہے؟

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طاکبے گئے تو غیر سے دن ایک کھڑی
 سنے اگر کھپ سے حق کیا، عبداللہ بن عمر کو کر کی طرف جہد، جس میں وہ وہاں کے لوگوں
 کو آپ کے خلاف کر دیں گے، لہذا ان کے پیچھے آدمی بھیج کر انہیں واپس بلا دیا۔

فہاتم کلثوم ابتغى فسائتہ وضرعت الیہ فیہ وقالت یا امیر
 المؤمنین انما خرج الی مکة ليقدم بها وانه لیس بصاحب سلطان ولا
 هو من رجال هذا الشأن وطلبت الیہ ان یقبل شفاعتہ فی امیر
 لانه امن بعنفها فاعلموا بها وكف عن البعثة الیہ وقال دعوه واما ارادہ
 (شرح صحیحی ص ۸۷ تا ص ۸۸ جلد ۱)

اسی دوران آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم آئیں اور انہوں نے آپ سے
 سوال و مطالبہ کیا اور سخت و ذاری کی اور عرض کیا اسے امیر المؤمنین عبداللہ بن عمر
 کی طرف بھیجیں اس لیے ہمارے چاہی کہ وہاں قیام پذیر ہوں نہ وہ صاحب اقتدار میں
 اور اس کی خواہش رکھتے، دونوں سے میرا ارادہ ان کے حق میں شفاعت اور
 سفارش کے قبول کرنے کا آپ سے مطالبہ کیا کیونکہ وہ ان کے فضل و حضرت عمر
 فاروق رضی اللہ عنہم کے بیٹے تھے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے مطالبہ
 کو پورا کیا اور حضرت عبداللہ بن عمر کے پیچھے آدمی بھیجنے سے دیکھ گئے اور فرمایا
 اسے اس کی مرضی اور ارادہ پر چھوڑ دو۔

ابوہریرہ عسکری اور ابوہریرہ عسکری کے روایات کیا اس کی نظر میں نہیں کو یہ
 جو ابوہریرہ صدیقی کی بیعت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حلقہ روایات سے
 ثابت کیا جاتا ہے۔ اگر وہ بھی اپنی توجہ جواب آپ کی شفاعت کی حقانیت پر وار کیا
 اعتراض کا ہو گا کہ اجماع و اتفاق کہاں اور علماء و رحبت کہاں یہ سب کچھ ان کی
 سمجھا اور اس کی مدح کا مشتق سے ہو گا تو یہی جواب حضرت ابوہریرہ صدیقی رضی اللہ عنہ
 کی طرف سے دیا جائے گا۔ ماہر جو ایک فہم جو اپنا رہا نص کا دعویٰ تو یہ اس کا
 عمل و موقع نہیں ہے کیونکہ یہی تو یہ دعویٰ ہے کہ تم نے بیعت کی خواہ دل سے خواہ

ظاہری طور پر ملنے لگے اس کی پانچویں دھڑم ہے اور خروج و بقاوت اور نقصان عہدہ کا کوئی اثر نہیں ہے؟

غیر بہت مرقطوی اور بہت صدیقی میراثی ہے اور یہ کہ حکومت عدلیہ کی
بہت حد تک اور ان کے لیے کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بعد میں بہت کلمے
کے لیے کہا گیا جبکہ یہ سب اکثر غلطی نے اپنے ہی ذمہ اور شہریت حضرت امیر اور حضرت علی
کو بہت ہی غلط کر دیا اور بعد میں دوسرے حضرات نے بہت کی۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہمیں کہ حضرت علیؓ پر غرضی، غنی اور عین خلیفہؓ پر حق طبعی ہے۔ آپ کی حقانیت خلافتِ امیرِ مومنینؓ پر بھی ہمارا دینی ایمان ہے اور ہمارے لئے ایک باطنی اور مصلحتی غرضہ استقامتِ کلمہ تک کے لئے آپ کو حاصل ہے اور کوئی اولیٰ اس وقت تک دل نہیں ہونکتا اور اسے ارشاد و جہالت کا حق نہیں ہے جب تک باگاہِ مرقطوی ہے اس کی عقل اور فہم بکری ہمارا کلام نہیں اور عورتوں میں سے بیکار اور آدمی کی بددیانت کو مانتے ہوئے اور ان کی حقیقت اور اصلیت معلوم نہ کر کے کسی بھی بہت حق طبعی و شفیق کا نشانہ نہیں بننا چاہیے یہی کی دیا غرضہ ایک حق اور تقویٰ پر ہم سب کو دینی اور مصلحتی اسلام کی ہمدردی اور حیرانگی کا ہی غماز ہے جو بیکار عقلی اولیٰ سے ثابت ہے۔

وہ صحابہ کرام علیہ السلام ان کا حربہ و قتال کا سوا اور تو حضرت علی رضی اللہ عنہ
حق پر تھے اور وہ حضرات غلام غمی کا لشکر لکھنے کے ترکہ نہیں تھا جتنا وہی پہنچتا
و حق پہنچتا تھا اور وہی مواخذہ نہیں جوتا میں طریق حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے ساتھ تھا وہی لڑنے کی الشیح کی طرح درجہ میں کو کا قزو منافق کہتے ہیں اور
خلافین و فوجاء جنسی بلکہ ترکہ تھا اور اس بقدرت اسلام اور انی اسلام کی دیکھ
یہ قابل غور و لائق مغفرت جیسے کہ انہر تھا سنے کا اور خدا سے چھڑا دکھری غلام

سَيَأْتِيَهُمْ وَلَا يُولِجُهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ الْأَشْيَافُ

و مسودہ آئی عمارت میں، اگر میں خود اس مسودہ کی کے گنوا اور خود نہیں ہے سے ہو کر داتا اور انہیں مشیتوں میں داخل کرسکے گا اور وہاں جسے خود ہی ہے سے اس قدر تعجب نہ کرے

ہاتھوں کو بھونک کر کھاندا، ہم اپنی زبانوں کو ان کے ساتھ آکھو کرنا جاننا اور نہ مناسب سمجھتے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہے کہ ہم ان کے دلوں سے دشمنی اور کدورت دور کر دیں گے۔ قتال تعالیٰ، و نزلنا من فی صد و رحم من یشاء اعلیٰ سر و متعلین تو ای ارشاد مات کے چل نظر بارگاہ خداوندی اور حضرت دراست پناہ اور حضرت علیؑ کی طرف سے ان سے صلہ کر ہو جائے گا اور ہم اپنی زبانوں اور زبانوں کو گستاخی و بے ادبی کی وجہ سے قابلِ بواغذہ طہریں گے۔ دیکھیے اپنی جلی پر غلبہ حاصل ہونے کے بعد آپ نے سب سے دور لگا دیا بلکہ سیدہ فاطمہؑ بھی اٹھ کھڑا کہہ رہا تھا اسی احترام و اکرام کے ساتھ پیش آنے سے کہ آپ کی مرضی کی کرتے تھے اور اصولِ صلہ کے ساتھ تعلیم اور ناطق قبول فرمائی اور انہیں پڑھنے کی سلیقہ پڑ گیا کہ وہ نصیحت دلاؤ مسلمانوں پر کھینچ ہو چکے تھے تو ناطق فیصلہ پر ہوا مہدی کا کیا مطلب اور جسکے بدلے سے پتہ ہو گئے گا کیا حق و موقع تھا؟ اسی لیے اہل سنت کا موقف ہے:

و کلف عن ذکر الصواب لا یغیر شریعتہ نفسی بکرم ذکر مسایب علیہ السلام
 سے کون لسی اور سکوت اختیار کرے گی مگر غیر اہل بدعتی کے ساتھ اہل حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے گا اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔
 ”اتقیوا ذوی الجہات عثر اہم فایعزلوہم عاشر الذین علیہم عثرہ منہ یرفعہ“
 و شیخ شریح اہی شیخ مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۰۰ بزرگ لوگوں کی غرضوں اور خطاؤں سے
 دور رہو کہ وہ لوگوں میں سے جو بھی غرضی اور غم کر کھاتا ہے اللہ تعالیٰ کلام حق اس کے
 ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ اس کو اٹھاتا اور جہد فرماتا ہے۔
 خطا ہند گاں کہ حق خطاست

نیز نہ بے عدالتی بارگاہ میں بزرگ عدالت کے لیے بھی لپٹے ہوں گے تو ای حضرت
 صاحب کرام علیہم رضوان کی عیون و احوال اور مشاہدوں میں بیجا نیوٹالی پڑاں اور جہاد قتال
 اور قتال صحیحہ استعمال ہوا کہ وہ کوئی نہ کھڑا نہ کیا جائیگا۔ لہذا کل عدلی صحت یعنی منفرد
 خیر اور ہر شخص پر ہندہ سیرت کی بات بھی اسی کہ بارگاہ اس کی جہاد اور لوب ضرور پائے گا۔

فہم شیعہ

الشیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

بادشاہ نبویؐ میں خلفاء ثلاثہ کا مقام اور شانِ قرب

کتاب معانی الاطباء دستہ طہرہ امیر علی مصطفیٰ ابن بابویہ قمی کا مطالعہ فرماؤ گی
کیونکہ یہ کتاب بھی مذہب اہل تشیع میں بالذکر سچے علماء کے نزدیک بے حد معتبر و
عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ان ابی بکر صلی بمنزلة الصمیع وان عمر صلی بمنزلة
البصر وان عثمان صلی بمنزلة الفکر (وہ کنز فی تفسیر الامام الحسن العسکری)
یعنی امام علیؑ کا مقام سب سے زیادہ بلند ہے کہ حضورؐ کا ہے اور اس صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد ہے بلکہ ابوبکرؓ سب سے زیادہ بلند ہے اور عمرؓ بھی اس کے بعد ہے اور عثمانؓ بھی
بہتر ہے میری آنکھ کے بعد عمرؓ میری آنکھ میں احمد عثمانؓ بہتر ہے دل کے بعد عثمانؓ
عثمانؓ میرا دل ہے اور اس طرح امام حسن عسکریؑ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔
اب امام علیؑ کا مقام امام حسن رضی اللہ عنہما دست قرآنہ فرماتے ہیں کہ اس کا مقام
اور شانِ قربا علیہ السلام و السلام میں قدس اور سزا بہشتیوں کو اہل بیع نہایت اہم ہے کہ
اور وہی حضورؐ کی منزلت پر نہیں تو کیا یہ مقدس بہشتیوں کی شانِ قدس میں سب سے ختم
برآوردست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ قدس میں سب سے ختم نہیں اور کیا
۱۱ کا ادب و احترام امام احمد ان کی محبت پر آوردست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲ ادب و احترام امام احمد رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر آوردست رسول
اور خود فکر کا کام نہیں۔
اور یہ مذہب شیعہ مسئلہ۔

علامہ دھکو صاحب کا اظہارِ عجز

نوٹ۔ علامہ دھکو صاحب نے اس روایت کا بھی جواب نہیں دیا اور چونکہ اس کو نظر انداز کیا ہے لہذا وہ رسالہ مذہبِ شیعہ میں اس کا ذکر ہی نہیں تھا جس سے اس کی عاجزی اور بے بسی نمایاں اور واضح ہے۔ علامہ صاحب نے صرف اسی وقت اور حوالہ پر غم غما میں کہا کہ اس کا پھر نہ جواب بنو علم و عقل دے سکتے تھے اور جن کا جواب نہیں آتا تھا ان کا نام ہی شیخ اور ذکر کرنا گوارا نہیں کیا۔ اگر وہ کھینے کی استطاعت نہیں تھی تو پھر نہ کھنک کھو دیا؟

تتمہ بیحوت

تحفہ حسینیہ از اہل الحسانات محمد اشرف السیالوی

ارشاد نبوی میں تحریف کی سی ناکام

روایت کا مقصود یہ ہے تو آپ دیکھ چکے اور وہ بالاحتمال ہی باب ذوالشعبہ صحابہ ان کی اس روایت میں تحریف کی کوشش بھی نہ مطلقاً فرماویں اور یہاں دھنیہ کا مظاہرہ اولادِ سرکار پر کاغذ بھی نہ مطلقاً فرماویں۔

حضرت امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ ہی علیؑ رضائے واسطے سے فرمایا ہے
 "قَالَ قَالَ لَإِنِّي لَأَعْلَمُ دَخَلْتُ إِلَيْهِ وَخَرَجْتُ بِهِ أَصْبَحَ الْوُضُوءُ مِثْلَ الْوُضُوءِ
 وَحَسْرَتِي فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَتِ سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِي أَصْحَابِي بَيْتٌ هُوَ لَوْ
 قَوْلُ نَافِثٍ هُوَ ! فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : سَمِعْتُكَ تَشَارِبُ رِيْدَ الْيَهُودِ فَقَالَ
 هُمُ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَالْفُؤَادُ وَبِشْشَاوِي عَنْ رِوَايَةِ وَهْبٍ هَذَا
 وَاشَارَ إِلَى عَلِيٍّ بِنِ ابْنِ طَالِبٍ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ
 إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّهُ لَوْنٌ وَهَذَا مَسْئُولٌ ثُمَّ قَالَ

عليه السلام وعزة ذي الانبياء جميع حق فلو كانوا يوم القيامة مسئولين عن ايمانهم
وذلك قول الله عز وجل وتقرؤهم انهم مسئولون (سورة الاحقاف ص ۱۷)

جب دو سراوی ہوا تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا اور آپ کے پاس حضرت امیر المومنین اور حضرت ابو بکر اور سابقہ و تابعی اور صحابہ
اور انھوں میں ہر مخلص اللہ عنہم حاضر تھے میں نے عرض کیا میں نے آپ کو اپنے اصحاب
کے متعلق ایک بات کہنے کو ملے گا وہ یہ ہے کہ تو حضور میرا عسکر و امیر ام سے
فرمایا میں چیراں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ مسیح و یسار اور خوارزمی ہیں کہیں لنگاہ
اور تھک و روح ہوا ان سے میرے اس دلی کے متعلق دریافت کیا ہائے گا اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

ان السبع والنصر والفلو ان کل اولئک کان ضامہ مسئل لائے شک کان ان اللہ
اور علی بھی ہے اس کے متعلق دریافت کیا ہائے گا۔ پھر فرمایا مجھے اپنے رب کی
عزت کی قسم قیامت کے ان میری مددی امت کو بھی کوئی عبادت کی اور علی بن ابی
والایت کے متعلق میں سے سوال کیا ہائے گا اور یہ ہے قول اللہ تعالیٰ کا۔
انہیں دو کو بے شک وہ سوال کئے جانے والے ہیں۔

قولندروایت

- (۱) اس روایت میں دو بار اللہ تعالیٰ نے حضرت کو علی المرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تھک و
بکر سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے تاکید کیا اور تاکید و تہنیت میں غنا ہو گیا۔
- (۲) ان حضرات پر قرآن مجید کی آیت چسپاں کر کے ان کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے بے سجد و بجا اور تھک و بکر ہونا ثابت کیا گیا اور وہ بھی اللہ سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اور حضرت علی رضی
تعالیٰ عنہ کے ساتھ جس سے ان کی یہ شان کو پا لہذا تعالیٰ درماتھاب صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کے کلام کے نزدیک بھی مسلم ہو گئی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان۔

۳۴) ان تینوں حضرات سے بیچ ساری امت کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑا دیدہ کے متعلق سوال کہے اور ان کے روبرو کی امت سے دریافت کرے مگر سوال یہ ہے کہ وہ جواب دے سکیں گے یا نہیں تو شیعوہ صاحبی جھگڑے میں یہ فضیلت ثابت نہیں کہ وہ صحیح نبوت اور بصورتِ رسالت ہیں اور قلبِ محبوب ہیں مگر وہ اس عقبت اور فضیلت سے غروم ہو کر صحیح جواب دے سکیں گے تو جو اس فضیلت اور شانِ امتیازی کے مالک ہیں وہ کیوں جواب نہیں دے سکیں گے اور وہ ولایتِ مہربس کو نبوت و رسالت اور محبوبِ خدا کے صحیح و بصیر اور قلبِ سچاں نہ سکیں ہم اس کو دلالتِ تسلیم ہی نہیں کر سکتے اگر وہ بیتِ برحق ہے تو ان کی طرف سے اس کی سچاں اور اس کا جواب بھی برحق ہو گا اور سچاں اور بیان صحیح نہیں ہو گا تو ولایت ہی صحیح نہیں ہوگی اعلیٰ قابلہ کیونکہ نبوت و رسالت کیا آنکھ اور دل اور اس کی صحیح مبارک ہے بلکہ کہ حق تعالیٰ اس اور حق تعالیٰ کا ترجمان کن ہو سکتا ہے۔ لہذا ان مقدس پیشوں کی شانِ علی نے اور اس روایت میں تحریر کر کے کی سچی اور کو ششِ مجدّد کا کام ہو گا بھائی کی شانِ مزید قوت اور صحت کے ساتھ واضح اور ثابت ہو گئی۔ اور یہاں ہی کتابِ پناہ میں بھی طیفیں رضی اللہ عنہ کے متعلق موجود ہے۔ "ہذا" مسیح و البصر" یہ دونوں میرے کان اور آنکھ میں مشکوٰۃ شریف بابِ ختمِ اُمّی مبارک رضی اللہ عنہم لہذا ان دونوں حضرات کے حق میں دونوں مذہبوں کی دعائیں اس منفیت کے بیان میں متعلق ہو گئیں اور شیعوہ بابِ کدِ ولایت سے مزید قائم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شانِ قدس کا بھی حاصل ہو گیا فالحمْد للہ۔

تفسیر: جب ہمدہ مقامِ محبوبیت پر فائز ہوتا ہے اور لائق اور فرائض کی وجہ سے اس کو فنا صفاتی اور فنا ذاتی حاصل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتا ہے

كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به وفروا له الذي يعقل به۔

یعنی میں اس بندے کے کان ہوتا ہوں میں سے سننا ہے اور آنکھیں میں سے دیکھنا ہے اور دل میں سے سوچنا ہے اور علم حاصل کرنا ہے اور لکھنا کا عضو، پاؤں اور زبان کے متعلق میں فرمایا گیا عرض یہ تھا یاد اور غماہ اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے یہی فیاض اور امام المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام پر فائز ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ بلکہ آپ کی اس وصف کی بہت میں اصابت اور دوسروں کی بصیرت میں اور آپ کے ہر اور دست اور اعضاء کے ہر مخصوص اعضاء کا مظہر ہونے اور دوسروں پر آپ کے نفس اور پروردگار کا فیضان ہونے میں کسی کو شک نہ ہو سکتا ہے۔ اب اس عظیم شان واسے معہ ہر اور لقب کو اس قرآن کی روشنی میں غلط ٹھکانا یعنی اللہ عظیم میں جو جو متحقق دیکھ کر اور یقین کر کے بتاؤ کہ انوار قرب اللہ پروردگار فیضی محبوبیت کا جو ظہور یہاں پر ثابت ہوا ہے کیا وہ سرری بلکہ اس شان سے ان کے جوت و تحقق کو کون ممکن ہو سکتا ہے۔ مگر سے

۲۔ انکو والا میرے جہی کا تمام دیکھو عیدہ کہہ کر کیا اسے نظر کیا دیکھو

اب اس حواس نہوت کے متعلق کون سوچ سکتا ہے کہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان و ولایت کی جگہ پہچان نہ ہوگی ہاں ہاں جگہ پہچان دہی ہے جو ان صفات کے عمل اور قول سے ثابت ہے اور ہر اقرار و تقریب میں جتنا اور جتنی اور جتنی میں عروبا بغض و حسد میں غلو کے شکار لوگوں نے بیان کی ہے وہ قطعاً درست نہیں ہو سکتی ہے بلکہ اقرار و تقریب میں جتنا لوگ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قرآن کے مطابق ہلاکت اور تباہی کے گڑھے میں گرے وہ اسے ہیں

کہ قال سیہک فی عنفان حبہ غلظہ و قیضہ و مضطہ

از صحیح شیخ الاسلام قدس سرہ

حضرت ابو بکر صدیق کی شان و اقدار میں اور امام حسن مکتوبی رضی اللہ عنہ کا بیان جو کہ اندر تفسیر اللہ طاہرین کی اس قسم کی تفسیرات کو دیکھ کر ہمیشہ سر سے ہے انکار کے حامی ہیں۔ اور بحث سے کہہ دیتے ہیں کہ اللہ طاہرین سے

یہ روایت ثابت نہیں اس سچے عالم عالی مقام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی روایت
 بھی حفظ لفظ لفظ سے سب معلوم ہوتا ہے۔ کتاب میں امام صاحب کی اپنی تفسیر
 یعنی تفسیر حسن عسکری مطبوعہ ایران ۱۳۵۴ھ۔

ہذا اوصیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل اصحابہ واستہ
 عین صدارتی الفاروق اللہ تعالیٰ اوصی الیہ یا محمد بن العلی فی محل قرآنک
 السلام وبقولک ان یا اجمیل واللہ من قریش وبروا علیک یریدون
 قتلتک وأمر ان تنبت علیا وقللک منزلاتہ منزلة اسحاق الذبیح
 ابن ابراہیم الخلیل یجعل لنفسک قدرا وروحہ
 لروحک وقاد واصوک ان تستصحب یا بکر فانه ان آتیتک
 واسعدک وآنزک وثبت علی ما یتعهد وبعثتک کان فی
 الجنة من رفقاتک فی خرقا تم من خلصا تک فقال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی ارضیت ان اطلب قذر
 اوحید وتطلب فتوحہ فلعلمہ ان یمامہ الیک الذہب انما یقتلک
 قلل علی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضیت ان یرکون
 روحی لروحک وقاد ونفسی لنفسک قد اعطی رضیت ان یرکون روحی
 نفسی قد اعطی انما یقتلک اوحید انما یقتلک اوحید احب الحیوة
 الا لتصرف من امرک وتوفیک وانصرح اصغیا ولک دھما عداک عداک وتولا
 ذلک لیا احب ان اموت فی الدنیا سادۃ واحدا فقلیل رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم رثیہ فقال لہ یا ابا الحسن قد قرأ علی کلامک هذا الموعود
 بالقوم الصالح وقرأ علی ما وعد اللہ لک من ثوابہ فی دار العز والفرج
 مثله انما یسعدون ولا ذی مثله المراد ان لا یخطئ بہال انما یفکر فی تم قال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ی بکر ارضیت ان یرکون علی یا ابا بکر
 تطلب کما اطلب وتعرفت یا ذلک انت الذی ی تحصیل علی ما اوعیہ

میں راضی ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میری روح حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے روح مقدس کا بچاؤ ہو اور میری زندگی حضور کی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی زندگی مقدس پر فخر ہو جو کہ میں اس پر بھی راضی ہوں کہ میری روح اور میری زندگی
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی رہا اور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض عبادات پر قرآن اور فقہاء اور حضور میرا امتحان
 لے لیں۔ میں زندگی کو پسند ہی اس لیے کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 دین کی تبلیغ کروں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کی حمایت کروں اور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے خلاف جنگ کروں اگر یہ نعمت
 نہ ہوتی تو میں دنیا میں ایک راحت بھی زندگی پسند نہ کرتا میں حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اسے بوسہ
 تیری بھی تقریر ہے روح حضور کے ہو کہیں جا کر لے دو جو حضور سے چڑھ کر نہ جانی
 ہے اور جو تیری اس تقریر کا ثواب اور بدلہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں تیرے
 لیے تیار فرمایا ہے وہ بھی چڑھ کر منایا ہے وہ ثواب میں کی شکل نہ پہنچے وہ ان کے
 معنی ہے نہ دیکھنے والوں نے دیکھی ہے نہ ہی حلقہ انسانوں کے خارج میں
 آ سکتی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا
 کہ اسے ابو بکر تو میرے ہر اچھے کے لیے تیار ہے تو بھی اسی طرح کافر اور ظالم
 کیا جائے گا جیسا میں اور میرے متعلق دشمنوں کو یہ بھی ہو جائے کہ تو نے
 مجھے جہت کہنے اور دشمنوں کے کلمہ فریب سے بچ کر نہ لکھے یا نہ دیکھا ہے تو میری
 وہ سے ہر قسم کی مصیبت اور دکھ برداشت کرے امدین الکریم نے عرض کیا کیا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں قیامت تک زندہ رہوں اور اس زندگی میں سخت ترین عذاب و
 دکھ اور مصائب میں مبتلا رہوں جن مصیبت عالم سے نہ لکھے موت بھالے کے لیے
 آئیکے اور نہ کوئی دوسرا سبب آرام دے سکے اور یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 محبت میں ہو تو مجھے طلب خاطر منظور ہے اور مجھے یہ پتہ نہیں کہ اتنی سب زندگی

سچ اور دنیا کے باہر ہونے کا ہندسہ ہیں کہ جہاں اور نام نہیں اور اس شخص کی
 ہوتا نیکی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کاظم کہ جس نے جو اور میں اور میلان
 مسجد کا احداث صلی اللہ علیہ وسلم پر خداوند قرار ہے جسے حضور اقدس صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہے اور جو کچھ
 تو نے کہا ہے اہل قضا نے اسے اس کو تیری حولی کیفیت اور جہاں کے
 مطابق پایا ہے۔ اہل قضا نے نے کچھ بزرگ میرے کوئی مبارک اور
 بزرگ میری آنکھوں کے کیا ہے اور جو نسبت مرگ جسم سے ہے اللہ تعالیٰ نے
 تجھے اس طرح بنایا ہے اور جس طرح روح کی نسبت بدلی ہے ہے میرے
 ہے قضا کی طرح ہے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ میرے نزدیک ہیں :-
 اگرچہ اس روایت میں فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و دیگر دو شخص سے ہی
 زیادہ روایتیں اور اسے ثابت ہے کہ اسے شیعہ نے تصدیق اور تحریف فی الروایات کی
 حالت یہاں بھی نہیں ہو رہی۔

اولیٰ یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جب فرمایا گیا تو حضرت شریف کے ساتھ
 ہیں کہ وہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاجت و مسالمت پر کمر بستہ تھے
 تو وہ دنیا و آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہیں۔ یہی وجہ اللہ تعالیٰ
 بھی دلی کیفیات اور علامات پر مطلع ہے اور آپ نے حضرت صدیق نے حسب
 علم اچھے دینی کچھ عرض کی جس کی وجہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک
 بزرگ صبح مبارک و عظم مبارک اس طرح مقصد ثابت ہوئے تو پھر شریف جہاں
 صاف تحریف و تصرف فی الروایات پر ولادت کر رہا ہے۔ جو عقلی شے و عقلی پر
 مبنی ہے۔

- دوسرا روایت کے آخر میں ہے جھگڑا کہ وہ علی فوق ذلک لزادۃ الحقائق
 و شرف خصالہ یعنی علی رضی اللہ عنہ اس سے زیادہ ہی کیونکہ اس کے
 فضائل اور شرف و فضائل زیادہ ہیں۔ اسے صبح و عصر اور اس طرح نعت چاہ
 ہے کہ کون سی لڑائی منظور ہے۔

برصورت اہل تشیع کی معتبر ترین کتب میں خلفائے راشدین کے فضائل و اہمیت کو اپنے اسلوب میں بکثرت بیان فرمایا ہے اور ان کے عیوب و کمزوریاں بھی واضح و بے شک و شبہ بیان فرمائی ہیں۔ ان کے فضائل کو ہر جگہ سے رد و ہل کرنے اور کمزوریاں کو بڑے بڑے تعصبات کرنے کی انتہا تک توسیع کی مگر خلفائے راشدین کی شان کو کمالی نہایت۔

تفسیر الامامیہ از علامہ محمد حسین دہلوی صاحب

امام حسن مہدی کی تفسیر کے منقول اس طویل و عزیز روایت سے ہے جو صاحب کی تائید کی بنیاد پر یہ ہوئی ہے۔ اس روایت میں صرف دو جملے ایسے ہیں کہ جن سے بظاہر مؤلف کی مطلب برائے ہوئی ہے لیکن اگر ذرا غور کیا جائے تو اس سے اس کے دعویٰ پر ضرب کاری پڑتی ہے۔

پہلا جملہ: اور ان کے خلفاء ابوبکر و عثمان و علی و محمد و اسعد و
 زکریا و یونس علی ما تاملت و بعدا قد لا یخافون و یاتون حکم دیا ہے کہ ابو بکر کو
 آپ جبریت میں مقرر فرمایا۔ اگر وہ حضرت کی مفاہات اختیار کریں، الامام علی و عثمان
 و محمد میں مشورۃ کام میں ہیں۔ صاحب کے پیچھے تفسیر کی کوئی مدح و ثناء نہیں ہے۔
 بکرا اس سے تو سرسبز و سرخس و صاحب کی قصص قاسم ہوئی ہے۔ اور ان کے انکار کیا گیا،
 ان کی نصرت و اعانت اور عہد و پیمان پر تمام و شبانہ کو بکلی مشکوک و مشتبہ کر دیا
 گیا ہے۔ اور اس روایت میں ان صفات حمیدہ کے ابو بکر صاحب کے لئے دیا گئے
 جانے لگے کہ ان کوئی تذکرہ نہیں ہے بلکہ بطور عجز و غریب مذکور ہے اور یہ موجب غافلانہ
 الغلط فہمات العشر و احباب ابو بکر میں ان صفات کا شرب یا جاننا اہل علم و اہل حق
 کے لئے اظہار میں افسوس ہے۔ اگر اس میں یہ شرائط پائے جاتے تو میرے اگر کسی غلام
 نہ ہوتا۔

دوسرا جملہ: ان الطبع اللہ علی قلبہ و وجہ موافقہ صاحبی علی لسانہ ۲
 ہے اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اگر خداوند عالم تیری دل کیفیت پر مطلع ہوا اور اسے

خیر سے رہائی کا عندیہ عقیدت کے مخالف پایا تو بچے بد مذہب سے کہیں انکھیں نہ اٹھادیں
کے (اردو سے)۔ جس طرح حضرت علی کو لکھتے تھے یہی منزلت حاصل ہے۔

اس جملہ میں بھی منطقی معانی صرف شرطی ہیں جو صحیح ہے جس سے غلطی حاصل
کی وہاں دوسری اور زیادہ وضاحت و عقیدت کے بغیر اور غلطی ہو کہ وہاں ہے
(۳) اس جملے کو یہ ترجمہ کرنا یعنی اظہارِ نفاذ کے تجربے دل پر مطلع ہے مگر اگر کسی جہات
یا تخیل کی کھلم کھلا دلیل ہے۔ وہاں اس صورت تحقیق اور ان صورت شرط میں جو نمایاں
فرق ہے وہ جتنی ہی ظاہر بھی جانتے ہیں۔

(۴) تفسیر امام حسن عسکری کی نسبت کی صحت میں ہمیشہ علماء کرام کے درمیان اختلاف
رہا ہے تحقیق کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نسبت صحیح نہیں ہے لہذا صاحب کتاب اس کتاب کے
منہجیات کی دو مریخاں دعایات عقیدہ سے تائید نہ ہو جائے اس وقت تک
قابل اعتبار نہیں۔
وہاں تفسیر امام حسن عسکری کی

تحفہ حسینیہ از محمد اشرف التیالوی غفرلہ

علامہ صاحب موصوف کے ایسے کو خوشنویس کہنے کے لیے پوری خوشنویس
صورت کی ہے اور خوشنویس (ارگاہ خداوندہ) تھا فی الواقع وہ صاحب کتاب اور
وہایت چاہنے کی مثال اور اس جہاں سے یہی ثابت ہوتی نظر آئے انہوں نے کو خوشنویس
کے ذریعہ اس کو صحیح کرنے کی خوشنویس کرتے ہیں اور انہی کتاب کو خوشنویس میں ہے
ایک یہ بھی ہے جس میں پڑھنے والے سے کہنا چاہتا ہے کہ وہ خوشنویس اپنی بڑی فکر و تخیل بھی
نہایت ہی ہونے والی دینی بھی کسی منہج اور اصولی نقطہاتوں کے تحت ہمارے لیے ہے
لیکن کہیں دینی ہو تو وہ خوشنویس میں کسی منہج اور اصولی نقطہاتوں کے تحت ہمارے لیے ہے
لیتا ہے کہ خوشنویس سے دیکھو صاحب بھی صاحب اور اصل ملی انہی علیہ السلام کے ایسے ہی خوشنویس
میں ہے ہیں۔

اب خدا علی لہو ہے اس حوالہ کو خوشنویس کا ترجمہ ملے گا کہ ہوں اور خوب

عقل و دانش کو وحدتِ خود فکر و تپا ہوں کہ وہ اس میں منظر میں میری سادہ نگاہوں
کا ہاتھ نہیں۔ ڈاکو کا سب سے چار سوال یہاں غلط ہے جس ایک کا تعلق حضرت
سلیمانؑ کا سلام کی بات سے ہے اور میں کا تعلق روایت اور اس سے استدلال
کرنے کے ساتھ ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کشفِ تعالیٰ اور محبوبِ بکر علیہ السلام و انیس کا اعجاز

پہلا سوال یہ ہے کہ شرط ہے اور مشروط کلام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لیے کوئی
وجہ تفضیل ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ ان کا حق اور اعزاز اس میں ہے اور مشروط خوبیاں
اس میں منطوق اور مستفہد ہو کر وہ کئی ہیں بلکہ اہل علم اور انصاف کے نزدیک وہ
خوبیاں نہیں ہائی گئیں اور جب شرط نہ پائی گئی تو مشروط بھی نہ پایا گیا بلکہ دریافت
طلب امر یہ ہے کہ تفسیرِ شرط سے آپ کی خوبیاں منطوق کیونکر ہو سکیں

۱۰۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ان میں ساتھ رکھنے اور رفیع صفت بنانے کا حکم دے دیا وہ بھی
مشروط تھا قطعاً نہیں اور جب وہ حکم مشروط نہیں تھا تو واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے
تذویک آپ میں جو شرط موجود اور مشروط تھے حد درجہ اس قدر طویل اور اعتدالی غلطی کا
صفر میں ایسے نقص کو ماحق بنانے کا حکم کیا کر دیا جا سکتا تھا جو نہ مونس و مخیر ہو
اور نہ مجدد و مصلح ہو۔ اللہ تعالیٰ جیسے اکبریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حب
جس کو ساتھ رکھنے کا حکم دے رہا ہے یقیناً وہ اس سبب اور صفات کے ساتھ خاص و
سے درجہ بہت کا امتیاز بنا کر ہوا بلکہ مزید آپ کو پریشانی میں مبتلا کرنے والا سادہ
ہو گیا۔ ایک تو طویل مگر بار آور کہ منظر جیسی جگہ سے دوسری دوسرا ایسا ماحق ساتھ
رکھنے کا حکم جو کسی بھی وقت محدود شکل کے حوالے ہو ہی سکتا ہو لغو و بطلان
بلکہ اس حکم کے بعد یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا رفیع عطا فرمایا
جو کمالِ طور پر مادی راحت و تسکین دیا کر لے والا تھا۔ اور اس کی بدافیت میں
پر ظہارِ خود و خود ہو گیا اور گمانی کا قدر ہو جانے والی تھی۔

۲۔ عملی طور پر سرورِ عالم علیہ السلام نے آپ کو دینی سفر پر بلا دیا اسے نہیں ہوسکتا کہ
 جہاں آپ تھے سفر کر لیا اس دوران سواریاں چلیا کر لے دیا کوئی تمام خود و غرض
 کامدان مہیا کرنے دیا کون تھا؟ اور غرضوں کی دیکھ بھال اور تاکہ ہلاکت نہ کھنے
 دیا کون تھا؟ وہ بھلا کسے قریب وقت اس سفر میں صرف ہوا مع فاروانے وقت کے
 اس سارے خرچے میں ہر فکر خود مت کھنے والا سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے
 کوئی نہیں تھا تو حقائق اور واقعات نے شرعاً کا تحقق واضح کر دیا کہ آپ نے حق
 عز و جلت بھی ادا کیا اور تقارری و مالدار کی عہدہ امکا فی کو شش کی اور محمد و ابی
 اور یہاں ان امور میں کوئی ری طرح بھائی لہذا مشروط اور جزاء کا تحقق یمن جنت میں لگا
 آپ کا دلیق ہو گا اور اس کے بلا غلوں میں آپ کے غرض صحابہ اور امتیوں میں سے
 ہوتا بھی تعلق طور پر ثابت ہو گیا انکو صاحب کی مثال اچھے ہی ہے جیسے انہیں کہا
 ۳۔ اگر سورج طلوع ہو گیا تو ان جو مہالے گا اور وہ کھنڈی میں ان کو دینی ہو گا
 مشروط کر دیا گیا ہے طلوع آفتاب سے لہذا ان جو نے کافر کو یقین نہیں کہ ان
 ان شرط سے ہے۔ وہ مگر انکو دانا شخص آئے اور ان کے طور صاحب موت ان کو
 ہی نہ دیکھتے جو میں شخص کو بھی دیکھ کر وہ حیاں سے لڑا دیکھو سارا جہاں و کائنات
 سے گمراہ کھنڈی میں نہیں کہ آپ ہیں اور قول میں ان شرط سے ہے لہذا سورج
 طلوع ہونے کا سارا بھی مشکوک ہے لہذا وہی موجود ہونے کا بھی اگر وہی موجود ہوتا
 تو پھر اگر کہ ضرورت کی تھی ۔۔

صدق شرط کا دار و مدار لہذا نتیجہ کا سبب

۳۔ جو امر بطور تصدیق شرط ذکر کئے جائیں ان میں شرط مقدم کے تحقق سے
 جزاء اور بدلہ کا تحقق معلوم کر لیا جاتا ہے۔ یا مشروط اور تکلی کے عدم اور نقصان
 سے مقدم اور شرط کا انتفاء معلوم کر لیا جاتا ہے۔ مذکور کا معیار ہمیشہ متعلق اور
 مشکوک و مشتبہ ہو کر رہا ہے لہذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بعد

خواست اور امداد و معاونت اور تائید و تقویت اور آپ کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق جنت ہونے میں تکرار م ثابت اور مشاہدہ اور محسوس حضرت صدیق کی وفا و شرط ثابت لہذا جزاء بھی قطعی اور مستحق طور پر ثابت۔ اس مقام پر ڈھکوسٹ صاحب کا یہ کہہ دینا کہ اور باب علم اور انصاف کے نزدیک ابو بکر صاحب میں ان صفات کا نہ پایا جانا انظر من الشمس سچا ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو کوئی شخص جانتا ہی نہیں جو اس غبار پر جس کو کہتے ہیں کہ انصاف کے ساتھ رفتار کا اور صاحب اس قسم کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ ڈھکوسٹ صاحب کو بتلایا جائے کہ کوئی بے وقافی ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی دیگر ائمہ و قدسوں کو ترک کیا اور کہاں سے قطعی اس وجہت لوٹ دیا عمل نزاع میں ثابت کہ دعویٰ کرنا اہل علم کا اور نہ ظاہر اعظم ہونے کے بعد تہذیب و سنت اسلام ہونے کا دعویٰ کرنا ہے۔

بسوخت عقل و حیرت کراں چہ ہوا ابھی است

ہر طالب علم اس حقیقت سے باخبر ہے کہ اختلافی مسئلہ نظری ہوتا ہے اور ظاہر دعویٰ بدعت باطل ہوتا ہے۔

(۲) بیوی بچیوں اور بچوں کو اپنی کمر کے پاس چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والا ابو بکر صدیق دیکھ کر میری امداد اور عزت کے لیے کیا کیا خطرات میں اور خود میرے لیے کیا کیا خطرات میں جس کی طرف خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی توجہ دلائی کہ جس طرح میں طلب کیا ہاںے گا تمہیں طلب کیا جائے گا بلکہ یہ سمجھا ہاںے گا کہ میں کو موت کا دعویٰ کر سکتا ہوں مگر آئندہ جہاد جائے گا۔ کیا ہے تو ابو بکر صدیق نے اہل قریب میری وجہ سے طوارح و اقوام کی تکلیف برداشت کرنا چاہی کہ لہذا سوچ لو اور اہل طوارح خود فکر کر لو جس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں قیامت تک زندہ رہوں اور ہر مذہب اور جماعت مجھ پر لوٹ پڑے نہ موت آئے گا کہ بڑا صحت مند اور نہ فرحت و سرور کی کوئی بات نصیب ہو۔ جس سے غلوں کی نہ ختم ہونے والی سیاہ رات میں مسرت کی کوئی ایک

نظر آئے تھے مگر اب یہی بہتر تھی۔ تہذیبی محبت میں تو یہ زندگی بچے میں سے زیادہ محبوب ہے۔
 کہ میں قیامت تک سے وہ چوں اور ہر نعمت بچے میں اور حاصل ہو اور میں دنیا کے
 پادشاہوں کا پادشاہ ہوں لیکن آپ کی محبت اور وفا صرف نصیب دوام اور محبت و
 عشق میں جو میری اور اوصیاء اہل سب آپ پر قرار ہے جو نے سکے پہی تو میں کیا
 ان حالات میں اس عمل اور اس اقرار و اعتراف اور اعتماد و اعلان کے بعد بھی کوئی
 حلق سے ہر دور انصاف کی دولت سے محروم شخص یہ سوچ سکتا ہے کہ ایسا خدا کی
 اور ہمارے اس نظر پر پورا نہیں آتا تھا۔

یہ تو جو ممکن تھا کہ محبت و محبت و ایمان و اخلاص کے ہر چہ حالات کی
 سنگینی کے تحت جو کچھ صدیقی صورت کر سکتے اور محبت و ایمان سے بچتا اور
 اعلیٰ درجہ کے تدابیر کا کدرا واد کر سکتے لیکن اللہ تعالیٰ ایمان اور اخلاص میں
 در سکتے چوں اور محبت و الفت میں نہ ہو مگر ہا وہ باقی کر کو اور قریش کو اپنا بھی
 دشمن بنائیں اور اپنی بیوی بچیوں کا بھی خیال نہ کر سکیں کسی عقل مند اور صاحب
 انصاف کا عقل و انصاف اس کو بظاہر نہیں دکھ سکتا آخر ایسے مومن بھی تھے جنہوں
 نے ہجرت بھی نہ کی تھی جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **الذین امنوا**
واللہ واسعہ عظیمہ اور وسیعہ کیا تھا اس سے لیے اللہ تعالیٰ کی زمین یعنی چاروں طرف
 میں گنجانے والی کہ تم بھی ہجرت کر کے اس میں جا بیٹے تو اگر ابو بکر صدیق مسوا پا
 اخلاص اور محبت و وفادہ ہوتے اور ان کا ساتھ کرتا خلیع رسالت کا یہ عہد نہ ہوتا
 تو ہجرت کی مخالفت کیونکر ممکن ہوتی۔

(۱) آئیے قرآن تاریخ انصاف پر گزرتے ہیں وہاں ہجرت کی ایک دو جگہ کیا بلا غلط
 فرمایا تاکہ وفادہ محمد اور پیروان اخلاص کی تمکین کا قند سے اجازت ہو سکے اور وہ
 وہ بھی دشمن صدیق کی نہ ہائی کے حکم سے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہر کی گئی ہیں عیسیٰ مسیح اور اس پر رے کے
 ابو بکر صدیق کے ہاں قرآن میں لکھا ہے اللہ فرمایا۔ مگر کو چوں اللہ کی کانوں سے غالی

کلامِ قدوس کو کہہ صدیق سنے عرض کیا، بالی منت وای یا رسول اللہ در جہاد میں
دو دو دھڑکی کر کے اذآن خانہ میں اہل قسٹ کس سنے باشند؟ حضرت فرمود خداوند
باری مرا اذن ہجرت داد ابو بکر گفت! انصبتہ یا رسول اللہ یعنی میں تو اہم صاحب
تو باہم؟ حضرت فرمود چہیں باشند ابو بکر از شادی بکریت مسکت! حج اتوا پنج
مید اعل کتاب دروتم۔

میرے ماں باپ آپؐ قرآن پڑھیں گھر میں میرے علاوہ اور میری دو بیویوں کے
علاوہ کوئی فرد نہیں اور ان بیویوں میں سے ایک آپؐ کی بیوی ہیں! حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابو بکر
نے عرض کیا میں آپؐ کی صحبت اور رفاقت کا طلب گار ہوں آپؐ نے فرمایا ایسے
ہی ہو گا یہ کہ حضرت ابو بکرؓ کے خوشی سے آنسو جھلک پڑے جس سے سات ظاہر
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو بکر صدیقؓ کی ذات پر ممکن اعتماد اور اعتبار
تھا اور وہ گویا اسی انتظار میں تھے لہذا مردہ سنانے کے لیے آپؐ خود تشریف
لے گئے اور شرف رفاقت کا سزا دے کہ حضرت صدیقؓ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔
(۲) صاحب منہج الصادقین کہتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت پر ابو بکر صدیقؓ
کے گھر سے ہی روانہ ہوئے یعنی بستر پر حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کو سٹایا وہ خود
حضرت صدیقؓ کے گھر پر ٹھہرے وہ کچھل ذات کو وہاں سے غار ثور کی طرف
روانہ ہوئے، امیر المؤمنینؓ نے کہا، بھلا یہ غار ثور ابو بکرؓ کی رفاقت اور
بیرون آمدہ ہائی غار ثور خود مسکت! (بلد چہادیم)

مفسر شعبہ فتح حدیث کا شانی کے اس اعتراض کے بعد بھی چون چرائی کوئی گناہ نش
ہو سکتی ہے؟

اسی حضرت عمارؓ سے مروی ہے کہ زمین و آسمان میں ہی قیام نہا اور عروہ کہنے
ہیں کہ ابو بکرؓ کے غلام عاصیؓ حبشہ و حبشہ کے لوگوں کے دروازے پر سے ہاتھ
اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ کا درود کو عرض

حب خدا کے سوسے پر کھڑا کہ وہ ہم کو دیکھ کر حضرت محمد بنی اٹھ کر ہو کر ہی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف اور ایسا دعائی کے خیال سے حوی و حلال اسحق ہوا تو وہ ہم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما ظنک بالظنیر اللہ نا الشیسا" اور وہ انھیں
کے متعلق تمنا کر لیا گئی ہے جس کے ساتھ میری بات تو ان کی بات ہو رہا جلد ملے

اور اسی کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ادعوتہ لخصاصہ لا تعزین
انہم منا حبیب" وہ اپنے بارگاہ سے کہہ رہے تھے تمہیں نہ جو بے شک اللہ تعالیٰ
ہمارے ساتھ ہے۔ خدا خود فرمایا اللہ تعالیٰ کی ہیست میں طرح رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو حاصل تھی اسی طرح آپ نے اس کو حضرت جو کہہ رہے تھے اس کی بات
فرمایا اور اس کی لگائی دے حب یہ دیکھو صاحب اور اس کی ہلندی کا کام ہے کہ قرآن
مجید سے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ مشکوک افلاس و ایمان و انوں کے ساتھ ہوتا ہے یا
کامل ایمان و انھیں رسول کے ساتھ اسی طرح وہ حمد شکر اور توحید و انوں کے
ساتھ ہوتا ہے یا ہمز و مفاد افلاس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جہانوں
اور جہانوں میں کے ساتھ ہوتا ہے یا ان سے جو ہر دلی ہوا ہے۔ انھوں نے انوں کے ساتھ
۱۔ آئندہ دلائل سے جو یہ کہنا تھا دیکھو وہ یہ کہہ کر کہ یہ کہنا دیکھو

۲۔ قال اللہ سئلہ علیہ السلام اہل سنت کے نزدیک اس میں حضرت محمد بن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہے کہ انہوں نے ان کو اسحق ہوا تو انہوں نے اس کے
تسلیم بھی آپ کے لیے کیا کرنا چاہیے اللہ وہ شیعہ صاحبوں کا یہ جہان اور تعالیٰ کو دیکھ کر
عرب کی خبریں ہی کہہ کر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں۔ اور بقول لخصاصہ
لہذا یہ بھی آپ کی طرف سے ہی ہے جو انی چاہیے مگر یہ کوئی مذہبی اور حب

ترجمہ علامہ ضعیف

۱۔ کہو کہ انھیں اس دور میں وہ ان کو خبر غالب سے تعبیر کیا گیا ہے ایک جگہ مشرک اور
تعبیر کر دیا اور دوسری جگہ جہنم و تعبیر یہ پائی گئیں کہو کہ اس کام میں وہ جہنم
دعہ پہلو اس کو چھوڑ رہے ہیں کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے حل اقدس پر سکینہ کا نازل ہوا اور آپ نے خود سطلین پر سنے کے بعد حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ کو سطلین کے دروازے پر کھڑا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عین ہاتھیں میں لیا تھا
اس لیے خیر و احسان کا کلمہ نہ کہ کلمہ ابجد پڑھتی تھی اس لیے کہ انسانی زبان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
قرآن مجید میں بہت جگہ پر اسلوب دعا و خوار و یاضی اختیار کیا گیا ہے کہ اقال و اقلہ و ہدہ
اقلہ و ہدہ۔ یہاں پر بھی تثنیہ کی جگہ داس کی ضمیر اسی ہے نہ کہ گائی ہے کہ رختہ خدا
خدا کے مصلحت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رختہ رختہ خدا تعالیٰ کے تھا۔
تو اب اس میں حضرت صدیق کی عزت پر اعتراض کی کیا گئی تھی اصل میں یہ ہے جیسے
شیعوں لوگوں نے یہاں نہایت عداوتی سے کام لیا ہے اور بد باطن کا مظاہرہ کیا
اور اس کی طرف نہ حکوم صاحب نے اہل علم و الفضل کا حوالہ نہ کرنا شروع کیا اور
حضرت صدیق کی سب کراہیوں کا ثبوت لیا اور ثبوت آخرت کو ہاں سے طاقی و نہ کر
انکار کر دیا اور طبری کا شیعا افسانہ نگاری سے گریز

اس مقام پر ہم خود طبری کے الفاظ ان آدمی جو سنے ان ہا اصول کثرت اور دھم
ہونے کا عزائم کے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے اس قسم کے توہمات کا ذکر کرتے
سے اپنا دامن بچایا اور کہا "وقد ذكرت الشيعة في تخصيص النبي صلى
الله عليه وسلم في هذه الآية بالسكونة كلاماً رأينا للاضطراب
عن انكره اعزى من انكره"۔ یعنی شیعوں نے سکینہ کے عروت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم پر نازل کلمہ ہانے کی تخصیص اور عظمت ابجد صدیق رضی اللہ عنہ کو مانتا تھا
دکھنے میں کلام کیا ہے لیکن یہاں کے ذکر سے اعراض ہوا نہ کہ دانی کو زیادہ
مخبروں اور سب سمجھنے میں تاکہ کوئی شخص نہیں سمجھتا اور نیک طوٹ منسوب ہو کر
جمع الجہان میں ہر موسم ملے۔

بالطریق اگر ابجد صدیق رضی اللہ عنہ پر سکینت کے نازل کا تذکرہ دکر نے سے
اللہ کے ایمان میں کسی کو دھم پہنچا دے تاکہ اسے تو کیا قول باری تعالیٰ سے قطع
سے اس قسم کے شیطانی و موصول کی خیال را کو نہیں پہنچتی۔ عوام و اہل ایم سکینت تو حضرت

مدینتی کے ائمہ اور اضطراب کے بعد نازل ہوئی اس سے پہلے تو حسین اہل بیت کی حق
 قوائی وقت تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں نمودار نہ کسی کو اور نقص کا
 قیوم کسی کو نہیں ہو سکتا ہے اور جب نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کے بعد بھی مصروف
 مدینتی کے لئے کوئی نقص اور شہوت ایدائی کا قیوم نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کیلئے تو اہل بیت اور
 صلوات پر کمال انکسائی انہیں ہر ایک کی طرف سے حقیقت حال یہ ہے یہاں مخصوصی تذکرہ و حصول علم
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اسی سے کٹر کٹر ہے اصلاح بھی آپ کا بیان فرمایا تو اگرچہ
 اسلام میں فکر و اصلاح کا مدینتی اور جلیل صاحبی و مولانا ابنہ عظیم و جیسے کہ گذشتہ ذکر کر رہے
 سے نکلا اور نصرت کی نسبت بہت کم کی طرف سے مالاقتصر وہ وقت نصیبہ اللہ
 مالا کہ حضرت مدینتی کی بھی اللہ تعالیٰ نے اعادہ و نصرت فرمائی اور وہ ملو بہجوت
 انہیں کسی حد سے دور نہ ہو جائے لیکن مدینتی آپ کے تابع مخصوص تابع احتیاج
 میں حضور کے ساتھ مثال اور شریک ہوتا ہے اس لیے ان کا عقیدہ ذکر نہیں پایا
 و کیلئے کام مجاہدین موم و مومانیہ اسلام کا اور نعمت سے کمال اور جنت سے انکسائی
 مشرک طور پر بیان کیا ہے لیکن مضافاً قیوم میں صرف کام علیہ السلام کے ذکر پر انکسائی
 گیا ہے کہ حق تعالیٰ کا فضل و جلال و کمال و عبادت خدایہ علیہ جو تو کیا شیعہ صاحبی
 کے نزدیک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کے قیوم نہیں کی حق یا اللہ تعالیٰ نے ہی کی حق
 قبول نہیں آئی بلکہ قبول قیوم میں حضرت حمزہ آپ کے ساتھ یقیناً شامل تھیں مگر چونکہ
 آپ کے تابع تھیں لہذا علیہ ذکر کی ضرورت نہیں تھی بلکہ یہی مدینتی کی طرف سے
 عنہ کے حق ان کی ہوتی و اسے تمام موم و مومانیہ کے لیے ان اللہ تعالیٰ فرمایا
 جبکہ مومانی علیہ السلام نے ان کو اپنا سربراہ بننے کے ساتھ ہونے کے باوجود اس وقت
 حق و حق فرمایا یعنی ہر ایک میرے ساتھ ہے کیونکہ وہ سب کو وہ ہیست
 حاصل تھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی مگر نہ فی الزوال کے ساتھ اپنا اثر
 کھانے کی وجہ سے وہی ہیست مدینتی کے لیے ثابت فرمائی جو موم و مومانیہ کو حاصل تھی
 واللہ اعلم بالصواب

ایک اہم شبہ کا ازالہ

ماہنامہ سہری جنگوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ مومنین پر بھی سکینت کے نزول کا ذکر ہے جس کے بعد فتح میں فرمایا: "ما نزل الله سكينة على رسول الله وعلى الفاضلین" جبکہ اسی سورہ توبہ میں فرمایا: "ثم انزل الله سكينة على رسول الله وعلى الفاضلین" تو دیکھیں اس کے بالکل واضح ہے کہ وہاں حکم بھی عام بیان کیا ہوا تھا مثلاً سورہ توبہ میں پہلے فرمایا: "لقد نصركم الله في مواطن كثيرة" و یوم یختبین فرقہ اور سورہ فتح میں بھی "سکینت و متعینت" بیان کر کے جو شرط فرمائی "و یوم یختبین فرقہ" مع ایسا ہندو "تا کہ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار نہ ہو اور اللہ ان میں سکینت و متعینت الی آخر"۔ تاکہ اہل ایمان وہاں خود بخود قہر کو محلات میں داخل کر کے لڑیں اور وہاں مقامات پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کا قہر کا اور لڑنے کا حکم بیان کیا گیا۔ جبکہ یہاں قہر اور لڑنے کی صورت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور مثلاً اور مانع حضرت صدیق اکبر کا اس لیے وہاں آپ اس مقام پر فرمایا جوتاہیں غصہ کیا گیا۔ کیونکہ طبع امور ذاتیہ کی رعایت نہیں کرتا بلکہ مقام اور مقتضی جاننا کہ رعایت کرتا ہے۔ تاہیں میں سورہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکالے جانے کا ذکر کیا۔ "اذا طردہ الذین کفروا انا فی آفتین" اور آپ کی ہی نصرت اور امداد کا ذکر کیا۔ "لا تنصروه فقد نصره الله" اور آپ کے لیے ہی اللہ کے نزول کا ذکر کیا۔ "وايد"۔ بھنودہم تو وہاں محلا کے ابو بکر صدیق بھی گئے تھے اور جس طرح وہاں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصرت بھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل حال کیا حضرت صدیق کے بھی شامل حال کیا وہ میں جنہو مسادات سے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حامیہ و تقویت کی گئی انہیں سے ابو بکر صدیق کی بھی حامیہ و تقویت ہوئی گئی۔ لیکن اصل مقصود جو کہ سید عرب صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس لیے انہیں جس آپ کا ہی ذکر فرمایا اس کے لیے یہاں بھی اسی اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضمیر امداد کی گئی ہے۔ اور فرمایا گیا: "فَاَنْزَلْنَا اللَّهُ سَكِينَةً مِّنْ عَلَيْنَا" (الایہ)

مولودہ از ہی سودا خلیج کی ایت میں داسودہ القوبہ کی نسبت میں یہاں فرمیں
 پر نزدیکی ملکیت کا یہاں سے کہیں میں حضرت ابو بکر صدیق داخل نہیں ہیں
 داخل ہیں اور بیعت داخل ہیں بلکہ ان کے میں ہیں کو بجز اس ہجو و سرائی کو جو وہاں
 کا قائد کیا ہو سکتا ہے اس کے بعض وطن کے قائلہ کے لئے جس کی یہاں مذکور
 اور خطاب میں ماسوں کے ہے

حرف شرط لانی حکمت اور ایثار صدیقی کا تقابلی جائزہ

(۱)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ عظیم ہے اور اس پر ابابہ کا نام لایا فرض ہے لیکن
 لایا ہے کہ تبدیل فرما شہر اور جو عہد منات کی موجودگی ہی مسلم اور اس کا قوی حسی
 و حسیت اور تبدیل داری کے تحت ہر حکم اور اس کے اور دھنوں سے تنقید کو کہ
 کہ یہاں ہی مسلم اور کفار و شرک کا تھا بلکہ باطن کے یہاں اور دامن کو بخون کے
 تدریجی شہید کے لئے کہیں حکمت سے کہوں دہرہ ہوتا ہی مسلم اس لیے جو خلاص
 اور جان نثاری و جان نثاری کا مظاہرہ ان حالات میں اس قدر طواری سفر و حرکت
 و راجح اس کے جانے میں ہے وہ کسی دوسری جگہ نہیں ہے اس لیے اس حقیقت
 کا اعتراف کے لیے کوئی اہل علم و ادب اس اوصاف میں رہ چکے تاکہ جس امر و حجت
 اور اہل و امانت اور عہدت گزار ہی اور قادیان کی کائنات ابو بکر صدیق نے
 دیا ہے اس کی مثال بلکہ نظریہ عقلی مشکل کی ناکھی ہے اور یہیں سے ہی حرف شرط
 فلسفہ کی حکمت میں واضح ہو جائے گی کہ یہاں اختلاف لانی کو تو حقیقی اور قطعی علم تھا
 لیکن سفر انا نکلی اور صبر آواز تھا اور اس وقت میں مصائب و آفات ہوتے تھے
 ورنہ لانی کا سخت خطرہ تھا جس کے تحت متیقن کو معروض مشکوک میں نہ کر دیا اور
 حقیقی و قطعی ممانعت اور دفا داری کو تحمل اور مرحہ سودت میں ذکر فرما دیا۔
 اور کہنے مقامات پر قرآن عید میں مختلف حکمتوں کے تحت اسی مصوب بیان کہ
 اختیار کیا گیا ہے: "قال تعالى: يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك ثم تفصل"
 فابعدت رسالتہ ۳۰ سے سوال لائی جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کر
 اگر تم نے تبلیغ نہ کی تو تم نے اللہ کی رسالت کی تبلیغ نہ کی اور فریب رسالت کو دامن کیا

کیا کوئی بد باطن کو نہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا
 تبلیغ رسالت فرمانا مشکوک تھا؟ حالانکہ تعالیٰ ان کا دل ملاحظہ فرماتا اور
 اللہ تعالیٰ اگر چنی تبارک و تعالیٰ کے لئے بیٹا ہو تو میں سب سے پہلا اس کا عہدت
 گوارہ ہونا تو کیا یہاں بھی کوئی مشقی لازمی نہ کر سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا ہونا ممکن تھا اور آپ اس میں متور تھے؟
 اصحاب اہل بیتؑ خدا یہاں بھی نفس میں ممانعت اور دل کو لرزائے دے دے صاحب
 و شہداء کو سامنے رکھتے ہوئے یہ حکیمانہ انداز اختیار فرمایا ہے اور چونکہ حضرت
 علیؑ کے لئے اس قسم کے ممانعت و مشقی نہیں تھے لہذا وہاں ان شرطیں لائے
 اور اس حقیقی کو صورت عقل میں ذکر کر کے ہے اختلاف فرمایا۔ بشرطیکہ کوم
 امام میں یہی سہ کے ساتھ کہ ان شرطیں کا تحقق ثابت ہو نہیں ڈھکوسا صاحب
 اہل منطق کے تحت اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ میں ان شرطیں اور صفات
 کمال کا پایا جانا مشکوک ہوگا تو ڈھکوسا صاحب کو بتلانا پڑے گا کہ شک و شبہ
 کسی کو چاہے اس کوم کا مشکوک اللہ تعالیٰ ہے اور خدا علیہ وسلم خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 میں تو کیا مشکوک یعنی اللہ تعالیٰ کو شک ہو گیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کتاب
 ہی اصحاب اہل بیتؑ اور جب یہ باطل ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ یہاں حرف
 شرط کو شک و شبہ کی وجہ سے نہیں لایا گیا بلکہ اس حکمت کے پیش نظر یہ سمجھنے کے
 کی ہے۔ نیز بقول ڈھکوسا صاحب اہل تصبیح کا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے ہر علم میں صفت کے بیان لازم آنے کا۔ کہ ان میں تو ابو بکرؓ کے لئے
 اور عہد عقلی کا بغیر ہو گیا مگر اللہ تعالیٰ اور اس کا محبوب شک و شبہ میں ہی رہ گئے
 اور اگر شک کے پیکر میں ثلاث عشرة کاملہ تھا تو اس پر ہر ایک کو ان کلام صادقین
 بحمدہ تعالیٰ ڈھکوسا صاحب کے اس حکمانہ خیال اور توہم کا آفتاب کی مانند روشن
 دس وجود سے رد ہو گیا اور وہ تاریک کھوت سے کوہ مستہد ہے تا م و
 نشان ہو کر رہ گیا۔

حاکم دعو کو مایہ کی دوسرا اعتراض ہے کہ اگرچہ صدیق علی رضی اللہ عنہ کے
 اخصانہ عقیدہ از مسند صاحب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قولاً "والله اعلم
 علی حدیث ۱۶ اگرچہ قتالی غیر سے دل پر مطلع ہوا اور تیسرے نہ بانی ائمہ عقیدہ کی
 دل کے مطابق یا یا تو تیسرا میرے ساتھ و تحقیق قائم کر دے گا جو کائنات اور اللہ سر
 اور روح کو میرے دل سے ہے۔ لہذا یہ بھی مثل سابق سرفہ شرعی مشکل ہے۔
 جس سے عقیدہ صاحب کی وفاداری اور ائمہ عقیدت مختلف ہو مشکل ہو گئے ہیں۔
 اس میں اختلاف نظر ہے اور حاکم نے بھی دعو صاحب سے
 علم و علم اور عقل و عقل کو غیر بارگاہ کسیدہ اس میں اور تین مصطفیٰ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے حق میں نفس و عین و کین و دانتہ عقیدہ کر کے جس و موجود
 اپنے دلوں میں ملتا بہنا صاحب عقیدہ میں سہا کو خوش کرنے کی سعی نامشکو فرمائی ہے
 ۱) دعو صاحب کو سوچنا چاہیے تھا کہ ان شرط کا بیان کو خداوند و عقل ہے
 کیا کہ اجرام کے بعد عقل حکم میں کیا جاتا ہے کہ شرع و قانون و حکم ان عقیدہ میں جہاں
 اس کا استعمال ہے اس کے بعد منہ عقیدہ خود ہے اور عقل حکم میں کیا گیا ہے۔

(۱) قال تعالیٰ "آل عمران انهم فی الآخرة همہ الا خسرون" - سورۃ اہود

(۲) قال تعالیٰ "الاحرام ان اللہ اعلم ما یسرور وعلما یفنون" - سورۃ انفیل

(۳) آل عمران ای لہم الذاروا انہم وضررتموہا لا

(۴) آل عمران انہم فی الآخرة همہ الا خسرون - انفیل

(۵) آل عمران اقاتلوا من اللہ لیس لہ وجہ ولا فی الاخرة
 لہذا واضح ہو گیا کہ اجرام کے بعد عقل حکم کا ہوا و عقیدہ حکم ہی نہیں ہے۔

اس لیے یہی شرط نہیں ہے بلکہ اس سے بعد اصل اللہ حق اور جہاں عقیدہ
 منصب متصل حق پھر تحقیق اس کو منہ کہہ دیا اور ان کو ان پر چاہا گیا اور
 ہی کے نظائر خود کلام عقیدہ میں بکثرت ہیں کہ ان کو خود عقیدہ ان کے

مذہب کے لیے ہر آئینہ اور ان پر چڑھا گیا ہے اور معنی دہی معرفت تحقیق والا مدار ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ عظم الہ صلیکون منکم مریض۔ یہاں ان کا لفظ مریض ہے اور معنایں کو بھی معنی مریض پر چڑھا دیا ہے۔ حالانکہ ان معنایں کو نصب دیتا ہے لیکن چ نکریہ ان وداصل آیت کا مختلف ہے اور معرفت تحقیق سے حکم ان معنایں یا نصب فعل معنایں کو معنایں کو مرفوع پر چڑھا گیا۔ الغرض یہاں بھی اس طریقہ نہیں ہے بلکہ ان سے جو معرفت تحقیق ہے۔ اور اصل عبارتوں میں لاہجہ اے اللہ اللہ علی قلبہ یقیناً اور ضروریہ ضروریہ میں تحقیق بات ہے کہ ضروریہ توہما سے دل پر مطلع ہے ایک تاکیدیلا جرم کے ساتھ جو کئی دو سرور معرفت تحقیق کے ساتھ تیسری شکوہ نصبت کے ساتھ تہا لہذا یہاں شک و طبع کی گرفتور اور ضیاء و لکان کا بھی سرور عالم علی لہذا علی و مسلم نے غما کر دیا ہے اور دوسری صدیوں کو ایسے گرد و غبار سے محفوظ کر دیا۔

ڈھکھو صاحب کی خیانت

(۲) علامہ صاحب سب اس مجاہد بحث کرنے لگے ہیں تو لاجرم کالفاظ چھوڑ دیا ہے جس کا معنی ضروریہ ضروریہ اور خواہ و لا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ڈھکھو صاحب نے نصب اور معنایں کو جو سے علی غایت کا ارتکاب کیا ہے جو ان نظریں کی آنکھ میں وصول چھوٹنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اگر نقصان پر چڑھا ہائے انداس کو شرط بنا کر اس مسئلے کے ذریعے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہدوت و حقیقت کو اگر مشتبہ بنا دیا جائے تو سوائے اللہ تعالیٰ کا مطلع ہونا بھی مشتبہ اور مشکوک ہو کر رہ جائے گا۔ کیونکہ مطلع ہو سکے والا اللہ تعالیٰ اور میں کے دل کی اطلاع اور قلب و زبان کی موافقت پر اطلاع پائی جاتی ہے وہ اور کچھ بھی سب ہو کر کے دل کا زبان سے موافق ہو شکوک و شبہ ظہور آتی ہے تو یہاں تک کہ کوہا کیونکہ فعل ہادی تعالیٰ اطلع اور نصبت کو بن شرط کے ساتھ

مشروط کیا گیا ہے جس کا روزی خیر ہے ہر اگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود با اختیار
 اس میں استغناء ہے کہ اللہ تعالیٰ مطلع ہوا ہے یا نہیں اور جو کب کے دل اور زبان کا
 پھر ان کو پایا ہے یا نہیں؟ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل قائل کے علم اور اطلاع
 کے متعلق شک و تردید نہ ہو گیا تو حصول ڈھکوسل صاحب اس عبارت سے ہر طرح
 نبی کریم علیہ السلام کی ذات اندر اس پر اعتراض روزی کے لگا کر انہیں اس قائل کے
 متعلق یہ یقین نہیں کہ وہ مطلع ہے اس طرح خود اللہ تعالیٰ کا اس جملہ طریق کہ یہ
 سے مطلع ہونا محسوس و مشہور ہو کر وہ گیا علیاً ذی اللہ ویکہ یہاں محضی و احکامات
 کو بعضی صدیقی رضی اللہ عنہ نے انکا اجماع اللہ پرہ کر دیا ہے کہ نبی کریم کے ساتھ
 ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھی اعتراض سے گریز کر دیا اللہ تعالیٰ
 رب العزت کی ذات پر اعتراض اور اس کے علم ذاتی میں شک و شبہ کے وقوع و
 تحقق کو تسلیم کرنے سے گریز کیا۔

اگر کوئی کہے ان حربہ ذی اللہ فقد ظہر ان ذی اللہ کو اسے قیود و قائل ہے تو
 اس میں ہر طرح امور کے مضروب ہونے میں خود اللہ شک ہو گا نہ کہ متدب
 ہونے میں جس کا محالہ شک و تردید ہو گا اور محسوس کو ذی اللہ سے صدیق و یقین میں خود
 ہو گا۔ جس طرح کہ خود ہر وقوع حربہ میں خود ہو گا اسی طرح اگر صدیقی و ضیاء اللہ کی
 داوت و عدلیت مشکوک ہو گی تو اللہ تعالیٰ کی اس پر اطلاع بھی مشکوک ہو جائے گی
 کل ام کو دونوں مستور کیا ہی خود و ظہری میں شک و تردید ہو گا۔

لہذا بعض صدیقی میں وہ صدیقی کی کئی اللہ تعالیٰ کو معاف کیا اور خود با اختیار
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جو کب کے صدیق و یقین کی داوت اور ذی اللہ پر اعتراض محسوس کی اللہ
 اور اس پر اعتراض ہوتا ہی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے دیکھا دیا کہ میں اور میرا رسول اللہ
 کے ساتھ ہیں اور ان پر اعتراض کرنے والے والا ہے۔ اور اصل ہم پر اعتراض کرنے والا ہے۔
 تیمسار اعتراض ہے۔

حضرت شیخ الاسلام اندیس سرور کی داوت سے متعلق تھا کہ ترجمہ میں قرین کے ساتھ

اور شرط یہ کہ ترجمہ، انکا حوت تحقیق دعا کر دیا ہے اور جہد کی مطالب علم میں ہی کے
استعمالات کا عمل وقوع ہانے میں لہذا یہ جہل ہے یا تھا ہی لیکن جہد کی گوارشات
سے حقیقت، درپردہ میں کی طرح عیاں ہو گئی کہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز
کا ترجمہ ہی صحیح اور واقعہ کے مطابق ہے اور لا جرم کے بقول عدل کے مطابق اور جہد کی
مطالب علم تو کیا ہیں اچھے مانے جہد ہونے کے نہ ملی بھی جہل کا شکار میں تھا ہی
اور حقیقت عدل سے باعمل بیگانہ اور بے تعلق نظر کرنے میں اور لا جرم کے مواقع استعمال
سے نااہل اور ناگشتا محسوس ہونے لگی۔

پھر حقاً اعتراض :-

اس کتاب کی نسبت حضرت امام حسن عسکری کی طرف منسوب ہے اور حقیقت کے
تزوید یکہ یہ نسبت درست نہیں ہے۔

اولاً : سبحان اللہ، حضرت صاحب کلام پر اعتراض کرنا ہو تو ہر قسم کے رد طلب و پاس پر
مشتمل اور فراموشی اور وضعی کتابوں کے حواسے دینا درست بلکہ ضروری نہیں تعریفی
کلمات کہیں نظر آئیں تو پھر سرے سے کتاب کی نسبت کا ہی انکار چلو کتاب خود
نے خود تصنیف نہ فرمائی ہو مگر ان کے خواص کی روایات کے ذریعے اس کو ترتیب
دے دیا گیا ہو کہ اس طرح نقد جملہ کا خود ہی حال ہے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ
عنه نے خود کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی راویوں کے ذریعے ہی متعین کیا گیا کہ
آپ کا ذریعہ یہ نقد کتاب کا فرماں اس طرح نقد اس طرح جہاں بھی راویوں کی
روایات سے تفسیری نکات کو جمع کر کے کتابی شکل سے دی گئی اس پر اتنی یا چندویں
کا اظہار کرنے کا سوا اس کے دوسرا موجب و باعث کیا ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ صاحب
کی بد قسمتی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق ہجرت کی تعریف
اس میں آگئی۔

وجہ : نیز مذکور صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک اس کے چند روایات کی تائید دوسری
صحیح روایات سے نہ ہو جائے ان کا اعتبار نہیں کرنا اس سے پہلے ہی وہ روایت تو

مسائل اور اخبار کے حوالے سے ذکر ہو چکی ہیں یہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کلی کریم حق پر
 علم و علم کے لیے ہر روز صبح مبارک کے ہر آیت ہے اور حضرت صادق کا کلی کریم مبارک
 کی مانند جو اور حضرت قتی امویہ کا دل خود کی مانند جو تاخیر کا ہر پہ کدہ و دلوں
 حضرت حضرت صدیق اکبر کے تابع ہیں لہذا طریق اولی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا
 ہی کریم اصل انجیل و علم کی انگوٹھا اور ان خود کی مانند جو تاخیر کا ہر پہ کدہ اور ہی
 معلوم و معلوم کی خبر کی صلیح و قی و روایت سے ثابت ہو گیا جس میں انگوٹھا کی انگوٹھا
 صاحب کو کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی لہذا اصل ہے ہی اور ہر کا اعتراض کہتے ہوئے
 خاموشی سے کئے گئے تھے اور جواب ہی تھا یہ ہر حال میں یہ لفظ ہی علم ہو گیا کہ کوئی
 کوئی روایت اس کی تائید نہیں کرتی بلکہ لفظ خود ہی کی نقل کردہ روایت سے اس کی
 تائید و تصدیق ثابت ہو چکی لہذا اب اس سے اس لفظ کو حکم صاحب کی اس شرط کے
 باوجود ہی درست ہو گیا کہ فقیر جس حکمرانی کے متعدد بات کی تائید صاحب تک و دوسری
 روایات نہ کریں تو اس کے ساتھ استدلال و دست نہیں والحمد للہ علی ذلک
 و صلی اللہ علی رسولہ و آلہ و صحبہ و اصحابہ

رج: لفظ اولیٰ و حکم صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی سنی سنو بات لکھ کر حضرت امام
 حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دی ہے اگر ایسا ممکن ہے تو لکھ کر صاحب
 اس کی فضیلت اور وقار کے قلعی و محوی سے گریز نہ کر سکتے لہذا معلوم ہو گیا کہ یہ خبر
 کی تائید اگرچہ نہیں تو لا ہار و شور و ماحول کی ہے لہذا ہمارا دعا ہر بھی ثابت
 ہو جائے کہ شیخ کتب میں شیخ مصنفین میں بار بار لکھ کر حجت میں لکھیں
 رضی اللہ عنہ کی منقبت لکھ کر و ثنا کو جگہ جگہ پر موجود نظر آئے ہیں۔

قالہ: ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس گروہ میں جموں اور بٹان کی عدالت کوٹ
 کوٹ کر بھری ہے کہ کتا ہیں کہ لکھ کر ان کے نام پر مشایخ کر دیتے ہیں خود و صبر
 غرض و حیا و امنیہ غیر نہیں جو تو انہیں نہ جو حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی دعا ہی
 ہیں ہے کہ جو جو صدیق کو صدیق دیکھتے تھے تو ان اس کو نہ دیا میں سچ بولنے کی

توفیق نصیب کرے اور دعا حضرت میں صدیقین کے لئے رہیں وہ داخل ہونے سے۔

نعم صدیق نعم صدیق نعم صدیق من ام یقللہ الصدیق
فلا صدقہ اللہ قولاً فی الدنیا ولا فی الآخرة۔

کشفنا غمضی من قلب الانوار الہی۔

یزید صاحب انوار کرام پر اس قسم کے افراد سے گریز نہیں کرتے تو ہمارے دوسرے
علماء پر اس سے کس قدر میں ہیں۔ لفظ اگر امام کو اہل کی طرف سے اعلیٰ میں جیسی کہ وہ سلطانہ
کتاب کی نسبت کر رہی ہے تو یہ اس عادت معمولہ کے میں مطابق ہے کہ انہیں چھپنے والی
بات نہیں ہے اور یہی اس قسم کے افراد و اہتمام سے ان کی غذا و عظمت میں کوئی
خلل پیدا ہو گا اور اس کتاب کے ذریعے مذہب اہل سنت میں کوئی خلل پیدا
ہو سکتا ہے مگر اس کی نسبت ہی غلط ہے۔

اہم نکتہ: جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی آنکھ مبارک بھر مقدس اور دل منور کی مانند ہیں اور آپ کے ساتھ
وہ نسبت رکھتے ہیں جو ہر کوئی ہم سے ہوتی ہے اور مدوح کو بدل سے تو حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ کا نیابت رسول اور غوث مصطفویہ کے اہل حق جو تائب ہو۔
واضح ہو گیا اور بقول شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خواستہ دلائیگی اس سے
اہل ایمان کہہ بزرگ نفس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور ان کے نفس رسول بخیر
نور علی ہی ہے جیسے کہ کیا ہے کہ وہ بھی اسی طرح میں جیسے کہ تم مثل آنکھ کان
دل اور سر اور مدوح کے ہو لہذا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مستحق غوث و
ولایت ہوتا بھی اس دلیل سے واضح ہو گیا اور اسی نسبت کی تصریح بھی اس وقت
کے آخر میں موجود ہے۔ علامہ جو تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ مستحاج۔

و اذا انت مضیبت علی طریقہ قرعہ الیٰ ربک ولم تنہ عن ابد الخلفہ و الوتہ
یہذا انت من ربک کنت لولایۃ اللہ مستغدا و لو یعقبا فی تکالہ الجنان مستوجبا۔

اسے ابو بکر جب تم ایسے طریقے پر جاری اور کا مری رہو گے جس کو تمنا اویب

پسند فرماتا ہے اور اس کے بعد تم ایسے کسی امر کا ذکر نہ کرنا کہ جو بدنامی اور
 براہی کرے اور تم اس حالت میں اسے نہ کہو جس کا وہ بھی بدنامی اور براہی کرے
 وفات کے بعد اٹھائے تو تم اسے نہ کہو کی ولایت کے متعلق ہو گئے اور ان عالی جنات
 میں بہرہ کی معرفت کے متعلق۔

اور یہ حقیقت کسی سے کہہ کر کہ عقلی وہ ممکن ہے کہ جو بہت ہی بکریم صلی اللہ علیہ وسلم
 سے بہ قرب صغریٰ اور دوعالیٰ نہ کہتی ہو دوعالیٰ سے طریقے بہ گاہی کہہ کر کہیں ہوگا
 اور تادم روایت میں یہ تمام دو عالم کیوں نہیں ہوگا اور جب حقیقت حال یہ ہوئی کہ
 قبلی ذی عرض کی جا چکی ہے حضرت صدیق کی ولایت و خلافت کا استحقاق بھی قطعی
 طور پر ثابت ہو گیا۔

مذہب شیعہ از حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت سلمان اور حضرت ابوذر سے

اگر یہاں یہاں اور اہل عقل و نہایت کے لیے اس دوست سے زیادہ حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان اور آپ کا فضل اور کیا تصور ہو سکتا ہے کہ ان میں سے
 دل کو خوش کر کے کہے یہ جنہ خود ایک دور و اس میں اور بھی لفظ کے لفظ
 میں نہیں رہتا اور اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فضیلت کے بدلے میں اہل تشیع حضرت
 کی ستر کہیں سے نہیں کرتا ہوں۔ اہل تشیع کی ستر کہیں میں حضرت سلمان و علی
 رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہ کہلائی ہو جس سے کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان مٹا اہل البیت۔ یعنی سلمان بہرہ سے
 اہل بیت میں سے ہیں خود کے طور پر کتاب کشف اللہ فی معرفۃ اولیٰ الامر سے
 وائت اللہ فکرت وراثت تعلیمت انہ وکفیفہ نسباً انوارہ صلی
 اللہ علیہ وسلم سلمان مٹا اہل البیت۔

یعنی تو انکار و پوش سے کام لے تو یقیناً جان سے گا اور دیکھو نے گاہکستان نازک
کے لیے بھی نسب نامہ کافی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ اور گرامی ہے کہ
مسلمان ہجرت میں سے ہیں اور اہل بیت میں سے ہے۔

اب ہم اہل نکر و نکر کی خدمت میں دروغ کالی جہر و نہ حاک کی عبارت
پیش کرتے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ
عنہ کے طرق مروت کے متعلق وارد ہے۔

ثم من قد علم بعدہ فی فضلہ و لہذا سلمان و ابو بکر رضی اللہ عنہما
میں پروردگار حق کے متعلق ہمیں علم ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد میں کا
ترجمہ نقل وادہ میں ہے اور وہ سلمان فارسی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما۔

اب میں کامر خیر افضل و مذہب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سے وہ اہل بیت
پہل اور اہل بیت کے والی ہستی کہ میں کو بہتر لہ السبع و البصیرۃ وہ بھی بڑا کیا ہو
وہ اہل بیت میں تو کس قدر بہت و عری او سبے الصفا پر مشغول ایک غلط فہمی ہے
والت لو فکرت وکد ہدایت ذلک لعلیت فضل ابی بکر و زہدہ

علی جمیع الصغیرۃ و یخفیہ فضل و کمال و مرتبۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحبہ
و سلم ابی بکر رضی اللہ عنہ انت حق بمنزلۃ السبع و البصیرۃ و تقدیر بیان نہ جاتی۔

تقریبہ الامامیہ از علامہ محمد حسین ڈھک صاحب

مواہن محترم نے غور و کمال کی ایک عبارت کے بعض فقرہ کو توڑ ڈروا کر لکھا
نوازش کی صحت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر وہ ساق و سہان اور داخلی ہو جائے
قرانی کو نظر نہ تھا اور شرم و حیا کا دامن بھی ہاتھ سے چھڑھوٹنے دیتے تو اس
روایت سے ہرگز استدلال نہ کرتے۔

اس روایت کا پس منظر یہ ہے کہ جو میر نے موسیقی کی ایک جماعت تیار کی
تھی جس کا طرز آواز صوف کا لباس اور ترک الخلاء کرنا کہ ماری افسانہ

اہل بیت سے پیچھے کے بعد وہ اعلیٰ خاندان پر بھی ڈاکہ ڈالیں چلے پہل میں کی برگر ہیں
عوام تک محدود رہیں مگر حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے ان کا دائرہ کار خاص بلکہ اعلیٰ
گیا بلکہ اہل بیت کو بھی اہل بیت میں سے دیا ان کی اعلیٰ و اعلیٰ میں ہاں کران گئے
لیا اس دور میں وہ رفتار اور سرعت و رفتار پر چلے گئے انہیں واقعات میں جگہ
یہ واقعہ بھی ہے کہ سفیان ثوری اور چند دوسرے مشہور شیعہ امام موصوف کے
لہاں کاغذ پر اعتراض کر دیا۔

امام باقر علیہ السلام نے اصول مذاکرہ کے مطابق مسائل معصم میں کر کے ان کے
موقف کی غلطی واضح کی کہ شیعہ نے خود ایک اصول ان اصولیہ و ظاہریہ و ظاہریہ کے بعد
سب سے بڑا ذرا بوجہ ہے ان کے بعد مسمیٰ اور ابو و کو سب سے بڑا ذرا بوجہ
بجائے ہوں گے ان کی راستہ ان کی بوجہ و صدیق رضی اللہ عنہ، لے دات کے تحت
صرف پانچوں حصہ اولہ میں خرچ کرنے کی وصیت کیا اور جناب معین و الحمد للہ
سال ہجرا خرچ کر کے بعد باقی امداد و امداد میں خرچ کرتے تھے سب تقسیم
ان پر اعتراض نہیں تو ہم پر اعتراض کا کیا حق ہے؟

اعراض امام علیہ السلام نے اعتراض کو غامض کر کے کے لیے اس کے
عقیدہ کے مطابق کام کیا اپنا عقیدہ ہی بھروسہ کیا جس کی تائید مزید جملہ تم میں
قد علم جملہ ” سے ہوتی ہے۔

جواب دیں گے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس روایت کو مستحکم تسلیم نہ کیا جائے جس کی عقلانی وجہ
یہ ہے کہ اس کے ذہنی معنی میں پہلا لڑکی ہادیہ مسلم ہے جو میری عقیدہ تھا
اور دوسرا لڑکی سعدیہ ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی جو سب دی گئی
فریقہ ہم پر عاید ہی نہیں ہوتا۔
درود تفسیر الامام علیہ السلام ۱۱۶

تحفہ حسینؑ از ابوالحسنات محمد شرف السیاحی

العبود بتولیع ملہم الصدق والصلوٰۃ

۱۸ علامہ محکم صاحب نے بلاوجہ صوفیہ کہہ کر جو امیر کا تیار کردہ گروہ فرست دیا اور انہیں اہل بیت کے روحانی اقتدار کے لیے خطرہ قرار دے دیا گروہ صوفیہ، جو امیر کا نہیں بلکہ حضرت علی مرتضیٰ شیراز رضی اللہ عنہ کا تیار کردہ سنا اور آپ کے عروج و غلبہ اور اسلام کا امین ہے جیسے کہ تفسیر و مفسرین اور فقہ آپ کے علوم ظاہرہ کے ہیں اور ترجمان ہیں اور قاضی نور اللہ خرم ستری نے قدام الامیر صوفیہ کو امامی جماعت یعنی اہل عشیرہ طبریہ میں داخل کرنے کی متعدد جہر سنی نامعلوم فرمائی ہے اور ان کی دلیق پوشی اور پاپرینہ ہونے اور شریعہ سرور پرانہ ہال ہونے کی ان الفاظ میں تصریح کی ہے۔

قوی ملک طبع کلاندہ سے عظمت	گوئی کہ احترام سلاطین کشور اند
شاہان دلیق پرش کر گاہ سماجی	زیر تحلیف ان محبوبہ تاقی قیصر اند
امروز انقیم جہاں چشم وہ مستند	نور خود اندر خطر بغیر دلی عکس اند
ملکہ یحیٰم خواہد یکتا بر جہاں	نزد خود عزیز تر از اندیدہ مرجہ
آدم جہشت دلیہ کلندہ اگر فروست	حقا کہ میں گروہ یکسہ سنی فرزند

جس المومنین جلد دوم ص ۲۰۰

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فیض پانے والوں میں حضرت مسیحی رضی اللہ عنہ کی شمار کیا ہے اور علی انفسوس میں جو اب کیل ہی زیادہ کھلی کو اور نقشبندیہ سلسلہ کے علاوہ سب کے منبع فیض اور سرچشمہ نکالات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تسلیم کیا ہے لہذا اس گروہ میں محکم صاحب کا یہ حملہ نیز پدی کا رسوائی کے نام پر کیا گیا ہے اور روحانی اقتدار چھیٹنے کا معاملہ تو یہ چھیٹنے سے نہ چھینا جا سکتا ہے اور نہ اس پر کوئی کا بعض جہر سنی ہے اور ان حضرات کا نام بھی یہ تھا کہ فیض کو عدم کریں جیسے کہ ہرود

مصلحت علیہ وسلم لوگوں کو دوست ایمانی سے ملائی کہنے اور ان کو نکلنا نہایت
 سے بات کر کے کے لیے سمجھوتہ کرنے اور اپنے دامن سے دایستہ کے تمام گھمبیریت
 اور فحشیت پر نکل کر کے کہہ دینے "لَا قَاتِلَ قَاتِلًا، قَاتِلُ اَنْ كُنْتُمْ تَحِبُّوْنَ اللّٰهَ
 لَا تَحِبُّوْنَ اِلَّا نَفْسَكُمْ" اللّٰہ " اور یہ امر دوسری شخصیں دیکھ کر میں طرح حال میں دیکھ کر دیکھ کر
 اسی طرح علم ظاہر ہی تمام کا حق ہے اور علم باطن میں خواہ اس اور شخصیں کا اور
 ہر ایک صاحب علم و دین اس شخص نے خداوند سے فیض رسالتی کا بھی پابند ہے قَاتِلِ
 اَلْكُفْرَ قَاتِلًا و صَادِرًا عَنْهُمْ يُلْقَوْنَ اِلَيْهِ عِبَادًا رَزَقْنَاهُمْ مِنْ اَنْزَارِ الْمَعْرِفَةِ وَ اَلْغِيُوْنَ
 بِرِ الْاَنْوَارِ مَعْرِفَتِ جَمِيعَةٍ اَنْ كُوْنُ كَلَمَةٍ جِي اِنْ كَالْبُعْدَانِ فَرَسَاتٍ جِي اوردی جی پاور
 دیکھ رہی اختتام میں نکل کر گنا ہے اور اسی میں عزت کچھ جاتی ہے کچھ دوسری
 شخصیں جانتے ہے عزت جاتی ہے اس سے پورا باب ملاحل کی عظمتوں کے لئے
 سب بھی قائم میرا محمد مشرا

۱۰۰۔ اے حضرات کا سوال امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ تھا کہ جو لباس آپ کا
 ہے اس طرح کا لباس آپ کے آیا ابو عبد اللہ علی الخصوص میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
 سے استعمال نہیں فرمایا اور امام وقت کو اللہ تعالیٰ کی دعوت پر رہنا چاہیے
 نہ یہ تو فرمایا کہ اس کی حرکت کو نہ مصلحت کیا ہے ؟ یہ ایک قلمس علی سوال
 تھا اور جواب دہانی کے لیے اس پر حضرت امام ابو عبد اللہ کو تحقیقی جواب عطا فرمایا
 چاہیے تھا کہ اس لئے اور چپ کر کے تک محمد وورد رہنا چاہیے تھا اس لیے
 رہا بالکشی میں دوسرا لباس دیا گیا ہے کہ حضرت امام زکی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
 اس وقت تک علی اور عسرت کا ورد ہوا عذاب و ناسا ہے مال و دولت کے بدلے
 کھول دیکھ جی اس لیے اس حالت اعدائیں حالت میں فرق کا پایا جاتا عید نہیں
 ہے۔ اِنْ شَفِیَا لَوْ اَمَّا دَرَسِ وَ خَلَّ عَلِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ عَلَیْہِ الثَّابِتُ
 جَوَادُ قَاتِلِ الْاَیْمَانِ اَللّٰہ اِنْ اَمَّا دَرَسِ لَمْ یُکُوْا یُلْجَسُوْنَ مَعَهُ اِنَّ اَلْعِشَابَ
 فُتَالِ اِنْ اَمَّا دَرَسِ اَنْ اَمَّا دَرَسِ مَقْدَرِ مَقْدَرِ هَذَا اَمَّا دَرَسِ اَنْ اَمَّا دَرَسِ اَنْ اَمَّا دَرَسِ

عزیز اللہ الحق اعلیٰ علیہ السلام اور انھیں ۳۳۶ دعائی کلمہ

الغرض کسی اعتقاد نامہ سے جانگ کے ترک کرنے اور آباؤ پہلو کے لباس کھانا وغیرہ
مست سے افتخار کرنے کی وجہ دریافت کرنے کی برائی اور گستاخی سمجھنا عجیب سی
حرکت ہے۔ اس میں صرف افسوس حکمت اور مصلحت کی درد یافت ہی مقصود ہو
سکتی ہے۔ لہذا وطن کی کیا گنجی فحش ہے؟

(۱۶) تحقیقی جواب یہ ہوا جو ہم نے ہوا اور بد حال کشی ذکر کیا اور لازمی وہ ہوا جو
وہ حکوم صاحب نے ذکر کیا اس قدر نظر انصاف سے ان میں تطبیق کی کو شعش فراہم
کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ اور حضرت ابو بکر حضرت سید علی اور حضرت
ابو ذر کے زمانے مختلف ہیں ان کے وسائل تھے لہذا وہ مالی جمع کر بیٹھے تھے
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وسائل نہیں تھے اور لباس بھی عمدہ نہیں بنا سکتے تھے

علی انصاف سے جبکہ حضرت صدیق کی خلافت محدود وقت اور محدود علاقہ میں تھی
اور فقر و فاقہ واسے علاقہ میں جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علاقہ وسیع اور وقت
خلافت بھی زیادہ پھر اس تحقیقی اور لازمی جواب میں مطابقت کیجئے ہو سکتی ہے۔
پھر حضرت خادق رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں مال و دولت کی دلیل اصل یعنی
اور آپ معقول و طاقت اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب بد کو
وہ تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کھول دہیم کا ہندو ناما حسن رضی اللہ
عنہ کو مل گیا کرتے تھے لہذا اس عذر کی معقول توجیہ کوئی نہیں ہو سکتی اور یہ
سب یاد لوگوں کی بناوٹ ہے کہ یہ ہو تو مناسب جواب بھی اورد تجویز کر کے
اس کی نسبت ائمہ کی طرف کردی جیسے کہ مذہبی عقید کی حدت معروضہ ہے۔

(۱۷) جب سوال کرنے والے جو امیر کے ساتھ پورا غصہ تھے تو وہ ابو ذر اور
حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی نصیحت ثابت کر سکتے تھے جب کہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اور جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ حضرت
امور رضی اللہ عنہ کے ساتھ معروف و منظور ہے اپنے ان پیشواؤں کے نظریہ

کے برعکس وہی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد دو سال درود فضل و زہد میں کیونکر سہ سکتے تھے؟ لہذا اس کو انرا ہی جواب کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟ یا پھر ان حضرات کو جو امیر کا ترجمان کیوں کہ قرار دیا جاسکتا ہے، یقیناً ان کا مذہب اسی جماعت سے مختلف ہے اسی لیے حضرت ابو زہرہ حضرت حماد کے متعلق فضل و زہد کے تعین کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۵) نیز حضرت امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے منہ اللہ صلواتہ فرمایا ہے شاید (حکماء) صاحب کو معلوم ہو گا کہ قرآن و حدیث میں اور علم کلام میں علم کا لفظ منطقی اصطلاح کے مطابق مستعمل نہیں ہوتا جو علم اور جمل مرکب کو بھی شامل ہو گا ہے بلکہ تعین اور واقعی عقلی عقیدہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اگر انرا مفسر و مفسرین تو زعم سے تعبیر فرمائے یا قول و احوال سے تعبیر فرمائے اور ظاہر ہے کہ اہل بیت اور قرآن و سنت کی تعبیر اور اسلوب میں ایک جیسا ہونا چاہیے۔ لہذا علامہ موصوف کا اس کو دلیل انرا ہی بنا کا اور اہل بیت کرام کو علم منظر میں کی سطح پر ہے ان کی شان اقدس میں تعبیر اور تقریب کے معارف ہے بلکہ یہ یقینی حجت و ہدایت اور واقعی دلیل ہے اور سرسری بحث کے لیے ہدایت و ارشاد اور صحیح رہنمائی کا اہتمام ہے۔

(۱۶) نیز علامہ و محکوم صاحب کی حقیقت معلوم ہو گی کہ کلام عقیدہ میں اپنی ذاتیات کی طرف توجہ ہو اگر سچے ہیں لہذا اگر محکوم صاحب کی یہ بیہوش منطقی توجہ اور تعلیم کی کمال جانے تو انرا ہی طریقہ جواب میں صرف ان دونوں حضرات کے حضرت ابو بکر صدیق سے مرتبہ میں مؤخر ہو گئے گا ذکر کیا گیا کہ سر سے سچے آپ کے فضل اور زہد کا انکار نہ کیا گیا یہ انرا ہی جواب ہے اور حضرت امام کے نظر کے مطابق نہیں تو حضرت صدیق کی شان سے مقدم یا تاخیر کر ان کو صاحب فضل اور صاحب قدرہ تسلیم کرنا و محکوم صاحب کا دعویٰ ہے کہ سب انہما سب میں متفق ہیں اور امام ابو جعفر محمد بن علی بن ابی طالب کے ہیں، نسبت بہ سبک فضل ابی بکر و نسبت بہ سبک فضل عمر

۱۷) میں ابوبکر کی فضیلت کا منکر ہوں اور نہ عمر کی افضلیت کا مدعی ہوں۔ بلکہ انھیں فضول
 و زائد کا خاکہ ہوتا تو یقیناً ثابت ہے۔ البتہ ان فضول حضرت کے باہمی مراتب کے بیان
 میں حضرت امام جعفر اور جناب سفیان ثوری کے نظریہ میں قدس سے فرق ثابت ہوا تو
 اس صورت میں بھی ڈھکوسل صاحب کا جواب بالکل باطل اور غلط ہو کر رہ گیا۔

۱۸) نیز قرآن مجید اور مسودہ عالم علی علیہ السلام حضرت علی اور امام حسن، امام زین العابدین
 امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کے اور شواہد چھٹے ذکر ہو چکے ہیں میں عرض میں واضح ہے
 ہر موصوفہ اور صاحب حضرت ہو کہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل و مناقب فقیر
 انکار میں بیان ہو چکے لہذا اس کو انکو بھی نہیں دیکھنا کہ اس کی مدح میں دیکھ جائے گا
 جبکہ وہ ان کے فضائل کا بیان تحقیق انداز میں ہے تو یہاں بدل لی جائے گی کہ ان کا کیا
 اور اگر بدلی جوتا تو وہ حضرت ہو کہ کہہ سکتے تھے جناب و لا میں ابوبکر کو آپ مانتے ہی نہیں
 اس کی سنت کو اپنے آپ کی سنت کے مقابل کس طرح پیش کر سکتے ہو۔ اور جب انھوں نے
 یہ اعتراض نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ امام صاحب نے ہی یقیناً یہ تو یہ غلط استدلال ہونے
 دیا کہ میں بعض انہی کا ردوائی کر رہا ہوں پھر نہیں ڈھکوسل صاحب کو کہ اس سے امام ہو گیا

۱۹) علاوہ ان میں اسی حدیث کا رد کیا گیا اور امتیاز کر کے میں سترم ہے جبکہ حضرت امام
 موصوفہ کے پاس بعض یہ اعتراض کیا گیا جیسے کہ ڈھکوسل صاحب کا وہ بہت چارہ دلیل
 میں آپ کے آیات و کلام کا فضل اور ان کی سنت و چلن کی گئی جبکہ آپ نے انہی کا ردوائی
 میں حضرت صدیق کی وصیت کا ذکر کر دیا اس سے پاس کا فخر کے جو اثر پر استمال
 کیونکہ درست ہو گیا وہ غیب تھا جب حضرت صدیق کا یہ پاس ذکر قرائے اور بہت
 نفس کی ہوا افسوس کی اس میں بھی وہ استدلال کوئی نہیں دیکر یہ واضح نہیں کیا گیا
 کہ ان کی اہمیت کتنی تھی۔ اگر میں چاہیں وہ ہم ذکر ہو اور اس میں سے ہاتھ پاؤں حصہ
 وصیت کر دی ہوتو اس میں اس شان و عظمیٰ باظہار استدلال کچھ صحیح ہو گیا۔ پھر اہمیت
 کے تو وہ ایک حضرت ابوذر کا مذہب معروف ہے کہ وہ ان کے کھانا کھانے کے بعد
 صبح کے پیرے ذریعہ ذکر رکھنے کو بھی جانتے نہیں کہتے تھے۔ لہذا ان کے اس عمل کو بھی

مسلمات میں سے خدا کے دلائل کے خلاف ہے یا کم از کم حضرت سیدنا محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اور حضرت سیدنا محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی مخالفت کی بنا پر حضرت گورنر ہونٹ کے ہمارے ہاتھ سے گورنر کے چوں سے لڑا گیا جس کا ذکر دہر کہتے تھے یہاں کے اخبارات کے ذخیرہ کے لئے لکھا گیا تھا کہ اس پر مسکتی تھی۔
 جو خدا ہو یا شیخ اصحاب طبرستان

ہر حال میں اس کی طرف اس لئے پہنچا کہ جواب کی نسبت درست سمجھتے ہیں اور نہ اس کو محبت الہامیہ اور عزائم اور اعتقاد تسلیم کرتے ہیں۔ بدو اوقات اور حقائق اس کی تائید کرتے ہیں اور وہی "تمہیں حق معلوم ہوا" فی غلظہ وزبدہ " کا جملہ الہامی جواب ہوئے کی تائید کرتا ہے۔ بلکہ حقیقت اور حقائق کے مطابق حقائق و حقائق پر دلائل کرتا ہے۔ لہذا اس کو محض الہامی کا دعویٰ قرار دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ شیخ پیچھے دیکھ کر صحابہ کی کتابوں میں بھی حضرات غلط و غلط ہیں جن کی غلطی علم کے فضائل و کمالات پر مشتمل روایات مل جاتے ہیں اور یہ اعتقاد ہی کی وجہ سے کا طریقہ کار کا انہیں یہ دعویٰ ملتا ہے کہ یہ مستحکم دلائل کے ساتھ اعتقاد و اجتماع اکثر و اجتہاد و اجماع علی فلک

کتاب شیعہ میں کئی راوی

جواب دیگر کا عنوان قائم کے ساتھ صائب نے اس روایت کو کئی راویوں کی روایت ہوئے کی وجہ سے ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ بہت خوب
 (۱۲) آپ تو فکر کے قائل تھے اور اس کے پاس میں پیچھے رہتے تھے اور میں غلط دیتے تھے لیکن ہمارا تو یہ مذہب نہیں تھا۔ لہذا تم نے سنی راویوں سے یہ روایت یہ روایات کچھ ملے ہیں جو تمہارے مذہب و مسلک کے خلاف ہیں بلکہ اس پر پانی پھیرنے والی ہیں اور جن میں جواب اور دلائل ملے ہیں کہ کئی راوی
 (۱۳) اس کتاب پر نام نہاں قائم آلہ بحث و جدل محبت انصاف نے میری نگاہ دی۔ خدا

کانت اعتقادات۔ یہ کتاب جہاد کے شیعوں کے لیے کافی ہے۔ جب دعایات اعتقاد
قصص اور عقیدہ کے فساد کی وجہ سے تمام موصوفت کی اس سرک مطلب کیا ہوا ہے کہ
جہاد کے شیعوں کی گمراہی کے لیے کافی ہے! غور بخندہ میں سودا الغم
• جہالت یا غیبت۔

۳۲۔ ہر دین میں مسلم کے متعلق فرمایا وہ جبر یا عقیدہ کا دہر فرمایا اور اس کی سنی
میں کیا اور حکمران صاحب اہل تک اس سے بے خبر ہیں کہ اہل سنت و جبر میں حد تک
تہمت کے لئے غلط مانتے ہیں کہ حقائق افاضی ہوا نہ عبور بعض کہ وہ یہ تہمت فساد
کیا نہ ہو۔ ان کے لئے ایک جہاد و اندوئے خلق ممتاز باہمی تعالیٰ سے اہل اعتبار
کسب اور جمع و ممالی اور مہم ہفتا ہے۔ اور کتب کلامیہ میں انھوں نے جبر
اور تقدیر کا رد کیا ہے۔ اگر حکمران صاحب کو حقیقت حال سے واقفیت نہیں
تھی تو جہالت ہے اور جہالت بھی مرکب

۳۳۔ آئیں کہ نہ اندوہ نہ کہ نہ اندوہ اور جہل مرکب اور اندوہ نہ اندوہ
اور ایسی صورت میں صاحب کی زبان میں یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں
۳۴۔ اصولت علم آید نہ فروغ

۳۵۔ علم جو نہ کے باوجود اس طرح کہ ہے تو بدترین وضع کا وہ فریب کاری ہے
اور علمی دنیا میں غیبت کی بدترین مثال ہے نیز جبر یا عقیدہ شخص کی بدایت
نا قابل قبول تب ہوئی جب اس کا تعلق اس کے عقیدہ جبر کے اثبات یا اس کی
تائید و تقویت سے ہو تا اور جب اس دعایت کا اس عقیدہ سے قطعاً کوئی تعلق
ہی نہیں تو اس اندوہ کا کہ جب سے اس بدایت پر اعتراف کرنے کا کیا مطلب!
۳۶۔ نیز مسودہ ہی مسودہ کو ٹھیک گناہی و مانت و مانت کا عمل و حق جاننے کے
مترادف ہے۔ کیونکہ وہ تہمت و فرقہ سے خلق رکھتا ہے جو کہ حضرات علیہ السلام حضرت ابو بکر
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے کمال میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف
انھیں بھی نام کسب کرتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ حضرت علی و حضرت طلحہ حضرت

نیز اور غیر معادہ و منہ اسلئے قسم سے بغض و عناد رکھتے ہیں۔ دونوں سے بہت بات اور
 بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ماحظ ہو جائیگا کہ وہ کافی سرور و مالکشی مست کیا
 کیا ایسے عقیدہ والا شخص اس پر مستکا ہے اور کوئی اہل سنت کے عقائد سے
 باخبر شخص ایسے لوگوں کو سننے کی جرات کر سکتا ہے جس سے سائن ظاہر
 ہے کہ ظاہر جو صوف کا کام صوف میرا پھیری ہے اور مفاطد بھی اور فریبگار کی طرح
 یہ بڑی بزرگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات نہیں سمجھتے حضرات اور
 کی محبت و عقیدہ کا کام چھوٹے والا بھی ہے اور ان کے مخالفین جو اس کے نظریہ
 کے مطابق واقعی مخالف ہیں ان کا دشمنی بھی ہے۔ ایسی صورت میں جو روایت اور
 کلام کی عظمت نہیں کے خلاف برقی وہ اس کو کیونکر بیان کرتا اور کسی روش
 کلیسیا اس کو ذکر نہیں کرتا اور امام مہدی اس پر ہر تصدیق کیونکر ثابت فرماتے۔
 لہذا اس کو قابل قبول قرار دینے کی بدوجہ درست نہیں ہو سکتی۔

شریف احمد زبان

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے ہی خواب ذہری کے متعلق شیخ
 کے اپنے اعتراضات اور اس کی خاص غلط بیان میں سے لفظ اور استدلالی وضع
 علم کے خلاف غلط تاثر قائم ہو سکے کہ غلط طور پر کہتے ہوئے اس کو شیخ کو بڑا
 توڑ حکوم صاحب نے اس پر یہ نمایاں استدلال کی اس کا مطلب یہ ہوا کہ تقریباً
 حضرات اہل جماعت کے گھروں میں گھس جائیں ان کی کتب کے بطون سے
 ان کے بچے بھی پیدا ہوتے رہیں مگر گھروں کو اس کی مطلق اطلاع نہ ہو
 یا صاحب ص ۱۲۱

لیکن بارگاہ بنی مسلمہ و اسلام میں صدقہ کو تقبیہ کے بغیر ہی شیخ و بزرگ
 کے گھروں میں کیونکر گھسنے کا موقع مل گیا کیا ان کے مدد لانے پر ایک کے لیے
 کھل دیتے ہیں کیا ان میں دینا مفاطد ہر سنے نہیں جاسکتے یا لیکن مہدی شرافت

ہمارے لیے مانع ہے اور اسکو سب کے لیے کوئی مانع سمجھ نہیں ہے۔
 اس لیے ہم ان کو اس لیجان میں جواب دیتے ہے تاہم میں اور وہی وہ کوئی کچھ نہیں
 اسے شیخ گفتگو تو خیر فرما رہے ہیں۔ کیونکہ یہ مطالبہ ایسا ہی ہے جیسے کچھ یا
 صاحب سے مطالبہ کیا جائے کہ ڈنک مارنے اور ڈھنسنے سے گریز نہ کرنا اور غلو
 کی خرافات کو ملحوظ رکھنا مثلاً اگر وہ اپنی عادت اور تقاضائے طبع سے عیوب میں ہی
 لوگوں کو بھی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب قرین صحابہ و آپ کے سرور و
 نبی اور داماد علیؑ پر تنقید و عسر جن کرتے وقت قرین کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرم
 عسر میں ہوتا علیؑ رضی اللہ عنہ سے انھیں وہ سب لوگوں پر کچھ بڑا اچھا ہے
 وقت اور بہانہ بانی سکھایا جیتے وقت کیونکر شرم و مہار و انگیزہ ہو سکتی ہے؟
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا داماد علی رضی اللہ عنہ

غیرہ شان سیدنا میرا تو نہیں عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت مہینا علیؑ رضی اللہ عنہ
 کا رشتہ دینا اصحاب کا شرف و مہمانی بخشش کوئی کرم مرحوم نہیں۔ اعتبار کریں حدیث کتاب
 طبری کا کافی جلد ۲ ص ۱۸۱ کی یہ روایت امام ابو عبد اللہ سیوطی و قاضی شافعی
 نے ہیں: عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ عن السورۃ
 العنقری عنہما من وجہا انقضت فی بیتھا او حیث شاعت قال ان
 علیاً علیہ السلام لیساقو فی حیراتی امر کل شاعر فاطلق بھا فی بیتہ
 یعنی حضرت امام محمد صادق رضی اللہ عنہ نے تسکیر یافت کیا گی جس میں کھانا
 فوت ہو جائے تو وہ اپنے گھر و خانہ کے گھر وقت بیٹھے یا یہاں تا سب شبائی کرے
 وہاں بیٹھے امام علیؑ مقام نے یہاں وہاں یہاں ہے وقت بیٹھے کیونکہ یہاں ہوتا
 عمر صادق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت علیؑ سلام اپنے بچے کی تم غلام رضی اللہ عنہ
 کو اپنے گھر لے گئے۔

علیؑ رضی اللہ عنہ اس کتاب طراز اللہ بہہ التقریری ص ۱۸۱ میں اس محل میں
 مجلس خیراتی کبریٰ مکتوبہ میں ان مہمانوں کے متعلق یہ

ملا و شیعہ کا اتفاق اور ان کی اس تصریح کے متعلق تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب
شکواہ اور ان مفسرین شیعہ کا چارہ کی زیر سرچ میں لکھی گئی ہے۔

اس کتاب کا ثبوت تقریباً شیعہ کی ہر کتاب میں موجود ہے مگر میں ان الفاظ کے ساتھ
ابن بیت کرام کی معصیت کا ذمہ بھرنے والوں نے اس کتاب کا اور ترکیب ہے، کچھ اشعری
کی قسم ہے کہ کوئی دلیل سے ذلیل انسان میں اپنے حقائق اور الفاظ کو بدلا دیتے ہیں کہ کتا
بن الفاظ کو الیٰ یوشیٰ کی ہم اصل شیعہ یہ کہ کے متعلق اس دعا میں کوئی نئے استعمال کا
ہے۔ کہہ کر شخص اس الفاظ کو کچھ کر۔ بحث میں کہہ دیتے ہیں۔ یہ ممکن کہ اس قسم کے الفاظ
جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں ان کے استعمال ممکن ہے۔ میں یہ عرض ہوں کہ شرعیاتی کے شیعوں کے متعلق
یہ الفاظ استعمال کرنے والے اس دنیا میں عرق کیوں نہیں بہہ گا۔

لہذا میں یہ تحریرات ہیں کہ ان امور اور الفاظ کو کہ اپنی طاقت پر تہا نہیں کرتا۔
اپنی شیخ کی اس کتاب فروغ کالی جلد ثانی مسئلہ ۱۱۰ مطبوعہ گیسٹو کی پرنٹری
کولڈ اور مستند ابن بیت سے لکھے۔ نیز راجع الیٰ راجع ہر دو مسئلہ ۱۱۰ و ۱۱۱ مطبوعہ
ملا و مفسر فرمائیں اور میری تمام تر مصروفیات کی قصوریٰ کی کہ کو شایہ خود ہی میں
کسی بقدر کہ اس مورد میں ختم شیعہ میں نے کچھ ہی کوئی چیز سے بڑا بدعت جاری
ہیں ان کے حق میں اس قسم کے الفاظ لکھنے کی مجوزات نہیں کہے گا۔ معصیت میں خطا نہ کرے
کہ حق میں یہ کچھ اس صورت میں لکھے ہیں کہ آپ نے متذکرہ امور میں مروجہ الفاظ کو
دہرائے ہیں۔ وہ ہے۔ کاش میرے ہونے بعد اسے براداری دہلی و شیعہ یہ کہ آپ کی
حقیقت سے واقف نہ تھے۔

اے سادہ لوح نظام اعلیٰ کا اس طرح اور خود سوچ میں مذہب کی
قدوس کتاب میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شاہی یاد میں میں اس قسم کا
جھگڑا میں ہوں جو آپ کیسے ذلیل سے ذلیل کو کہہ سکیں کہ آپ کے خدا میں مذہب ہے آپ نے
کیا پہل پاتا ہے؟ اے دعا دا اپنی طاقت تہا دکر۔ آیتہ ہم اپنی شکستہ آپ کے چہرے
انساپ کے گھرانے کے ملام ہیں۔ ہم سے اپنے نانا کوہ کی عزت و ہمیں کے متعلق
سکھارایات سچے اور بغاوت مجوزات کی شاہی کو ملاحظہ فرمائیے۔

یہی روایت میں کے ٹھکنے سے میرا دل لرز گیا اور میرے ساتھ سے قلم گر گیا اور اس کی
قسم میں ٹھکنے کی جرات نہ کر سکا۔ اہل تطبیع نے یہی مستحکم کتاب تاریخ الحوادث کا جلد دوم
جستہ ۱ صفحہ ۱۴ پر پڑے شد و بعد کے ساتھ اور ثبوت نکاح میں یہ تمام صفحہ اور
صفحہ ۳۷ صلی بنا القیاس صفحہ ۳۷ صلی طاعت فرمائیے اور اس کے بعد اور نہیں تو
مشیت حاجی محمد کرار کو یہ ہی پڑھ کر مناد بیکہ کوٹ

ہوتے تم دوست جس کے دشمن میں کا اُٹھائی گولہ جو

مگر حقیقت دوست نہ دشمن کیے اپنے اپنی تیشیں کے مذہب کی جفا وادھ کوئی نہیں مذکر
مکان مذکر وہاں عبادت کو پڑھ کر عیشہ اپنی انصاف میری تصدیق کریں گے

سینہ کوئی کا موجد اصل

ٹھکنے چکر ہوئے بھالے برادرانہ وطن کسی ہر رنگ سال ہ سال حضرت امام
عالی مقام زندہ مادیہ کا نام کہتے ہیں اور اپنے سینوں کو پیش پیش کر غری خونی گنت
ہیں وہ کیسے کسی دشمن کی تقلید میں مذہب تطبیع اختیار کر گئے ہیں یا جس نے یہ مذہب
چاہا وہ کیسے مگر اور کچھ دشمن اہل بیت ہو سکتا ہے ؟

اس کا فطرتی جواب ہر وقت آتا ہے کہ اس قسم کی روایات گھڑنے کی سزا ہی
بڑا سکتی ہے اور یہی بہتوں کو امام عالی مقام سینہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ و امام اہل بیت
شرح الاسلام و مصیبت معتقد اور چشمہ افروز ہیں ان کے دھڑ پر بیت کر رہی ہیں کہ
اہل بیت حاضر رشتے دیں ان کی شاہی اقدس میں علائقہ مجاہد اس بھگت کی تو کیا میں ہی ہوں
چہ کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے منہ اور اپنے سینوں کو پیش پیش کرنا ہوں۔

وہ محبت کے آتش سے پر کار وانی سینہ ہوتی تو اس کی دھواں صید ہو کر
وہی شہدہ کرتے۔ اسی کے بعد یا زید امر کو نام اس پر ان کرتے مگر یاد گورے کیسے بڑا
مجرم خدا کی سزا سے ہی شرم و ہمت ہوتی ہے۔

اسے بآل صید ہو کر آپ اپنے ہتھو مہد کی شفت تلاش فرمائیں اور اپنے تمام
اجداد و اطراف پر یہ کی شفت کی پیروی اختیار کریں۔ وہ سزا جواب ہے کہ اس قسم کی دھواں

گھڑنے اداں کو داغ کرنے کا ایک سہا می کرتب تھا تاکہ یہ قوت اور کم ہر لوگ اس قسم کی غلط روایات کے باوجود میں سب کہتے رہیں گے اور ہم آسانی کے ساتھ اپنا مذہب داغ کرتے رہیں گے۔ آپ دینی اہل سنت کے کوٹ اور پردے کے اندر دیکھیں اور اس ذمہ تھا خود سے بچنے۔ میرے ایک فلسفہ مشہور تھا جو مروجہ نکال کر لے گی۔

اب اس ظاہری شخص کی روایات سے خود انہی شیعوں کی کتابوں میں جب یہ بات مل گئی کہ ان ظاہری نے غلطہ داعشی کو مستحق مانا، ان کے ہاتھ پر بیت کو لائن کیا، امام اہل بی بیع الاسلام مقتدر اور جیشا نسیم کی دانی کے حق میں سب سے بچنے والوں کو قتل کیا، مسلمانوں اور انہی مجلس سے نکالا، بلکہ ظاہری داعشی کے شاہی سب بچنے والوں کو مسلمانوں کی ہمارے سے بھی نکالا اور ہمیں شرم ہے کہ اگر ظاہری رضوی ائمہ اعلیٰ شہید ابیہیں کے چاک اور مقدس دلوں میں فریاد کا خوف نہیں آسکتا تھا اور ارشاد فرمادی، وَلَا تُخَافُوا هُمْ وَقَاتِلُوا لِي فِي هَٰذَا فَتُؤْتَوْنَ بِهٖ فَاَعْلَمُوْا اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ فَاَتَمُّ وَاَنَّهُٓ يُفْلَكُ اِنَّ اَكْبَرُ تَمْرِیْسٍ یُّوْتِرُ سُوْرَۃً فَاَعْلَمُوْا کَیْسٌ سے متاثر ہو کر ان کا داغ مارا گیا اور تھا اور یہاں کہہ دیں اپنے اس ایمان کا اعلیٰ ثبوت بھی فراہم کیا تو پھر وہ تمام قرآن شریف جو انہی نے فرمائے اور تمام قرآن و سنت اور سنت کے اعلیٰ ثبوت ہی انہوں نے یہ نہیں نہ صرف یہ حق و سنا اور ظاہری دباغی صداقت ہی کی بنا پر فرمائے۔

غوث غلطہ سالتیہ کے حلقہ میں داغ اور غیر سیم کلمات طہارت کے ساتھ حضرت سید علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لکھنے کے فلسفہ دیا ہے جو بعد میں کرچکا ہوں۔ اس کے بعد فقہ و شہاد پیدار اور غلطہ داعشی رضوی ائمہ شہید ابیہیں کی شاہی ائمہ میں سب شرم بکھاتا اور سب اعلیٰ کہلا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں بھلا اور پھر دینی اہل سنت و اہل ایمان کو کہاتے تھے کسی سے حقیت پر بھی مبنی نہیں ہو سکتا۔ تحفہ حسینید، اذالہ المسائل الجاثلیق السالطی

تقریر مبحث نکاح حضرت ائمہ کثرت رضی اللہ عنہا

جیسے کہ قدیم ایام سے اعلیٰ نزاع اور حرکت اذکار چاہا ہے اور ظاہر ہے کہ

خوشی اور جفا مندی سے اس نکاح کا اہتمام پانچویں شیعہ مذہب کو کرنا دینی ہے
 انکیز نے حالاً اس کے شیعہ حضرات اس میں ہڑتاد دینی کریں گے اور اس کو جیہ پانچ
 یا ایسا رنگ دینے کی مقصد بھر سکی کریں گے کہ اس سے فائز و قی اور خوشی و غصہ
 کی خوش گواری ثابت نہ ہو سکے اور اگر یہ نکاح ثابت ہوتا ہے تو حضرت پیرا یعنی ائمہ
 کی ناراضگی کے افسانے اور غصب و غلامی کے اعتراضات صرف غلامی
 کی طرح مٹ جاتے ہیں بلکہ اسانی و ذہنیت ہے اس کو جیہ جیہ رنگ دینے
 کی کوشش کی ہے لیکن حقیقت و حسیں حق اور نہ ہی جیہ اوں کی عام کہن سے
 بے کر صماج اور بے رنگ میں اس کا اعتراض موجود ہے۔ شروع کافی جلد کافی میں
 قاتل کا ادب فی ترویج اہم کلزم اور پہلی دعایت اہم بھر معلق رہی اور عدل کے
 مولے سے عقل کی ہے۔

۱۔ من این صمد اللہ علیہ السلام ان ذالک خروج فعیلاً
 خروج کافی جلد کافی صمد ہے شک ہے ایسا رشتہ ہے جو ہم سے غصب کر لیا گیا
 العباد باشر ! و کذا فی الشافعی علم بلہدی۔

حضرات فدا اپنے گریبان میں جھانکیں اور دل سے فیصلہ طلب کریں کہ
 اگر تہا سے ساتھ ایسا معاملہ پیش آئے، تو ایسے شخص غاصب کو تاز میں امام مسجد
 بناؤ گے، اس کا وزیر اور مشیر بنائیں گے، اس کے ہاتھوں سے تہا سے اور
 ذکاقت وصول کرو گے، اور اس کو اسلام میں بلند مرتبت شخص اور اس کی فائز
 اسلام کے لیے تاقیدی کوئی نقصان اور نہ مذہب ہونے والا زخم قرار دو گے، اور
 اس کو راستہ زدا اور با راستہ پر چلا دینے والے، بے عیب اور پاک دامن کی حالت
 میں دین سے نہاتے والے، غیر اور صلائی کو زلیلو کرنے والا اور شر و فساد سے اس
 بچا کر نکل جانے والا و خیر و ناکامی اور صلا کا مالک قرار دے سکتے ہو، فقہ
 نہیں، بلکہ جو بھی موقع ملے گا اس کے وجود کو کویں جہاں سے صرف غلامی طرح
 دیکھیں گے کسی گسر و آشرا رکھو گے۔ اس دعایت کے پس منظر میں روح علی علیہ السلام
 کا نام جو خاتم اور تمام جو عہد رسات کا کیا مقام رہا ہے، کیا اپنی ہیبت کو کم

اس سے بڑی دشمنی اور عداوت بھی کئی ہو سکتی ہے۔ یہودیوں کی ادا بیت کی انہیں ہر گز
دلی گنتی ہے۔

۴۔ من این عبد اللہ علیہ السلام قال لما خطب النبی
قال انھا حسیة قال فلعن العباس فقال له مالی انی ہاں فقال
وماذا قال خطبت الی ابن اخیلک فرد فی اما وعلیہ
النعوت فہزم ولا اروع لکرم مکرمة الاہد متھا ولا تھمن
علیہ شادیہ ہا نہ سرق ولا قطع من یمینہ فانام العباس
فاخبرہ وسأله ان یجعل الاموال لہ لعلہ النبی۔

حضرت امیر مہاشن حضرت صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا
میرا صادق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تلوار جو بیہوش ہو چکا تھا
انہوں نے فرمایا اہم کلام اہم یعنی یہ ہے کہ تم میری تعظیم یعنی اللہ کے لئے حضرت
عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور فرمایا، لکھ لکھ کہ تم میری تعظیم کی ہے
ہے؟ آپ نے یہ وقت فرمایا، آپ کا مقصد کیا ہے؟ تو فرمایا میں نے آپ کے کچھ
بے ادبستان طلب کیا ہے لیکن انہوں نے میری تعظیم کی ہے۔ لکھا میں تم سے
نہم ہاں میں نے ان کا ہوا ان کا ہوا تھا۔ یہ ہے کہ وہ میری تعظیم کی ہے۔ لکھا میں
کا اور میں وہ گراہ قائم کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کے دانی ہے
کہ کثرت میں لکھا ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کثرت
میں ہاں میں نے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس تلوار کا سامان کی ہے
کہنے کا سامان کیا؟ پتا چلی آپ نے حضرت امیر کلام کا حضرت علی کے ساتھ تلوار کا سامان
حضرت عباس کے سپرد کیا اور انہوں نے نہم کی صفات اور خوب بظاہر لکھنے کے
پہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اتھ لکھنے کے لئے حضرت امیر کلام کا حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے تلوار کر دیا۔ لکھا انی الامار النہار یہ لکھا ہے ابو ہریرہ جلدی میں لکھا انی النہار
بسط اللہ فی صلی اللہ علیہ وسلم

اب اس افسانہ کو خطہ کرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشعل

یعنی اللہ عزوجل کے ساتھ تعلق کا پختہ اندازہ کر لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توبہ بہت
اور اعتقاد بڑھانے کے لیے اس سے اختلاف اور گریز نکال دیا تھا جنہوں نے حضرت عباس
رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلا لیا اور کہا، میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ
مجھے اپنی دامادی کا شرف نہیں بخشیں گے اور تم بھی تو بہت پرہیزگار نہیں کہو گے تو میں اس
وکالت کو دے دو کہ غرضیہ پر غرضی اللہ نام کر دوں گا اور تم سے صاحبزادی کو اس نام پر مسمیٰ کرنا
مطلب بھیجی لوں گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس امر کو غور کیا کہ جو بڑے بزرگ
یہ حق تعالیٰ کے دہم اور توفیق سے مزاج اور کھرا ہے۔ صاحبزادی کا نام حسب امر کے
اور کتاب سے گزرنے نہیں کرے گا۔ لہذا حضرت امیر علیہ السلام سے اس نام پر رضامندی
لی کہ اس طرہ و نحو سے اس حق تعالیٰ کے مجھے سونپ دے اور جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ
کا اس مطالبہ پر یہ اتفاق ہوا تو اس واقعہ کے ساتھ کہ حضرت امیر علیہ السلام
مجھ سے پہلے کسی کو یہ سے نام دے چکے ہوں گے تاکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے
ظہور آن کا تعلق اور شادی کر دی اور غش کی آگ بجھانے کے لیے اس نام پر اسلام
والے متعلق کر دیا کہ سے وہ اس نام کے ساتھ غرضیہ اس نام کے تمام کے معنی صاحبزادی
وہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اللہ عزوجل کا پوتا صاحبزادی اور علی رضی اللہ عنہ
داروں کی طرف نسبت و تعلق میں واضح اور ثابت قدم نہیں سمجھتے تھے۔

تفسیر یہ، تاہم حق تعالیٰ شریعت کی اس مہارت سے اس عظمت و شہادت میں
کئی امتداد فرماتا ہے۔

۱۔ اس حق تعالیٰ کا فیاد ہی مقصد اپنی غفلت کی تردید کی تھی اور اس کا
کہہ جن میں اس کی مشابہت کو دیکھ کر تھا اور ہر شخص پر مقصد و شہادت کی طرح مایا
ہے کہ یہ مقصد ہی ہو جیسا کہ حق تعالیٰ نے اس صاحبزادی ام کلثوم کے ساتھ تعلق سے
حاصل نہیں ہو سکتا تھا تاکہ بقول بعض شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرضی تھی بلکہ
صرف اور صرف آپ کی پسلی بیٹی سے ہی حاصل ہو سکتا تھا۔

نیز حق تعالیٰ مقصد اپنی رضا مندی اور شہادت و مصداق سے سامنے والے واقعہ

کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتا تھا، جو روکراہ اور عظیم واعدی سے تو وہ متعصب بالملک تو
 ہو جاتا تھا، تاہم وہ بھی کچھ یاد رکھیں گے یہاں مہمانی و مہنت کا لالچ دکھا ہوا ہے،
 اور منہب اسلاف کو دینے کے لئے ہرگز قربان سے کام لیا ہے۔

۲۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مشابہت ہی اور موزم پر تصرف و تصرف قرار
 دیکھنے کے لیے حضرت ائمہ کثوم رضی اللہ عنہا کو سمیٹ کر حارہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
 ان کے سامنے مجبور دیکھے میں ہو گئے۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی اور یہ نکاح نکاح
 فصول سے طے پایا، حالانکہ نکاح فصول میں قرینہ کی رضا مندی ضروری ہے اور حضرت
 ائمہ کثوم رضی اللہ عنہما بقول شیعہ نکاح النکاحی تھے جو کہ اذن سے ہی نہیں ہو سکتی تھیں اور ان
 اقرب کے ہوتے ہوئے بھی ولی اہل نکاح بلا اجازت اس کے منعقد ہو ہی نہیں سکتا
 تو اس عقد کے بعد شخص اور انہوں کی تعلقات قائم کرنے کا شرعی حکم اور شریعت کیا ہوگا
 اور کوئی خروج مذہب و خواہ عالی قسم کا ہی کیوں نہ ہو کہ وہ بھی ایسی حرکت برداشت نہیں
 کر سکتا، یہ ہاں تک نہیں کہ ائمہ کثوم رضی اللہ عنہما علیہ السلام کے چچے عباس صاحب کو یہ سید سے بھائی
 علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما ایسے قلمداد کیا ہوا کہ ان کا اور کتاب کریں۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سمیٹ سے متاثر ہو کر اسلام کیا اور اگر حضرت
 عباس اور حضرت امیر رضی اللہ عنہما کی فکر میں بھی وہ ایسے ہی تھے تو متاثر ہو کر براہ
 کافر ہو جاتے، اس کے ساتھ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے آدھ بھائی شعیب کی ایک
 کا علاج کیا ہوگا؟ اور علم اہل اسلام سے اس سے کیا نافرمانی آکر یہ دشمن بن گیا ہوگا؟
 یا کافر ہو گیا ہوگا؟ گویا وہ یہی طرزی اور ضار لاہم آگیا۔ ایک تو کافر کے ساتھ بیعت
 پر مشتمل داری قائم کرنا اور سزا دینا کو اس قدر بھی میں سمجھتا ہوں کہ وہ عوس کا لالچ و شخص
 مشعلان لڑا اور مادہ کی علی بلکہ مادہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کائنات اور علی بنی
 ازحول ولا حقولہ الا بائطہ بالحق العظیم کیا ازل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لالچ
 مشعلی دام ہایت ہوا کہ جو را فضول و غرایب کا سبب و تدبیر؟

۵۔ علامہ ربیع بنی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بلاوا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے
کہ حکماء و سید عالم شریعت کے قول میں آپ کو ملے فرما دیجئے اور مزاج کافی کے
کے لئے ہے۔ اس امر کی وجہ سے کہ جس کا ارشاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے
تھا کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ ہو کہ وہ اپنے فکر میں اس قدر ہیں کہ حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد پر ہونا چاہیے تھا مگر خدا شریعت علیہ دینی اولیاء اور
وہ تھے، لہذا اس کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ قائل ہو کر اس تہذیب و تشیع اور
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے امتداد و توثیق کا کیا مطلب ہو سکتا تھا؟

سیدہ کی جدیت کا حکم اور حضرت ام کلثوم کا تذکرہ

یہ وہ مدت کے مقام غنات کے ضمن میں شروع کافی، الاستبصار، اور
تہذیب الامم میں متعدد روایات اس خطبہ کی مذکور ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیال کے بعد اپنی نسبت بزرگ ام کلثوم کو اپنے مسلسل
میں غنات بٹھانے کی کوشش کی تھی مگر غنات بٹھا دیا جس سے یہ سخت نفرت ہو گیا
کہ وہ مدت میں کا خاندان فوت ہو جائے، وہ جہاں پہلے غنات گھر سے اپنے وقت
خاندان کے گھر میں کا غنات گھر سے منور ہی نہیں ہے۔ اس باب میں شروع کافی کے
اندہ خاکہ و روایات میں سے پہلی روایت حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے
تعلیل فرمائی، جس کا یہ خلاصہ ہے۔

۱۰۳۔ علیاً لیساً قوی حسراتی امر کا شروع اطلاق بعد ازیں ہوتا
یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے غنات
اور ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے گئے۔ مگر وہ آپ کی صاحبزادی نہیں تھیں تو وہ
جہاں کی کچھ ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد کے سچے و ان کے لئے جہاں
ذہب و قوت قدر تھی اور تو سچ ان کا ذکر اندہ مدت ہی نہیں کی ان کا ذکر اکثر یہاں ہو کر ہے
کہ اصل حدیث کا کہیں نام و نشان ہی نہ ہو کہ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ذکر ہے

جس سے صاف ظاہر ہوا اور وہ یہ کہ انہا نے اسے بھی زیادہ روایتوں کو اس نام بخشیم کے اصل والی اور دائرہ ہی آپ تھے فکر حضرت صادق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو اور دوسری روایت میں شیخین ابی القاسمین ادا کیا گیا ہے،

۴۔ فقہ قال ابی علیؑ صلوات اللہ علیہ لمات صراف اور کثوفہ اخذ بید ہانا الخلق بھا الی بیتہ۔ رفرع ابی جعفرؑ ۳۸۶/۱۹۹ اور یہ روایت میں قرطبی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے منقول ہے اور اس طرح استنباط و تفسیر میں بھی اسی عثمان کے تحت چند روایات صحیح ہیں اور تہذیب الامام جعفر بن صادق پر بھی دو روایات اسی عثمان کی سند کی گئی ہیں مگر سب کو علیحدہ علیحدہ شمار کریں تو چند روایات بنتی ہیں۔

۵۔ عن جعفر بن محمد القاسم عن القاسم عن القاسم عن جعفر بن ابیہ قال ماتت امرکتہ بنت علی و ابنہا نذیر بن عمرو بن الخطاب فی ساعة واحدة قالوا ہر ایہما ہلک قبل قتلہ عورت احدیما من الاصل و صلی علیہما جسیعاً۔

یعنی جعفر بن محمد نے قاسم سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اگر کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت امام کثوفہ بنت علی رضی اللہ عنہ کی مہربان اور ان کے صاحبزادے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کی مہربان کا ایک ہی وقت میں وصال ہو گیا اور یہ تحقیق نہ ہو سکی کہ کس کا وصال پہلے ہوا ہے، لہذا اس کو دوسرے الفاظ میں مذکور کیا اور ان دونوں پر کشتی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

فائدہ لاء، اس روایت میں بھی حضرت امام کثوفہ بنت علی رضی اللہ عنہ کے اور دو بیٹے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت کرتے ہیں یا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے لے کر اس کو قرطبی کی تفسیر میں کہہ سکتے۔ مگر یہ ہمارا قصہ تو کچھ حقیقت کا بھی ذکر ہے ہمارے چاہیے تھا اصنام کثوفہ بنت ابی جعفر امام کثوفہ بنت اسماء کا بھی ذکر کیا، جب اس طرح نبی ادا بھی نہیں آویزا ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے والی تھیں۔

نیکاح اہم کلثوم بنسب علی رضی اللہ عنہما کے متعلق شیعہ روایات

تاویل اول، اس تاویل کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ فقہاء جو دیگر ائمہ کے ساتھ یہاں
ہذا کسی طبیعت اور طبیعت و محبت کا موجب نہیں ہے۔ یہ تو ایک اور سری جزا ہے
نے ان کو دیکھا ہے اس عقد کو کسی پر بحث کرتے ہوئے لکھا،

قد تفضیل الامم اب عن ہذا ابو جعفر عن عامی و خاصی اما
الاول فقد استفاض فی الخیار ہر عن الصامق علیہ السلام
لما سئل عن ہذا و العنا کھت فقال انہ اول فرج لم یبذلہ الا

یعنی حضرت اہم کلثوم رضی اللہ عنہما کے عہد میں خطابہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئے یہ
جو اشکال وارد ہوتا ہے کہ وہی اسوہ ہے اسکا فائدہ ان کے مزید ہونے کے لئے
یہ نکاح کیسے ہو گیا تو علماء سامیہ نے اس سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے دو روایتیں

دیکھی ہیں ایک یہ کہ سب کہ اسوہ ہے اور دوسری یہ کہ اس میں ایک قصہ ہے۔ وہ یہ علم
ہے کہ کسی حد تک حضرت ابو جعفر صامق رضی اللہ عنہ کے متعلق کثیر روایات وارد ہیں
یہ ثابت ہے کہ جب آپ سے اس نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا

یہ ہمارے لئے ہے جو ہم سے نصیب کیا گیا اور میری طرف یہ لیا گیا تو ہمارے لئے نہیں لیا گیا
اس پر دلیل قرآن پیش کرتے ہوئے اور اس استنباط کو مستحکم کرنے کے لئے
کرتے ہوئے ہر انہی صاحب نے کہا،

وتفضیل ہذا ان النکاح قد کانت اکثر علی امریہ و اولیہ
عن الاولاد والہبات والاموال واج والاصوال وانی ما فاء اللہ فیہ قد علی
الذفع من مثل ہذا الامر لعلیل وقد کان معذونہ انکس اسبابی

انکس اسبابیہ جسد ذکم اسباب التقاعد عن الخرب فیہ صلت
الاشیاء انشاء اللہ والتقیۃ باب فقہ اللہ سبحانہ للاسباب
وامرہ ہر ہر تکالیفہ وانی معذرتی کہما اور جب علیہم الصلوٰۃ

والنقیض وحقانی اند و در مدعیان الاشیاء الظاہریہ علیہم السلام
لا یمنون لا نقیض لہذا فقیل عدسہ فی مثل هذا الامر الجہل فی
وذلك انما قدس وروی الکلیینی الخ۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خلافت حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو اور اذان
بنات ۱۱ انواع اور احوال سے زیادہ عرض تھی تاہم اگرچہ اس کا انتظام سنت کی تحریم و تحیل
واقع ہوا اور احوال حق اور امانت باطل، نیز تمام فروعی اور اخروی خدائے اس پر حاکم تھے
تو جب ایسے حاکم القضاہ و عظیم الشان امر سے قطع ذکر کیا، جس طرح کہ معاویہ ہی اور عیسا
کے بعد میں آیا اور اس خلافت کی خاطر سناٹوں پر کئی معاویہ کے لشکر سے قتل کیے اور
بیشک ہزاروں لشکر سے قتل کروائے تو جب غلط فہمی کے بعد میں نہ لے کر یہ ظلمت
میں آپ کو مستعد سمجھا گیا ہے اور واقعی آپ مستعد بھی تھے جیسا کہ اس کے اسباب پر
بعد میں روشنی ڈالیں گے اور پھر فقیر کا مدد نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے
کھول رکھا ہے، بلکہ اس پر عمل کا حکم دیا اور اس کو لازم و ضروری ٹھہرایا ہے جیسے کہ نماز
اور روزہ کو فرض کیا ہے اور اگر ظاہر میں سے ضروری و اعتقادی ہے مگر جس کے لیے فقیر نہیں
اس کے لیے ہی نہیں ہے، لہذا ہم اس قسم کے ضروری اور الغرضی مسائل میں بھی آپ کو
مستعد کہیں گے اور اس پر بطور اشتباہ و دودھت لعل کی ہے ہم قیامی انی لکھنے کے
سوائے سے نقل کر چکے ہیں سہمی آپ نزدیک ہم کثرت کے تحت عدسہ و دمری وایت۔
مسوال و جواب، اس تقریر کے بعد ہر ایرانی صاحب کو یکس اہل و عیال
اور اس کا جواب بھی لکھی اور ضروری کہا، لہذا اس کی رہائی سوال و جواب سے کر لی۔
اما التشیبہ النواصیۃ علی هذا وھی اندہ یلزم ما یتکون حیرانیا
فی ذلک التکلیف وھو مما لا ینقبلہ العقل یا النظر انی امر کثیر مر
فالجواب عنہما بوجہ صوری۔ ۱۔ اس مقدمہ و مقدمہ شب کہ اس طرح تہمتی تشوہ
اور عیو و غلو کے اندر نہ والے تصور میں مگر یہی انتظام کا نالی بہ لازم آتا ہے کہ اگر ہم کثرت
رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقل اس کو یاد نہیں کرتی تو اس کا جواب نہ دہرے ہے۔

ابن حمال نے امر کثرتہ لا ھرج علیہا فی مشلہ لا ھاھنا ولا
 واقعا وھو ظاہر واما ھو لھلوس بزانی فی ظاہر الشریعۃ لانہ
 و لھول ترشب علی عقلہ ہاذی الثورن الشوری واما فی الواقع وری
 نفس الامری علیہ مثل عدلہ السزانی بل عدلہ کل المسارح
 والنساج۔ پہلے وجہ جواب کی ہے کہ ایسے نکاح میں حضرت امام ختم رضی اللہ عنہما
 تو ظاہر و باطن اور دین و دنیا کے لحاظ سے کوئی طرح نہیں ہے جیسے کہ ظاہر ہے۔
 یہ امر بھی اختلاف و مرضی اور مرضی کا مقرر ہے کہ ظاہر و باطن میں اور
 کیونکہ ان کے اندر دینی تعلقات تو دینی شریعت کے احکام کے تحت ہیں اور دنیوی تعلقات
 میں ان پر دنیا کا حساب بلکہ عدلہ ایلی کہا کرتا اور اسباب قیام کی کہ نہ مذہب ہی کا۔
 الشافعی، ابن الحمال لھا آئی الی ما ذکرہ فامین التتبیۃ فیہ یوض
 ان انیکون قد مرحتن علیہ المسلا مریتکلی انما اکتہ مرضا انہ حولہ
 فی سلتک خیرا لھو فی الصباح۔

یعنی دوسری وجہ جواب کی ہے کہ حضرت امام ختم رضی اللہ عنہما کے دینی تعلقات
 دینی اور دنیا کے ساتھ عقد دینی کا ماحول تفسیر کی طرف راہ ہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا
 تو صحیح نہیں ہے کہ آپ اس مسئلہ پر باطنی ہو گئے چونکہ دینی اور دنیوی تعلقات مرام اور تائید
 معاشرت کے ضمن میں آتے ہیں۔ (القول فیما فی جلد اول، ص ۱۸۸)
 اور فی اس حوالہ وجہ جواب میں منہ کو تسلیم ہو گئی اور اس کا طریقی ہرادی میں ثابت
 ہو گیا حضرت امام ختم رضی اللہ عنہما کے لیے ہر قسم کے مرجع و جزو کی نفی میں ثابت ہو گیا اور
 حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کا بھی ظاہر شریعت کی نہ سے عقد دینی کے ساتھ دنیوی تعلقات
 استناد کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس وقت ہمارا مقصد ہے کہ یہ نکاح و طلاق پر
 ہوا اور فسخیت میں ہوئی۔ طواہر و میر و اگر ادا و انقضیہ و تشدید کے بعد بطریق جیسے کہ شریعہ
 سامعین کا آگاہ ہے۔ طواہر دینی و دنیوی اور خوشنودی سے جیسے کہ اہل مسئلہ کا
 مقصد ہے۔ یہ ممکن ہے حقیقت ممکن ہے و قیامت میں اس کا اس تکلف و تعلیق اور نفی و جزو کے

سہارے کا ضرورت اس حد تک پیش آسکتی ہے، لیکن اتم کلثوم رضی اللہ عنہا
حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت جگہوں سے نہیں۔

عقد اتم کلثوم اور سید مرتضیٰ علم الہدی

اہل تشیع کے شہسوار علم و فضل سید مرتضیٰ علم الہدی الامام کاظم علیہ السلام ہیں لیکن
جو کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے پانچ واسطوں سے قرابتی اور گیارہ سندوں کے
یک گھر کا ہے۔ اس لیے ان کا قول اس معاملہ میں صرف آخر سمجھا جاتا ہے کہ اس کے
بعد ان ویران گشت شیعہ کے لیے نہیں رہی جاسے علی الخصوص جو کہ شیعہ اس علم و فضل
سید سے قطع کر گئے ہیں۔ تاہم عید الہیارتے مفتی ہیں یہ طریقہ استدلال اختیار کیا کہ حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی کنوینچر اور حضرت زبیر کی کنوینچر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا
کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا اس امر کی جتنی اور واضح دلیل ہے
کہ ان میں ایسی محبت اور محبت تھی اور کسی قسم کی نفرت اور عداوت نہیں تھی اور
ذہبی نگاہ مرتضویوں میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مرتضیٰ درود مرثیہ کے ساتھ
اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے۔

درج ابنہ من فاطمة بعضهم ويقولون كل ذلك قال
علي الرواية وخلاف العدد رواية الرائي، وكيف يجوز مرثیۃ ابنہ
تو اس کا جواب دیتے ہوئے شیعہ فاضل سید مرتضیٰ نے اپنی معروف و مشہور کتاب میں لکھا
فاما تزويجه بنته فلعرب يكن ذاك عن اختياره والخلاف فيه
مشهور فان الرواية واردة بان عمر خطبها الى امير المؤمنين
عليه السلام فذاعه وها طلبة فاستدعى عمر العباس والي، فقال
لهم و امرها الى قطعك فزوجه العباس اباهما و بين ان الامر جرت
علي، انكر امارا و هي من ابني عبد الله جعفر بن محمد من قوله ذاك
فثبتوا عليه علي، انه لو لم يكن ما ذكرنا لعمد متبع ابن يزوجه

علیہ السلام کے کائناتی ظاہر والا سلام اور ذات تسلیم و حضور اللہ
و اعلیٰ السلام۔ شافی مسئلہ ۱

دعا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنی صاحبزادی کا نکاح ان سے کرتا تو دنیاستیا
اور دنیا مندی سے نہیں ہوا تھا اور اس میں اختلاف منہ شہور ہے کہ اگر گندہایت میں ملو
ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مطالبہ پر آپ نے جو آپ غصہ و کفر و نفرت نے
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بچا کر مزم کی مقامیت اور اسباب نکوت بھیجے اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کسی کی خطبات قائم کر کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کی دہلی دی مگر
انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس نکاح کا مسودہ اپنے ہاتھ میں لے کر دیا کہ ہاتھ کا
مطالبہ کیا جس کو حضرت امیر علیہ السلام نے قبول کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے
نکاح پر حامی اور اسی جبر و اکراہ کی وضاحت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام
جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ دشت ہم سے غصب کیا گیا اور اگر یہ دشت
ذہبی ہو تو وہ ہم سے لیا گیا ہے اور اگر یہ حضرت امیر علیہ السلام کے نکاح کرنا ہے تو
وہ امتناع و استعجاب نہیں ہے کہ کچھ مرد و عورتیں بظاہر اسلام پر تھیں اور انہیں اسلام
کے ساتھ مستحب تھے، بلکہ اسلام کو ظاہر اور غالب کرتے والے تھے۔

عقدِ اہم کا شوم اور اہم حضرت طوسی

تو یہ لکھنے کی کتاب شافی کی انھیں طوسی صاحب نے کی میں کا نام انھیں شافی
رکن اور طوسی صاحب شیخ کے علم بحث میں ہی اور اس کی حامل اور میں سے نکاح
یعنی امام مستمسد اور جدید الامکلام اسی کی ہیں، لہذا اس سے کہیں اس کا قول صحیح ہو
کہ جس میں اگر کوئی اس کا قول شیعہ تھا تو اور اس حدیث کا مفرد اور برجہ کا مفرد تھے کہ
جو اب کا حاصل، لہذا اسی کی زبان حکم ہے اس عقد نکاح کا اثر بھی ختم کیا اور
اس کے جو ان اور صحت و درستگی کے لیے قریباً تمام روایات آبی مشاہدہ کرنا اور اس
نکاح کے ناقص یا شکوکہ و شبہات ہونے کا قائلہ کریں اور علی الخصوص ہی منہ لایا

کی اس تصریح کے بعد کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا میں کا تلخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا، وہ آپ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بطنی بھائی سے پیدا ہونے والی تھیں، مگر سیدہ مرتضیٰ اس کا انکار کر سکا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بھائی کا تلخ کے لئے کلفت کا روایت و توہمات فکر کی، میں کا بطور اقتصاد کتاب اشافی سے ذکر کیا جا چکا ہے، اب اس کا تفصیل تھیں اشافی سے بڑی خدمت ہے اور جعفر طوسی صاحب نے اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں تھے اور صاحب و عالم تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا داماد ہی کا شرف نہیں بخشا۔

اما انكاحه بنته عمر لم يكن الا بعد تولده وتهدئة ومرارته
ومنازعة وكلام طويل مع رفق الشيوخ منه من مشروق الحال
والسوء ما لا يزال يخفيه وان العباس لما رأى ان الامير يفضي
الي الوحشة ووقع الغيرة سأل عليه السلام وامن لا اله
ففضل فزوجها منه وما بين ي هذا الامور معلومة على وجه
الاختصاص على انه لا يمتنع ان يسبح الشرح ان ونا كح بالا كس او
من لا يجهل منا كنه مع الاختصاص لوسيلة اذا كان المنكح مظهر الامانة
والعائس ان بقا هو الشرعية ولا يمتنع انفسا من منا كنه الكفاس
على ما اشار ارا الكفاس انما السوء فيسما يحل من فالله الع
الشرعية وفعل امير المؤمنين اقوى حجة من احكام الشريعة
(تخصيص اشافي ص ۳۵۴)

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نکاح
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنا تو وہی وجہ تہدید اور ناراضی و اختلاف اور طعن
کے بہرہ بازی ہیں اس حقیقت کے دشمن ہونے اور اس امر کے ظاہر ہونے کا
اندیشہ تھا جس کو آپ پیشہ چاہتے تھے اور جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا

کہ عقد نکاح و تزویج کا معاملہ وحفظ و انفریق کا موجب ہے۔ اس لیے آپ نے انہیں ملے
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم کا صلہ بھی کے پیر و کرتے کو کہا ہے آپ
آپ نے یہ معاملہ ان کے سپرد کر دیا۔ تو انہوں نے آپ کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے کر دیا۔ (۱) اور میں عقد نکاح اور تزویج کا معاملہ یہ ہر دو ظاہر ہے کہ وہ اختیار اور
وہ معاملہ کے ساتھ نہیں ہے۔

(۲) عقدہ الزمی (شرعیہ) بطور میں ہے اور مستحب اور محال نہیں ہے کہ اگر وہ اجاباً
کی صورت میں ایسے شخص کو نکاح کر کے دینا ہاں نہ ہو جس کے ساتھ اختیار و قدرت کے لئے
ہوئے نکاح کر دینا درست نہ ہو۔

(۳) اصل خصوص یہ کہ نکاح کیے جانے والے شخص اسلام کا ظاہر کرنے والا ہو اور
ظاہر شریعہ پر عامل اور کار بند ہو۔

(۴) مزید یہ کہ تمام قسم کے نکاح کے ساتھ نکاح کی نوعیت بھی ثابت نہیں اور یہ
نکاح منوع و محال ہے۔ اس میں ملکیت اور حرمت کا واسطہ شریعہ ہے اور اگر
ایسا ہو تو بھی وہی عقیدہ کا فعلی احکام شریعہ کے لئے ایک اجماع دینی و جہت ہے۔
وکنانی تحریک الایمان و لعلہ سنہ مرتفعہ اسلامیہ و طرانا الفہم الکفری ص ۵۹

فائدہ ۳: بطور صاحب نے کافی قرآن صاحب ہے اس میں انہوں نے
کیا ہے کہ نکاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اختیار ملنے کے بعد شریعہ سے ایک وقت کافی
شہرہ مری اس کا کافی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا اور حضرت عباس
رضی اللہ عنہ نے یہ اہانت آپ کے ساتھ نکاح کر دیا جس سے جہالت صحت کی
لوہاں بالکل داغ ہو جاتی تھی اور علی کا اضطراب اور دلچسپی صاف نظر آتی ہے۔
دوسرا اضافہ بطور صاحب نے یہ کیا کہ گناہ کی تمام انواع و اقسام کے ساتھ
بہوں کا نکاح کرنا حرام نہیں ہے، بلکہ اس ملکیت و حرمت کا واسطہ شریعت
ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خود شریعت کی مثال و نما رہے ہیں بلکہ آپ
کا فعل ہی جہت شریعہ ہے۔

سیدنا اشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اصل کتاب دستخط کے چمکس کی طرح
ہو سکتا ہے، لہذا آپ کی طرف منسوب علی کی شریعت کی کسوٹی پر ہر کتا ضروری
ہے کہ یہ کتا اہل بیت پر بہت زیادہ افترا پر مبنی اور جتنا انرا شنی سے کام
لیا گیا ہے جیسے کہ خود امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان و رجال کشی میں متعدد
جگہوں پر موجود ہے۔

قبایل غویہ

پیشینہ انتشار عالم اس بات کی نظر آتا ہے کہ یہ درست جرح میں نے نکال نہیں کر سکا
بلکہ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ و میان میں آگئے لیکن مدت طلبہ
یہ ہے کہ اس سے کوئی سخت اور سخت نکال کی جاتی ہے۔ اگر آپ اہل بیت
قرآن مجید ہی دست دہمتا اور جب آپ کی امانت سے ہاتھ دے آپ کا پٹھان
ہو نکال سمجھا جائے گا، لہذا اس میں پھر پھر کی کوئی فائدہ فیہو حضرت کو نہیں
پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس میں صاحب کے ان حالات سے واضح ہو گیا کہ اگرچہ
اس ام کلثوم کو نبی علی رضی اللہ عنہا تسلیم کئے بغیر زیادہ نہیں ہے۔ علی حضور علی
قاسمی خدا نہیں ہے ان کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہا کا بھی لقب ہو کر قرار دیا لیکن نہ
علی ابراہیمی سید قرظی صاحب شانی نے اس کا انکار کیا اور وہی طوسی صاحب نے
تخلیص میں اس کا انکار کیا، جس کے بعد شک و شبہ کا امکان ہی ختم ہو گیا۔

دوسری تاویل، غازی علی بن اسماعیل ابی الحسن اجماعاً ماحدی
کو خط پر لکھا کہ میرا حضرت و غیر خود ابی الحسنی انقلاب داد گفت ہما
آخرا تہی رہتا دین محمد بن ابی و آثار غلطی حضرت ابی یحییٰ و وہاں پہلے طلوع
ظہر و ظہر غلط و غیر منظور ہو و ابی معاملہ و شوار قرآن کی خبر کہ حضرت دلا
و بطریق من و طرز ان خود ہر قوم کفار و مشرک و بت پرست کہ یہ طرز ان و بتی خست
اطلس، فکرم الایۃ و بالہا مبارک کے شروع۔ رہا اس موضوع میں جلد اعلیٰ ملاحظہ
یعنی ابی الحسن علی بن اسماعیل اجماعاً ماحدی کے جس نے دریافت کیا
کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لخت جگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہیں نکال کر دی؟

ہر حال شیعہ حضرات اس امر پر تلے ہوئے نظر کرتے ہیں کہ اسلام بلا جانچا تو بدل دے، لیکن حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان بالکل بحث و گفتار بعد ازاں چارہ اور پانچ دوا دیا گیا اور انخلا سے وہ ہمدردی کی کیفیت پر شامشہی ہوئی پانچ تھے۔ اعلیٰ ذی اللہ اعظم۔

انفرنس میں ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کشت اس عرصہ اور مصلحت کے تحت و گیا تھا کہ آپ کی طبیعت میں برافقت و صلوات ہے نہ کہ کہ ہر حال کے بلکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طلب و مقصد وادب و موجب یہاں کہ تاسی صورت میں درست ہو سکتا ہے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں تو ہر گز ان کے لیے جواب دینا بجا نہیں اور اسان تھا کہ میرا علیؑ اقل و میرا ہی علیؑ ثانی اصل کی بھی غیر غافل کی پیدا کیا ہوا ہر وقت طے ہو گیا تیسویں تاویل، حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بھلا اور سچے خود نئی ظلم علیؑ و علم کی اقتدار کرتے رہے اور بظہر ان امور کے رشتہ دینا بھی تھا جیسے کہ گامی نے لکھا کہ حضرت علیؑ نے کہا اس الزمینی جتہ اہل مسکن ہر بیان کیا ہے۔

امیر الزمینی بعد از وفات سید الزمینی حدیثاً فرمود کہ خود تاسی، آنحضرت میں فرمودہ اقتدار بعد از اس کے اوس فرمود (نام اگر اعدا جتہ۔ امر فکھ و جتہ۔ قرآن و جتہ میں فرمودہ ای خیر ترک۔ راست قوم کے دینی خود اگر او بہ قوت مجر بنار فرمودہ ای بہ قوت مجر و جتہ ہر دے خود قرار کرد۔ اگر مصطفیٰ و اقل علیؑ خود مرتضیٰ زید اول اصحاب نہی و اگر نبی و خیر بمان داد ولی و خیر بفرست داد اگر پیشہر آخر قتال کرد علیؑ نیز با فرقہ کی کرد۔ دہا اس الزمینی جتہ اہل مسکن یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سید الزمینی رضی اللہ عنہ و علم کی ذات و جتہ کے بعد تمام امور میں آپ کی اقتدار کرتے رہے اور آپ کی دستوری پر عمل فرماتے تھے اگر اقتدار مال میں آنحضرت رضی اللہ عنہ و علم نے قوم کہا کہ فرمایا، تمہارے لیے تھا

چوتھی تاویل، شیخ محمد زبیری نے ایک عالم و جاس
تعارف اور محدث دینی کی بیان کی اس پر پہلے ذکر فرمایا، اب غامی و برہمنی پر صرف غامی
شیعہ کو معلوم تھی اور امام شیعہ سے بھی اس کو کھلی رکھا تھا وہ دیر غلط فہم رہیں۔
اب اس میں وہ خود منفرہ نہیں ہیں بلکہ آپ نے اس کو بہا الدین علی بن عبدالحق حسینی
النجفی کی کتاب التواریخ کی جگہ اس کے نقل کیا ہے اور انہوں نے اس کو
شیخ مفید کے نقل کیا ہے، عبارت غلط ہے،

الوجه الخ من فقد رواه السيد عالم بهاء الدين علي
بن عبد الحميد الحسيني النجفي في المجلد الاول من كتابه الحسيني
بالانوار المضيئة قال مما جاء في سواند من الشيخ السعيد
عبد بن محمد بن النعمان الحنفی - كرم الله وجهه - انه قال في كتابه
بلک شیخ مفید نے اس کو عمر بن اوزید کے واسطے سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ
تعالیٰ عنہما پر لیا ہے۔ اس ترمیم و تاویل کا غرض یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے ساتھ اسلی ام معلوم کا عقیدہ نہ رکھیں ہوا بلکہ ایک بنی حنیث کی شکل میں
درج کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی راہ میں نہ لیں۔

اب عبارت غلط فرمائی، قال عمر بن اذينة لابي عبد الله
عليه السلام ان الناس يمتحرون علينا ان امير المؤمنين فروع
فلانا ابنته امكثور وكان متكيا لمسلم وقال القسرون ان علينا
عليه السلام كنع فلانا ابنته ان قومنا يزعمون والله ما
يهتدون ان سواء السبيل ولا الرشاد شرف فوق بيد به وقا
ما كان امير المؤمنين عليه السلام بقدر ان يقول بنو ديننا
كذيرا العربي ما قالوا ان فلانا خطيب الى علي عليه السلام
ابنته امكثور فاني لقال للعباس والله لشي اعز مني لا لشي
منك القساية وان مزمر فاني العباس عليا عليه السلام فكلبه

فایز فایح علیہ العباس علیہ السلام ایامی امیر المؤمنین علیہ السلام
 مشفق کلوا امر الرجل علی العباس وانه سیفعل معه ما قال
 ارسل الی جمیعۃ من اهل نخل ان یصوروا یتقال سعید بن
 عریبہ فامرہا ففتشلت فی مثال امر کلشور وحبیب الانصار
 من امر کلشور وحبیب وحبیب الی الرجل فلیس تزل عسلة
 زانی، ففتکل فاحذت الصیراث وانصرفت الی نخل ابن واکھر
 امیر المؤمنین امر کلشور (الحادی فیما فیہ ہذا فی صحتہ)

عربی اور عربی کے کہیں نے امام حسن صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر
 ہمارے خلاف ہجرت اور تین پیش کرتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام نے ان کو اپنی
 بیٹی ام کلثوم نکاح کر دی۔ آپ علیہ السلام نے بیٹے تھے میری بات میں کوئی بیٹا نہ
 کہا کیا تم اس کو قبول کرتے ہو کہ آپ نے ابن ابی اس سے نکاح کر دی جو لوگ کہتے
 ہیں کہ وہ بلا راست اور باریت پر نہیں ہیں۔ پھر آپ نے تمہیں سے ہاتھ کو دور ہونے
 پر بلا اور فرمایا کیا امیر المؤمنین میں اتنی قوت نہیں تھی کہ آپ ام کلثوم اور عمر بن ابی
 کے درمیان مائل نہ ہوتے؟ نکاح نہیں ہوا انہوں نے صورت پر لا دیکر حقیقت مائل تھی
 کہ ان کو (عمر و صادق رضی اللہ عنہما) نے حضرت امیر علیہ السلام سے ہر شے طلب کیا کہ آپ
 نے انکار فرمایا تو انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ
 مجھ سے بدلتے نہیں ہیں، گے قرین تم سے تو ہم اب سقاہت کا منصب ہمیں دیں گا تو حضرت
 عباس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انکار فرمایا تو انہوں نے
 انکار و زاری سے کام لیا۔ جب آپ نے اس شخص کے کلام کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ
 گواہ بنا کر شہادہ کیا اور کہہ دیا کہ اس نے کہا ہے کہ گناہ کا انکار آپ نے اپنی بڑائی
 سے ایک ہی بیوی سے نکاح کر لیا۔ ہمیں کلام مجھ پر بہت حق و حقاہت ہے ام کلثوم کی بڑائی
 میں داخلے کا حکم دیا اچھا بچہ وہ آپ کی صورت میں داخل گئی اور اس کی وجہ سے حضرت
 ام کلثوم رضی اللہ عنہا لوگوں کی نگاہوں سے رہا۔ اور ابھی چنانچہ آپ نے اس کو حضرت عمر

یہاں انقلاب دینی اٹھانے کے گھر بھی دیا اور وہ آپ کے قتل ہونے تک ایمان بھی لوہاں کے بعد اپنا وراثت کا حصہ لے کر نگران میں لگا تو آپ نے ام کشمیر یعنی خلیفہ کو غلام فرمایا۔

دل کا چور

چونکہ یہ امر واضح تھا کہ نئی دماغ میں باہم مراعات نہیں اور یہاں بھی وہی واقعہ تعلق کے باوجود یہ راز فاش نہ ہوا اور شک و تردید بھی پیدا نہ ہوا جیسا کہ ہم جانتے ہیں تھا تھا تو اس کا جواب حقیقت یہ ہے اس روایت میں یہ اعتنا نہ کر دیا،

فلمر تزلزل عند لا حقیقی و اسلوا ب بھا ایمرھا و قال صفائی الا سرفہ اہل بیت اسحق من بنی ہاشم شہداء الی انکسر لثاق فی قتل و غارتہ بنی ہاشم و بنی محمد بن علی بن محمد بن علی کے پاس بطور بھیجی رہی، حتیٰ کہ ایک دن شہر میں انقلاب دینی اٹھانے کو اس کے متعلق شک و تردید ہوا اور کہا کہ تمام لفظ زمین پر کوئی گمان نہ ہو تا شہر سے زیادہ جاؤ گھر نہیں ہے۔ پھر لوگوں پر اس امر کے عقیدہ کا ارادہ کیا، مگر قتل ہو گئے۔ (اردو راز و گشت الزیادہ ہوا اور نئی کو مسترد کیا)

خبر نہ اتمام

۱۔ اس خبر کے ازالہ کا خیال تو آگمراں روایات کے متعلق جواب کی نہ ہو بھیجی میں ہیں، ولایت بے غنولی کے تحت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خلاف کثرت کا اقرار ہے یا میں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس ام کشمیر سے علاوہ پیدا ہونے کا بھی فکر ہے اور ماں بیٹے کا اکٹھا وقات پانا بھی منقول ہے۔

۲۔ نیز یہ بھی خیال نہ آیا کہ اتنی دیکھ سے جہیز موت کو بلائے کی ضرورت کیوں پیش آئی، حیرت مندرہ میں جہیز نہیں جیتے تھے یا وہ آپ کا حکم تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھے۔
۳۔ نیز یہ بھی وہ دیکھا آئی کہ ایک طرف تو خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتنی قرواں برعبار اور تابع قرواں کہ ان کی خاطر عرصہ دراز تک غارتی ہو چھوڑا

کہتی تھی مگر دوسری جانب سے اس قدر سیلاب دلی کہ رہی یہودی یا اسلام قبول
 نہ کیا اور نہ امامت علی پر ایمان لائی۔

۴۔ پھر سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں ایسی کتاب و سنہ
 نصیحتی کی ضرورت نہیں ہے مگر کھانا، دوا، عمامہ جاتو نہیں اور حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ تو متعدد کو ہاتھ پائی نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کا مقصد نکاح و دوا تھا اور
 طبیعتی قدرت عظمیٰ نہ ہوتی کھانا و دوا میں مانا ہے اور طبیعت کی پہلی صورت
 کے ساتھ کھانا و دوا کو عام طور پر ہی حرام کے اور کتاب کا ذکر و ذکر کی آگاہی
 کی ضرورت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سے بھی اللہ پر ہو سکتی ہے،

۵۔ مگر ان مسائل اور عقائد کے بعد یہاں تاہیں من گھڑت اور انجیلی
 تصدیقات کے پرانے کی کوئی دلیل شرعی ہے۔ یہ بھی نہایت غور و انداز و تلاش نہیں جا
 لایا اس جرم سے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا سامنا ہو سکتا ہے ۱۵
 نہایت قہر و ست میں کہ دشمن اس کا آسمان کھول دیا

الطریق صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ اپنے سادہ دلی کہا فی اس کے گھڑی کہ کہیں
 ان حضرات کے ایسی تصدیقات کی خوشگوار ہی ثابت نہ ہو سکتے اور شیعہ مذہب کی یہ بات
 ہی داکٹر کر رہا ہے اور جھوٹ کے پاؤں پر مبنی نہیں اس لیے وہ حق منافق کی طرف
 توجہ نہیں دیتا اور ان کا سوا آپ کرنے کا مقصد ہی دھوکا دہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی
 جس کی سہاست اور کھڑی نگاہ نے قیصر و گزری بلکہ عالم کفر کو عاجز کر دیا ہے اس
 متحور و مغلوب کہ کہ کھانا تھا۔ ان کے پیروں اور پیروی میں علی رضی اللہ عنہ کی
 رضی اللہ عنہ سے اور انہیں خبریہ دہرے ہو سکتے ہیں کہ ان کی ہے ۱۵ اور ان صاحب باطنی
 سلیم اس کو یہ دیکھ سکتا ہے ۱۵

شیعہ کے لیے دوسری الجھن

اس روایت نے ایک اور الجھن پیدا کر دی کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ

تو پھر انہیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا حضرت ائمہ کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق فرمایا: اول فرج غضبنا و ہمیر و شرم و مت ہر گاہ کہ علیہا رضی اللہ عنہا پہنچے نہ ہو ہم سے غضب کر لیا گیا تو اس کے جہاں میں اکابر پر علیحدگی متعلق نہ ہو نہ دشمنی اور ایسی مبارک آگیاں کہ وہاں سے۔

غضب اللہ جزا تری سے کہہ: اقول وعلیٰ هذا الحدیث اول فرج غضبنا
محمول علی التفتیہ والاختلاف من عواما الشیعۃ کما لا یحفظ۔
راہ الزوار قضا فیہ جلد اول ص ۴۸۴

یعنی اس روایت کے پیش فقر غضب والی روایت تفسیر پر محمول ہے اور امام شیعہ سے اختلاف پر گواہ حقیقت میں تو رشتہ غضب نہیں کیا گیا تھا مگر زانی اس آیت اہل الکلم بھی کرتے رہے اور امام شیعہ کو یہ تاخیر دیتے رہے تاکہ غضب والی تاہر ہوئے پر دشمنی کا رد وافی کا اشارہ نہ بن جائے۔

۴۔ عا باقر مجلسی صاحب نے کہا سالار انہیں اس تعداد میں کو فدا کرتے ہو کہ
ای اختیار یا حکایت جتنی منافات نہاد ہے اس کا جتنے است حکوم کہ فرج
خواہ اس اصحاب غریض معلوم نہ اشته اند و معنی اس حدیث میں اس است کہ غضبنا و ہمیر
و طراز الذریب المنظری ص ۴۸۴، یعنی وہ روایات ہیں جن میں حضرت ائمہ کلثوم رضی اللہ عنہا
کے نکاح کا اشارہ ہے۔ وہ جن حدیث والی حکایت کے ساتھ منافات نہیں دیکھیں
کیونکہ وہ ایک ہی شہد حکایت ہے جس کا سر لے مضمون اصحاب اصحاب کے کسی پر
انہما نہیں کیا گیا لہذا غضب والی روایت کا مطلب یہ ہوا کہ ہم سے لظاہر ہو کہ رشتہ
غضب کیا گیا بلکہ ہم نے صرف ظاہر کیا ہے کہ وہ رشتہ غضب کیا گیا کیونکہ حقیقت
وہ جتنی تھی۔ نہ وہ اپنا رشتہ تھا اور نہ ہی غضب کیا گیا صرف داؤد کرتے رہے۔

حضرت ائمہ کلثوم کے حقہ تزویج کے قابل ٹھہرے کیوں؟

آپ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف غضب جتنی حدیث والی

سعادت میں داخل فرمایا اگر حضرت ائمہ کرام رضی اللہ عنہما کے نظارن سے اتفاق نہ پڑتی
اور بعضی میں فرق نظر اور سمجھت نہ کرتے تھیں تو کچھش اگر وہ اور دہ راست سے پہنچنا
پر اقرار نہ کیا۔ بعد ازاں وہاں سے ہزار فری اور علامہ مجلسی کے وہاں سے چہریت بھی
معلوم ہو چکی کہ علامہ تقی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہتے رہتے تھے کہ
میں تم سے غصب کیا گیا ہے اور امام شیعہ سے بھی یہ نازیہ شیعہ رہا اور صرف اہل انوار
اصحاب کو اس کا علم تھا۔ جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ شیعہ نہ ہو گئے، اصل
ائمہ کرام رضی اللہ عنہم ہی اور جنت میں اس سوچ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
کے گمراہ رہے۔ جب اس کی رخصتی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گمراہ رہنے
اور حضرت فاروق ائمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر علیؑ سے وہاں سے کہ
اچھے گھر بھی لاتے اور عام اہل اسلام پر یہ نازیہ منکشف بھی نہ ہوتے تو کیا یہ طریقہ
تقیہ اس کو پہنچائی ہو گا یہی کہ تو ایسی صورت میں عام اہل اسلام جھوٹے کچھ ہو گئے
اور اگر وہ کچھ پہنچنے تو کیا کہتے اور اس کا صحت کیا ہوتی؟ چنانچہ اس سبب علیؑ شیعہ
ہو جانے حالات میں یہ جنت دو پہلے پیش کرنے والوں کو خبر نہ ثابت کر سکے اور ان کے
مقابلہ ان کو کام کو پہنچا نہ ثابت کر سکے۔ ملاحظہ فرمائیے یہ ہے اسے کیا کچھ

جو بیحد صحت کو پہنچائی ہیں اور اس کو پہنچائی نظام کریا وہ چھ اور یہ ان کی
وہاں اور ان کے ملاحظہ کیا تھا کہ ان کی حدیث و احادیث کو پہنچائی نہ ہو گئے۔
ہر چہ یہاں کی کچھ چٹانیں بھی لکھا ہے

ملاحظہ فرمائیے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جس حدیث میں ابو جعفر تقیہ اور امام
شیعہ سے اختلاف کے لیے کہتے، اچھے تھے کہ حضرت ہم سے غصب کیا گیا تھا اس امر
میں مددگار فاروق ائمہ رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی اور نہ امیر عثمان رضی اللہ عنہ کی اور نہ جنت
کی اور تو یہ وہاں کا مددگار نہ تھا اور انہی پر وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور
کی عزت و حرمت نسبت حضرت فاروق ائمہ رضی اللہ عنہ کے زیادہ تھی کہ وہ غصب تھی
تو اس وقت اس نازیہ کو عام کرنے میں صرف کیا تھا اور اس تقیہ اور اختلاف کی صورت یہی کہ

حق کی فکر میری کسی شکل و صورت میں منتقل کر کے اس کی گنجائی بھی دلوائی جا سکتی تھی اور اخلاقیات کا حصہ بھی بطور شہادت پیش کیا جا سکتا تھا۔ اختلافی علم بھی انکسار کے بھی خواہشوں کا ہمیشہ کے لیے نا ملحقہ بند کیا جا سکتا تھا۔ مگر اے کیا کہنے! کتنا حق علم وحی اللہ منہ کے وصال اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال کے درمیان ایک سو پچیس سال کے قریب کا مصلحہ ہے، مگر اتنے مہر مجھ کے بعد بھی مل لا سکاں اس بنا کو کہ اور حق تو وحی کا انکار نہیں ہو سکا اور اچھا سنت سے ہی نہیں بلکہ علوم شیعہ سے بھی تغیر اور اختراع نہ ہو سکتی رہا تو یہ اعمال اسنت کی اس تہمت و دلیل کی صداقت میں شکوک و شبہات کی کیا گنجائی تھی؟ اور اس قریب و تاویل کے فساد بطلان میں کیا ریب و تردد ہو سکتا ہے جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

اعتراف حقیقت اور اقرار تزلزل

ان بیوقوفانہ حرکات اور سنگین غیروہنجاریات میں ظاہر و باہر ہی وہ تزلزل بظاہر دیکھ کر شیعہ علماء کو حقیقی اور اصلی ائمہ کثوم رضی اللہ عنہما کا حق تو وحی تسلیم کرنا ہی پڑا، اس لیے صاحب ناسخ التواریخ نے کہا،

یعنی از مردم کلیمی گویند کہ ائمہ کثوم بنیاد عمر و زینت بلکہ یکتی بنی یسویہ ائمہ کثوم پر آید و عمر و زینت گشت کلیمی سرور شیعہ را صاحب زینت و زینت کہ حل چندی صاحب کتب ہے در نزد ایشان خطبہ کون ائمہ کثوم بر دل از شریعت از حضرت عیسیٰ کو فتنہ اوراق امت باقی است بنیاد حضرت امام جعفر صادق روایت کرده اند کہ فرمود اول فرج غضب من ائمہ کثوم میں لازم ہیں لازم نیست یعنی یسویہ ائمہ کثوم مانگے (ناسخ التواریخ، جلد دوم ص ۳)

یعنی شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ائمہ کثوم رضی اللہ عنہما عمر و زینت رضی اللہ عنہ کے گھر بطور زعم نہیں گئی تھیں، بلکہ ایک بنی عدوت ان کی صورت میں منتقل ہو کر آپ

کے گھر گئی تھی اور وہی ہے جسے شریعتی تھی، لیکن شیعوں لوگوں کے لیے وہ جہنم کا دروازہ ہے
 کہ اس قسم کے مصائب و مآلات و خروج و کسب و ہوا مشقت کرنا یا کرنا ان کے
 نزدیک حضرت ائمہ معلوم یعنی ائمہ جناب کا متکونہ شرع و کلام و عقائد کے مضامین بیان ہے
 زیادہ عظیم و حاصل تو نہیں جس کا لغت و قیامت تک آتی ہے اور حضرت عباسی یعنی شیعوں
 سے ہی مروی ہے کہ ائمہ معلوم یعنی ائمہ جناب کا دستور ہے کہ غصہ کیا گیا ہے، لہذا ضروری
 نہیں کہ جی سخت حضرت ائمہ معلوم یعنی ائمہ جناب کی صورت و شکل میں خوش و خوش ہو کر آئے

شرم تم کو مگر نہیں آتی

صاحب دہلی نے ہذا غروی من اور شکل کشا اور تا غیب کیا جس کو حضرت ائمہ
 اہل ہادی علیہ السلام کی معافی ہے مگر کیا تھا اور وہ خاص دور میں کوہ و میرا علیہ
 اور شیخ مفید نے ذکر کیا تھا اس کو نہ کہ وہ انہیں سب علماء اسلاف کے پیکر اس قدر
 کو خدایہ از شریعت قرار دے دیا مگر سوال یہ ہے کہ اس غیر شرعی حق کا ذمہ داری پر کیا
 اور اس کا کیا دیکھ کے سر پر کیا آگیا حضرت امیر یعنی ائمہ مذکور ان کی انکار و انکار نہیں
 کی مخالفت کر چکے تھے اور نہ فاسق یعنی ائمہ مذکور کو یہ حق دیا گیا تھا کہ ان کے حق تھے،
 لیکن اس غیر شرعی متنازعہ کے لیے اور حضرت ائمہ معلوم یعنی ائمہ جناب کی عذر کی گئی
 کے تحت کے لیے اور حضرت عباس یعنی ائمہ مذکور کے خلاف حضرت اور حضرت ان کے خلاف
 کے لیے نہ ہو کر یہ کہ انہیں ظاہر کیا جاسکتا تھا آگیا اور انہیں کی عزت و حرمت حضرت
 اہل بیت سے بھی نہ دیا ہے۔

علامہ ازہری علیہ السلام ہادی صاحب دہلی صاحب دہلی نے اس قدر عقائد پر
 قیاس کیا کہ انہیں انہیں جو انہیں اس غصہ میں کوئی حق نہ تھا چاہے مالی بات ہے۔ تو
 وہ باقی علماء سے ہے کہ انہیں علماء کے نزدیک ملک و مملکت اور عزت و ناموس کے
 معاملات کیسے ہیں کہ اگر ملک و مملکت کیسے عزت و ناموس بھی ہے ملک و مملکت
 ملک و مملکت اور آزادی اور عزت و حرمت اور ناموس و حرمت مجبور قرار دینا چاہیے
 لغت برقی علیہ السلام

رسالہ تفسیر الامامیہ علیہ السلام علامہ محمد حسین صاحب

پیر صاحب آف سیال شریف نے اپنے رسالہ کے صفحہ پر علامہ کی حمد و ثناء کی ہے
 کے افسانہ کا تذکرہ کہ حضرت علی اور عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) کے باہمی فرطکار
 تعلقات ثابت کرنے کی سعی لاساصل کی ہے، لیکن پچھلے اس مفرض اعتقدتے تھے کہ
 فضیلت یا علی فارز رضی اللہ عنہما کے باہمی تعلقات کے غرضی گوارہ نے پرستش اور ست
 نہیں ہے۔

۱۔ اس سلسلہ کی چوتھی روایات موجود ہیں، جو تصدیق علیہ السلام کے متعلق کو قیاسی ہیں
 سے کوئی ایک روایت بخیر صحیح سلسلہ نہیں ہے، جس سے یہ بات واضح اور بیان ہو جاتی
 ہے کہ اس قسم کا کوئی عقیدہ نہیں ہے۔ بعض میں خواجہ غلیفہ کا طبع ناخدا افسانہ ہے۔
 علامہ پر، مرآۃ العقول۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر و رضی اللہ عنہما نے رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا دست طلب کیا، تو آپ نے
 فرمایا، (اللہ صلی علیہ وسلم) یعنی وہ چھوٹی ہیں اور ان کی درخواست روگردانی کی کہ ان
 صاحب عقل سلیم ایک لمحہ کے لیے ہاتھ نہ رکھتا ہے کہ اسی صغیرہ کا اسی شاندار ان کو
 کی شاندار ہے، ہرگز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہوا اس کے اطمینان سے ایک
 بچہ پیدا ہوتی ہوا وہ بھی جی تھی بگڑہیں کے بڑے بچے کی طرح ہوا، علامہ نے
 غلطی عمر کو دے دیا ہائے عجیبی و رشتے میں ان کا بیگانا ہونا ہوا

۳۔ تمام شیعی کتب معتبرہ اور کتب معتبرہ میں مذکور ہے کہ وہ صاحب ام کلثوم
 دختر صاحب امیر کا پیدا ہوا ہے، چنانچہ داربھائی مولیٰ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

۴۔ یہ غیر اسلام کی وقایع حضرت آیات کے بعد حضرت علی اور حضرت
 بتول رضی اللہ عنہما کو ان خصوصیات علم و استعداد کا نشانہ بنایا گیا اور ان مصائب و آلام
 کے احوال میں عمری خطاب پیش پیش تھے، علی کہ ان مصائب و آفات کی سب

دلدار کو ناقولیت و محنت و فدا کی خبر کے کچھ پر کیا فرستے وہی بعد ازاں حال فرما لیں، ہذا کیجے
 ممکن ہے کہ اسی زمرہ میں سے حضرت علی کی نسبت اچانک کاوش و محنت علی، یعنی حضرت
 عمر بن الخطاب کو دیں؟

۵۔ اگر جناب عمر بن الخطاب کا رشتہ کسی نام کثرت سے تھا تو وہ نام کثرت
 یقیناً علی و زول (یعنی اللہ عزوجل) کی نسبت ہو کر نہیں جھی، بلکہ حضرت ابو بکر رضی عنہ
 بنت عیسیٰ کے اہلین سے عیسیٰ احمد و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زمین تھیں، لہذا یہاں
 یہی کہلائے، اور جو عمر بن عمر رضی اللہ عنہما میں فرق حکم کے ہے، منہ اللہ اللہ اللہ ہو گئے۔
 حال شدہ اصولی روایت تصدیق کے خلاف ہے، اس لیے کہیں روایت میں
 ام کثرت کے نام کے ساتھ قرین ہو سکتا، لہذا قطعاً مذکور نہیں۔

۶۔ پر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اقرب قرین و قرینات ان کتابت کا واسطہ
 ایسا داری ہے کہ ذکر شدہ داری ہے۔

۷۔ پر صاحب کو فروغ کافی کی روایت میں مذکور نقطہ قرین ہے، مگر حق کا
 تو پر صاحب کی کتاب اخذ ہے، اس کو اگر فتح رہے، پڑھ لیتے تو ان کا سدا تختہ
 شفا بہانہ انداز سکون رہے، پڑھ لیتے ہی اصل ہے، تو یہ نقطہ مذکور و دیگر قرینوں
 میں وارد ہے، لہذا جو قرین ہم پر لگا ہے، وہ پہلو خداوند کی ذات پر لگائی۔

تحقیق حسیبیتہ

از الامام شریف سہادی

جواب الاول، علامہ حکم صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے
 مرتضیٰ ہونے پر قرین کردہ روایات کا یہ جواب دیا کہ اس خبر کی کوئی روایت صحیح
 نہیں ہے، خواہ کتب حسیبیت کے یہ کتب حسیبیت میں علامہ ایک فاسد ہے، جس کو
 جس قول کا حلیف نے اعتراض کیا ہے، لیکن اس جواب میں چند امور غلط ہیں،

۱۔ علامہ برصورت کو یہاں اپنی اسقیت کی کتابوں کے نام لینے کا کوئی حق نہیں
 تھا، ان کی صحت کے بارے میں وہ خود ہی ان کو صاحب کو صرف اپنا داری صاف کر

پہلے ہی تھا، لیکن انہیں نے غصے پر غصے کر کے ان رسالات کا جواب دیا جو ستر چالیس سال
نے ان کے فرائض میں کس سے مخصوص کی گئی، رعایت کیج نہیں ہے اور کوئی حال اور وحدت
اس شخص میں ان کے نہیں کی، مسئلہ طویل نزاع اور مشابہ شکوک میں اس قسم کے دعویٰ کا
قطعاً اعتبار نہیں دیتے، لیکن اس قسم کے کلمہ کلمہ جو ہے کہ مامور میں اس قسم کے دعویٰ کو
جانتا ہے، بلکہ اس کے صفات میں ہم نے شیعی کتب معتبرہ سے اور سند و سند کے حوالہ سے
اسے اس قدر نکاح کر دیا، تاہم جو ان کے ہوا ہے۔

۱۔ خداوند تعالیٰ کی کتاب مرقۃ العقیق کے نام کا حوالہ دے کر اور اس کی حدیث کر
کہ بغیر اس فرقہ سے کسی کو حق سمجھنے کی سبب قرار دیتی ہے، لیکن اس میں اور ایسی
جہات رسولی میں، شیعہ کے علم کے بارے میں ان کے تصریح کی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
حضرت علیہ السلام کے بعد مدینہ سے دوسرا جزیرہ آئے ان کے تصریح کی ہے، "مگر وہ سب لوگوں کی
روحانی برادری اس کی بدایا، معتبر ہوا کہ اس قسم کے تحقیق کے قائل نہیں ہیں، تو اس کی تحقیق
اس مسئلہ میں کہیں واجب، آخر بات ہو گئی، یہ صرف ہمیشہ ہمیشہ پرپ اور کروا اور الیٰی
ہے، اور اس سے پہلے کہ اس کے حوالہ تحقیق میں کوئی شکوک نہ ہے۔

۲۔ اہل سنت تو یہ ہیں خواہ وہ شیعہ یا دیگر ہی خواہ وہ خلفاء اشوری اور مسیحیوں کا
اہل بیت عظام کے بھی یہی خواہ ہیں، اور انہیں اس پر ضرورتاً یہی کہیے کہ غیب کی گنجینہ
اسی صاحب کرام کے ساتھ بعض اوقات بعض شخصیں اور کچھ ذی الخویجہ ہیں، لہذا انہیں ان کی
میں یہ افسانے کہیں اور کچھ غلط فہم ہو گئے اور جنہوں نے انہیں ذکر کیا اور علماء مومنین میں
نہیں، اور تحقیق و تدقیق سے انہیں بھی کوئی تعلق ہے، انہیں اس کی کیا گائی، استنباط
شہید مباحکام شیعہ کی صحاح اربعہ میں داخل نہیں ہیں، کیلک کے کلمہ والے ان کی
ہیں یا شیعہ کے اخبار جلد نہیں؟

۳۔ اگر یہ رسالات میں کوئی کلمہ یا طویل مدتی میں کیا گیا ہے، صحیح نہیں، یہی ان کا
مسئلہ کا اثبات کہ اگر ممکن ہو گا، اس پر دوسری دلیل کا اس قائل کی گئی ہے، اور اس کا
اگر صحاح اربعہ میں اس کے رسالات حدیث نہیں ہیں، یہی ہے غرض اربعہ میں ان کے نہیں ہیں

ظہر۔ اگر فرض جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حق میں نکاح کا سوال ملنے لگا تو سب رشتے اور حبشیہ سمجھیں آئیں اور دعا بہ الشہیر میں ٹھہری، لیکن عیالات اور ملک وغیرہ کا سوال نہ تھا۔ اس کے ان کی تعلقات اور دولت داروں نظروں سے غور نہ کیا۔ یہاں پہنچا ہوا تھا، تاہم سر بکریاں چڑھ کر کہا کہ: ————— مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ سبھی رشتے اس حق میں مانع ہو سکتے ہیں؟

۲۔ نیز کیا امر کا تفاوت نکاح کے جائز ہونے میں مانع ہے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوئی تھی تو اس وقت حضرت عائشہ صلی اللہ عنہا کی عمر تھی تین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تھی تین تھیں۔ اگر وہاں یہ چھ گھنٹہ زیادہ ہونے کے باوجود اختلافی تعلقات نہ تھے تو یہاں کی عمر دس سے نہیں ہو سکتی۔ تاہم اگر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا قولہ میں میری سے قبل تسلیم کرنا ضروری ہے تاہم کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت تک ان کے شیعہ حضرت خاتونِ انوار رضی اللہ عنہا کے اعلیٰ قدس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ اور بقول اہل حکوم صاحب جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا رشتہ طلب کیا تو اس وقت ان کی عمر ساڑھے سال تھی تو اس طرح حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اس وقت کم نہ کہ گیارہ سال ضرور ہوگی جس کا تناسب خاصاً ہی اہل علم رضی اللہ عنہ کی عمر سے اس سے ہو کہ جب کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واندانہ سارا وہاں تک کہ عمر شریف میں تھا، لہذا اس کو ان کے عقل و دماغ سے روکنا اپنی چاہی اور روایت سے گمراہی کو ثابت کرنا ہے۔

۳۔ نیز حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رشتہ طلب کیا اس وقت آپ کی عمر ساڑھے سال تھی تاہم اگر آپ کا رشتہ نکاح سرورِ بحری کو حضرت ام کلثوم کے ساتھ ہوتا تھا اور ام کلثوم کے لیے خاتونِ اہل علم رضی اللہ عنہا کی وفات کی صورت میں دوسری بیکر نکاح کرنا جائز بھی تھا، جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ جائز بھی ضرور نہیں تھا، لہذا ان کا الی اللہ تعالیٰ، ولا ین تنکحوا انداءہ من بعدہ۔

اہل بیتؑ۔ لہذا عقل یا شرعی لحاظ سے کوئی وجہ اس نکاح کے ناجائز نہ رہے گی اور انھیں عقلاً

۲۔ بحوالہ مشکوٰۃ شریف حضرت امیرؑ یعنی ائمہؑ کے صلیب پر نہ لائے گئے ہوں گے

گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قہرمانی نسبت بہت چھوٹی ہے، ذکر یہ بھی آپ علیؑ

جنہیں ہم شیخ سمجھ کر ڈھکو صاحب نے سمجھا اعلیٰ کا نامی صلیب پر شہرہ دہی کی شانہ

بٹائے ہوئے حضرت علیؑ یعنی ائمہؑ سے پہلے کی طرح عرضداشت ان حضرات کی طرف

سے مزینہ نمونہ ہیں کی گئی تھی اور یہ وقت وصال آپؑ کی عمر باک انھما میں حال تھی

اور صرف یہ نام تک وصال پر ہی کے بعد اختیار حیات میں اور قدیم ہی میں حضرت

علیؑ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شانہ بھی پہنچا تھا اس طرح صلیب پر نہ لائے کا مطلب

ناہل اندہ ہر نام کی طرح چمکتا ہے، بلکہ حقیقت یہ حال یہ تھی کہ حضرت علیؑ شانہ والی صلیب

حضرت امامؑ اور امیرؑ رضی اللہ عنہما کا رشتہ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو پہنچا تھا۔

ان حضرات نے بھی آپؑ کی مرضی معلوم کر لی تھی۔ اس لیے انہوں نے آپؑ کو بطور کم

مال تعداد کی پیشکش کی کہ بارگاہ رسالتؐ آپؑ علیؑ صلیب پر نہیں لایا اور شانہ

کے لیے عرض کرنے پر مجبور کیا، تو آپؑ انہیں کے مقصد پر حاضر و ناظر ہوتے اور اس

مسلمات سے بھرپور ہو گئے اور اس کی تائید ان رسالات سے ہوتی ہے، میں یہاں

حضرات کے عرض کرنے پر آپؑ کا جواب اس طرح مقتوی ہے کہ ابھی اللہ تعالیٰ

کی قضیہ اور حکم نازل ہی نہیں ہوا۔ اضرعی اس رسالت کا برگزیدہ گزشتہ شخصوں کا اندازہ

عقل یا شرعی ہندو اہل عقلی ہاں تو نہیں تھا۔ لیکن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر

معلوم کرنے کے بعد اولیٰ کی گئی تھی اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے ساتھ

برادر اور والد کی وجہ سے بے تعلقی تھی لہذا اس اعزاز کے حصول پر بیعت و اذیت

اور یہی کسی کا اظہار کیا اور آپؑ نے بھی حضرت فاطمہؑ کی حکم دینا شانہ والی صلیب پر

مشرک طریقہ۔ ذالک بفضل حق پر اختیار میں تھا۔

جواب (الثالث) علامہ ڈھکو صاحب فرماتے ہیں کہ تمام کتب صحیحہ

میں ہے کہ یہی عقد حضرت امؑ رضی اللہ عنہما کا صورت عمری پر مبنی تھا لہذا یہاں سے ہر

۱۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کونسی معصیت کرتی ہیں اور نہ ہی علماء و صوفیہ ان کا نام لے کر لے کر رحمت گوارا کی ہے، سب حالت مقام نزاع میں صوفی دہلوی پر لکھتا کہ وہ بے خود قطعاً قابل التفات نہیں، جب ان کی اصلاح اور اصلاح کے نزدیک معصیت نہیں تو وہ سب کچھ معصیت و گنہگار؟

۲۔ اگر اس پر کیا دلیل ہے کہ اسی فریق معصیت کرتا ہے اور حق تعالیٰ کے الفاظ سے مراد اولیٰ حق تعالیٰ ہے، انکیت اضافی کی طرح مراد نہیں ہو سکتی، بلکہ قطعاً اول کا اس میں ہے، استعمال میں معروف و مشہور ہے، لہذا اول حق تعالیٰ وہ نکاح جو ہرگز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا، وہ اول انسانی وہ ہرگز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا، بشرطیکہ وہ ثابت ہو، یہی ہوتا ہے۔

۳۔ اے حکو صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کا پہلا عقد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا، بلکہ کافی القضاۃ فی اثبات شریعتی صاحب "ہامس المؤمنین" میں تصریح کرتے ہیں کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا اور ان کے وصال کے بعد پہلا نکاح حضرت محمد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا، لکھتے ہیں،

محمدی: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انکیت مصداق امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے مشرف گشت ام کلثوم یا کہ باعد نکاح است از عہد سنے اگر وہ وصال عمر یونہی نہ ہو تو نکاح محمد یعنی عمر رضی اللہ عنہما کے بعد ہوتا، وصال کے بعد محمد رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہوتا، ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہوتا، امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے شروع ہونے کے بعد سے مشرف ہوئے ہو کہ قبیل ازلی، باوجود نکاح نہ ہونے کے بعض اکابر و اصحاب کی رو سے عمر رضی اللہ عنہما کے بعد نکاح میں تھیں، ہامس المؤمنین جلد اول، صفحہ ۱۸۱، وائے فرماتے ہیں کہ اول جنتی وہ عقد نکاح ہے جو حضرت خاتونِ اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا اور اس کے بعد اول عقد محمدی ہو جاتا ہے، سمجھ کہ قاضی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا، یہی دیکھو نے دہلوی کیا، اس لیے اسی جواب سے حضرت عمر اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے عقد کی نفی نہیں ہو سکتی اور نہ اس کا نکاح کی گئی

صحابہ کرام کے ہاں اور حضرت عمر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے ہاں کے انصوص
برامداد اعداد و ستاد تعلقات ایک مکمل حقیقت قرار پاتے ہیں اس حد کا سرا اور حقیقت
ہونا اور غلطی و تعدی کا سرا سرا فسادات و فتنوں پر ثابت ہو گیا۔

۴۔ نیز علامہ برصوف نے فرمایا کہ ان میں اصحاب و قراب کی کتاب نہ لکھ کر حضرت
زہرا رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں، یہ کسی قسم سے عقل اور کفر کی منشا ہو چکا کہ کونسی عورت
صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا صدور تو آپ کے لیے ہوا اور ثابت نہ ہوا، صرف خدا کے
دعویٰ کے نہ ملنے کے باوجود اس میں شکست و خیر و غے جس اور عقول و عقائد کے درجہ
ان کے حاصل نہ ہونے کا اثر اس قدر ناقابلِ مہارت ہو گیا کہ اسی وجہ سے آپ کا وصال
ہو گیا، حالانکہ خدا کے بھی دشمنی و صراط اور مخالفت بقول شیعہ منسوب ہوئی وہ بھی نبی
مصدق شہداء و عارین اس کا اتقن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ سے تھا
تاکہ آپ سے لیکن اس فانی دنیا کے دائرہ سے نکل جانے پر آپ اس جہاں سے بھی جڑ
ہرگز و سر سے جہاں کو سڑ کر جائیں گے۔ تاہم سر سبز و بارش کا کیا کہنے

جی کہ غلاموں کے غلام تخت و تاج چھوڑ کر اور آئی وہ ڈکڑ کے غلام
میں بیچ کر اٹھا کر گئے ہیں سروریت و عظمت کو مساویہ و ایک گھسی جیسے کہ حضرت
ابو بکر علیہ السلام رضی اللہ عنہ نے آپ کے تخت چھوڑ کر سب سے امام مسی و رضی اللہ عنہ
عظیم عظمت کر چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اتفاق پیدا کرنے کی سعی فرمائی اور نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی شیعہ شجرہ کو ہمارے دکھائیں، اے ابی ہذا اسیدہ علی اللہ
ان یصلح بک مدین فتنین من المسلمین عظمیٰ مستین ان کی انجیلی
اس قدر محدود مال اور حدود و حکومت کا تخت سے نکل چلنے پر اس قدر افسوسناک ہو جائیں
کہ آپ کی موت واقع ہو جانے سے اعلیٰ بری حقیقت باور

بوصحیہ سارہ انجیل صحابہ کرام و تنہا ہی نبی ہی پانچا الی بیت کرام کی اس حد
عید و فانی اللہ فی اہل بیت کرام کے ساتھ کہ اس اہل بیت اور نبوت اور خلاصہ و
ہمدی کا اظہار ہے؟ جی کہ ایمان کو کوئی کی حکومت و عظمت میں کی جاتے مگر

اور حضور مسکنت کو ترجیح دی اور اسے اختیار فرمایا۔ اسی کے متعلق میں نے یہاں پہلے
والی جملہ احادیث کے الفاظِ علم اور اجماع کو مرقا کی کتاب میں داخل کر دیا کیونکہ ان کا کوئی
امکان ہی نہ ہو سکتا ہے۔ اور پھر داخل اور قبول کے معنی یہ ہی خود کرنا ہے۔ وہ اسی الفاظ کا
معنی دوسری آیت میں ہے۔ یعنی اور دنیا سے بے تعلقی کی وجہ سے جو شخص دینی مہلت سے
محبت اور عرص اور یہ القاب و اسرار بھی کرے تو ہو سکتا ہے؟

۲۔ یزید مرثیہ کو صاحب کا اس مقدمہ نکاح کو اس دلیل و ثبوت سے مدد کرنے
کی حاجت ہے، جبکہ شیعیان نے نہایت ہی صاف کے مطابق اس مقدمہ نکاح کو بھی تسلیم و
استقبال کیا ہے اور اس پر دلائل بھی منسوب شدہ ہیں، ہر قیاس کرنا تو قریب از حد ہے کہ
کی حاجت کا کیا قبول ہے، ہر اچھی تمام مقدمہ وہ بھی کہ نہیں ہے، متعدد ائمہ علم و اہل بیت کے
انکار پر مبنی ہے، باوجود میں شیعوں کی حاجت ہے، لیکن وہ اہل بیت کی صحت اور مدعی تسلیم کرنے
پر مبنی ہے۔ اگرچہ مرثیہ کو صاحب کا یہ جواب دوسرے حکم اور سید ندوی کے بعد
اپنے میں۔ کہ وہ اگر ان کو تسلیم کرے گا کہ ضروری ہے اور جہد و جدوجہد ہے۔

جواب الخافض، اطلاع کو صاحب فرماتے ہیں جس ائمہ کثرت نامی
حضرت کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا اور حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ
کی بیٹی عقیقہ نامی، ساری بہت عیسوی رضی اللہ عنہا کے اہل بیت سے پیدا ہوئی تھیں اور وہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں اور ان کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ
پر بیٹی کی بیٹی تھیں، انہی نکاحی حضرت و اس کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح
کر لیا تھا۔ لیکن یہ جواب بھی بوجہ غلط اور بیجا ہے۔

۱۔ علامہ حضرت کو شمالی ذریعہ حضرت ائمہ کثرت نامی حضرت علی رضی اللہ عنہ
کا قول ہے کہ میری قبل تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اگر وہ علمائے شیعہ اس پر متفق ہیں کہ
نہرہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ائمہ میں حضرت عیسیٰ اس وقت موجود تھے، جب کہ علم
عسی اللہ علیہ و علم کا حال ہوا تھا، جبکہ ائمہ کثرت نامی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہا کی ولادت
تیرہ ہجری میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہوئی تھا، غرضی حضرت

جو آٹھ کھٹوم چار پانچ سال کم از کم بڑی ہیں، سب ان کا نکاح ساٹھ سو پندرہ سے عمر
 (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اندرون کے دیانت جانوں میں تھا تو اسی سے کم، ان کے چار پانچ
 سال چھوٹی ام کھٹوم کا نکاح اس ہٹ سے شخص کے ساتھ کیونکر ہا کر سہا گیا ؟
 ڈھکڑو اس سے جواب دیتے وقت آپ کی دیانت کہ ہر گز جو نہت علی رضی اللہ عنہا
 کے نکاح کو محال اور ناممکن بنا رہی تھی، اقلیس منکر بر اجل رہا۔
 ۲۔ اگر حضرت علی کی محروم کھٹوم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں
 تو شیعوں کو یہ تاویلات و تفسیرات گھڑنے کی کیا ضرورت تھی کہ ام کھٹوم نہت علی حضرت
 عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے گھر نہیں گئی تھیں بلکہ ان کی ہم شکل سمیت مدینہ منورہ گئی
 تھی۔ حضرت امیر علیہ السلام نے حسن ظاہری اسلام کی وجہ سے ان کو یہ رشتہ دے
 دیا تھا، اگرچہ حقیقت میں ان کو نہیں نہیں سمجھتے تھے۔ اگر خلافت سیما ام حبیب آپ
 سے منصب ہو گیا اور آپ بچپن سے خوش رہے تو اس رشتہ کے منصب پر عافیت کو کسی
 شخص کی بات ہے، دھرو و دیرو۔ لہذا مدینہ رضی کی طرح ظاہر ہو گا کہ ام کھٹوم نہت
 علی ہی تھیں، نہ کہ نہتہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

۳۔ اگر وہ آٹھ کھٹوم نہت صدیق رضی اللہ عنہ تھیں، تو یہاں اسٹیک کے جواب
 میں سیدہ رضی اور ابو جعفر طوسی جیسے شیعہ فقہاء و محدثین کو راجح کتاب کہاتے دکھائی
 دیتے ہیں اور قرآن و سنت کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو دلیل بناتے جرتے
 کفار کے ساتھ نکاح کر کے، یا تو قرار دیتے جرتے دکھائی دیتے ہیں۔ سیدہ میں نہت تھی
 کہ جیسا اُس کا باپ اور سہیلی اُس کا ملاوڑا، لہذا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ
 کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا؟

۴۔ علامہ ڈھکڑو صاحب فرماتے ہیں بعض خود شیعی مخالف کا شکار ہو گئے کہ ام کھٹوم
 نہت ابو بکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں تربیت پانے کی وجہ سے نہت علی کہلا گیا
 مگر سراسر دھوکا بازی اور فریب کاری ہے۔ کیا محمد بن یعقوب کہیں صاحب علی بنی
 تھا اور ابو جعفر طوسی صاحب بھی نہ تھا؟ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ میں نہیں

معاذ اللہ! لشکارہ نے دوائے قرظ میں شامل ہیں جنہوں نے اس رشتہ کے منصب کے بدلے لا تقویٰ شیعہ اقرار فرمایا ہے۔

از روئے وراثت ثروایت ام کلثوم بنت علی کے نکاح کا اثر

اگرچہ صاحب آپ قرآن و آزی اور مکاری سے کام لیں، اپنی کتب حدیث میں سے اصلاح کو چھوڑ کر دوسری طرف کیوں مہا گئے ہوں، جبکہ کافی تہذیب و تمدن کے مسلم ہے اور تہذیب و عقیدت کلینی کا دعویٰ ہے کہ اس پر قرآن و حدیث کے سب سے امام عابد تہذیب و عقیدت کے ذریعہ، ہذا الکافی للشیعۃ، اعترفت انہ سید الایمان و ولایت، یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ حضرت علیؑ کی مکتوم حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی بی بی کویت، اعتراف فرما کر جنس کے ایک نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اگر ذہنیت اور کبھی حضرت عثمانؓ تو یہی لہا کہ اس میں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ داری میں بی بی کویت کی بی بی کو طلاق اللہ بی بی طلعہ میں مشکوٰۃ پر مذکور و منقول ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسولی مقصود علیؑ رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہے تہذیب و عقیدت، کل حسب و حسب و یطیع و یطیع القیامۃ الا انہی و یطیع و یطیع۔ یعنی قیامت کے دن تمام نہیں اور نہیں رہتے مستقل ہو جائیں گے سوائے میرے میں اور شیعیان کے۔ اور میری اعلیٰ میں تو پہلے سے شامل ہوں، لہذا جب علیؑ رضی اللہ عنہ کی لکھ شریک کیے تاکہ قیامت کے دن لکھا جائے کہ وہ اپنے سب سے شریک لہا کہ سے قیامت کو پہنچی تھی تو بھی آپ کے ہی رشتہ میں لکھا جائے ام کلثوم بنت علیؑ رضی اللہ عنہ کا تمام دن ماحول پر ہوا ہے اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے اس رشتہ کے ماحول پر ہونے کے بعد خلافت پر جو تصویق میں لگ جائے اور کسی کو تصدیق اور ان کا مرقہ ہی ذیل ہو سکے۔ نیز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی کبیہ لکھ لکھنا اسکی طریقہ کے احسانے بھی اس صورت میں قائم ہو کر رہ جائے تھے، لہذا انہوں نے ولایت اور حمایت و قیاس یہ رشتہ یقیناً ام کلثوم بنت حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی لکھ لکھنا ہے کہ ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ لکھ لکھنا کا۔

نکاح درست نہیں ہے جیسا کہ ان کی اصطلاح میں اس کی تصریح موجود ہے تو کیا غصب
 طلاق اور غصب ایک بلکہ اتفاق اور اختلاف کو شراب متنی ایکیت بھی نہیں بیعت تھا
 کو شراب کے ساتھ نکاح تو عام ہو گا غصب طلاق و فک اور منافق و مرتکب کے ساتھ
 منکحت اور پشت داری جائز ہے۔ باوجود اس منافقت اور اختلاف کا قطعی حکم ہے نے
 کے۔ ماحشا ہم اللہ تعالیٰ میں ڈالک۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صورت عمل موقعی تھا اور
 ان کو صرف غصب ہوس ہی نہیں کہتے تھے، بلکہ اس وقت سے افضل قرین اور پختہ گالی
 دیکھا اعمالائے وان شخصیت تسلیم کرتے تھے۔ کی سبب۔

جواب المسالیح، حکمرانوں کو صاحب لہر کرتے ہیں، پر صاحب کو
 فروع کافی میں منقول لفظ فرج پر بیعت غصب آتا ہے، لیکن یہ ان کی کتاب واذی ہے
 اس کا معنی کثافتی اور فراخی ہے اور اس کو ماہ کی لہر کے ساتھ پڑھا ہونا چاہیے۔
 مگر اس میں بھی غصب صاحب نے محض میرا پیری سے کام لیا ہے۔

۱۔ سبحان اللہ العظیم، صاحب مغازی ہے، باب خودی ام کلثوم تو اس میں لکھا کہ
 فرج کا معنی کثافت و کثافت ہے اور سکون راہ کی کیا ہے فرج ماہ کے ساتھ پڑھتے لاکھا
 کیلچہ کیونکہ آپ اس وقت کے کثافتی اور بے غلط و غلط تھے اور ماہ و کراہ کے ساتھ اس
 کے وقوع پذیر ہونے کو بیان کرنا چاہتے تھے، دوسری کسی فراخی میں اور کثافت میں فرق
 کے چھین جانے کا ذکر وہی بے عمل اور نامناسب تھا۔

۲۔ نیز طلاق اور فک و فرج بقول شیخ پہلے غصب ہو چکے تھے اور اس غم اور
 رنج و الم کی وجہ سے بقول ڈاکٹر صاحب حضرت سیدہ زہرا علیہا السلام و غرض غصب اس میں
 کہ کسی اطلاع قرار کی نہیں ہے، غصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ متواتر ہے میں میں
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کو بعد ساتویں سال، طے ہوا تو ان کے صاحب
 کہنا کہ پہلی فراخی اور کثافت تھی جو ہم سے غصب کر لی، ساتویں شیخ غصب پر لاکھا
 کے مترادف ہے، اگر لکھا اس طرح غصب، بخل و فک کا وہی بھی لفظ ہو گیا اور
 حضرت زہرا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لاکھا تمام اور جبر و استبداد کے نفاذ کی وجہ سے

آپ کو پہنچا کر۔

اے تعالیٰ! انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں اپنی شانِ الوہیت و صِدق کے تحت اگر ایسے کمالات استحقاق فرما دے جو اُس کی شانِ بے نیازی کے لائق ہوں تو ہمارے لیے ان کو مستحق قرار دینا لینے کی کوئی وجہ نہیں رہ سکتی۔ ایک ہمارا اعتقاد و سرِ ہمارے نبی و رسول ہم پر مددِ حق کی تعظیم و تکریم فرمیں ہے، لہذا ہمیں اپنے حدود میں مددِ خاطر استحقاق کرنا لازم ہے۔ الغرض اول فرج غصیباً لا کامر غصیباً۔ فرج مددِ حق کے لحاظ سے صحت ہے اور امتحانِ قابلِ اعتراض اور امتحانِ برداشت، لیکن اہل ایمان ۱۰ علیہم السلام اور اہل نبیاء کے لیے اور لوگ مرتبہ کی مددِ حق کی آرزو ہے اور گستاخی کرنے پر تلے ہوئے ہوں، لیکن اور صادر کئے جیسے ہوں، ان کے لیے ایسے ٹکڑوں میں کیا خرابی اور قہر اور اسادت و سلطنت اور حکومت ہے؟ لیکن انہیں تو شامانی اور فریت بھی اس وقت حاصل ہوئی تھی، جب اس طرح کے مددِ الخفا استحقاق کرتے ہوں گے۔

علامہ مجلسی کا مذہب اور دھوکہ صاحب کا کذب

علامہ دھوکہ صاحب نے ان روایات کو مخرج اور من گھڑت کہہ دیا جس سے حضرت ام کلثوم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا حق تو کجا نسبت امتیاز اور اولیاء مجلسی صاحب کا حق و یا نہ ہر اسی مجلسی صاحب کے حوالے سے دھوکہ صاحب کے اس دھوکے کی ضرورت اور ابطال ثابت کیے دیتے ہیں اور اس حدیث کے فروغ کا یہ وہ چال کرتے ہیں۔ صاحبِ طراز اللہ بہہ الشیخ میرزا عباس قلی خان سپہ سالارِ اسلامی بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں،

«مجلسی در کہا سالار لعل از نگارش ہفتہ اخباری نویسد کہ از نزد ائمانی عبد اللہ مرویست کہ در باب ترویج ام کلثوم فرمود ان لا کفر فی قلبنا و در ایضاً فرمود اول فرج غصیباً ام کلثوم را، شیخ مفید در جواب مسألی مقرر

کے بالقیہ و کفکافی کے یہ عقد مشکل . معلوم ہوتا ہے ۔

اور یہ عرض مفید نے اصل واقعہ کا ہی انکار کر دیا ہے کہ اس امر کو بیا کیلئے کے لیے چکاہلی بیت کے طرز و طریق اور دوش و کفار کے پیش نظر ہے۔ جب وہ اس تمام روایات کے وارد ہونے کے بعد شیخ مفید کا اس مناقب اور عقیدہ ترویج کا انکار کرنا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کتب وایت میں حضرت امام ابو عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہ سے ہی مروی و متقول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور انہیں اپنے گھر لے گئے اور یہ روایت عقیدہ ترویج کے وقوع و تحقق پر بھی مراعیت و مراعات کے ساتھ تلاوت کر رہی ہے (لہذا اصل واقعہ کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے کوئی حق تاویل و تفسیر مندرج ہے)۔

تو اس عقیدہ ترویج کے متعلق اصل جواب یہ ہے کہ عقیدہ ترویجی تفسیر و مضمطارہ کی وجہ سے روایا ہر اور اس امر کو عجیب سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ ضرورت اور محمودی کے تحت ہیبت میں حرام چیز میں صرف حلال ہیں نہیں بلکہ واجب ہو جاتا ہے کہ تینا وصال صاحب ہے کہ صحیح اخبار و روایات کے قدامت ثابت ہو چکا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد حضرت امیر المومنین کو ان تمام نظام اور حدود و قیود کی خبر دی جا چکی تھی جو ان کو پیش آنے والے تھے اور جو کہ اس عدنان انبی و صاحب الامم خاصہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ امور ان کے لئے بیان کر دیئے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وضاحت و مراعیت کو ہی حتمی . لہذا اس جواب سے یہ مستحکم و مدبر ہو گیا کہ اس کی قلب مامول ہو گئی ۔

اس امر کی اقتباس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ علامہ علیہ اس متحکم و مستحکم و متفق تسلیم کرتا ہے بلکہ اس نے اس عقد کے مطرہ کا رنگ روایات پیش کر کے کرکے لہذا اس کا حال دیکھ کر متحکم صاحب کا انہی غلو کی حملہ روایات کو انصاف اور بے بنیاد کہنا مفید محسوس ہے اور بدترجی علی ضمانت اور اگر الغرض یہاں لانا میں اس عقد کا

اشارات اور مشکوکی بہت نگرہاؤں اور عقول میں اس کے چرخوں سے تو یہ لکھنا خود ہی تعقل
کے شکار شخص کو بخیر مستحق میں شمار کرنے کا کیا حجاز ہے اور اس کے قول کو صحیح
اور ہمکے علامات پر اس پر حضرت صادق سے منقول ہیں اور اسی میں جملہ صلی کی تصدیق
اعظم غائب مجازاً اللہ المستور کی طرف سے بھی ہو چکی ہے اسی کے مطابق کیا بہت ثبات
دی جا سکتی ہے ؟

تلبیس ہی تلبیس

اے حکمران اپنے حضور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حضور کھانچ کے حلقوں کوئی طعنات کرنے
کی بجائے فریب کاری اور دھوکہ دہی کے رکھنا ٹھکانہ ہے اور سر اس تلبیس کے
کام لیا ہے، چنانچہ نے ملاحظہ ہوں۔

تلبیس اول : جس ام کلثوم کا نکاح حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے ہوا
وہ اس پر بنتو تلبیس رضی اللہ عنہا کے بعض سے پیدا ہونے والی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
کی بیٹی تھیں اور بطور حجاز اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی کہہ دیا گیا کہ یہ حضرت
اسلمہ کے ساتھ نکاح کر لینے کے بعد وہ آپ کے ہاں خیریت پائی رہی تھیں بلکہ
حقیقتہً سال : یہ کہ حضرت اسلمہ سے ام کلثوم نام کی کوئی لڑکی حضرت ابو بکر
صورتی رضی اللہ عنہ کی پیدا ہوئی تھیں اور وہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
ہاں خیریت پائی، لہذا اس لڑکی کوئی دھوکہ اور نہیں ہو سکتی کہ آپ کی اس نام والی
ساحبہ زادی حضرت ام حبیبہ بنت خراہہ ہی نہ کہ بعض سے پیدا ہوئی اور وہ
بھی آپ کے زمانہ کے بعد غلط طور پر جبکہ قریب وفات گزر کر حضرت حبیبہ نے
حضرت حبیبہ بن یسار رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح کر لیا، لہذا اگر ام کلثوم
میں ہیں تو صوبہ یسار کی نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، لہذا غلطی صورت
اس کے نکاح کا انتہائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تسلیم کرنا درست نہیں ہو سکتا اور یہی
اسی کو چھانڈ کر باپ تسلیم کرنا اور نہ ہی ام کلثوم کو دوسری صفت حضرت علی رضی اللہ عنہ

کا اپنے گھر والے کا اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے، الاستیعاب میں یہی بیان ہے۔
جز ثانی صفحہ ۱۹۹۔ تحریر اسماء العصابیہ رحمہ اللہ۔

بلکہ استیعاب میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے صرف فقہی اہل بیت کے متولد ہونے کی تصریح موجود ہے اور مولدے ان کے دوسری کوئی اولاد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان سے متولد ہونے کی وضاحت و صراحت موجود ہے اور اسی طرح الاستیعاب فی تفسیر العصاب لایں تحریر مستطاب میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے متعلق مذکور ہے۔

تزوجھا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فولدت لہا
ہناک اولاداً اولھا قتیل جعفر تزوجھا ابو بکر فولدت محمدًا
ثم تزوجھا علی فیلدت لہ ابند عوفًا قال ابو عمر قلع
بذلک ابن الکلبی۔ الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۱۲

اسی کے ساتھ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا تو انہوں نے اسی کے
بطن میں بچہ کی گزیر لیا اسبطن کی شہادت واقع ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
نے ان کے ساتھ نکاح کیا تو آپ کے فرزند محمد اسی سے متولد ہوئے۔ پھر آپ کی وفات
کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنی زوجیت میں لیا اور کہا ہاں ہے کہ آپ
کے بطن سے عوف کا تولد ہوا۔

الغرض حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کے بطن میں ہاںک سے حضرت مسیحی رضی اللہ عنہ
صرف ایک بچہ محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے جسکون میں متولد ہی نہیں ہوئی۔

شیعی مؤرخ کی طرح اہل حکومت کی تکذیب

ناصح القراءۃ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق آنوالی ملاحظہ
فرمائیے کہ اصحابان قائم کردہ لکھا ہے۔

ابو بکر ایچارنک بعددوقن ما دھا ایت نکاح بہت کرتا، دودوقن حد

اسلام آورو بچے اسماء بنت عمیس، دائد محمد حبیب علی علیہ السلام تنزل شدہ ان کی بی بی
 حبیبہ و فخر عمارش ہی تمام انصاری دلوں و وقت طاعت ان کی جو عالم و پس الذل
 و فقر سے آورو نام اور ان کی کثرت۔ تاہم ان کے علاوہ دیگر جملہ قوم ان کا پ دہم طبقہ
 یعنی حضرت امیر مکر صدیقی رضی اللہ عنہ کی چار بی بی ان تھیں۔ جو کہ سابقہ
 اسلام میں نکاح کیا۔ پہلی عقیقہ اور برادری جو دیکھا سارہ و فخر عبد العزیز تھی جس سے
 عباد اللہ اور سارہ ذات لطائف رضی اللہ عنہا کا تولد ہوا اور دوسری حضرت ام کلثوم
 رضی اللہ عنہا ہیں سے حضرت عباد الرحمن اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تولد ہوا۔
 اور دوسرے ساتھ دوسرا اسلام میں نکاح کیا ہیں میں ایک حضرت اسماء بنت ابی بکر
 ہیں سے محمد بن ابی بکر کا تولد ہوا جو کہ حضرت علی کے حبیب بھی تھے رضی اللہ عنہا
 اور دوسری حبیبہ بنت عمارش ہی نے انصاری ہیں جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم
 کی وفات کے وقت حاضر تھیں اور بعد از وفات آپ کی ان سے امام مکتوم نام والی
 صاحبزادی پیدا ہوئی۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ علامہ ابو حکم صاحب نے بالکل صحیح حدیث
 لکھا ہے اور ایسا محدث جو اس سے پہلے اُستاد داعی فی کو بھی نہیں مکر رہا تھا۔
 الغرض اس امام مکتوم رضی اللہ عنہ کا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بی بی کہنا کسی
 طرح بھی درست نہیں ہے، لہذا شیعیہ روایات کی روشنی میں اہل سنت کا استدلال
 بالکل برحق ہے اور ابو حکم صاحب کی تاویلات و تفسیرات خود بخود اور صرف
 قریب کا رہی اور وہ کہہ دیں کی ناکام کوشش ہے۔

بعد از ابو حکم صاحب کی تحقیق ہی صحیح ہے تو تسلیم کرنا چاہئے گا کہ ان سے پہلے
 تمام محدث اور متکلم اہل اصولی و فقہاء اور مؤرخ و میراث نگار و حالی نے ابی بکر
 اور محمد کے تھے اور فی حدیث اور تاویلات سے کہہ رہے، تاہم ابی بکر اور امی بکر
 چند عورتیں صدی میں ایک صاحب علم و بصیرت اور امام حدیث اور ائمہ میراث
 کا تاریخ پیدا ہوا۔ فیما الشخصون و نحن صلا الذی ذلیقہ والادب۔

تلبیس دوم، علامہ شوکت صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مسکٰی نہ بچکر
 ام کلثوم اوسان کے بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہم کا انتقال تقویٰ انجاس یا پچاس
 بھری میں حدیث منورہ کے اندر تسلیم کیا ہوا ہے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ان
 پر خاتمہ نہ چھنا بیان کیا ہوا ہے، جبکہ حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا بیٹا
 کرچہ میں موجود ہونا ثابت ہے۔ حالانکہ طراز الفہم سبب الخطری ص ۲۵ پر ام کلثوم کبریٰ
 بنت زید اور ام کلثوم بنت ام سعید بنت عرفہ دو صاحبزادیاں حضرت علی رضی اللہ عنہم کی
 خاتون ہیں، لہذا حضرت علی کی صاحبزادی ام کلثوم کبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ۲۵
 میں ہو گیا ہوا اور دوسری صاحبزادی ام کلثوم سفری رضی اللہ عنہا واقعہ کرچہ کے ہمسک
 بتقدیر حیات رہی ہوں تو اس میں کوئی استبعاد ہے اور اس قول سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 کی مسطورہ ام کلثوم کا بھی میاں کرچہ میں موجود ہونا کیسے ناممکن ہے کیونکہ ام کلثوم بنت علی
 رضی اللہ عنہا جس طرح کبریٰ بنت علی کی طرح صفری بھی ہے اور اگر الفہم میں سے
 اُم کلثوم بنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کہہ دیا جائے تو تاہم شتر اک کی بہت سے ذمہ آئے
 والا مضالط ہے۔

نیز اس قول سے حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ واقعہ
 خودی میں منسلک ہونے کی نفی کی طرح ہو سکتی ہے اگر تمک آپ کا وصال پہلے ہو گیا
 اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال بعد میں ہوا اور اس کی تدفین میں محمد
 کا انتقال ہو گیا، لہذا بعد والے وصال کی تاریخ کا اختلاف اس سے کافی عرصہ
 پہلے واقع پذیر ہو چکا ہو سکتا ہے، اعلیٰ کو سکتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کا نکاح یقیناً ثابت ہوا اور آپ کے وصال کی تاریخ
 میں وارد روایات میں سے صرف ایک قسم کی صحیح طحاوی اور دوسری غلط ہوا و دوسری
 غلط لہذا صحیح عقد پر اس سے کیا اثر ہو سکتا ہے؟

تلبیس سوم، علامہ شوکت صاحب نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی
 اللہ عنہا پر زہرا رضی اللہ عنہم کو سفیرہ ثابت کر کے عقد خودی کی تاہم قرآن مجید کی روشنی

کی بے شمار عطا کائنات کا شمار مہربانیاں میں ہوتا ہے، جبکہ حضرت ذیجرب بنت لہیا
 رضی اللہ عنہا کو مہربانیاں میں شمار نہیں کیا گیا، اور یہ ہے کہ صرف اہل بیت علیہم السلام
 صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہونے والی مہربانیاں کافی نہیں ہے بلکہ ساری کائنات
 بھی شریعت ہے اور یہ قول شیعی توحید صاحب تاریخ التواتر علیٰ بیہی واکر ہے
 اور غفرلہ شیخ فاضل حجازی عہد المیر نے بھی اسے صاحب نہیں دیکھا ہے، جبکہ خزا
 عباسی کل خان اس کی صحت و صداقت پر یوں استدلال پیش کرتا ہے کہ اگر حضرت
 ذیجرب رضی اللہ عنہا بڑی مہربان تھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ نکاح
 لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عطا مست کرتے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ
 حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت ذیجرب (رضی اللہ عنہا) سے بڑی ہیں، سو علامہ
 طراز اللہ بہہ المنظری ص ۱۰۸

یز حضرت ام کلثوم کے حضرت ذیجرب رضی اللہ عنہا سے بڑے ہر کے ہیں
 اور یہی وہ مہربانیت ہے جس کو شیخ سعدی نے اپنی سند کے ساتھ ابن ابی القاسم
 اور نوادی عہد المیر نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص اور نہایت نے حضرت زہرا رضی
 اللہ عنہا کو اطلاع دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ام کلثوم کی بیٹی کے ساتھ شادی
 ارادہ کرتے ہیں۔ آپ نے اس سے جھگڑا اس کی تصدیق کر لی تو آپ بہت کچھ غم
 پر تھیں۔ جب رات ہو گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ تھک رہا ہے اور شیخ سعدی نے بھی
 فاضلک المسبب علی حلقہ الامامین و علیہم السلام علیہم السلام
 والایسور ماخذت بہا ام کلثوم فیسوی بہا علیہم السلام فیسوی بہا علیہم السلام
 حوائج انی اجمہر فی اوسعہ۔ آپ نے حضرت ام کلثوم کو بھی گندھے پر
 اور حضرت ام کلثوم کو بھی گندھے پر، اسی واسطے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انبیاء
 کو اپنے مائیں ائمہ سے بڑا اور عالمگیری کے مجرم ہمارے کہ طرف متعلق ہو گئیں۔
 اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کی

طرت کے چلنے، قرآن و سنت بھی صورتِ عالی بقربِ صدق و حق،
 حملِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحسن و عیسیٰ فاطمہ
 علیہا السلاہ الحسنین و ائمتہ پیادہ اور کھنڈہ لیا فتکونی الیٰ علی
 و ہونائم فی المسجد :- (افرادِ شیعانہ جلد اول ص ۱۷۷)
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کو اٹھایا، جبکہ حضرت زبیر نے حضرت
 حسین کو اٹھایا اور حضرت ام کلثوم کا ہاتھ پکڑا۔ دینی ائمہ جنہم
 شیخ صدوق کی بیان کردہ ابو سعید نعمت اللہ موسیٰ کی نقل کردہ اس
 ہدایت میں اگر کوئی صداقت ہے تو پھر قیاس حکم کے بغیر بارہ نہیں کہ حضرت زبیر
 رضی اللہ عنہا کی ولادت سے قبل حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا قتلہ ہوا اور آپ
 اس وقت اتنی بڑی چورچی تھیں کہ بلی پھر سکتی تھیں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی آبا
 آپ کو اور حرا کو حرا کے مالہ کرتی تھیں۔

اندرونی صورت صدوق صاحب کے بی تو ڈھکوسلہ صاحب ہوئے ہیں اور اگر
 ڈھکوسلہ صاحب پچھنی تو صدوق صاحب کا معاملہ برعکس، نہ ہر نام زنگی کا قتلہ
 ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ صدوق صاحب کے صدق میں کسی کو کلام نہیں ہے،
 اسی لیے جراتی صاحب نے تاویلات و تصریحات کے ذریعہ ناما علی اور صحت
 میں تطبیق کی سعی اور جدوجہد کی، لیکن ہدایت سے انکار نہیں کیا اور صاحب
 خارج کو بھی اپنے غفل و فکر کو بیاں و ظلم بیچے میں ہی عاقبت نظر آئی، لہذا ڈھکوسلہ
 صاحب نے دلائل و اسناد و ترویج کے اعتبار سے ممکن ہوئے کا دینی افراد داخل ہو گیا۔
 اس کے علاوہ بعض تجویسات کا ذکر پچھلے آچکا ہے اور کتب کثریم و دیگر کے جو
 حوالے دیے ہیں کہ ان میں اس مسئلہ کی تحقیق کا حق ادا کیا گیا ہے، قرآن کا یہ بھی ہے
 دہرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نقل صدوق صاحب کے قلم حقیقت سے کھنڈ شیعہ جلد سوم ص ۱۷۷
 پر ملاحظہ فرمائیے اور ادا خانہ گری کی ڈھکوسلہ صاحب نے یہ تجویسات کی مابین سے
 سیکھی ہیں اور کس قدر غلط اور خلاف تحقیق کتبہ من غرہ پر اپنی اس جہان لکھائی

کا نام عطا رکھا ہے۔ نیز یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ ہاشمکوسا عیب نے بذاتِ خود
کئی تخلیق و تدقیق نہیں (یعنی) بلکہ اودھر اودھر کے مناظر و اہمات پر مشتمل کتب
نہ بلکہ کہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کے رسالہ کا جواب لکھنے کی کوشش کی

رسالہ مذہب شیعہ اور حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ حدیث قرطاس اور شیعہ استدلال کی اغویت

یہ خبر دینا واجب تھا کہ لوگوں کو گواہ کرنے کے لیے کبھی قرطاس کی روایت پر
کی جاتی ہے کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ کے آخر تک
میں اپنے حرم سرای میں اہل بیت کے مروجوں سے کہا کہ لکھنے کے لیے کئی چیز روایات انکم
کا لفظ لاف۔ میں تمہارے لیے کہ وہ سنت لکھوں تاکہ میرے بعد تم مروج مستقیم رہت
دہر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد میں جا کر قلم روایات طلب فرمائی تو اہل بیت
مروجی اللہ عنہ نے کہا ہمیں قرآن کریم کافی ہے۔ کیا؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مانجے
منا وقت تو نہیں دے رہے ہیں ۱۶ اس بات کو سمجھو۔

یہ روایت اہل سنت کی کتابوں میں گواہی تخلیق کی کتاب میں یہ روایت
قرآن مجید کی آیت مکررہ وَلَا تَخْلُقْهُ بِنَفْسِكَ إِذَا أَفْتَرْتَا رَبَّ أَنْتُمْ مَلْعُونُونَ
کے خلاف ہے یعنی آپ اپنے ائمہ مہدک سے کہیں اس کو کہتے تاکہ اگر کوئی لکھ
و لکے شک پیدا نہ کر سکیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو لکھتے تھے اور قرآن کریم
خود لکھا ہے۔ خدا کی طرف سے نہیں۔ اب آج کو یہی نفی ہوا نہیں ہے ہر جگہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ائمہ مہدک سے کہتے سنت اور مال ہے احمد روایت میں ہے
کہ میں لکھوں۔ دوسرا اہل بیت تسلیم اس روایت میں خلافت کا ذکر تک نہیں۔ اس
صورت میں رضی اللہ عنہ کی خلافت اور وہ بھی باطل کیلئے ثابت ہو گئی۔ تیسرا
اہل بیت کے مروجوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے قرآن کی روایات انکم میں لکھ
کا حکم ہوا جیسا کہ (یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا) کا صیغہ میں ذکر کیا ہے اس پر ولایت کرتا ہے عرض۔

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حُجَّۃُ الْکُتُب اعلیٰ کہہ بھی دیا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فی ہے، تو سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر عمل کرنا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر؟ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے روایات نقل اور کافہ میں شذوذ کیا، یہ خاص فرض کر چکے ہو۔ خلافت ہی سمجھتے ہیں اس کا ذکر تک روایت میں نہیں، مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرما رہے ہیں کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر ہوگا، اس کے بعد عمر ہوگا، رضوان اللہ علیہما رحمہما۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا ہے۔ دیکھو تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۳۰۔ اسی طرح تفسیر فی الزیارات صفحہ ۱۸۱ علیہما رحمہما۔ یہ سب وہی تفسیر ہیں جسکی اور باقی تمام تفسیر کی معتبر ترین تفسیر میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ثابت ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم اور فرمان کے خلاف اور اپنے ارشاد کے خلاف گئے؟ اور یہ خلافت کون سے تھے؟

ہم پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے واضح اور غیر مبہم خطبات آپ کو سنا چکے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت کی بیعت لینے کے بارے میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا میری خلافت کا زمانہ ابھی نہیں آیا۔ اس وقت میری خلافت کا سوال ایسا ہے جیسے کوئی قبل از وقت کچھ بیٹے توڑے یا کسی دوسرے کی زوجہ میں کبھی؟ اسی خروج کرے اور فرمایا کہ میرے بیٹے یہ ہے کہ میں دوسروں کی اطاعت کروں اور میرے بیٹے لینے پر میرے بیٹے دوسروں کی اطاعت مقدم ہے۔ میرے لیے منگی ہی نہیں کہ ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی مخالفت کروں۔ بالآخر ان کا خود بیعت کرنا۔ یہ تمام تر وہ روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تحریف کے واسطے کے مراد غلط فہمی اور منافی و متناقض۔

تحفہ شمسہ حسنیہ • انوار السنۃ فی شرف سہابی

تتمہ بحث قرطاس

پہلے قرطاس طلب کئے جانے کے متعلق اہم اساتذہ کی اہمائی متدرجہ
کتب میں مروی و منقول روایات خلاصہ فرماتے ہیں۔

۱۔ قلت یا بنی عباس ما یومر الخمیس قال اشتد برسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعل فقال ایستغنی بکتف کتب
فکفر بکتفہا لمن تعصموا بعدہ لا ینہک افقتا ترعوا ولا یغنی عنہ
لہی فتنازع فقالوا ما شاذاً ہذا یستغنی عنہ فکفر بوسمہ وبن
علیہ فقال دھوق ذمہ وفی قال الذی اتا فیہ خیر عمران بن یزید
الیہ فامرہم بثلث قال انخرجوا المعشر کبیر من حزیقۃ
العرب واجیزوا الوفد یغیر ما کنت اجیزہم فمسکون من
الثلثۃ او قالہا ففسخ تھا قال سفیان ہذا من قول سفیان
وتمتقی علیہ مشکوٰۃ باب فانی الخ صلی اللہ علیہ وسلم
عن عبد اللہ بن عباس عن النضر بن سنان عن ابیہ عن ابیہ عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سنت ہو گیا کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس شاذ کی تہی
ہو چکے ہیں تمہارا ہے لہذا ایسی تحریر لکھو جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ تو
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوتے ہوئے یہ مناسب نہیں ہوتا اور انہوں نے
خبر نہ لگے جس پر وہ عزائم باہم نزاع و اختلاف کرنے لگے اور ہر صورت میں کہہ
کہا کہ آپ کا کیا حال ہے کیا آپ نے قصد احد بنی ہذیل کی گفتگو فرمایا ہے ہاں
آپ سے اس کو مجھ لو۔ وہ جب آپ سے دوبارہ پوچھنے لگے تو آپ نے فرمایا اے
بھروسہ دار اور اچھے حال پر رہنے والے مجھ کو کہ میں جس حال میں ہوں کہ اس سے بہتر
ہے جس کی طرف تم جھٹلا رہے ہو تو آپ نے انہیں یہی حکم دیا۔ بشرطیکہ کہ

جو یہ کہ عرب سے لڑنا شروع کرنے والے وفد کو اس طرح انعامات اور تحائف کیلئے
کوڑھٹ کرنا سمجھ کر میں دیکھتا تھا۔ تیسری بات ہے سکوت فرمایا میں اس کو
سہول گیا۔ شیطانی لڑا کرتے ہیں کہ یہ قول سیدنا ابن امیہ کا ہے جس نے حضرت
عباد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے، حنفی

۴۔ میں بن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وفی البیت، رجال فیہم عمر بن الخطاب فقال البنی
صلی اللہ علیہ وسلم ہلموا اکتب لکم کتابا ان تضلوا بعد
فقال عمر قد ظلم علیہ التوجع وعندکم التلم ان حسبکم
کتاب اللہ فاختلط اهل البیت واختصوا فمنہم من
يقول قرأوا یکتب لکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ومنہم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا لفظ الاختلاف
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوموا علی قتال
عبید اللہ وکان بن عباس یقول ان الرذیۃ کل الرذیۃ
ما حال یحییٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبنی ان
یکتب لہم ذالک الکتاب لاختلافہم ولفظہم، حنفی
حضرت عباد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا وقت وصال قریب آگیا اور حجرہ مبارکہ میں چند آدمی موجود تھے جن میں
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے تو بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے
پاس دیکھئے کاسامانی اسے آؤ میں تمہارے لیے ایک قرآن لکھوں، میں کہہ بسکم
ہرگز گراؤ نہیں ہو گے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اکتفین آپ یہ دعا کا غیب ہے
اور تمہارا دعا اس قرآن مجید ہے، لہذا تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے تو عمر بن عمر
لوگوں نے باہم اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض کہتے تھے لکھنے کے لیے ضروری
اشیاں رہیں گرو آپ تمہارے لیے لکھیں اور بعض اس طرح کہتے تھے جیسے حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ یہاں کا اختلاف و تنازع زیادہ ہو گیا اور شیعہ و اہل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ہے اکثر عاقل اور دہلے، ہمارے بحث سہا سہا کر دے، عید و شہد کہتے ہیں کہ حضرت عیساٰ علیہ السلام نے کہا میں اللہ کا بیٹا ہوں، بہت بڑی عصیت اور بیعتی کی بات ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کہہ کر وہاں جا کر ہو گئی، بسبب ان کے اختلاف اور خسرو کے۔

اقول، یہاں میں شریف اور مسلم شریف کی تحقیق علیہ معایات ہے۔
اسوداخ ہوا ہے کہ میں کا رہی تھیں گنا از میں شریعت ہے۔

۱۔ یہ واقعہ نہیں کا ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف سو سو ارکوبہ، گویا تین دن و رات تک وہاں میں گزریں اور میں کا بقیہ ہوا۔ سو سو ارکوبہ رات اور دن کا گھر چھوڑا، لیکن پھر آپ نے اس گم کا حادثہ فرمایا اور کسی قریبی رشتہ دار کو بھی ساتھ لے گئے کہ اس کا حکم دے اور میری نصرت کرے جو فی الواقع کامل انصار تھے اور صاحب اقبال اور ہاں شاعر قلام۔

۲۔ جب صحابہ کرام علیہم السلام نے تحقیق کے لیے اور حق اور معلوم کرنے کے لیے دوبارہ عرض کیا تو فرمایا، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے، جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، اگر اس امر کا حق فرما دیا جائے گا تو اس کامیاب نہ لانا اور گناہ فراموشی، مبالغہ و استغناء الہی و شہد کہتے ہیں کہ اس کا سر پہ ہر گاہ جو خطا درست نہیں۔

۳۔ آپ نے زبان میں چیریں کا ذکر فرمایا، میں میں سے مدد و صلحت خود پر نہ کر رہی، اور میری چیریں سیلیاں ہی احوال کو یاد دہی یا حضرت عیساٰ علیہ السلام نے نہ کرنا فرمایا، لیکن وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے معاذ کی تاکید ہے، جیسے کہ مذہب نے تصریح فرمائی ہے، میں نے اختلاف بالافضل یا بالافضل کا کہیں نام نہ نہایا نہیں، اس کے گناہ پر صحابہ کرام علیہم السلام کو کہہ دیا، میں نے نہیں بدلا گیا ہے۔ اگر قرآن میں ہی کی قرآن میں قرآن الی اس

کی وضاحت ہو گئی جس طرح نبوت کے تخت پر سلی کا سہارا تھا کہ مجدہ کا تعلق اس سے تھا
 ہی جھوٹے ہاتھ ہے۔ اور اگرچہ ان امور کے علاوہ کوئی چیز بھی قرآنیت کی حاجت
 کی خاطر اور وجہ تخریر کو نظر انداز کرتا صرف چند ماحریر ہیں جسے بعض مفسرین کے
 اختلاف کی وجہ سے اور کیا امت تک آئے والی امت کی بہتری کو نظر انداز نہیں کرتا
 رحمتہ للعالمین اور بالخصوص روف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان والے ہی سے وسیع
 سم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھا جس نے ہمدردی اور نیا زمندی پر مشتمل مشورہ
 دیا کہ آپ پر درد کا مشورہ ہے اور کہا ہے اس قرآن مجسم ہے جو ہدایت کے لیے
 کافی ہے۔ اس میں آپ کی طرف کس طرح ہے دینی اور جرات و صبر کی نسبت
 کی ہا سکتی ہے؟ جبکہ آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدو ہیں داخل اور مشورہ
 میں شامل تھے ہیں کے ساتھ مشورہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا وہ صاف فرمایا
 فی الاشرار و مستعد مقامات پر ان کا مشورہ قبول کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے
 مشورہ کے مطابق عمل نازل فرمایا، لہذا مشورہ لینے میں تو کوئی حرج نہیں خدا جل
 کے معاملہ میں آپ بالکل تھے مشورہ قبول فرماتے اور اپنے عزم اور حق ادا
 کے مطابق عمل فرماتے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: افاذا عرضت فتوى کل
 علی الائمة۔ یعنی جب آپ کا کہنا ارادہ میں ہائے، تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اور اس
 کام کو کرلو۔ جب آپ نے وہ تحریر دیکھی تو معلوم ہوا کہ آپ کا ارادہ ہی بدل گیا
 تھا اور اس حکم خداوندی کی خلاف ورزی لازم آئے گی اور ترک توکل ہو کر خدا
 درست نہیں ہے۔

۵۔ جب اتنا طویل وقت دینی میں بسر کرنے کے بعد دوبارہ اس ارادہ کو
 تکرار نہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو قبول فرمایا اور اسی کے مطابق عمل کیا، لہذا یہ چیز آپ کے
 حکم مناقب میں داخل ہو گئی کہ آخری لمحے میں بھی آپ کے ہی مشورہ کے مطابق عمل کیا
 کہ با عرضہ طبع و تدبیر اور وجہ حرج و قہر۔

۶۔ جی لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف اس واقعہ کو معلوم کر لیا تھا
 کہا جاتا ہے وہ وقت طلب امر یہ ہے کہ قرآن مجید میں وہ امر تھا یا نہیں تھا اس
 کی تصریح کا اہتمام اصل اللہ علیہ وسلم ہمارے کہتے تھے۔ اگر نہیں تھا تو ہی کامل نہ
 ہوا اور قرآن مجید کا وہ اعلان اللہ عزوجل فرمایا کہ **لَا تَكْفُرُوا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ**
فَإِنَّكُمْ تَكْفُرُونَ اور **وَمَنْ حَبِطَتْ لُكْمُهُ فَاجِدْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ يُؤْخَذُ بِشُعْبَتِهَا**
 دیکھو کہ یہ کفر اللہ عزوجل کے مقررہ توہم کے اگال اور نعمت کے اتمام کی غرض سے فرمایا
 گئی تھی اور مزید اہل اقل شریف کے لئے صرف دعا اور سوال میں لگنے کے لئے یہی
 پھر بتائیں یہ جانتے اور ہدایت کا ناطقہ مارا اور گمراہی سے محفوظ کا سامن ہوا اور
 پایا ہی نہ گیا ہوتا اس قدر اہم اور ضروری امر کے اعلان و اظہار کے بغیر جو کامل
 کتبہ ہو گیا اور تکمیل نعمت کی غرض ہو گئی ہوا اس اہم امر کا یہ بیان قرآن مجید میں تھا
 قرآن اس کا لکھوانا یا لکھنا نہ کرنا اور تاکید کے ذریعہ اس کا اتمام ہر حال میں
 اشد تاکید کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیچے ہند اور غیر غلام کے بقایا
 برداشت نہیں تھے بہت بڑے غم و غصہ کرنا آپ کا فرض تھا اور آپ نے اپنی عمرت سے
 ہمدردی اور اخلاص کا حق ادا کیا جس پر آپ کو ان مسئلوں میں جہم دیکر قابل
 عقوبت نہیں کیا **قَالَ اللَّهُ تَتَلَوْنَهَا قُلْ إِنِّي لَا أَعْلَمُ بِمَا لَكُمْ بِهِ**
 یعنی قرآن مجید کے علاوہ وہ کس بات سے صاحب ایمان ہو سکتے ہیں ؟

۷۔ اس کو قرآن مجید میں اختلاف اور امامت کا مسئلہ حل کیا ہوا پکا تھا اور حضرت
 علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کا تفصیل کی تصریح موجود تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 کا موقف و تصریح میں وہ اپنے اہلکار نے اہلکار اہم نقطہ پر لیا اور آپ کا نسب کا اپنے
 کوئی نقص نہ ملتا تھی کہ ان کا نہ ہوا بلکہ اقارب اور اس کے خلاف نہ اس کے قرآن کی
 میں ذکر نہیں تھا تو کج وہ آیات تھیں صحرا کے کہاں سے بن گئیں جو صاحب کو کم
 نہ مل سکیں اور جی کو کم علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت اور تشویش کے باوجود ہمارا
 انصار بھی اسی سے بے ضرر ہے اور صرف خود ہی پر ہی مدد و مددگار ہوا اور
 وہی و صاحب اور دنیا سب کے بعد ہوا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خاطر یہ یاد رکھ

ہیچے اور قرآن مجید کو بھی چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چھوڑا اور حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو بھی۔ آخر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں وہ کونسی جہالت
اور عقاب عیسوی قوت تھی؟ جس نے سب کو فاضل اور بے غبرگر کر رکھا؟ غور کیا؟
میں شورو و غلغلا دینی علی القالب۔

۲۔ اگر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسئلہ خلافت کے متعلق ہی اپنا فیصلہ
نکلتا تھا جتنے تھے، تو وہ کس کی خلافت تھی؟ اس پر کیا دلیل ہے، اگر حضرت علی رضی اللہ
عنہ کے متعلق خلافت کی تقریر کا احتمال تھا، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصول
میں یہ احتمال موجود تھا۔ قرآن مجید ہی قرآن یک صورت تھی جو ماقبلی اور جب ثقلی
نہیں ہوتی تھی تو بعض احتمال کی بنا پر اس مسئلہ میں مستقبل کو حدود الزام و اتہام ظہور
جس کے تضاد کی وجہات اور اخروی نعمتوں اور دنیوی کمالات اور ان سے اللہ تعالیٰ
کی رضا مندی وغیرہ کا فیصلہ ہوگا قرآن مجید میں اختلاف ہے کہ کونسی دینداری
اور دولتداری ہے۔ کیا یہ مسلم عقائدی قاعدہ نہیں ہے، اذا اجملوا الاحتمال
بطل الاستدلال، بلکہ اہل السنۃ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی
خلافت پر دلیل قرآنی پیش کر سکتے ہیں، کیونکہ جہاں یہ روایت بخاری شریفہ میں مذکور
ہے۔ دوسری روایت جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے متعلق ہے،
وہ بھی انہیں میں مذکور ہے اور تمام روایات کو سامنے رکھ کر منکر تفسیر مروجہ ہے
ہے کہ صرف ائمہ کرام سے روایت کی روایت لے کر مخالف فرقہ کے خلاف دینی
اور الزامی طریقہ اپنایا جائے۔ روایت ملاحظہ ہو،

۱۔ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ر)؛ ولقد سمعت
اواسد ان اس سئل انی بکرم ابنہ واعمد ان يقول
التائکون او یعتنئ المؤمنون ثم قلت یا ابی اللہ ویرد فی
المؤمنون او یرد فی اللہ ویابی المؤمنون۔ ووالا الخاری
باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا، البتہ تحقیق میں نے پکٹا زادہ کیا ہے کہ ابو بکر صدیق کے بیچ کی طرف
 کوئی صحیحیوں صدیق کی طرف ہو سکیں تاکہ کچھ والہ دیکھیں یا تمنا تانہ زندہ کر دے
 تمنا زادہ نہ کہی پھر میں نے کہا، اللہ تعالیٰ انکار کرے گا اور میں ایسا نہ کروں
 کہ میں گم ہوا اللہ تعالیٰ دوسروں کو دیکھ کر کہے گا اور میں اس کے سامنے کی مخالفت
 سے انکار کر دیں گے۔

۱۰۔ عن عائشة رضى الله عنها قالت قال لى رسول الله
 صلى الله عليه وسلم فى مرضه اذ هو لى ابا بکر اياك و اخی ابی
 حاتم یکتب کتابا فانی اخاف ان یشتملى حقن و یقتول فاشک ان
 ولاد و یالی الله و اهلہ و منون الا ابا بکر و ایاہ و اہلہ و منون۔

اس روایت کا بھی معنی واضح ہو رہا ہے کہ میری پہلی روایت کا ہے اور میرا کہنا
 ہوا ہے کہ ابو بکر کی روایت مشکوٰۃ یا سنن ترمذی یا دیگر احادیث میں موجود ہے۔
 لہذا بخیر ہے شریفینہ اور مسلم شریفینہ کی روایات کی تائید سے اس روایت میں حضرت
 ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے کہنے کا احتمال متفق ہو گیا، لہذا میری روایت
 کے لیے محدثین کہتے ہیں اگر حضرت عروسیؓ نے انورؓ نے نکاح لیا تو بھی ہے تو اس سے
 شیعہ حضرات کو کوئی شکایت ہو سکتی ہے اور اگر کہا جائے کہ یہ روایت میں حضرت ابو بکرؓ
 ہی حضورؐ کی روایات کی کھلم کھائی ہے تو کیا حجت ہے؟ کیا جس میں حضورؐ کی کھلم کھائی
 لکھی اور صحابہ کرامؓ یا معصوم اور شیعیں یا انصاریں تحقیق کا نشانہ بن گئے ہیں تو
 وہی صحیح ہو سکتی ہے؟ اور نہ روایت ابیہام و اجمال کو دیکھ کر کہے کہ غلط ہو سکتی
 ہے۔ (ما انکار کیف تھکمون)

۱۱۔ جس میں ہر تفسیر میں اللہ عزوجل کی مخالفت یا بغض کے لیے سب صحابہ کرام علیہم
 السلام کو برا اور اہل اسلام ظہور پا رہا ہے، خود اس سے حضرت عباسؓ میں اللہ عزوجل نے
 فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب وصال آچکا ہے، لہذا روایات کو لکھ کر
 کہ بعد از وفات و امامت کس کے لیے ہے؟ ہمارے لیے ہے یا دوسروں کے لیے؟

قرآنہوں نے فرمایا، میں تو روایت نہیں کرتا اگر آپ نے اس وقت انکا مکہ یا قریہ
 کہیں بھی میں خلافت نہیں دیں گے۔ یہ روایت بھی بخاری شریف باب وفات ابی
 علیہ السلام میں موجود ہے اور اس پر حنفیہ دھاریہ شریعہ صریحاً منع ہے کہ کسی
 کئے یا چکے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ کہیں بھی خلافت نہ رہی یعنی ابی بکر کا ذکر
 اعلان نہ پہلے ہوا اور اس وقت اس پر کوئی علامت نہ لکھی اور نہ ہی حضرت
 علی رضی اللہ عنہ اس مسئلہ کو چھیڑنا چاہتے تھے جب آپ کا طرز عمل یہ ہے تو بعض
 احتمالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ کے متنبہین اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم
 کو روایات سے مطلع کیا جاتا تھا۔

۱۰۔ بیحد میں حضرت شعیب کتب میں بھی لکھا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کا اقدار قلم لکھ دیں جو میں اور میرے
 بعد اس کے بعد تم کہیں گراؤ نہ ہو سکتے جب انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کا اقدار قلم لکھ لے گا۔ اگر آپ کا وصال ہو جائے تو میرے
 ہونگا آپ نہائی فرمائیں میں یا دو کہوں گا۔ تو آپ نے فرمایا، **أَلْعَلُّوْا وَفَعَا**
مَلَکْتُکُمْ آتَمًا تَکْثُرُ خدایا کا خاص خیال رکھنا اور میری غلاموں اور نوکرانوں
 کا حکم نہ کرنا **تَارِخُ التَّوَارِیْخِ** جلد ۱ ص ۱۱۱

لہذا اسی قسم کے توقعات کو فریاد کرنا مستند ہے قبول کو نشانہ دینا غرض
 کے لئے قطعاً درست نہیں ہے اور یہ اقدام عقل و فہم و تدبیر و ایمان کا دشمن
 ہی ہو سکتا ہے۔ اب میں مزید یہ کہہ کر باقی ہے مگر کوئی حواشی اس پر کیا
 کہ ہوں۔ **وَاللّٰهُ یَعْلَمُ حَقَّ عِلْمٍ فَاَسْأَلُ اِلٰہی عِزِّیْ طَعْنُکُمْ بِشَرِّ**
قَائِلٍ لَا بخاری و مسلم شریف کی اسی روایات سے جس میں حضرت ابوبکر
 صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے علاوہ کسی کی خلافت پر اللہ تعالیٰ اور زمین کا کوئی
 نہ ہوا لکھ اس کو بعد کرنا اور دوسری خلافت کا انکار کرنا ثابت ہے اور میں نشانیہ
 میں مشرقی روایات میں سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر

لانے نہیں اور کسی کام کے ذکر نے اور ذکر لگنے میں جو نمایاں فرق چنانچہ میں سورۃ یونس
 قول باری تعالیٰ: وَمَا كُنْتُمْ تَشْعُرُونَ قَبْلِكُمْ مَثَلٌ ثَلَاثٌ ۚ وَكَانَ الْغُلَامُ
 يَهُودِيًّا إِذَا الْآسَاءُ نَابَ الْغُلَامُ يَهُودِيًّا سورة منکبوت کا منہم پر ہے کہ
 اعلیٰ نبوت سے قبل پیغمبر علیہ السلام کہتے پڑتے تھے وہ وہ باطل چلتوں کو شک
 کرنے کا موقع مل جاتا۔ یہ جو خبر یہ ہے الشانہ نہیں، لہذا یہ ترجمہ کہ اپنے ہاتھ سے کسی نہ
 گھنٹا پر مصائب کا وہ اعلیٰ شاہک ہے جو ہر حق دنیا تک دادگار رہے گا۔

۳۔ اعلیٰ نبوت سے قبل نہ گھنٹا اور گھنٹا ہوا نہ پڑھنے میں جو حضرت طہر علیؑ
 وہ اعلیٰ نبوت کے بعد ختم ہو گئی، کیونکہ وہ حضرت میں کو یہ کہہ کر خاموش کیا تھا کہ
 جس خدا نے نبوت و رسالت عطا فرمائی اسی نے گھنٹا پڑھنا سکھایا۔ ناخوابی کو
 سے مروی ہے کہ آپ تہذیب باطنی کی گھنٹا کر سکتے تھے اور اسی ہی زبان خدا میں گھنٹا
 تھے اور اسی طرح اہل انکسرت کی کہ بھلا میں بھی آپ کا اپنے ہاتھ مبارک سے گھنٹا
 ثابت ہے (۱) کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر شے
 بولنے کے لیے پیغمبر خدا تعالیٰ کی قویں کی پڑھا تھی کی جاتی۔

مدرسے حضرت اہل حق کا جواب، ۱۔ لغوی تعلیم اس سطح میں
 خلافت کا ذکر تک نہیں، تنگ نظری اور کوتاہ اندیشی چاہے وہ معمولی سی ہو اور
 سب کو بصیرت رکھنے والا باسانی ہو سکتا ہے کہ روز العالمیں ہی اپنی امت کو اسی
 ضلالت سے بچانے کے لیے اپنے آخری لہجہ حیات میں وہی چیز تحریر فرمانا چاہتے
 تھے، جو بعد از آخرت اور بعثت سے لے کر دعوتِ قلم طلب فرمانے تک تکلف و محنت
 میں مختلف اسالیب و عناوین سے وابستہ رہا کرتے رہے تھے تاکہ انہیں نبوت کی
 آخری منزل کے پہچانے اور وہ سوائے غلط فہم و امانت مطلقہ حضرت علیؑ کے اور
 کوئی پہنچ نہیں دے سکتی تھی۔

۲۔ علمائے اہل سنت و جماعت شہاب خفائی نے تفسیر علیؑ میں علامہ
 حسینی نے فتح الباری میں، ذری نے شرح المسلم میں اور محدث دہلوی نے تفسیر

مشکوٰۃ میں یہ کہا ہے، اس اداۃ میں میں اسرا الخلافۃ لثلاثۃ مختلفۃ
ہو قیسوں الخلافۃ بعدہ ۴ وغیرہ۔

۳۔ امام عزرائی و ربیع الشعلی نے اس اجمال کا پتہ ہی پاک کر دیا ہے
لکھتے ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل فرمایا مجھ کا خلفا
عدالت لا کرو و جاگرت، ترجمہ کے اجمال و اشکال کو دور کر دوں اور چاندوں کا ترجمہ
فلا شک کا حق ملے گا ہے ۱۹ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں کو اپنے مال پر چاہتا ہوں کہ کسی میں
کوچہ ہی۔ ان صحابی کے بعد کوئی شک و شبہ نہ رہا ہے کہ آپ اپنے حقیقی بیٹے
کے نام کو ضبط تحریر میں لانا چاہتے تھے، لیکن تاؤ نے دلتے تاؤ لے کر نام انہیں کا
لکھ دیا کہ میں کا نام میرا ابن ابی بکر ہے یا ابوبکر بن ابی سعید پر دانی بہتر و دیکھ کر اصل پر
پر اعتراض کر دیا۔

قیس بعدا حقراض کا جواب، پر صاحب کے تبصرے عرض کرنا
غلامی ہے کہ ابی بکرؓ، مع فکر کا سبب ہے، لہذا بالعرض حضرت عمرؓ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قلم و مات پیش نہیں کی تھی، کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ نے قیاسی حکم کو کہ عدالت
کہوں دیکھو ان ہم اس کے جواب میں کہی گئے تھے
حق شناس کو دلیل و خطا میں ماسکت

۱۔ یہ مانا کہ عدالت میں حکم عام ہے، مگر خطاب انہیں لوگوں کے لیے ہے
میں کے گواہ ہونے کا بشرطہ لیکن وہ بن گواہ جاری و جہی ہوا کہ کائنات کو
عراق مستقیم پر چلنے والا ہوا ہے قرآن لکھو لے کی کی ضرورت تھی اور گواہ قرآن حاصل
کرنا حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام پر فرض تھا آپ ہی گم ہ
شکستہ تھے کہ عمرؓ شرف سیلاری

۲۔ علامہ بری جب پر اسرار اسلامی کے بقول طبع عدالت کے لیے ہونے
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فیوض کی اجتہاد کاوی اور اکثریت نے اس کی تاکید
لیں مادی اور اعدا ارا حضرت امیرؓ کوئی دوسرا شخص نہ قرآن لکھو بھی جاتا تو

یہ کاموں کیا ہوتا، وہی جو ایک دوسرے کی بڑکائی ہے۔

چوں تھے اعتراض کا جو آپ، یہ صاحب کا یکہ نہ تھی کہ
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلافت ہی کہتا رہتے تھے، مگر جب حضور خود فرماتے ہیں کہ
 میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوگا اور اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہما تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارشاد کے خلاف دوسری خلافت کہتا رہتا ہے؟

۱۔ یہ صاحب کا یہ کہتا دیکھتے ہیں اور یہاں باطل، کس شخص میں آتا ہے اور
 یہ صاحب اس سے بہتر کیا دیکھتا، چاہتے ہیں وقتاً مستحب، وقت ثابت
 نہیں ہو سکتا۔

۲۔ تفسیر صافی وغیرہ کے ہر رائے میں اُن کا صرف اور صرف یہ مطلب ہو گا کہ
 خود بخود خلافت اور بادشاہی حاصل کر لیں گے اور یہی طریق کی ہے میں اس
 دیکھ کر اسے سمجھ رہے ہیں کہ والدہ احوال و علامات، اگر یہ تصور میں خلافت نہیں، تو
 امت کے سامنے اس کا اعلان ہونا چاہیے اور اس کو صیغہ مانجی رکھنے کی تاک یہ
 نہیں ہونی چاہیے تھی۔ بلکہ یہ ایک پیشگوئی تھی کہ اگرچہ یہ حال کے کچھ کچھ پڑا ہوئی
 ۳۔ پھر اعلیٰ السنہ ان خلافتوں کو ایمانی اور شہوانی کیوں قرار دیتے ہیں؟

نہی کیوں نہیں کہتے؟

۴۔ اعلیٰ خلافت تو اس قدر ضروری تھا کہ یہ طابق ارشاد خداوندی و ولایت
 لَمْ يَكُنْ لَهَا بَدَلَةٌ، یہ بات اللہ تعالیٰ نے اتمام کار و رسالت کے اگرت یہ نہ تھی
 اندیشہ تھا، مگر یہاں اس مان کے افشاء یہی دل ٹوڑتے ہیں۔ یہ کیا چکی
 معقول آدمی کے پاس کوئی مستقل جواب، ان سوالات کا؟

(رسالہ تجلویہ الامامیہ ص ۱۴۱، ۱۴۲)

خوف، یہ صاحب نے آیت میں کیا کہ ولا تخطوا کوہکم ولا تخطوا
 کہتا ہے، جس سے اُن کی قرآن مانی پر تردد و شبہ پڑتی ہے۔

سوالیات کے جوابات جاتی ہیں اور اس پر بھی حد فزائی کی ناکام کوشش نے اس کی وجہ سے
صلاحیت اور جہت الاسلامی کو نیست و نابود کر دیا ہے اور یہ واضح ہے کہ جس قدر کہ
کاپڑی قوم کے پاس کوئی مستقل جواب نہیں ہے اور اب ہم ڈھکوسلے سے ڈکڑ کر رہے
ہوایات کی حقیقت قدر نہیں پر واضح کرتے ہیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا محال ہے اور اس کا مطلب

مختصر یہ کہ اسلام قدسی سرے نے حدیث قرطاس کے متعلق پہلا قابلِ غور امر
یہ پیش کیا تھا کہ اس میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے لکھنے کا ذکر ہے اور آپ نے
ذاتِ خود لکھنا محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہاں قحطاً، بیہودگی اور کراپ کے
ذکر لکھنے کی خبر دی ہے اور یہ لائنے نا پس ہے اور آپ کو لکھنے سے منع فرمایا ہے اور جو لکھتے
نہیں ہے؛ لہذا ہر وہ صورت میں آپ کا لکھنا محال ہے۔ اس تقریر پر جس میں فاضل نے قحط
عبرۃ الخدہ کی سنی کا حاصل فرمائی ہے، ہر آپ کا حلقہ فرما چکا مگر ان کی پہلی کوشش
میں بنیادی غرائی یہ ہے کہ لکھنا محال ہے، تاہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنا محال ہے اور
اور سیدنا انبیاء و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ایم اے اور پی۔ ایچ ڈی ہونے کا حقیقہ
لازم اور ضروری قرار دے دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

سارا ٹکڑہ اگر ٹکڑے کرتے اور تعصب و عناد نے ان کی فکری صلاحیتوں کو غفلت
فرمادیا ہے، انصاف و انصاف کے شعور کو بھی کہ اللہ تعالیٰ کی خبر کے خلاف کرنا یا اس کا علم
کی خلاف ورزی کرنا بھی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممکن نہیں تھا، یعنی انھیں صرف اللہ
علیہ وسلم کے لیے لکھنے کو محال و انصاف نہیں کہا گیا بلکہ محال و انصاف کہا گیا ہے اور یہی
اللہ تعالیٰ کی نہ لکھنے کی خبر کے خلاف ہے اور آپ کی شاہی اطاعت اور امت کی توجہ
کے لحاظ سے۔

مثلاً تمام انبیاء مکرم علیہم السلام اور ملائکہ معصوم ہیں اور ان سے کفر و کفر کا
سرور دینا محال ہے لیکن وہاں حکومت صحیحہ و حق اس عبارت کو دیکھ کر گریہ و دعا

دارائے شرفی علماء اناحق تو ایسے کام کریں اور جن دنیا میں بھی کر سکیں مگر انکی ضرورت نہ
 دہل کر کام نہ کریں اور ظہر قائل اور قد قائل کے مالک مالک نہ کریں نہ کیجئے مگر
 لیکن آپ کا دینی سراسر ٹھکانہ عین زہدی بڑا بھگوانتہ کیجئے گا انہوں نے اس
 قول میں ایمان دہل اور مالک کر کام کی شانہ صحت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ہاں ان اور
 بعض دوسری طرح کیجئے کے میں اس میں بھی ڈھکوسل ہے۔ عین زہدی سے کام لیا جاتا
 بطریق ایمان اور عرق وادت اگر کچھ کیجئے کہ نفی نہ ضرورت شیخ الاسلام ہدی سے لے کر ان
 دہی میں اصل بحث ہے۔ نہ کہ ان میں اصل خود یہ کیجئے ہیں۔ ہے اور وہ بھی حلقہ ان کی طرف
 سے نہ کیجئے کہ خبر یہ کیجئے ہے جس کے پیش نظر اور محال بالمرہن اور متعلق بالمرہ کے
 طریقہ ہے۔ اور اگر آپ کا یہ قصد نہ ہوتا فرق سے نفی یہ کہ نفی کو کر کریں کہی قبول نہ
 آپ کا قول دہی قائل، ولا تخطئ فیہ نہ نفی اور نہ نفی کو کر کر دہی کی اور کیا
 محسوس کر لے اصل اور علیہ وسلم کے کیجئے کہ محال قول دہی ۱۲۱ حقیقت کا واضح بیان ہے
 گمراہی ایسا نہ دیکھ سکے ہے۔

تشیق صلاہ و دہری شرفی میں ڈھکوسل ہے۔ طریقہ کہ شیخ الاسلامی کے
 دہی سے مالک نہ کہنے اور نہ کہنے کا فرق معلوم نہیں۔ جیڑا سے نفی اور نہ نفی کا فرق
 بھی معلوم نہیں اور ولا تخطئ بمعنی یہ ہے انشائیہ نہیں ہے۔ اجماع قبل از ہجرت
 شیخ الاسلام ہدی سے کہ اس مطلب نہیں کی عبارت کے سیاق و سباق کی نہ ہوتی کیا
 مانا جاتا ہے اور نہ کہ کچھ کی حقیقت واضح ہو رہی ہے۔ مگر چھ مسمیٰ علیہ وسلم اس سے
 خود عبارت بھی نہیں نفی نفی۔ جیڑا سے نفی اور نہ نے نہیں فرق دیکھتے تو دہی کا لفظ
 تقابل فکر کی کہی لڑاتے اور نہ نے نفی مہنے کی صحت میں تردید بالکل رہی ہے۔ ہر
 ضرورت شیخ الاسلام ہدی سے لے کر فرمایا۔ ہاں ایسا اس پر اعتراض کیا جاتا ہے
 ایسا مانا جاتا ہے۔ ہر ہدی دہی ملک وادگہ مانگا۔ بلکہ نفی کی صحت میں بھی صحت ہی
 دہی ہی مانگا اور اس کو صحت خبر میں فکر نہ ضرورت کہہ نگاہ اور مالک کے ہے۔ ہر
 کہ کتب معانی عربیہ میں اس کی تفصیل موجود ہے اور یہ نفی کہ ولا تخطئ تخطئ بلکہ

خبر ہے اور اس میں اثنائیت کا احتمال بھی نہیں ہے، بعض دہائی بھی ہے اور ملتی ہے۔
 میں غیر مصرع ہے۔

شوقی امت، دوسری شوقی میں ڈھکڑ صاحب نے فرمایا کہ مصلحت اعلیٰ نبوت
 قبل نہ کہنے اور گناہ ہمارے چھٹے میں اتنی امور اعلیٰ نبوت کے بعد حکم ہو گئی تو ہم
 ڈھکڑ صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ اعلیٰ نبوت کے بعد شروع عالم سلطنت علیہ السلام
 نے قواعد انجیل، زہرا اور دیگر صوفیہ کا مطالعہ شروع فرمایا تھا یا قرآن کی
 اپنے ہاتھ مبارک سے نکلت شروع کر دیا تھا اور کسی کا قب کر کا بہت دلی کی طرف توجہ
 دیا کرتے تھے؟ جب آپ نے کتب سالیہ کا مطالعہ بھی کبھی فرمایا اور قرآن مجید کی
 کوئی آیتیں اپنے ہاتھ مبارک سے دیکھی اور اعلیٰ نبوت کے بعد کتب میں سے کون
 اور قرآن کی کیا کتابت والا مجوزہ ظاہر کر کے اپنی عقائد و صداقت نبوت پر اس کو
 دلیل نہ بنا تو ثابت ہو گیا کہ قرآن مبارک صرف قبل ازنا اعلیٰ نبوت کی حالت تک
 بتک فرمایا اور مصلحت سابقہ پر وہاں نہ کر دیا ہے، بلکہ آئندہ کے لیے بھی وہی حکم تھا
 اور اس پر آپ نے زندگی بسر فرمائی فرمایا اور اس مصلحت کو اعلیٰ نبوت کے بعد بھی
 ملحوظ رکھا، لہذا علماء و صوفیہ کا یہ دعویٰ کہ اعلیٰ نبوت کے بعد یہ مصلحت
 ختم ہو گئی، سراسر لغو اور سہوہ ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مصلحت اہمیت کی بقا
 اعلیٰ نبوت کے بعد بھی بہت ضروری تھی جو شخص اپنی کتاب و بیرونی و شرعی
 یا عام ہونے کے لیے آتا، میں کو معلوم تھا کہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم آتی ہوں
 گئے۔ کہا قال اللہ تعالیٰ، الذین یقبعون العینی الا نحن الذین یخونون
 مکتوباً عند ہم فی التوراة والا انجیل۔ اور وہ آپ کو کتابت کرتے گئے
 یا کتبہ ساری کا مطالعہ کرتے دیکھتا تھے کہس طرح آتی والی ملامت آپ میں تھی
 پہنے کا یقین کہ ان کتب سالیہ کی اقتداء تبارع میں آپ پر کس طرح ایمان
 لانا، لہذا آخر کتاب آپ کا مصلحت اہمیت پر رہنا ہی سراسر مصلحت اور صحیح حکمت
 تھا اگر شیعی علماء اس کو سمجھنے سے قاصر ہی ہوں۔

کیا سیر عالم و عالمیان صرف تہذیب و زبانیں جانتے تھے؟

علامہ ابو حنیفہ صاحب نے فرمایا اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تہذیب و زبانیں جانتے تھے اعدائے میں بھی مفرقہ نہ دیکھتے تھے، لیکن ہم سمجھتے ہیں صرف تہذیب و زبانیں جانتے تھے۔ یہاں میں یہی نہیں کہہ سکتا کہ آپ تمام زبانوں کے لیے ماست یا ستم نہ کر سکیجئے کہ عربی و فارسی اور ناس و اعراس و اخراج و اقسام و اہم و اقل و کم کی چیز، یہاں تک کہ عربی و فارسی و ان سب کی زبانیں آپ کو معلوم تھیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾۔ یعنی ہم نے نبی کو بھی بھیجا کہ اس کی قوم کی زبان کے ساتھ جو بحث فرمایا تاکہ وہ انہیں اپنے مذموم و خبیثہ کلمات سے اعدائے کی بات چینی سمجھ سکے اور انہیں صرف اس کے علم سب سے انہیں سمجھ سکے اور ان کو اپنے جملوں سے ان کی بات چینی سمجھ سکی۔ یہی رسولی رحمت ہے کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾۔ اعدائے تمام کی زبانیں آپ کو معلوم نہ تھیں یا نہیں، لیکن ہاں گامی قد علم کہ ان کی بحث اہمیت اس طرح ہرگز اور انہیں خدا نے نبی کی نگاہ سے زبانیں نہ مفرقہ نہ تسلیم کیے۔ مطلب یہی ہے کہ اس میں نہیں کہیں، مگر انہیں تو یہی نصیب ہوئی کہ ان کے علم و تصور کے علم کے ہر اور ہم اس میں ان کی عربی زبانوں کی کمی نہ کر سکی۔ تعلیم حاصل کی ہرگز نہیں سمجھی۔ وہ ان سے کہہ گا اور ہم انہیں نہیں سمجھ سکتے۔ حضرت علیؓ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں ہو سکتی، بلکہ حقانیت کی دلیل ہے کہ انہیں اگر کھانا شروع فرمادیں اور مصلحت شروع فرمادیں تو منہ الہیہ و باہر ہو سکتا ہے۔ حضرت تہذیب و زبانوں میں آپ کا کلمہ کہنا معلوم ہو کر مملو بحث نہیں ہے۔ لیکن یہی علم و علم و علم ایک سفر گشتا جس ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ علم کی کمال ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ گھٹنے کی پانچویں میں اور علامہ موصوف کی آواز کے لیے عربی کہہ سکتے تھے۔ شیخ الاسلام قدس سرہ اگر علم و ایمان میں گھٹنا نہیں کہ حق میں محال سمجھتے تو دیکھا تحفظ کے انداز سے نہیں کا احتمال ہی ہو کہ نہ صرف انہیں مالا مالا سمجھ ہی ہو سکتی،

بہر صورت کیونکہ کچھ تکلیف دہ ہے، لہذا اس سے دور رہنا صاحب عملی ارادہ میں کیا جاتا ہے کہ نیکوئی سے باز رہنا آسانی کے لیے کہ جس کو موجب امر کی طرف توجہ کا نسبت کیا جاتا ہے، اس پر عام ہے۔ اگرچہ اس کے حکم صاحب کی ساری عمر پر اور گہرے اندیشہ کے ساتھ ہی لکھا گیا ہے، بلکہ اس کے لیے یہ بھی ہے جس کی خواہش ہے کہ حضرت شیخ الاسلام سے یہ بھی نہیں ڈالنا چاہیے۔

شیعی عملی اعلام کے اقوال

آئیے اب اس مسئلہ کے شیعی علماء اعلام کے اقوال دیکھ لیں،
صاحب تاریخ الفرائض فی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی اور مختصراً
میں سے حرام امور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور اگر فقہاء و علماء و محدثین
صدا صلی اللہ علیہ وسلم، پریم خط و نوشتہ قال اللہ تعالیٰ، ولا تحلفوا بيمينی
اذا اذ الامر طلب العلم بطولہ و جملہ نقل از کتاب دوم صفحہ ۴۵

آپ کے لیے لکھا ہے اور احکام میں ہے کہ آپ کو حرام اور حلال امر ہے
خط لکھنا اور تحریر کرنا بھیجنا کہ آسمانی کلام ہے اور نہ لکھنا تم کو سزا پہنچانے
باللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ حکماء و متقدمین بھی تھے۔ کہیں علماء صاحب علم
نہیں اور نہ تھے تاہم صورت میں خط لکھنا حرام کچھ ہو گیا، لہذا یہ مسئلہ
انشاء اللہ تعالیٰ حل ہو جائے گا، ہمیں ہمارے مسئلہ حضرت شیخ الاسلام نے کیا دیا ہے آپ کے
علماء سے ثابت ہے کہ انہیں انکی بات پر حضرت شیخ صاحب کافی اوراق میں شہادت
ہے کہ انہیں ہے۔

۱۔ علامہ طبرسی نے سید مرتضیٰ علم الہدی کے حوالے سے لکھا ہے،
ہذاہ الاية قد دل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ما کان یحسن ان ینکب قبل النبوۃ فاما بعد النبوۃ ما الذی
لعمرتہ فی ذالک التحویز لکونہ عالماً بالقرآن و انکتابہ
و التحویز لکونہ فہم بالمریض ما من غیر قطع علی احد الامری

و ظاہر الایۃ یقتضی ان النفی قد تعلق بما قبل النبوة
 دون ما بعدہا ولان التعلیل یقتضی اختصاص النفی بما
 قبل النبوة لان المبطلین انما یرتابون فی شیعہم لو کان
 یحس انکتابہ قبل النبوة فاما بعد النبوة فلا تعلق لہ
 بالربوبیۃ والتکلیف فیجوز ان یکون تعلیمہا من جبرئیل
 علیہ السلام و تفسیر مجمع البیان ص ۴۴۲ و منہج الصادقین ص ۱۶۱
 یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ
 نبوت سے پہلے درست طریق پر نہیں نکھڑ سکتے تھے۔ بلکہ اعلیٰ نبوت کے بعد کا فائدہ
 ہمارا عقیدہ ہے کہ ممکن ہے آپ اس میں کتابت اور قرأت کا علم اور کھڑے کھڑے
 اسے بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں وہاں بھی آپ کو ملے مگر حاصل وہ ہر کسی کے لئے کافی
 علم اور توفیق نہیں ہے۔ بلکہ آیت کریمہ سے ظاہر بھی پڑھتا ہے کہ نفی کا تعلق اعلیٰ
 نبوت سے پہلے حالت کے ساتھ تھا لہذا اعلیٰ نبوت کے بعد والے فائدہ سے سب
 جو طاقت اس نفی کی بیانی کی گئی ہے، وہ بھی اعلیٰ نبوت سے پہلے حالت کے
 ساتھ نفی کی بات کا اختصاص جانتی ہے، کیونکہ باطل نبوت اس صورت میں آپ
 کی نبوت میں شک و شبہ کر سکتے تھے، جبکہ آپ قبل از نبوت اعلیٰ طریق کھڑے کھڑے
 لیکن اعلیٰ نبوت کے بعد والے فائدہ کو اس جست و جود سے کہ ساتھ کافی تعلیق
 نہیں ہے، لہذا ہو سکتا ہے کہ آپ نے میری جیل علیہ السلام سے کتابت کا علم اور ملے
 حاصل کر لیا ہو۔

شیعہ کا مذہب مختار

مجمع البیان اور منہج الصادقین کی علامات ہیں و حکومت امریکا کی ملکی
 چمک کی بنیاد تھیں اور جیسا کہ علی تقریباً انہوں نے اپنے زمانہ میں سن کر سن لیکن
 ان علامات سے صرف اتفاق ثابت ہوا کہ ممکن ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

جو شیخ علیہ السلام سے علم کتابت کا علم حاصل کر لیا ہو، لیکن اس کا تعلق اور احاطہ
مازدم نہیں ہے، لیکن آج بھی کئی لکھ ہزار اس باب میں کیا جواور شیخ
کا شانی کے قول کے مطابق چنانچہ آپ کا حضور پر ایمان تسلیم کرتے ہیں، مگر صواب کثرت
قریب جدا شعرائے کبیر سے ہے۔

۱۔ مذهب آغا محمد علی صاحب علم را اثنی و اندا لاول مرتبہ آخر
بصواب قریب است۔ منتخب الشعراء قیاسی، ص ۱۶۹

یعنی میں لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ ان حضرت علی علیہ السلام قبل مرتبہ آخر
مورخوں کی تفسیر و صواب اور عقل کے بہت زیادہ قریب ہے۔

۲۔ صاحبہ عجیبہ نے کہا تھا کہ آثار کا شیخ، مگر انظار دیکھا میرا نہ تھا کہ
علم و حکمت نہ ہر فضیلت تھا، وہی میری علامہ شہداء تہت اوشک و شہ
نماذق تعالیٰ و آخر میں فضیلت ہے از انانی داشت، مگر وہ دیکھنا ہوا
یعنی جب آپ کا حضور ظاہر ہو گیا اور آپ کے اثنی میں شکر شہ
۳۔ قرآن تعالیٰ نے آپ کو آخری عمر میں بے فضیلت عطا فرمادی۔

لیکن امام حسن شعرائے صواب نے اپنے ماحول میں اس پر دیکھتے ہوئے لکھا
کہ ان لوگوں کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ کے لیے علم و قرأت اور علم و
اندیشہ میں اور لوگوں ثابت کیا ہے، ذکر نقل اور حدیث کے ساتھ ساتھ قرآن
کا پورا عقل ثابت کر دیا ہے اور کہنے لگے وہی وہ کہ قول کو نقل کے ساتھ ثابت کرنا
ہاں بچہ، ذکر علم و تحقیق کے ساتھ انہوں نے لوگوں نے قرآن کو اپنے ان کا مشاغل
ہے کہ گفت اور شیخ فضیلت جدا و سرور عالم علیہ السلام و علم کی حاجت تھی
اس فضیلت سے نہالی نہیں ہوتی ہاں بچہ۔

لیکن حق آہست کہ خط و کتابت و قرأت و علم تعلیم و علم است و فردی و
زادہ فضیلت نیست و ان کے واسطے یا عالم اعلیٰ رابطہ دار و چہ نادر مشن و خط و
قرأت با شد۔ ماحولہ منتخب الشعراء قیاسی، ص ۱۶۹

لیکن حق و حقیقت یہ ہے کہ علم، انط اور علمِ قرأت اور لکھا ہوا اور لکھ کر پڑھنا تعلیم و تعلم کے لیے وسیلہ اور ذریعہ ہے، ہذا وجہ سے کوئی فضیلت نہیں ہے، لہذا اس شخصِ متقدم جو بلا واسطہ عالمِ بالا اور بہتر اصل کے ساتھ راہِ ہدایت گئے ہیں ان کو دسم انطا اور لکھا ہوا پڑھ سکنے کی طرف توجہ کی نہیں جا سکتی۔

مشرعوں پر دسترس اور ان میں لکھنے کی حقیقت

علم و حکوم کا سرچشمہ یا عقود و نظریہ بیان کیا تھا کہ آپ کو مشرعوں پر کامل دسترس تھی اور ان میں آپ لکھ کر دے سکتے تھے، لیکن اس کا حوالہ نہیں دیا تھا۔ اصل روایت ایسا تراجم ہے کہ جو خود بھی ضعیف کتاب ہے اور اس کی بدولت بھی ضعیف ہے، جیسا کہ حاشیہ پہلی الصاو قین میں ہے۔

”اور ایسا تراجم ہے کہ خود کتاب ضعیف است بہتہ ضعیف روایت کردہ است کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا کہ زبانی میزا اندوخی نوشت و ایضا خلافت نظامِ قرآن است۔ خواہ قرآن با حجازہ وی تعلیم میر علی مدہر بیگ ثابت شدہ اصل کلام خارج است۔“ (نسخی الصاو قین جلد دوم، ص ۱۶۹)

یعنی ایسا تراجم ہے کہ ”میں جبکہ جات خود کتاب بھی ضعیف ہے، پھر اس میں ضعیف روایت کے ساتھ مروی و منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی میر فرماتے اور لکھتے تھے، لیکن یہ روایت قرآن میں کے ظاہر ہی میں تو علم کے خلاف ہے، بالخصوص حجازیہ لیا یا دی اور تعلیم میر علی السلام کے ساتھ جہاں بھی ثابت ہو وہ عملی بحث اور متعلم نواح کے خارج ہے۔“

یہ حقی علم و حکوم صاحب کی دلیل و ثبوت ہیں کہ خود اس کے اپنی مذہب ہے، رو کر دیا تھا اور ہمارا تقاسم علی الضعیف فی الضعیف قرار دیا تھا۔

اقول، علاوہ ازیں اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شریف کے آخری حصہ میں فی کتابت اور قرأت میں مہارت حاصل کر چکے تھے تو آپ کو اتنی والے

قلب سے دوست کرنا غلط ہونا چاہیے کیونکہ یہ چھوٹی جہاد ہے جہاد باطنی ہے اور طوطی مراد یہ کہ تکلیف کرنے سے قناعت کر لیں کہ جتنے اہلنا مسعود عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے کر دینے کے لئے غریب ہمتیں آتی ہیں غلط ہونا چاہیے اور اگر یہ دوست کرنا چاہئے تو تو بھی و تحقیر کا اور کتاب لازم آتا چاہیے کیونکہ اگرچہ اللہ کے کہنے سے کہنا کی تعلیم ہو علم اور اس میں میں و حشر کے انکار ہے مالا گریہ لازم باطل ہے نہ کہ عزم میں باطل ہے اور علامہ فرج اللہ کا شانی کا یہ قول یہی ثابت ہو گیا کہ ہر ایک عزم و ہمت مسعود عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اول مرتبہ لے کر آخر مرتبہ تک اپنی تسلیم کرتے ہیں صواب اور صحیح ترین قول انہیں کا ہے۔ اے حکمران صواب کہہ و امت پر یہ مذہب بادا اٹھ گیا ہے یہی مذہب کوٹھکرائے گی کہ کہہ کر چہاں لایا مذہب انکار ہے۔ اہل اصول جب آپ آتی ہیں اور آپ پر کھٹیا حرام ہے تو قول باطنی آتی ہے و لا تفتخوا بآثارہم جو کہ صحت میں والا ہیں ہے تو صحت و شیعہ الاسلام ہر سرور کا مذہب باطل ہے صواب اور حقیقت کے مطابق ہو گیا اہلنا اس پر اے حکمران صواب کہہ کر اپنے نبی کی حالت اور اپنے مذہب سے کہہ کر اپنی کا نتیجہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھا حکام سے باطل کا اثر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا مطلب

یہ امر تو سب سے پہلے کہہ دیا ہے تو کہ آپ آتی ہونے کا آپ کے حق میں یہ مطلب نہیں آتا بلکہ یہ غیرت یا شوکر آپ کے آتی ہونے کا مطلب ہے کہ انہوں نے کے سامنے دانستہ گمراہی نہ کرنے والے اور تعمیر و تربیت میں انہوں کا یا یا اسان انہوں کے والے ہو کر باوجود استغناء سے سب کچھ کھینچ کر حاصل کرنے والے اور تعمیر و تربیت کرنے والے کہما قال اللہ تعالیٰ و انزل اللہ علیہ ان کتاب و الحکمة و علمہ ما العرش کن قل لعلہ انہ ہر قولی انہ ان علیہا جیسا کہ انہوں نے مستقر رہی۔ فلا تفتنی و لا یغنی عنی لہا امیر من حق و علیہ نے

فرماتے ہیں: کفایک بالعلم والایمان جعیدۃ
فی الجہاد علیہ والسادۃ فی الیقین
یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناکارہ جہاد میں وجود ہونے اور ان کو
کے باوجود صاحبِ علم ہونا اور قہمی کے باوجود عسکری اور اہلِ خلقی عالم کے شخصیت
ہونا صداقتِ نبوت پر سہرا دہیل ہے اور اس حقیقت کو امام اہلِ کشتِ اہلِ سحر
مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے یوں ادا فرمایا ہے۔

ایسا اتنی کس لیے منت کشی اُستادِ

کیا کائنات اُس کو اقرار کیا لاکر نہیں

بلکہ وہ اتنی ہیں ہیں چسپاںِ تسلیم کی انتہا پہنچی اور پھر کبھی تسلیم کائنات اور
نبی و رسول کے مبعوث فرماتے کی ضرورت نہ رہی اور پہلی شریعتیں ان کی شریعت سے
مستور ہو گئیں اور پہلی کتابیں ان کی کتاب سے۔ وستم یاقین! ۔
نتیجہ کہ نامزدِ قرآنِ دوست کتبِ نادیدہ بختِ بخت

حدیث قرطاس کی دوسری توضیح اور چٹا

علامہ ڈھکو صاحب کی جواب میں فریگاری!

حضور شیخ الاسلام قدس سرہ کے الفاظ پہلے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے
ہیں اہلِ برزخِ تسلیم اس دعا میں خلافت کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
خلافت اور وہ بھی بافصل اس سے کہیں ثابت ہو گئی۔ اس کے ہر لحاظ میں اس کے
صاحب نے ہر سورتِ کفر پر پور قرطاس فرمائی، جتنا کہ اس کی مناسبت صحیح ہے، لیکن
کے فراموش ہے۔ آپ فرماتے ہیں اس دعا میں اقطارِ خلافت کا ذکر نہیں ہوا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور وہ بھی بافصل مذکور ہو، ڈھکو صاحب نے اس پر
اسے اس جواب کو قرار دیا۔ کتب اہلِ سلطنت کا سوال دیا ہے قرآن میں اہلِ بطورِ محال
اس امر کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ بھی خلافت بافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تولا

ضیغ انگراں سے ولایت میں تصریح اختلاف کیجئے ثابت ہوگئی اور عقلی علوم ہوا یا
 نہ کہ زندگی بھر مختلف مسائل پر سے جس کا ذکر کیا تھا، آپ وہی مجلس تھی اور
 کیا لکھتا تھا؟ یہ جواب بھی غلط ہے کیونکہ زندگی عقل کیا ہے نہیں کہا جا سکتا کہ جس
 کو زندگی بھر بیان فرماتے رہے اور اس کا اطلاق کرتے رہے، اس کا ذکر آپ
 متکثر بعض کی وجہ سے نہ تھا، اہم نہیں تھا، جتنا قدر کہ دوسرے اہم دینی امور پر
 براہیں بخوار بیان نہیں ہو سکے تھے، اسی کے لیے لکھنے کا اجتماع مقصود تھا، اس
 عقلی دور کو کیوں غفلت انداز کیا جاتے اور ہر ٹھوس کام کے عقل نے اختراع
 کی ہے اس کا کیوں التزام کیا جاتے، لہذا ان دنوں عقلی وجہ آپ صحیح ہوا اور یہی
 اندیشہ عقل۔

امام غزالی علیہ الرحمہ پر بیتان

علامہ صاحب نے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کی طرف ایک عبارت کی
 نسبت کر دی، لیکن ان کی کسی کتاب کا حوالہ ہی نہیں دیا۔ کیا اس طرح کے دعوے
 اور دعویٰ کی مثال و تفسیر کسی نے دیں؟ یہ امتناعاً آپ سرزادہ علمی کا حوالہ دینا
 چاہتے تھے، لیکن علمی تقاضا تھا کہ ہر قسم شرم، لگن، لاجی لکھیں ہوئی، کتاب کی نسبت
 اہل لکھت کے عالم کی طرف کہہ کر ہر قسم انحراف، سواری، گمراہی، بولیا، بیکری، بیکری
 طرح شرم نہیں لگتی، وہ دن ہے موضوع اور ہی گھڑت عبارت زندگی ذکر کرتے ہیں، نہیں
 بلکہ بیت علمی فریب کا ہی کا مظاہرہ کیا ہے، تنگ لوگ سمجھیں کہ یہ آیا اسلحہ کی
 معارف، زمانہ کتابوں میں، شکر و عبارت کا حوالہ ہے، سا شاد و کامیابی کی کئی مرتبہ
 کتاب میں جو ہیں، بلکہ ان سب میں اس کے متانی و مخالف عقیدہ کا اہتمام ہے
 کا علمی و دانشور شہر ہے، اس کتاب کے امام غزالی علیہ الرحمہ کے حقیق
 پر لکھا ہے، مدعا غلط ہے،

بمحل عقیدہ، اور اس سمت کہ دہریہ ہی حال پر اسطرح مصاصیت دیکھتا

اہلِ تسلط، دنیاوی ایمان اعلیٰ ہندوؤں اور موسیٰ سوالی بلکہ شیخ مسد علی گروہ —
(مہامس التوحشیں، ص ۱۹۲)

یعنی اجمالی طور پر خزانہ علی الرحمہ کے حصہ سے کیا گیا یہ جبکہ ابتدا میں یہاں
اہلِ تسلط کی صحبت کی وجہ سے دنیاوی ایمان عیسائی تھے اور آخر میں موسیٰ سوالی ہو گئے اور
عالی مرتبہ تک پہنچے۔

و کتاب مترجمہ الیہیں کہ اس واسطے یکنویں نیز اگر کسی دکان اور جگہ کہتے ہست کہ خزانہ
کی داد اور آخر وقت و افشاں نیز خرد نموده و تصریح با ستاد و خلفا ثلاثہ و ایمان ایشان
فرمود۔ یعنی کتاب مترجمہ الیہیں جس کو سرسکھن بھی کہا جاتا ہے اور یہ منجملہ ان کتابوں کے
جس میں کہ امام خزانہ علی الرحمہ نے لکھے کے آخری حصہ میں لکھا ہے کہ اپنے داد کا افشاں کیا
اور خلفا ثلاثہ انہوں کے جہیں کے مرقعہ ہونے اور دینی حق سے برگشتہ ہونے کا قول کیا۔
(مہامس التوحشیں، جلد دوم، ص ۱۹۱)

جب تاحی شرمسری یہ داد بیان کر چکا تو ایک سوال ہو گیا، لہذا اس کا جواب
دیے بھی ضروری سمجھتے ہوئے سوال و جواب کو کتاب میں درج کیا۔ آپ بھی خدا اس
سوال و جواب کا سزا اور فرما کر نظر رکھیں اور علامہ ڈاکٹر صاحب کی دقت نظر میں
اس کی چھبھی و مصنفہ کی گورنری کریں کیونکہ اختلاف اپنے اسلاف کی راہ پر چھبھی
نکلتے ہیں اور ہمیں وطن کا یہ طریقہ نہیں اسلاف سے ہی ورثہ میں ملتا ہے لہذا ان میں
معاذ میں کچھ فرق ہیں۔

سوال، کہ گویہ کہ میں مکرم تشریف خزانہ و امثال ان کو کہہ رہا ہوں، اہل سنت
اشتراک دینے والے نہیں، بلکہ اثنی اثنا عشریہ، ماکہ و کتب الامامہ و غیر ان مسطورہ است
برایں سنت نبوت تشاربہ۔ جواب، کہ اگر مایہ گوئی کہ مکرم یا تشریف خزانہ
کو نظر پر اعلیٰ مال، ایشان کی شکایت نیست کہ ظاہر حال ایشان و مافوق اہل سنت تھا
و تصانیف ایشان بطریق نقادان جماعت واقع شدہ۔ و مکی مطالبہ ان کے نصیب
کر دہ اندوایندہ و انجا مسطورہ است بقبول اثنی عشریہ اندوایندہ و مخالف مطالبہ

وایات خود خلافت ائمہ علیہ السلام کی حقیقت اختیار کیا جائے۔ و تصانیف اشکال غزالی
است اختیار است تصانیف کیا ہی است اس وقت اس سے اعتقاد کروں اور کیا اختیار
کرا خود مانہ پر چند مختلف آراء ہیں یا شاید ایک یا کچھ اور دوسرا اس میں دو مسئلہ
مسئلوں کا یہی کوئی شخص یہ کہہ کر صحت تم غزالی علیہ السلام کے یہ کہہ دینے
کے قابل ہو کر پھر ان کی وہ عبارات جو کتب کلامیہ وغیرہ میں مسطور ہیں ان کے مطاب
اہل سنت کے خلاف ہیں نہ ان کے خلاف بطور حجت و مستند شرع و فہم و فہم کہ یہ تو
شیخ کی عبارت کو اپنی سنت کے خلاف حجت قرار دینے کے مترادف ہوا

جواب کی نگاہ میں جواب میں کہتے ہیں کہ یہاں غزالی اور اس کے شاگردوں کو اپنی تصانیف
میں شمار کرنا ان کے باطنی ممال کے شرعی نظریہ کو اس میں شک نہیں ہے کہ ان کا لفظ
سناں اپنی سنت کے موافق ہے اور ان کی تصانیف میں اہل سنت کے مطابق پائی گئی
ہیں اور تمام اہل سنت نے ان کا مطاب کر لیا اور ان کو اپنے لیے قابل قبول و مقبول قرار دیا
ان کو اپنے معیار احکام و روایات کے خلاف نہیں سمجھا لہذا وہ حقیقت جو اسے استدلال کا
طریقہ ہے اسے تصانیف میں ہے جو کہ اپنی سنت نے مستحکم ہے بلکہ ان پر لڑکا
اٹھا گیا ہے سناں ان کا مستند باطن میں شیخ پر کیا گیا ہے۔

کہہ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اہل سنت امام غزالی علیہ السلام کے یہ کہہ کر ہوا اختیار کیا کرتے ہیں
اس لیے ان کو فہم فرماتے ہیں ان میں اس میں کیا خاصیت ہے جو شریعت میں سے ہے جس
کو ان کے لیے میں کہہ رہا ہوں وہ سب مستند اور صحیح ہے صرف شیخ پر لڑکا لگا
ہوئے اور وہ اہل سنت کے نزدیک قابل قبول اور امام غزالی علیہ السلام کے یہ کہہ کر
تصانیف میں ہیں لہذا یہ مستند و مقبول ہیں ان میں خاصیت اپنی سنت کی صحیح
مکمل ترجیح ہے ان کو اپنی سنت کے خلاف کوئی حق نہیں کہہ سکتا ہے بلکہ
کہہ کر کہہ جاتا ہے اور اہل سنت کے نزدیک صحیح نسبت میں نہیں لہذا ان کا یہی موقف

کے تحت پیش کرنا بھی سراسر حرام اور سیدہ تعدی ہے۔ الغرض اس سوال کا جواب
بہرہ سطر العالیہ اور جواب کی مطابقت بھی مشاہدہ کرنا تو یقیناً بھی کون ہے؟

بہرہ سطر العالیہ میں کیا کیا گئے
گئے نہ سمجھ سکتا کہ اسے کوئی

بہرہ سطر العالیہ علیہ الرحمہ بقول تاحی شوستری شیعوں کو گتے تھے اور تشیع کے
انہوں نے کوئی کتاب کسی میں میں غلام غلام رضی اللہ عنہم کے متعلق نفوذ یا اثر نہ کر سکتے
کا قول کیا وغیرہ وغیرہ تو ایسی کتاب تفسیر الدیلمی کی ہے امام خزانہ کی اس سے
اپنی مسند کو الزام دینے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

کتاب ستر العالمین حضرت شاہ عبدالعزیز کی نظر میں

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خود اثناء مشرعیہ مسند پر شیعوں کے کسی
مکر و کید کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے طور پر کتاب لکھ کر اس میں صاف کر کے لکھ دیتا
ہر طعن و تشنیع اور اہل سنت کے مذہب کو اٹل کرتے والی حیادت اور کفر کو اعلیٰ مسند
والجہالت کے اکابر ملاد میں جس کسی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس کتاب کے آثار
میں طلبہ لکھ دیتے ہیں جس میں کتابی اسرار اور حفاظ امانت کی وصیت اور کفر و کفر
اور گتے ہیں کہ کچھ اس کتاب میں ہے اور ہمارے غرض یہ ہے کہ دوسری کتابیں
لکھتا ہے اور بعض پتہ داری اور قیادہ داری کے طور پر لکھا ہے۔

میں کتاب ستر العالمین کہ آں ما امام خزانہ نسبت کنند علیٰ ہذا القیاس کتاب
بہرہ تصنیف کردہ اندر ہر ایک از مشرعیہ اہل سنت نسبت نموده اند کسی کہ نظام
ان بزرگ آشتا ماشد غنائی علیٰ قیادہ امتیازہ الفرقہ تا یہ کیا اب ہی باشد تا پانچ نظام
طلبہ دینی کو جو طرہ نموده و غیلہ سراسر برادر میراں شوند۔ (خود اثناء مشرعیہ مسند)
میں کتاب ستر العالمین کے جس کا امام خزانہ کی طرف نسبت کرتے ہیں اور
علیٰ ہذا القیاس بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور اہل سنت کے مستر مل کر رہی

سے ہر ایک کی طرف ایسا اختراعی کنایوں کی نسبت کی ہے اور ہر ایک پر شخص اس رنگ کے کلام سے آتش میں ہوتا اور اس کے خدائی کنی کو دھڑکتے لوگوں کے خلاق خلق سے تہا اور اس کو دھن کی دھن کی تہا، پادہ، عام طور اس پر گھریں خلیط لگنے لگتے ہیں اور بہت زیادہ حیران و سرگردان ہوتے ہیں۔

اقول، یہ طریقہ نارعات صرف ملا، انار کے ساتھ نہیں، بلکہ انار کے ساتھ بھی یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کچھ وہ بھی عام میں اور غلطیات میں فرقہ کے گھر کی تہا اور یہ داری اور عام کی بہت داری حاصل کرنے کا بہت طریقہ بدلتا ہے اور اپنی طرف سے روایات گھر کی طرف منسوب کر کے اسے ان کا اصل اور اصل حق قرار دیتے ہیں اور اسی طرح سے مستقل چہ وہ وہاں تغیر والا ایجاد کیا ہے۔ انکشاف انانچ صلاک فی حقون ہم و لغو ذہن من شہود من صحت

امام غزالی سید نعمتہ اللہ الوسی الجرائی کی نظر میں

اگرچہ وہ حکمران صاحب نے اپنے ملکہ طریب کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اور بھی ایسی برات دیکھتے اور سراسر عالم میں ایسی کتاب سے استفادہ کرتے۔ فیضی فاضل سید نعمتہ اللہ الجرائی نے کوئی کلام پر حیرت و حیرت کرتے ہوئے حضرت امام غزالی علیہ السلام کے متعلق اپنے فنیہ فیضیہ فیض و فناء کا لڑا لڑا کیا اور ان کو اپنے صوفیہ کے حوالہ بہت سے شیعہ کے طوالت کے تاثرات کو مفصل طریقہ پر بیان کیا ہے تاکہ ہر جرائی صاحب نے کہا،

۱۔ امام غزالی میں امام غزالی نے لکھا ہے، قد انکشف لنا فیض الی بکرم علی الصیغرا نعمتہ علی علی علیہ السلام کہ ان کو حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب سے انکشاف ہونے کا کشف ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حقیقت ان پر انکشاف کی گئی۔

۲۔ اپنی کتاب اللہ من اللہ فی اللہ انہوں نے میں وہ دین کے ترک

کر لئے اور کیا حالت و ریاضات میں سال بھر مشغول رہنے کے لئے ایفیت کی اس میں
انہوں نے خوب کار کیا اور ان کے عقیدہ معصیت ائمہ کو باطل قرار دیا اور اس میں
مذہب امامیہ کے بطلان کا کشف ہونے کا تصریح کی ہے۔ عبارت طاعتیہ

و انکشف له بطلان مذہب الامامیہ بعد ان قرأت
الکتابین و انقطع فی دمشق و مکة المکرمہ عنوا عن مشورین
سنة ملاح ما للخواص فی آخر صمد و صفت کت باسمه ان لفظ
من الفصل فیخص الزید علی من يدعی العصمة والایطال
لمذہبهم۔

۲۔ امام خزان علی المرتضیٰ نے بار بار احیاء العلوم دنیویہ میں روافض کا ذکر کرتے ہوئے
لکھا، قال ابی و افضی خذ لیسما لله تعالیٰ۔ افضی نے اس طرح کہا
ہے۔ اے تعالیٰ انہیں ذلیل و رسوا کر دے۔

۳۔ احیاء العلوم میں ہی انہوں نے لکھا کہ اگر کوئی روافضی ہمارے پاس آئے
اور کسی شخص پر قتل کا الزام عائد کرے اور اپنے لیے بولے اپنے کا استحقاق ثابت کرنے تو
ہم کہیں گے کہ تیرا اپنا قتل کیا جان سلاں ہے تو دوسرے مقتضاس کا ظہر لگا کر کچھ کر
ہو سکتا ہے۔ قال فیه انہ لو جاء الیہ من افضی و ادعی انہ لطلب
و مرشد احد قلنا ان د ملک حد من۔ (الامام خزان علی المرتضیٰ)

کتاب ستر العالمین علامہ جزائری کی نظر میں

حضرت امام خزان علی المرتضیٰ کے متعلق شیعہ کے عظیم محدث کا نقطہ نظر موصوفی
مکرانچے کے بحساب اس کتاب کے متعلق اس کی رائے معلوم کریں،

فقد ریمنا نسب الیہ کتاب یسمی ستر العالمین فیه مقالة
یظہر منها میلہ الی الحق و نطقہ بہ فیکون حجة علیہ و بعضہم
انکروکون الکتاب لہ او ان المقالة ملحقة بالکتاب۔

(امام خزان علی المرتضیٰ)

ہر بعض وخصائی کی طرف ایک کتاب کی نسبت کی جاتی ہے بلکہ ہر عالمی کے
 نام سے موسوم ہے اس میں ایک مثال ہے اس میں ان کا حق کی طرف بھی نہیں
 کی طرف سے ان اور اس کے ساتھ لائق تلامذہ کے نام ہیں تاکہ اس پر بحث کر لیں
 اور بعض علماء نے اس کتاب کا طرز الی کی تصنیف ہونے کا انکار کیا ہے اور یہ کہ یہ
 مثال اکتاتی ہے یعنی بعض بعض نے اسی طرف سے لکھ کر کتاب میں تصنیف کیا ہے
 جو ان صاحب کا انتقال مسئلہ میں ہوا ہے اور انہوں نے اس کتاب
 کی نسبت کا شکوک ہوتا ہے تو اس سے وہ صاحبہ الفیہ کتاب سے
 ظاہر ہو کہ یہ نقل نہیں ہے بلکہ ساتھ نسبت کی تفسیر اس نسبت کے ضمیمہ اور تالیف
 اکتادہ اعتبار ہونے کی دلیل ہے اور مثال کتاب اور معروف و مختار فضائل و
 صفات سے یہ بعض کا مواضع حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ
 سے افضل ہونے کا عقیدہ نقل کر کے چلا کر ان کا حقیقی اور واقعی غریب ہر
 مثال و معروف کی دلیل ہے کہ انہوں نے بعض کے بعد اطلالی پر یعنی یہ اس میں
 کتاب میں بعض اور اہل فقیہ کے موافق عبارت ہو گئی ہے۔ وہ ساری کتاب
 اس کا اور مثال اس گزشتہ ہے اور ناقابل تصدیق اور مثال اور مثال نہیں
 ہے۔ اس سبب میں آپ کو حکم صاحب کو دلائی ہو چکا ہے جس سے اس پر اس
 دہرائے کیا نہ غیر معتبر اور ناقابل قبول کتاب ہے۔ استدلال پیش کرنا ہے اور بعض
 غریب تلامذہ و شرح خلق سے کہ غلط ہو کہ

الطرح ہاں کو صاحب کا امام خراسانی علیہ السلام سے بہت دور ہے اور اس کے
 عقائد اور اعتقاد سے نکل کا بھی تعلق نہیں ہے اور ان کی تلامذہ معروف کتابی
 اس کی تائید کرتی ہیں بلکہ میں اربع سرورہ عالم مسل، شرح علیہ وسلم سے حصول شفاء و شہادت
 میں تلامذہ پر تائید شہادت کے ذکاؤ کا اس طرح امام خراسانی علیہ السلام کی طرف سے
 اس شاذ و غریب و غریب گزشتہ عبارت کا شہادہ مثال کتاب کے اندر عبارت کا
 مثال نہ دیکھ لیا کہ یہ مثال کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

ڈھکوصا صاحب کی بے اصولی

تیسری تہذیب منکری کے حوالہ کا جواب دیتے ہوئے ڈھکوصا صاحب نے کہا تھا کہ اس کتاب کی نسبت حضرت امام علیؑ منکری دینی ائمہ کی طرف مشکوک ہے۔ لہذا اب تک اس کے مندرجات کی تائید تصدیق دوسری جگہ اور مستند روایات سے نہ ہوئے اس وقت تک اس کے مندرجات سے استدلال و مستنبط اور دست نہیں چڑائیگی۔ یہ قاعدہ و ضابطہ اپنے لیے وضع کر کے ہیں اور اسے اصولی مسئلہ قرار دیتے ہیں اور بحث کے خلاف ہر ایک کارروائی میں اس کو قبول نہیں کرتے۔ یہ ایک عہدہ و حالت نظر انداز کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ — شہرچہ پر لائے خود نہ پسند ہی پر لائے دیکھاں پسند — مسلم قانون ہے۔ لیکن علامہ و صرف صرف ہندوئی سیاست گردانے کو ہی اپنا اعتبار سے مقصود قرار دیتے ہیں۔ یہی امر ہر ہندو سرسریہ اصول پر ہی شکل کیوں نہیں۔

حدیث قرطاس کی تیسری توجیہ کے جواب میں علامہ ڈھکوصا صاحب کی کیا دہی منکاری

تیسری تہذیب حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ صاحب نے شیخی استدلال کا ابطال ہی یہ دیکھ کر دینی عقلی کہ حدیث قرطاس میں (ایشیائی) بیچ کا سبب ہے جس میں گھر کے اندر سے تمام افراد کو کتب خانہ لایا گیا ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ میں شامل ہیں۔ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دنیا، حسبت کتاب اللہ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسرا طبقہ ہے۔ لہذا اس حدیث آپ کو آپ کو تخلیص خود۔ تو سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر عمل کرنا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر بھی چھوڑ کر علی رضی اللہ عنہ نے کس کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے کالفا اور قلم اور دعوات میں شیخی کیا کیا

اب علامہ صاحب کے جوابات اور ان کا رد ملاحظہ فرمائیے،
 شتیٰ اول، اس کا پہلا جواب علامہ صاحب یہ دیتے ہیں کہ حضرت
 ضریرہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں داخل نہیں بلکہ یہ خطاب
 کے لئے ہے جس کے گمراہ ہونے کا اندیشہ تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چونکہ یہودی
 تھے اور کائنات کو صراطِ مستقیم پر چلا دینے والے تھے، لہذا ان کو یہ تحریر لکھوانے کا کیا
 ضرورت تھی؟ سہا ہی اللہ کیا غائب جواب ہے۔ اس کو یہ حکم واسطیٰ ادا کرنا
 اور جو علی سینا میں دم بخود رہ جائیں۔ اقول وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ

۱۔ جس طرح حضرت ضریرہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تحریر لکھوانا چاہتے تھے، بلکہ
 اپنے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی ہدایت اور ہمتانی کے لئے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ
 بھی لوگوں کی ہدایت اور ہمتانی کے لئے اس کو لکھوا لیتے۔ آخر ضریرہ کی کتاب میں بھی ذکر کئی فی
 تسلیم کیا جاتا ہے کہ میں نے مشرق و مغرب کی ہدایت کے لئے لکھتے ہیں یہی فائدہ کس لئے ہے، اور ہدایت
 خلق کے لئے یا لہذا کے لئے ہے؟

۲۔ اس ہدایت کی کتاب کے لئے قرآن مجید کیوں لکھا تھا؟ اپنی ہدایت کے لئے لوگوں
 کی ہدایت کے لئے؟ جو حضرت قرآن مجید کے لکھنے میں تھی کیا وہی مسرت یہاں ہم نہ دیکھیں
 تھی؟ آپ خود کہتے ہیں کہ یہ لکھوانا نہیں اور عاریت تھے۔

۳۔ پھر سوال یہ رہتا کہ ان کی ہدایت مطلوب تھی؟ سوال یہ ہے کہ حکم کس کا تھا
 جس نے ان کو اس تحریر کی لکھنا چاہت ہو گا کہ ان کا حکم وہاں پر پیش کیا گیا تھا جس نے ان کو
 دیکھ کر بھی ہلکا رہا ہے۔ ۴۔ اسی کتاب سے کہہ کر پھر شہادہ کرنا۔

۵۔ اگر اس عقیدہ و فکر کے تحت عمل طور پر عملی حکم دیا جائے تو اس کا اثر
 رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھا کہ اس عقیدہ اور فکر کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا
 کیا ہے لہذا اس عقیدہ و فکر کو ظاہر کر دینا اور حسن کتاب اللہ کہ وہاں بھی اس
 ہدایت کے لئے لکھا گیا کہ کتاب کافی ہے، لہذا ان کو بھی ضرورت نہیں تھی اور یہی کتاب کافی
 ہے البتہ اگر کتابت ان کو دینا شہادت علیہ کہ یہ جنتی و بہشتی ہے،

الاسلامہ بیتاً۔ لکھنؤ شتاباً پہنچیں گے آج کے ہی دن دلفزا لہجہ کے دیو تم پر اپنی قسمت کامل و مکمل کر دی اور قہار سے لے کر دین اسلام کو ملحوظ رہی پسند کیا الہذا وحقاً جس جاکرام مستحق ہوا ہمارے ہاں جس کو پیر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اور ہم کا مخاطب کس کو ٹھہرایا ہمارے ہاں، کیونکہ جس کی عظمت کی کشش اور اہلی کے اشد اقبال سے ماضی ہوا اور اشد تعالیٰ کے ان سے ماضی ہونے کا قرآن کریم گواہ ہے۔ وہ تو حاضری میں رہتی اشد عود کی طرح مستحق ہی ٹھہریں گے۔

۵۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو عید و رسالت پر لیکھ کہنے کی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیا ضرورت تھی انور ہاشم اور کاشف کے ساتھ سب سے قبل کی نیز ہجرت و ہجرہ کی گنج گہ آپ تو پہلے سے وہی تھے اور بقیہ خلیفہ حضرت بنی ہاشم کا امام و ولی و نائب تھے اور وہ قول سے زمان و انوار میں یہی جہاز کے شریک تھے الہذا وحقاً بھی وہ سرور کے لیے تھے اور اس کی تعمیل میں وہ سرور کو کرنی ہاں پہنچے تھے۔ خدا اس کے اتنا کفر اور سیم وہ جواب نہ دے گی کوئی پر خدا آدمی ہجرت کو سکنا ہے۔

خود کا نام ہزاروں رکھ دیا ہزاروں کا خود
جو ہا ہے آپ کا عیشی کر خیر مبارک کرے

شوق دوم، علامہؒ حکو صاحب نے کہا جب بڑے ہی ہادی رسالت نے آپ پر ہدایت کی تہمت لگا دی اور اکثریت نے ان کی ہادیں ہاں چھڑی تو اس تخریب کا فائدہ کیا ہو سکتا تھا، ہر اب کی یہ شے میں کتنی دھوکا تھا اور اصل یہ ہے اور سر کر کے ہادی کا کہ اگر کہ سوال نہ نہیں کہ اس کا فائدہ ہوتا یا نہ ہوتا۔ سوال صرف وہ ہے کہ ارشاد نبوی کی تعمیل ہو رہی تھی اور وہ بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی کی طرف سے ہی ہادی گئی۔ وہ فائدہ ہونے کا معاملہ تو وہ قرآن مجید سے بھی ہر ایک نے خوب اشد اذکار و اسلام میں، ایسے فرقے میں جو قول ہادی تعالیٰ نے ہادی تعالیٰ کے مطابق اس کی دیر سے لکھ رہے ہیں جس کو حکو صاحب ہا میں قرآن اپنی اشد میں کے مطابق قرآن کے تفصیلات میں بھی شمار کر سکتے ہیں، مگر اس کا نازل کرنا سراسر محنت اور دیکھنا دیکھنا

اور علی کو اس سب پر اہم مقامات پر لکھنا زیادہ کے لیے ذہنی استعداد کے لیے کیا
 کچھ تھا جس سے فائدہ اٹھاتے، عقلی و عبادی و تشکیک کے مطابق اپنی حق
 کی تصدیق و تفسیر کے مقابل میں ہمیشہ تفسیر ہی رہی ہے لہذا یہ کوئی نئی تفسیر و تائید
 عدم عقل کی تفسیر ہو سکتی۔

حضرت فرخ علیہ السلام کے علمی زمانہ کو دیکھو اور ان کے ہاتھ پر مشرق و مغرب
 پر سے حال ان کی تصدیق و تفسیر کو دیکھ کر یہ دیکھا جائے کہ ان کی عقل و تفسیر کے لئے اس قدر
 اور اتنا وسیع و وسیع و وسیع کے لئے اور کیا ضرورت تھی، مگر وہ ان میں عرب
 کفار کے آنکھ سے چھوٹے تھے اور ان کے لئے کیا ضرورت تھی، مگر وہ ان میں عرب
 باوجود آپ کے قرآنی بیاد اور کتاب و سنت کے آپ کی حکمت و دانائی کے بچے بچے تھے
 اسی طرح وہ تحریر مقدسہ اور اس کے فیوض و برکات آپ کی حکمت اور دانائی کا تفسیر
 الہی عالم کے عقوب و داد و دیں پر مزید لکھ کر دیتی تھیں، کیا اس تحریر پر مشرق و مغرب اس فائدہ اور
 اہتمام کا یہ اتنا ہی عالمی برکات کو نظر انداز کرنے کی کوئی وجہ تھی یا جس شخص کا تفسیر
 لکھ کر یہ مزید اسلام کا کام تھا تفسیر و حکمت کی جہاں حکمت اور لہذا ان کے ہمارے حق کے
 غلاموں کے ہاتھوں میں لکھ کر دیا جاتا، لہذا ان کی مصلحت کو دیکھنا اور ان کا کام دیکھنا
 کو دیکھنا مصلحت و جہالت و مصلحت کے برابر ضرورت ہے۔

یہ وہ تحریر تھی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے پاس رکھ لی تھی اور وہ اس سے
 فائدہ اٹھاتے تھے، یہ وہ عالمی اس کا کبھی شیعہ حضرات پر شکست کھدایا، اور ان کے
 اور ان کو لوگوں کے اندر کی طرح مضبوط کر دیا، اور ان کو دینی و دینی و دینی و دینی و دینی
 سب خصوصاً سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر یا سنی خلافت یا فصل پر مشتمل اسلام
 الفاظ میں ان کے پاس موجود تھی تو ان کی مصلحت کی روایات کا سہارا لینے کی ضرورت
 ہی نہ رہ جاتی اور کچھ بھی کہہ کر ان سے مطلب برآئی کی تکلیف سے بھارت حاصل ہو جاتی
 ۳۔ ساری دنیا میں دین و انصاف و سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت گذری
 موجود تھے اور ان کی سہولت میں لکھا گیا، یہ وہ تحریر انصاف و کھلائی جاتی تھی

است۔ ہاں اگرچہ بعض روایات صرف مستفہام مذکورہ نباشد مفسد است لیکن کلام
استفہام انکار کے معنی میں ہے اور اگر بعض روایات میں صرف استفہام مذکور
نہیں ہے تو صرف اتفاق کے لحاظ سے مذکور ہے نہایت وارادہ میں ہے اور اس وقت
میں معنی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مستفہام کلام نہیں فرمایا بلکہ اس کی
تعمیل ضروری ہے اور یہ کلام بھی ان معجزات کی طرف اشارہ ہے۔ دلیل پیش کی گئی کہ اس وقت
کاغذ اور قلم و دعوت پیش کر کے تحریر حاصل کرنا یا اپنے کلمہ کس طرح فرمائی کی نسبت
محض حق اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھے اور اس وقت میں اس وقت اور انکس
کی بنا پر اس شے سے دلکسالت میں آپ کو تعجب نہ تھا کہ روایات اور معجزات
دینی اللہ عزوجل کی مودت کے ساتھ تمام ان کا قول تو صرف یہ تھا کہ علیہ التوجیع
و عند کسر کتاب اللہ۔ اس کے یہ معنی کس اخت میں ہیں کہ آپ نبوی کی طبیعت میں
مبتکامی۔ علیہذا اللہ! بلکہ اس کا تو صرف اور صرف یہ معنی ہے کہ آپ پر خدا کا ظہر
ہے اور شہادت اس اللہ کی کتاب جلت ہو جو ہے جس کی تفسیر و تشریح حضور ہی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت عطا فرمائی ہے۔

یہ زمان کے لیے ان اعتقاد و یا زما و اعتقاد کامل کی کوئی صورت ہی نہ تھی کہ حضور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی مرتبہ اور تعریف کے دوران و سال فرمایا میں گئے لوگوں
کی امیدیں بڑھا کر دینی ہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح کامل و جلیل عطا فرمائے گا۔
مسیح بنی آپ کے ظہور حاصل کریں گے اور وہ ضروری احادیث اور معلوم کریں گے اور
اگر کھولے ضروری ہی تو بعد میں کھول دیں گے۔

سوال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ فرماتے اور دینی الہی ہے ہر تافہ
کسا قال اللہ تعالیٰ و ما یقول فی حقہ انقوی و یلیٰ حقہ لا و حق یقول
لہذا یہ ہم قرنی اہمیت کا حامل نہ ہوتا تو آپ اس دعویٰ خود کلام میں اس کا دوا تو حق
پر کیوں لاتے؟

جواب۔ اگر آپ کا یہاں دینی الہی کے تابع ہے تو آپ کا شکوک و اعراس

بھی اس کے مطابق ہے، اور اس کے خلاف کچھ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن احکام صرف
 قرآن و سنت پر مبنی ہونا چاہیے۔ بہت سبب اور اولیٰ و انسب بھی ہر قسم کی اور
 کی نوعیت معلوم کرنے کے لیے سوال کر لینا مکمل اعتراض نہیں ہو سکتا اور اگر حق اولیٰ و
 اس طرح حق ہے اس پر اور فرما دے، لیکن آپ نے ان کے استفسار پر جواب دینے
 والی یہ چیز یاد میں رکھیں، حال ہی میں اس سے پیشتر جس کی طرف ہم کچھ اشارے کر
 چکے تھے، ان کی طرف سے اس کی طرف سے جواب نہیں دے سکتے تھے بلکہ
 اس صورت میں یہ تقریر فراموشی و غفلت میں داخل ہوتی اور اس طریقہ کار کا نتیجہ میں
 کوئی کسر و مخارج نہیں ہوتی۔

چوتھی توجیہ کے جواب میں مذکور مسائل کی حقائق پر پُر روشنی

سورۃ توبہ میں اس سے پیشتر اس کے ابطال اور رد میں جو حقائق و حقائق
 دئے گئے ہیں، ان میں سے کچھ کو مزید کر لیتے ہیں کہ مسند علیہ السلام میں خلافت
 پر لکھنا پانچ تھے، اگر اس کا ذکر روایت میں نہیں ہے، مگر سب آپ فرماتے ہیں
 کہ میرے بعد نہیں ہو سکتا، اصل پر بھی روایت میں ہے، یعنی اللہ عزوجل کا اور ان کے بعد
 عمر فاروق و رضی اللہ عنہ، و عیسیٰ و قیس، ساقی، انیسویں، قی، انیسویں، جس سے کہی اور
 دیگر تمام مشہور القاصد، تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم اور فراموشی
 کے خلاف و تکلیف امتدادات کے خلاف کوئی دوسری خلافت بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

شوق دوم، اس کے جواب میں مذکور صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی
 رضی اللہ عنہما، کے متعلق خلافت کا اعتبار آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ان کے بعد
 ان کے خلاف و حکومت پر قابض ہونے کی ضرورت مقصود تھا، جیسے کہ غرضی کا
 کہ فرمایا۔ اس کو خلافت کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے ان کی خلافت کا انحراف
 ہوتا تھا، ہو سکتا ہے۔

الجواب، و علیٰ اہلہ الاعتراف و عدم مسکو حوزہ متفق و موافق

روحانی لطائف کے علاوہ خلافت کو دجال کے خروج کے اظہار و اعلام کے ماحول
تولید میں بھی ہے۔ ہر سال سرچرٹھ ایک کتب خانہ ہے اور محتاجی کو پتہ ہوا ہے۔ ہم
پانچویں آیت تک پڑھ کر رہے ہیں۔ پھر شیخ مفسر کے احوال پیش کر کے کتاب کے
مصلحت و انصاف پر بحث ہو جائے گی کہ اگر آپ کی روایت و احادیث اور خلافت
انصاف ہی کہتے ہیں کہ خلافت اس شخص پر بیٹھ کر ہی ہے جسے شریعت و دجال کی خبر
برحق خلافت کا اظہار و اعلام تھا۔

بشر تعالیٰ میں شاندار نے انشاء فرمایا، واذا سئل النبی ان فی بعض اعدائہ
حدیثاً فقلوا نبأت بطلانہما ظہر لا اللہ علیہ عرف بعضہ و
اعرض عن بعض قالت من اشیاء انی ہذا احوال نبائی العظیم
النجیب و اور اس وقت کو دیکھو، جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
ازواج میں سے بعض کو ان کی بات بتلائی تو صحابہ انہوں نے دعا کی جلد ہی اور
بشر تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع فرما دیا تو آپ نے اس میں سے بعض کے انشاء
کے متعلق انہیں بتلایا اور بعض کے متعلق اس نے دعا کی کہ اس نے سوائت کیا کہ
آپ کو گیس نے بتلایا تو آپ نے فرمایا، مجھے ظاہر و باطن کا علم اور خبر رکھنے والے
نے بتلایا ہے۔

اور قرآن مجید نے اس واقعہ کا انشاء کر کے اور وہ جو حضرت کو دیکھنا چاہتا تھا
کہ وہ بھی بتلا دی کہ آپ اس چیز کو فراموش کرنا چاہتے تھے اور اسے رخصت کرنا
چاہتے تھے۔ کما قال اللہ تعالیٰ، والایہا العین لعلنہا ویرا حل
اللہ لکن تقطعی من ضایعہ ان و اجدہ۔ یعنی میں نے نبی آپ اس چیز کو پہچان لیا
اور یہی حرام ٹھہرا دیا اور اس سے باز رہنے کی کھلی قسم کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ
نے تمہارے لیے مصلحت ٹھہرائی ہے۔ تم اس تحریم کے خلاف اپنی بیویوں کو خوش کرنا چاہتے
ہو اور ان کی رضامندی کے طلب کرتے ہو۔

اور اس روایت کے نقل کرنے میں حرام شیعی تقاضا پر ایک مفسر متفق ہیں کہ

علیٰ انصاف سے بہت بڑی حقیقت وہ بھی نہیں رکھی ہائے کہ میں طبع کیج کے قرآن خوان گوہ
 جس سے اللہ سچ بوقی ہے کہ وہ ملا کیا تھا اور اس کا الکھن منصف بنی اکرم سید عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پہ کیا اور اس نے کس کو نکالا۔ پھر میں قدہ حضور سرور کائنات
 صلی اللہ علیہ وسلم نے افشا کے راز سے متعلق بتلایا کہ کیا ہے؟ اور میں جس کے طواریق
 اور ذکر و الفاظ فرمائی وہ کیا ہے؟ تو لا محالہ اس دور میں ہر قرآن خوان کو یہ سمجھا اور
 جیسے ہی پیدا ہوا لازم تھا اور اس کے متعلق امور سے باخبر ہونے کی خواہش اور
 طلبہ ہر دور میں ضرور پیدا ہوتی رہی کہ کونسا عقل مند انسان ہے جو یہ دیکھ سکے
 کہ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم اور علی انصاف سے حضرت
 علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے ہستیاں ہیں اس سے بے خبر ہوں، بلکہ کئی اقلیوں کو
 یہاں کو یہ تمام تفصیل معلوم ہونا لازم اور ضروری تھی، بلکہ یہاں یہ ہے کہ یہ حضرت
 امیر حق اللہ عنہ سے بیعت خلافت کے لیے ہاتھ بڑھانے اور حق تعالیٰ کی ذات خود
 سنبھالنے کے لیے عرض کیا گیا، تو آپ نے فرمایا میرا اس وقت بیعت لینا کہ پھیل
 کو توڑنے اور میری زمین میں کھیتی باڑی کرنے کے حضرات، چنانچہ میں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس عہد کا پابند کیا گیا ہوں کہ میں ان عقائد کی مخالفت
 کروں۔ لہذا اُن حکم صاحب کا یہ دہلی کر عکلافیت نہیں کا اعلان و اظہار
 محض و مجال کے فروغ میں پیشین گوئی ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ ہو سکتا ہے کہ جب
 خود و مجال کی پیشین گوئی اور فی خبر یہ ہے کہ اس کی ضرورت و شادمانی حاصل ہو گئی
 اور پھر میں گرائی کے ساتھ علم و اکلام و فکر پر جائیں، لیکن ایسی خبر اگر کسی کے لیے
 سوائے کچھ ہوا اور وہ اسے جتنی کرنا اٹھے کہ اس کی مستند و شادمانی اور دل بہانی و
 رضامندی کے لیے اسے یہ طریقہ نکالی جائیگی، یعنی اس طرح ظالم اور فاسقانہ
 حکومت و مملکت پر ظالم و فاسقانہ کے لیے غائب راہ کی موجب ہر کرتی ہے۔
 اس کے ذریعہ ظالم و فاسقانہ کے مزید و انقلاب کو فروغ نہیں کیا جاسکتا اور یہی
 ان کو کوئی غرض اور مستند حاصل ہو سکتی ہے، لہذا اسات ظاہر ہے کہ کم از کم حضور

سورہ عالم، عالمیائی مصلحتیں، علم نے اس مخلوقات مملکت کو قاسمہ خاوند غلاماں کی
 جیسا تھا اسے ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق کہ وہ غلامانہ حکومت ہوگی اور وہ آپ نے
 صورت مفصلہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جن کو خدا کو اس حکومت مخلوقات کو غلامانہ
 سمجھیں۔ ان شیعوں حضرت کو نامور مہاجر حکوم صاحب کو انصاف میں سمجھیں اور ان کی
 سے الہام ہو گیا ہو اور یعنی ملازم اپنے کشف ہو گیا ہو ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے
 کہ اگر علم و آغی کا دوسرا ذریعہ بھی موجود ہے۔ کیا قال تعالیٰ ان الضیاء طریق
 یوحیون الی الاولیاء ہمد ہے شک شباط میں اپنے دوستوں اور احباب و اولاد کی
 طرف دی کہتے ہیں۔ لہذا اس امر کا یقین رکھنا ضروری ہے کہ ان حضرات کی طرف
 سے ہر ذریعہ سراسر الہامی ہے۔ اگرچہ ذریعہ اس کا سراسر شیطانی ہے کہ ان کے شباط میں
 کا اس خلوت کے خلقات سرگرم مل رہا ان کا فطرتی تقاضا تھا اور ان خلقات و اشیا
 نے اسلام کی توحید کا ماحول اور تائید و تقویت کا اہتمام کر کے غای کے آتش کدے
 شمشاد کے آگ اور سلیب کی پرستش ختم کر کے انہیں بہت دھمک پہنچا اور ان کے لیے
 برحق مصلحتیں و علم کے متعلق جانے پہچانے ہوئے بیہوشیوں کا صفحہ ہرگز کے ان کی
 ساری تدبیریں خاک میں ملادی تھیں، لہذا ان کی طرف اس مخلوقات کی نظر تھیں
 و بیکر سکتے تھے اور ان کے لیے یہ حکومت الہیہ کی طرف قابل قبول اور قابل ہدایت
 ہو سکتی تھی لہذا انہوں نے انہوں میں سے اپنے سبائی موصوفہ کو نمونہ و مظہر
 تلاش کیا اور اس مخلوقات کے مصلحت اپنی پہنچنے اور مصلحت و مصلحت اپنے آگاہ
 کر کے ان سے اپنے ذہنی و قلبی کی سرگرمی اپنی ہمد کا دریاں طلب کیا اور ان منزل
 لغوی اور قلبی مصلحت کا حق ادا کرتے ہوئے وہ کارنامے سرانجام دے کر ان کی
 بھی سر پہ بیکر نہ گئے ہوں گے۔

دلنے کا کامی متاثر کا دریاں بہا کر کاروان کے دل سے اس میں بان بٹا کر
 تکیہ، ہماری اس گمراہی سے علاحدہ حکوم صاحب کے ایک اور فرقہ
 یعنی شہزادوں کا کھوکھلا ہوا اس کی صورت بھی واضح ہوئی تفصیل اس اہمال کی

اور حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر سید مرتضیٰ علیہ السلام کو علم خلافت ہی کیلئے
 پابند تھے تو وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خلافت تھی کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ
 کے علوم والہام سے جان چکے تھے کہ میرے بعد خلیفہ کا منصب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاں
 منصب امامت آپ اہل بیت و آل جعفری حضرت علیہ السلام کی خلافت پر اس کا اختلاف ہی
 کو چکے تھے تو اپنے اہل بیت و آل جعفری اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے برعکس آپ کوئی دوسری
 خلافت کیسے کر سکتے تھے۔ علامہ صاحب نے کہا یہ صاحب کا یہ قول، کلمۃ
 حق نہیں، بھلا اہل اہل کے بھی میں آتا ہے اور قیامت تک آپ کا یہ مقصد
 ثابت نہیں ہو سکتا کہ جنہیں کہ خلافت منشاء ازندی کے مطابق ہے، سالار اہل بیت
 کے سیاق و سباق، قسم کھانے کے میں نظر سے احواس کے بعد اپنی ذمہ داری کی
 اور قیام و اطہار کے لیے خلافت فاروقیہ کا فروہ مسئلے سے تو لازمی طور پر ثابت
 ہوتا ہے کہ وہ خلافت منشاء ازندی کے عین مطابق تھی اور حضور پر عالم علیہ السلام
 کی بھی منشاء ازندی کے بالکل مطابق، کیونکہ اس کی دین اسلام کا راجح اور مستحکم بنیاد
 تھا اور توحید کا دین تھا اور اطہار و اکثاف، عالم میں پھیلتا دین۔

اور یہ وہ ہے کہ ایمان الی اللہ و رسولہ و رسلہ کے اعتبارات کو تابع کرنا ہی اگر اللہ تعالیٰ
 کا اسلام اور اہل اسلام کی خصوصیت تھی کہ صاحب کرام کو خلافت کی اس
 ترقیب کا الہام کیا اور اسلام کیسے پھیل سکتا اور قبل از اس خلافت
 ہم شیعہ حضرت علی علیہ السلام کا یہ خدیج اور طریقہ کیا کیا یا چکے کہ یہ خدیج
 وہی خدیج تھا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات
 و عملوا الصالحات فیستخلفنہم فی الامم من النبی میں وہ فرمایا
 لہذا اس میں نظر میں اس کا منشاء ازندی اور مرتضیٰ رسول کے مطابق ہونا نہ ہو سکتا
 کہ طریقہ و راجح اہل بیت کی خلافت پر صاحب کرام فرمان حقیقت و اقصیٰ کا یہ سیاق
 صداقت نشانی ہے اور میری ذہنی آپ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی اولاد و اہل
 ہے۔ لہذا آپ ان کے نظریہ و اقصیٰ سے کہ کلمہ صرف ہو سکے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ

کے تحت آپ کا نام لکھوات کے لیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقا پر
 لکھوات کے امین تھے اور انہیں کہ آپ نے اپنے دلی اتنا زین، ہمایاں فرمایا۔ اور
 علیؑ کا لقب۔

شیخ مسوم، علامہ و حکمران صاحب کے جواب کی تیسری شق دینی کہ
 اہل سنت اس خلافت کو اجاں ہی اور شرعی کیوں قرار دیتے ہیں، نفسی کیوں قرار نہیں
 دیتے؟ اگر وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خضد کو پہلے اور پھر
 ان کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے خلیفہ بننے کی خبر دی تھی بلکہ نبیؐ
 کی یہ شق بھی پروردگار تعالیٰ سے ہے اور حضرت عثمانؓ کو ان کے بعد اور پھر کرشنے
 تو پھر اس کا کیا معنی ہے؟

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے پروردگار تعالیٰ اور حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت
 کی خلافت کا اعلان کیا تھا بلکہ اس کو نفسی خلافت قرار دیا تھا، بلکہ اس طرح کا
 اعلان عام نہ کرنے کے باوجود تسلیم کیے بغیر بھی ہمارے نہیں کہ آپ نے بطور ابتدائی
 حکم یہ بیان فرمایا، دو مکی مہینے آپ کا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہی تھا
 کہ اَللّٰہُ تَعَالٰی، وَتَعَالٰی تَطْلُقُ عَنْیَ الْکَلَامُ۔ اِنِّیْ خَلَوْتُ الْاَمْرَ عَنِیْ یٰ اَیُّہَا
 کُلُّہٗ اِنِّیْ مَرْحُوْلٌ اور خُذْ اَمْرَہٗنَّ اِنِّیْ خَلَوْتُ عَنْہُمْ۔ بلکہ آپ کی زبان پر وہی الٰہی اور
 کلام خداوند تعالیٰ جاری ہوتا ہے۔ علامہ صاحب بن عبادؒ کی کہ حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم اعلان عام کیے بغیر رسول و مہینے تمام اور حاضرین مجلس کو جو کچھ بتلایا
 اس کا اعتبار نہیں ہے اور اسے آپ کا ارشاد اور فرمان کہنا غلط ہے، اور پھر فرمایا
 وہی اپنی اور کلام خدا کہلانے کا اختیار نہیں ہے؟ ہاں اس کو نفسی خلافت اس کو
 نہیں کہتے کہ اس کی صورت ہے، بہر حال کہ آپ تمام اہل اسلام کے ساتھ کسی صیالی
 کے خلیفہ بننے کا اعلان کر کے اور انہیں اس خلیفہ کی اطاعت اور اتباع کا پابند
 اور مختلف طرح کے لہجہ میں اس معنی بھی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی منشا اور معنی کے مطابق
 بھی ہے۔

۲۔ نیز ہم اس خلافت والہ امت کو بھی اسی اور شرابی قرار دیتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور پسندیدگی کو دخل نہیں بلکہ شرع، خلق، رضائے خلق کا منظر اور عنوان ہوا کرتی ہے لہذا صاحب رسول علیہ السلام کا اجماع و اتفاق اور ان کی اس خلافت پر رضامندی بھی اللہ تعالیٰ کی مشق اور مرضی کی منظر ہے اور یہی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرما ہے کہ ہمیں کا جواب دیتے ہیں کہ علامہ صاحب کو بہت نہ ہوتی۔ آپ فرماتے ہیں:-

انما الظن اني لست بها جرحي والافعال فان اجتمعوا على ما جعل وسموه اماماً كان ذلكي لله من حقوقي - نفع المصلحة يعني شوری اور انتخاب شریف کا حق مباح ہے اور انصاف کے کچھ ہے اور وہ میں شخص کو بھی باہمی رضامندی اور اتفاق و اتحاور سے غلبہ ظاہر کر دیں تو وہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ امام اور غلبہ ہوگا، لہذا یہ خلافت شوری اور ایمانی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے محبوب علی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہے اور امتیازی امام نہ فرمائے ہونے کی وجہ سے یعنی نہ کہلانے کی، مگر بطور مشورہ اور غرضی اس ترتیب خلافت کا حضرت خضر رضی اللہ عنہما پر اظہار میں حضرات کی خلافت الہیہ موجودہ اور خلافت حق کی دلیل بھی ہے۔ اس کے نفس خلافت نہ ہونے سے اس کا ابطال اور خلاف واقع ہونا کسی طرح لازم آگیا یا کمال و خلافت والا مفہوم کیجئے اور کس طرح یہاں سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔

شوق چہاں تم، و محکوم صاحب نے فرمایا کہ اعلیٰ خلافت ترتیباً اہم تھا کہ اس کے بغیر تمام کار خیرات اکارت ہونے کا اندیشہ تھا، کہا قال اللہ تعالیٰ: وَرَأَى لَعْنَةُ كَعْبٍ كُنْتُ مَسْأَلَةً - اور یہاں افشائے لڑ پر دل ٹیڑھے ہو رہے ہیں، کیونکہ یہ شوق بھی سرسود و صحرانہ بازی اور فریب کاری پر مبنی ہے اور یہ جیسا اور خلافت حقیقت دہری ہے۔

۱۔ یہ دھڑکی کا اعلان خلافت کے ختم ہونے کی آیت کریمہ نازل ہوئی چنانچہ صدر مصلح کا خود تراشیدہ نظریہ ہے، جس کو حقائق اور واقعات سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ خلافت مطلقاً اور ریاست عامہ کے الگ اور متعلق کے طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مصلحتی اعلان خود رو کی بات ہے۔ مساجد عربہ میں سے صرف ایک مسجد نبوی کے امام بلکہ نائب امام کے طور پر بھی ان کا اعلان شیعہ ثابت نہیں کر سکتے۔ اس لیے بقول شیعہ امامت نماز کا معاملہ محل شک و تردید اور صحابہ کرام ایک دوسرے پر ٹالنے لگے۔ اور جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عزت ہوئے اور ان کی آقا و حضور و مہدی مصلی اللہ علیہ وسلم کے سنی اقربا و محدثین تکلیف کے خود تشریف لائے اور ان کو مصلحت سے ہٹا دیا اور خود مصلحتی امامت پر تشریف فرما ہو گئے، مگر اسی قول بھی امرائے لازم ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ اس وقت اپنے مصلحت پر کھڑا کیا اور نہ دوسرے کسی وقت میں ان کو نماز کی امامت کے لیے مامور فرمایا۔ جب اس حدود امامت اور امامت مصطفیٰ کے لیے نامزد کی تھیں تو ہو سکتی۔ تو امامت بکری کے لیے کیجئے آپ کی تخصیص اور نامزد کی ثابت کی جا سکتی ہے، بلکہ جب اس طرح کا اعلان خلافت آپ کے لیے ہو چکا ہو تا تو نمازیں امامت خود بخود ان کے لیے ثابت ہو چکی تھیں۔ پھر انہوں نے اپنا حق تحریک و استعمال دفرمایا اور مصلحت کو خالی کیوں چھوڑا کہ خود حضور سرور عالم مصلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر تکلیف برداشت کرنا پڑی اور مشکل حرام مصلحتی خالی کرنا پڑا۔

الفرض اس آیت کریمہ کے مصلحتی مفسرین بہت تو حدیث ضعیفہ نمونہ کر کے ہائے کی زبان ملاحظہ فرمادی۔ ایمان آتا تھا تقدیر وادبہ کی امامت مصلحتی اور خلافت بکری کی تو کیا آپ کی امامت مصطفیٰ کا اعلان بھی نہیں پایا گیا تھا تاکہ اس سے ہی امامت بکری کا اشارہ سمجھ لیا جاتا، جیسے کہ اہل سنت نے حضرت

ابو بکر سیدِ ریحی اللہ ہو کر امامتِ خلافت سے یہ اشارہ سمجھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی وجہ تقدیم بیان کر کے انصار کو خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ پر متفق کر لیا اور وہ مٹا اصیر و منکر اصیر کے دھم سے وچھوڑ کر چلا گیا۔

۲۔ رہا ڈاکٹر صاحب کا یہ دعویٰ کہ یہاں اس خلافت کے اظہار پر دل بڑھے ہوئے ہیں اس پر فرمایا: "مگر یہ ہے، کیونکہ خود ان کے مسلک کی کتابوں میں یہ وضاحت و مباحث موجود ہے کہ جس امر کے انشاء پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سر زینت فرمائی، وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے آپ پر حرام ٹھہرانے والا امر ہے، ذکر حضرت شعیبہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کا انکشاف و افشاء، راز چنانچہ قرآن مجید نے بھی خود اس بار کے بعض حصہ پر انشاء کے متعلق خبر دینے اور بعض حصہ سے اعراف میں اور روگردانی کرنے کی تصریح مستثنائی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ، فلما نبأت بہم واکلمنہ اللہ عن فی بعضہم واعرضنی عن بعضہ۔ ادا اس کی تفسیر میں علامہ رشیدی نے کیا،

الف، عن الزیجاج ولما خر مراد بوقۃ القطیۃ الخیر حفصۃ اذہ یملک من بعدہ ابو بکر ثم عمر فعرض فیہا بعض ما افشت من الخبر واعرض عن بعض ان ابابکر وعمر یملکان بعدہی۔ (مجمع المہیات ج ۹۔ مسئلہ ۱)

یعنی زبجاج سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے آپ پر حرام فرمایا، تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر پہنچی کہ میرے بعد ابو بکر وانی ملک و سلطنت ہونے لگے اور ان کے بعد عمر پھر ان کے انشاء کرتے پاس امر میں سے بعض جتکایا، یعنی مائشہ بنت جحشؓ رضی اللہ عنہا کو لگایا اور یہ خبر دینے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ کو اپنے آپ پر حرام ٹھہرا دیا ہے اور بعض سے اعراف فرمایا، یعنی اس سے کہ

ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما، میرے بعد امر و سلطنت کے مالک ہوں گے
 نوکذا فی التفسیر العسائی لفظ من جمیع البیان۔ جلد ثانی ص ۳۳۳

مب، قوله تعالى، واذا اسرا الذین الی بعض اذوا احد
 احد چنانچہ تاکہ تحریم ماریہ است و حکومت ابو بکر و عمر بعد از دوستان
 عن ف بعضہ و اعرض عن بعض شناسا گردانیدہ و خبر علی الصلوٰۃ علیہ السلام
 برے الزان حدیث ما یخصر و طبر و او اور انشاء بعض آن تحریم
 ماریہ است یعنی باو گفت کہ تھے تحریم ماریہ یکہ باسران آن امر خود بود و ہم تو
 انشاء کی نمودی و امر حق کرد رسول از بعض دیگر یعنی حکومت ابو بکر و عمر
 خطاب و تعریف انشاء آن خود۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۳۳)

اس عبارت کا معنی من و مضموم وہی ہے جمیع البیان والی عبارت کا
 ہے اور ذکر کیا جا چکا ہے۔

الفرق ان ان حضرات کی حکومت و امارت اور خلافت و امامت علی بن
 ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فقہ صفت قلوب یکساں میں ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے تا تو
 اس کو ذکر کیا جائے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قتل و اس کو ماریہ میں اسے کی
 کرتے۔ یہ قرآن مجید اور احادیث کی شہادت ہے یہ ثابت ہو گیا کہ اس اختلاف
 اظہار کہ کھینچ کر انداز کر دیا گیا اور اس کی کچھ قسم کے سرور علی تو کیا ماریہ میں دیا گیا تو
 حکمرانوں کے اختلاف کہیں سے ہو گیا کہ اس خلافت کے اختلاف پر دلائل
 ہوتے تھے ہیں؟ کیا وہی مذکور الہام ہے جو قول باری تعالیٰ: ان الشیاطین
 لیجھون الی اولیاء و صعدہ میں بیان کیا گیا ہے؟ یقیناً صرف اور صرف وہی
 ذریعہ اختلاف ہے۔

یہ بلکہ حقیقت حال و حق کو سوال یہ نہیں تھا کہ کیا بیان کیا اور کیا ہی نہیں کیا؟
 قصہ انکیا یا زیادہ بیان کیا۔ سوال صرف یہ تھا کہ تم جی انبیاء علیہ السلام کی کیا
 ہوا اور اہمات المؤمنین تمہارا نسب انکیا اور طرہ امتیاز یہ انکیا تھا و انکیا

بھی اسی طرح اعلیٰ وارفع ہوتا پایا ہے اور میں کے مسئلے نہیں مرتب و درست
 نصیب ہوتی ہے۔ اسی کے احکام کی عملی تعمیل ہونی چاہیے۔ لہذا انشاء اللہ ان کے
 ناز کو رازد رکھنا تھا کہ مجھے مقام و مرتبہ کا ایک عار لڑکھائی نہیں دینا۔
 یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوازا گیا علماتِ دینی اللہ تعالیٰ کی تعلیم و تربیت تھی،
 اور اس کے اخلاق و اعمال کی تہذیب و ترقی، انسانی کی لذت۔ لیکن یہ صرف مشی
 فرما کا اثر تھا کہ اس تعلیم و تربیت اور تادیب و تہذیب کو عارفین حقیقہ و حقیقہ کاسب
 بنالیا اور اس کو نامساعد اور نکالنا زاد خلافت فرض کر لیا اور یہ صرف مہمانِ دہشت
 کی ہی کارستانی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انشاء اللہ خواہ وہ مسیح بھی ہو یا مسیح نہیں
 ہو تا میں کہ واقعہ کے مطابق اور حقیقی ہو تو اس کا انشاء درست ہو گا اور نکالنا و انکار
 نامحسوس ہو تو اس کا انشاء منسوخ ہوتا ہے۔ لہذا اسی غیر مستعمل سوا لٹ کے مجددِ مسموع
 جواب آچکے۔ فضائلِ میں قسٹ کر۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا، ان اہا بکرمین الخلفاء
 من بعدی شعا جواک۔ اس کا ترجمہ میں کرتا کہ وہ خود بخود تابعی ہو جائیں گے
 اور خلافت کو غصب کریں گے، یہ کس لغت اور کس نگار کے لفظ ہے اور
 یہ ان خلیفہ چھ کی خبر دیتا ہے تو اس کے لیے کہ کسی نہیں متعین ہے کہ کسی جلد سے قالی کی
 مراد متعین کر لے کی صحت یہی ہوتی ہے کہ اس کے ظاہری اور ظاہری الی الخیم معنی کو
 دیکھا جائے اور ظاہر و متبادل بالکل وہی ہے کہ ہم نے بیان کیا اور حضرت شیخ الاسلام
 نے بیان فرمایا اور شیخ معنی اس جلد سے جہاد الی الخیم اور اس کی کئی قرینہ قائم
 ہوا لہذا وہ مراد ستریت ہے۔

۵۔ اگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ صلہ میں انتقال اقتدار فرماتے
 تو ان خلفاء کے لئے مرتبہ فراہم نہیں ہو سکتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت
 یا فضل میں کوئی مزاحمت نہیں ہو سکتی تھی۔ آپ نے عملی طور پر اقتدار و مشعل کی یہ بات
 مرتضیٰ کا نقطہ ہیں کہ کیا اور اس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی مدد و مشاورت کے مطابق

یہ کارِ نبوت کا وقت اور دور و عمارتِ نبوت ہو سکتا ہے اور غلطی مرتبہ کی کا اعلان
 دیکھنے سے سب کارِ نبوت اکارت کس طرح ہو سکتا ہے ؟ اور اگر مرتبہ ہو گئے تھے
 ایسا ذیل آیتوں سے تعادل اور استواء کا کیا جواز ؟ نیز ان کو فرض کرنے
 کے لیے شخصین کی تعریف و توصیف بھی کرتے رہنے کا کیا جواز ہو گا ؟ حالانکہ قبل
 از روئے تعدد و حالات سے یہ حقیقت ثابت کی جا چکی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
 علی الاعلان پر پیرِ حضرت شخصین کو ساری امت سے افضل قرار دیتے تھے۔
 وغیرہ ذالک۔

۸۔ علامہ شاکر صاحب کے بقول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ
 از روئے علم و تقویٰ خلافت پر قابض ہو جائیں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
 فرمائیں وہ خلافت و خلافت ہو گئے ہے اور خلافت علیہ السلام صورت میں رسول اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جس طرح فتویٰ لگایا جائے گا، اور جو
 حضرات اسی میں سے کس کو سابق اور کس کو لاحق کہیں گے ؟ تو یہ بات شریعت
 کی منسوبی است پر قائم نہیں تصدیق رسول کا پابند نہیں ہے بلکہ اس کے لیے
 نبی کی تکذیب کرنا جائز ہے ؟ ایسا تو باطل !

کہا میں ان معقول سوانح کے معقول جوابات کسی معقول شیعہ کے پاس
 تلاش نہیں ہاں نہیں۔ انفرادی طور پر کہا "اجتماعی طور پر بھی ممکن نہیں ہے۔"

علمائے شیعہ کی عداوتِ شخصین میں ہوش و خورش و غریب گمانگی

شخصین منقرضی اور شمس کا شافی و نظرائی کہ جب خلافت کے معقول
 باز فاش ہو گیا اور اب بجز صدیق اور خلیفہ (رضی اللہ عنہما) کے معلوم ہو گیا کہ
 واقعی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اے ابابکر یلٰی الخلافت
 من بعدی شعرا ہوئے۔ " تو انہوں نے دو آدمی دوسرے ساتھ ملا کر حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کو زیر کھلانے اور شیعہ کرنے کا یہ حکم بنایا۔

فَاَجْتَمَعُوا لِي بِرَدِّ عَلِيٍّ اِنْ يَسْمَعُوا مِنْ سَوْدَةَ صَاحِبَةِ السُّلَيْمِ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْزِلَ جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِطَلْقِهَا اَنْتَسُوْنَ
 (الحق) عنہا، بعضہ ای اخبارها وقال (الخبر) بما اخبرني
 وَاَتَى كُنْ عَلِيٍّ فَعَفِيَ لَهُ عَجْزُهُ بِمَا عَلَّمَهُ مَا هَمَّوْا بِهِ
 مِنْ قَتْلِهِ - و التفسير يقتضي مع تفسيره حسن عسكري - ملكهم
 یعنی جب چار گزیروں نے آپ کو خبر دے کر شہید کرنے کا پروگرام پہلایا
 اللہ تعالیٰ نے ہر سورت نازل فرمائی (تھا)، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 بعض حصہ کے متعلق منہ پر حصہ دینی نہ کیا، گو جنگ لایا اور انہی میں سے کسی کو نہ
 آگے کہیں بتلایا، میری نے تجھے بتلایا تھا اور بعض سے چشم پوشی فرمائی، یعنی
 مہاجر کر رہی، کرا نہیں نے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا، انہیں اپنے ہاں لینے
 اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کاؤ کر دیا۔ (تفسیر صافی جلد دوم ص ۳۷۰)
 اقوال: اس اضافہ میں کئی وجہ سے سقم ہے جو اس کے سرسرا فرما
 اور بیگانہ ہونے کی وجہ دلیل ہے۔

۱۔ جب انہیں معلوم ہو چکا کہ خلافت میں ہمارے ہی، تو پھر آپ کو ذہر
 کھلانے اور شہید کرنے کا پروگرام بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں وہ معلوم نہ
 ہوتا، تو اگر خدا کی مارتے اور صلیوں و تدبیروں سے کام لے کر خود بخود چلی
 علیٰ الخصوص جو کہ وہ حکمران صاحب کے نزدیک حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم
 راہب کی اس پیشگوئی کی وجہ سے ہوا سلام دے گئے کہ تم اس رسول کے خلاف
 ہو گے، تو اس علم کے مطابق پروگرام بنا لیتے۔ اب اس تاخیر سے اور آپ کے
 اعلان دینے کے بعد یہ پروگرام بنانے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی۔

۲۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل اور زہر خورانی کا منصوبہ
 اللہ تعالیٰ اور رسول حکم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا ہی معمولی شکار لڑکھائی
 نے بھی ای لوگوں کو تو بہ کرنے کا حکم نہ دیا اور صرف حضرت محمد اور حضرت عائشہ کو

حضرت ماریجہ علیہ السلام کی تحریر کی خبر میرے ہر قلم کا حکم دینا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شان کو نگہ دیا اور دوسرے مخلص صحابہ کو اس خطہ اقدس کی اطلاع دی اور وہ بھی ایسے لوگوں سے تعلقات رکھتے تھے، ان کی بھین کی کھلائی دے کر فارغ کیا تاکہ لوگوں کو ان کے تعلقات اور رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کی وجہ سے مطالعہ دے سکے، تو کیا کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت ہے، اس کے تحت اس امر کو نظر انداز کر کے جانے کے قابل سمجھ سکتا ہے؟ اور خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سہیا تک جرم کو جس کا تعلق نبی و رسول کی شہادت و قتل سے تھا، قتل و غارتگری کر کے رکھتے تھے؟

۲۔ قریب خلافت کے غدار شخصوں کے خلاف آپ کو معلوم ہو چکا اور ان کے ایسے مکروہ ارادے آپ پر واضح ہو چکے تھے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کی طرف اشارات سرخشاہی اور لہجہ کی رائی زندگی میں اقتدار کو مشتعل فرمادینا زیادہ ضروری اور لازم ہو چکا تھا لیکن آپ نے اس سے اعراض اور دھمائی کر کے گویا علی علیہ السلام پر خلافِ انصاف کا دامن مسدود کر دیا، لہذا اس کا سر پہ کرشمہ حضرت عداوتِ شخصی میں ہوش و خرد اور عقل و فہم سے بالکل بیگانے ہو چکے ہیں اور ان کا سوچ اور فکر کی سلامتی ہی نہیں ہو کر رہ گئی ہیں، ورنہ یہ اتنی ہوش و حواس اس قسم کی روایات کے ٹکڑے گھڑی یا سکتی ہیں۔

اتم المؤمنین حضرت حفصہ کی عداوت میں بے حیائی کی انتہا

رب، قی صاحب اور مس کا شانِ صاحب لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ماریجہ علیہ السلام کے عوام شہر لانے کے بعد فرمایا، انا افوض الیک سرّاً فان انت اخبرت به فاعطیک لعنة الله وملائکته والناس اجمعین فقاتلته فصر ما هو متکلم ان ابابکر علی الخلافة من بعد ی ثور من بدله ابوبکر قال من انبا عنک هذا اقال نبأ فی العظیم الخبیر ورتبہ فی سحر اسکرین مکتوم تحسیر ما فی مبدوم مکتوم

یعنی میں ایک بار قرعہ تک پہنچا تے تھا میں اس کا انشاء کرتے والا ہوتا
ہیں اگر قرعہ اس کی کہیں کو خبر دی تو تم پر اڑتا تھا کی سنت ہو گی اس کے قسم
فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی تو انہوں نے کہا ہاں شک ہے، فرمایا وہ لڑکی
چہ تو آپ نے فرمایا، اچھ شک میرے بعد ابو بکر والی خلافت میں گئے اس کے
بعد تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ کو اس کی اطلاع کس نے دی تو منہ دیا
مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی چہ بھلا بیرو باطن کا ہاتھ والا ہے۔

اقول اس روایت میں بھی کئی وجوہ سے اخترا اور بہتان افش ہے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرعی احکام سے بحث کرنا کریم
خانہ کے عقائد کا منصف نظر آتا جس کا انشاء و انہار پر ایسی کوئی قدوس شخصیت سنت کا
حفظ و بقا چاہے کوئی راست کا منصف نہ ہو چہ امدادی کے لیے کوئی خوشخبر یا مصلوب
ہو سکتا چہ مجدد حق کے بھی منصف اور مجدد حق کی حقیت کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے حکم اور تسلیم حکومت سے زیادہ کس کا اعانہ ہو سکتا ہے ؟

۲۔ مانا انشاء رکھنے کے بارے اور ایسی شہود و منقولہ صحت کے اعتبار ہونے
کے بارے اور ان کو اہمات المؤمنین میں شامل نہ کرنا اور نہ ہر جگہ کہنا خود حضور نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہنا خود یا اور غلو یا اثر پیدا کر سکتا ہے، امدادی کی نظر میں
آپ کا مقام کیا چھوڑتے گا ؟ کیا خود وہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے
ایسی چیزوں کا انتخاب کر رکھا تھا ؟ البتہ اذ اللہ

۳۔ خبر دینے پر کہ میرے بعد ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم کا اور پھر عمر فاروقؓ،

یہ سوال کرنا کہ جس میں کس نے اطلاع دی ہے، اس کا کیا اور تو قائل ہو سکتا ہے ؟
کیا ایسی شخصیت خبروں کی اطلاع دینے والا اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی ہو سکتا تھا
اور اہمات المؤمنین یعنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبر ہو سکتی تھیں، لہذا اس مسئلہ میں
اس سوال کا کیا مطلب ہو سکتا تھا ؟ الغرض ہر طرح ترقی ہی ترقی میں علی غلہ
معلوم ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام قدس سرہ کی طرف نسبت کرنا اور کہتے کہ ان سے ان کی قرآن دینی،
 پر عزیز و شفیق بنی ہے، انتہائی باطلان و عقائد افکار اور سراسر غلط اور بیا قرآنی
 آپ بحمد اللہ عافکے قرآن مجید تھے اور عربی سمجھنے اور لکھنے میں کامل و محرم کے
 مالک جس کو صرف عربی ہی نہیں بلکہ مختلف سمجھنے کے علم کے تھے، لہذا صاحب علم
 شریف لوگوں کو اس قسم کے اعتراض زبیب نہیں دیتے، مگر علامہ صاحب
 اچھے اعتراضات سے باز رہیں گے اور وہ بھی دیکھ سکتے ہیں بلکہ کہنے والے کی
 افتادہ طبع اور محدود ہے۔

رسالہ مذہب شیعہ از شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز

حدیث خدیجہ اور شیعہ استدلال کا ابطال

اسی طرح، بھی اہل فرعی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غلوئی باتوں
 کی دلیل کے طور پر خدیجہ کلم کی روایت پیش کی جاتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا، من کنیت مولانا فلعن مولانا
 یعنی جس کا میں دوست ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اس کے دوست ہیں۔
 ظاہر ہے قرآن مجید میں مولیٰ بمعنی دوست ملو ہے۔ دیکھو آیت کریمہ، وکان
 اللہ هو مولانا وحبیر ثعلی وصالیح المؤمنین، یعنی اللہ تعالیٰ کے
 محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور حضرت حبیر ثعلی
 نیک بندے، وصالیح ثعلی بعد ذلک ظہور اس کے بعد فرشتہ
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احاد کنندہ ہیں۔

اب مولیٰ کا معنی حاکم یا امام یا امیر کرنا مولانا قرآنی حید کی مخالفت ہے
 اور تفسیر بالرائے اور کوفہ مسئلہ نہیں مانا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کے دوست ہیں جس کی مخالفت اللہ تعالیٰ کے

رسول نے گھر میں، بھرت میں، نماز میں، سفر میں، مٹی کے قبر میں اپنا ساتھی بنا لیا
 رقیع معتب فرمایا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست میں حضرت سیدنا
 علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا صاف صاف اور واضح تریح ارشاد فرمایا وہی ہے
 جو کہ آپ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں فرماتے ہیں
 یعنی ہمارے حبیب ہیں۔ وہ دونوں میرے محبوب ہیں اور دوست ہیں
 سوا کے گور چکا ہے۔
 ورسالہ مذہبہ شیعہ ص ۵۷

از ابوالحسن علی بن ابراہیم

تحفہ حبیبیہ

تمت بحمد خدا

سب سے پہلے منقول روایت ملاحظہ فرمائیں، پھر اس کے بعد متنازعہ
 خلافت کے پس منظر میں اس استدلال کے ضعف اور سقم کو ملاحظہ فرمائیں،
 عن ابیہ و بن عباس و زید بن اسلم رضی اللہ عنہما
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل یغزوہ خیم و اخذ
 بید علی فقال ائتکم تعلمون انی اونی بکن مو من من لکم
 ثلثوا بلی فقال اللہ من کنت مولاه فعلنی مولاه اللہ
 وال من والاه و عاد من عاداه و انصر من نصره و اعدا
 من اعداه و ادبر الحق بعد حیث و اسر فلقیہ عمر بعد ذالک
 فقال ہذا ہا بن ابی طالب اصیبت و اصیبت مولی کل مو من
 و موصیہ زوداد احمد۔ مشکوٰۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ
 حضرت ہمارے اور حضرت زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یا تم بھڑا تو فرمایا کیا تم ہاتھ نہیں دے
 کہ میں سیم کوٹیں سے ان کے اس عاج و انوس سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

انہوں نے کہا: جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا، اسے اللہ رحیم کا بیٹا بنانا۔
 علی اس کے بیٹا بن گیا۔ اسے اللہ رحیم کو دوست بنانا جو علی کو دوست بنائے
 اور اس کو اپنا دشمن قرار دے جو علی کو اپنا دشمن سمجھے۔ اس کی حد کو جو علی کی حد
 کرے اور اس کو مروج انکشاف قرار دے جو علی کو چھوڑ دے اور مروج احسانت
 رکھ دے اور علی کو اوپر ہی پھیر دے جو علی پھرنے لگا۔ اسی کے بعد حضرت علی رضی
 اللہ عنہ جی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا اسے علی بن
 ابی طالب، ہتھارے لیے مبارک باد اور خوشخبری ہے کہ اس اعوان پر کہ کہ آپ
 مومن مردوں اور نیکوں کے پیشہ کے لیے محبوب بن گئے۔

فصل نزاع: اس میں کلام ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علی
 رضی اللہ عنہ علیہ السلام ہی ہیں اور امام اسلمینؑ، لیکن اہل تشیع اور بعض آپ
 کی خلافت یا فصل کے حقیقہ کو جزو ایمان بلکہ جہنم قرار دیتے ہیں اور اس
 وجہ سے ہی انہوں نے تمام صحابہ کرام مہاجرین و انصار اور ان کے کابیل
 متبعین کو صرف اور صرف اس جرم میں کافرا و مرتد قرار دے دیا کہ انہوں نے
 آپ کو خلیفہ یا فصل تسلیم نہ کیا اور ائمہ اثنا عشر کا قول کیا، یعنی
 مولائے حضرت ائمہ حضرت سلمان اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 کے تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے جو وہ نہ کافی، یہاں گشتی اور انار نعمانی وغیرہ
 حالہ کلام مجاہد کی بیسیوں آیات ان کے اخلاص اور علی رضی اللہ عنہ کی
 سچائی، انہما و خلفائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و رضوان سے مشتق اور یہود و نصاریٰ
 کی تہذیب و تمدن اور مساوی قیام میں بھیجے کہ قندے و فصل یہاں ان کا گورنر ہے
 اس کے برعکس اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ آپ جیسے خلیفہ بنی ہاشم
 خلیفہ کا مقدر کرنا صحابہ کرام کا اپنا معاملہ تھا کہ اپنے امور و سلطنت کی بہتری
 اور اس کے انتظامات کی دہستی کے لیے جس کو چاہیں خلیفہ و امام نامزد کر لیا
 وہ اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی شخص کا نام

اور غیبت دینے کے پابند اور مکلف نہیں ٹھہراتے گئے تھے، لہذا انہوں نے اپنی
 صواب و درست اور غلط فہم میں جو فیصلہ کیا وہ بالکل صحیح اور درست تھا اور انہیں
 کا عمل و کردار ہمارے اس نظریہ و عقیدہ کا دائرہ خارج ہے کہ غیبت کا تقاضا اہل اسلام
 کے اپنے ذرائع میں سے ہے۔ صحیح انتخاب کر لیا تو مایوس اور مستحق توائب و عذاب
 اور حق مذاب و محاب اور اسے اللہ تعالیٰ کی خدمت داری قرار دینا یا محتاج
 نفس کہنا غلط ہے۔

شیعی استدلال کی مدارِ صحت

ہماری سابقہ گزارش ہے یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی ہوگی کہ حدیث
 علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت بلا فصل کے عقیدہ کو جزو ایمان بلکہ صلیبی یا
 قرار دینا اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے، جب کوئی قطعی الثبوت اور قطعی
 الدلائل آیت یا حدیث اس پر دلائل کرے اور ظاہر ہے کہ حدیث ائمہ اربعہ قاطع الثبوت
 ہو رہی ہے مکملہ شہداء و خبر و اسناد لہذا اس حدیث کا استقلال کا دائرہ خارج ہے کہ کوئی کافر
 اور قطعی الثبوت ہونا ثابت ہو۔ نیز فقط مولیٰ کا معنی صرف اور صرف علیؑ
 بلا فصل ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے معنی میں اللہ و اس کے نعمات و احسان اس
 کا استعمال طریق یا جائزے۔ اور اگر دوسرے معانی میں بھی استعمال ہو تب
 تو پھر اس استدلال کا دائرہ مدار ایسے قطعی قرآنی اور حدیثی شرائط پر ہو گا جو
 اس مقام پر صرف مولیٰ بمعنی مطلق و بلا فصل کا معنی متعین کر دیں اور کسی
 دوسرے معنی کا امکان اور احتمال باقی نہ چھوڑیں، ورنہ اگر ایسے قرآنی اور حدیثی
 معروضہ بھی ہوں، جو صرف اس معنی کے اولیٰ اور احسب ہونے پر دلائل کریں۔
 اس کے زیادہ موزوں اور قریب قیاس ہونے پر دلائل کریں تو پھر استدلال
 صرف مفید ظنی ہو گا اور اس کے معارضہ میں اگر اسی قوت کا قریب کوئی ہو گا
 تو استدلال سا قطب ہ جائے گا اور اگر اس لفظ کا معنی بھی غیبت بلا فصل میں منحصر
 نہ ہو اور قرآن کا فائدہ دینے والے بھی قرآن بھی موجود نہ ہونے کی صورت استدلال

سرے سے لغو اور باطل ٹھہرے گا۔ گویا دوا مرکا اثبات شیعہ کے ذمے ہے۔
 اقول، حدیث کا قائل نہ کہ صرف وہی قطعی الثبوت ہوتی ہے اور غیر واضح ہوتی ہے
 جو حدیث کے اثبات میں کافی نہیں ہوتی بلکہ اگر یہی شیعہ اس کو دوسرے اعمال میں
 جیسے دلیل تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حدیث میں کسی کو کچھ
 اخبارات آجاء اور عجیب علیحدہ علیحدہ نا و عند خصوصاً وہند و عند انعامتہ
 لا تعجب علیہ۔ یعنی انہما را ما و ہمارے نزدیک کسی اور ہمارے ہی اشیاء کے
 نزدیک بھی علم اور قطعی کا قائل نہ نہیں دیتیں اور یا خصوص ہمارے نزدیک یا جو
 عمل میں ثابت نہیں کر سکتی۔ دوسرے اس میں مادہ لفظی کوئی کا طریقہ یا فصل
 میں خصوصاً نہ اور اس عملی کے ساتھ تخصیص نہ اور ہم یا خوب تر ہو اور طبعی
 توقف و تردد کے یہ کہتے ہیں اور بالکل یہاں کہتے ہیں کہ صرف یا حکو صاحب نہیں
 بلکہ کوئی شیعیں یا اہل تہمت تک یہ وہی امر ثابت نہیں کر سکتا۔

امراؤ کی تحقیق

حدیث ضعیف قطعی متواتر اور قطعی الثبوت نہیں ہے، کیونکہ کلام بھاری اور
 دہم سلم اور واقعی جیسے حدیث انہوں نے دور دورہ ان کے سفر کو کے اسناد پر
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح فرمایا۔ انہوں نے اس کو سرے سے نقل ہی نہیں کیا
 بلکہ ایماؤ کی مستانی اور انہما را ما و ہمارے ہی اشیاء کے اسناد پر
 قسم کے لوگوں نے اس کو مستطوع ٹھہرایا ہے۔ انہوں نے حدیث اس کے تواتر کا
 دعویٰ نہ کر سکتے ہیں۔ یہ آگاہ بات ہے کہ ہم اس کو خبر دوا مرکا
 تسلیم کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک قولی متواتر ہے، لیکن خبر دوا مرکا
 ہمارے نزدیک صرف اعمالی میں ثابت ہو سکتا ہے، ذکر عقائد قطعی میں اور
 اگر یہی شیعہ کے نزدیک جوہر عمل کا قائل بھی نہیں رہی، لہذا اس قطعی عقیدہ
 کے اثبات کے لیے اس کو بھی کرنا کہ نہیں ہے، خواہ واضح میں یہ حدیث کی

یہاں کہیں نہ ہوا اور ہمارا کلام اس مقام میں اس روایت کے آثار کے رد و انتقاد میں ہے نہ کہ اس کی صحت کے انکار میں۔ لہذا حقیقتاً ہماری ہی اختصاراً و البقی فی المسامع۔

تفسیر یہ ہے حقیقت میں زمین نہیں رہے کہ قبر کے متواتر ہونے کا یہ طلب نہیں ہے کہ اہل السنۃ کی حدیثیں کتابوں میں منقول ہو یا شیعاہ کی حدیثیں صرف کتابوں میں اس کا ذکر ہو بلکہ آثار کا دار و مدار اس ہے کہ سنی و شیعہ اہل حدیث و علم سے بیکر آخر ہم باقی حقیقت تک پہنچ رہے ہیں اس کے باقی اس قدر کثیر استناد ہیں کہ انتساب عقل و روایت ان کا جوٹ اور کتب ہی اتفاق محال اور ناممکن ہو۔

نیز ایک روایت کہ جس مقام پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا فرمایا وہاں آٹھ ہزار صحابہ کرام موجود تھے اس سے بھی روایت کا آثار ثابت نہیں آتا کیونکہ ناقصین کے استناد تو اس طرح ہزاروں تک نہیں پہنچ جاتی ناقص تو صرف دوسری ہی ثابت ہوئے، لہذا یہ کہیں کہیں ہو بلکہ ضرور ہمیں ہر صحابہ کرام سے کثیر روایات کی تعداد میں تھے لہذا یہ روایت متواتر ہوئی۔ خود فریبی بھی ہے اور دوسروں کی مخالفت و دھجے کی ناکام کوشش، کیونکہ اس حدیث و روایت کے نقل کرنے والوں کی تعداد کا لحاظ ضروری ہے نہ کہ روایت اور نقل غواء ایک ہی ہو مگر تفریق بہت سے رنگ موجود ہیں لہذا اس روایت کو حتماً کتب و احادیث سے

امریثانی کی تحقیق

دوسرا امر یہ ہے کہ شیعی استمال کا دار و مدار ہے اور یہ ہے کہ یہ روایت اس میں صحیح قطعی، ادوات ہے کہ روایت کو لفظ عربیہ فیہ فیہ فیہ کے معنی میں مستقل ہوتا ہے، جبکہ یہ بھی قطعاً غلط ہے۔ خود شیعی ائمہ و احقران کے مطابق روایت کے معانی کی تعداد میں ایک ہی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ لفظ مشترک کے اس قدر کثیر استناد معانی میں سے کسی ایک کی تفسیر صحیح قرار دینا ہے اور یہی ہے

اس پر تصریح ہے اور اس کی طرف صرف اشارہ ہے۔ علامہ طبرسی نے الاحتمالی
صفحہ ۱۱ پر ذکر کیا ہے، واثبت حجة الله قهر يضاً لا قصر يحتمل
فی وصیہ من كنت مولاً فهذا مولاً وبقوله لهذا امری
بمأثلة هارون من موسى ولو قال لهم لا تغلوا والامانة
الا لغلان فیمینه والانزل بكم العذاب لاننا هم العذاب
وزال باب الاقطار والامهال۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی محبت الجورائش ہو کر نہ
بیان فرمائی اور اس کی تصریح نہیں فرمائی اسان دونوں حدیث میں یمن میں
كنت مولاً فهذا مولاً لانه نزل انتا مني بمأثلة هارون من موسى
ہو۔ دینی رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصایت اور خلافت کی تصریح نہیں فرمائی
اور اگر آپ تصریح فرماتے کہ حسب امامت صرف فلاں میں شخص کو ہی سزا
ورد تم پر عذاب نازل ہو جائے گا تو یقیناً اللہ پر اس حکم کی خلاف ورزی کی ہوتی
یمن عذاب نازل ہو جائے گا اور جنت کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

لہذا کہیں بھی خیر عالم کو ان دونوں روایات کو قطعی دلیل اور ثبوت
کی نص صریح قرار دینے کا کوئی حق نہیں ہے چنانچہ وہ آپ کی خلافت امامت
کی طرف بقول طبرسی کے صرف تصریح اور اشارت ہیں، ساری یہ قطعی عقیدہ
کے لیے قطعی ثبوت اور قطعی ابدات دلیل و کارائی اور بیان نہ ثبوت قطعی اور قطعی
ولا قطعی، تو اس سے وہ قطعی عقیدہ کچھ ثابت ہو سکتا ہے جس کی بنا پر
ایک آنکھ پر بیس ہزار اصحاب رسول کو لایا نہ یا نہ مرد قرار دینے یا لایا
ہے اور ان تمام رسول اور مصطفیٰ اسلام پر ہر قسم کے سب و ظم اور طعن و تشنیع کو
صرف جانزداری نہ کیا گیا، بلکہ اسے جزو ایمان بنایا گیا اور میں طریح خداوندی
ہے اس طرح تبرک کو بھی قرآن فی اسلام میں شمار کر لیا گیا ہے۔

دل کے ناگاہی صلیح کا وہاں جا کر دے گا وہاں کے دل سے اس میں ایمان ملے گا

رسالہ تنزیہ الامام حسینؑ از محمد حسین بن علیؑ صاحب

- ۱۔ پیر صاحب کا سرچشمہ تحریر کے علاوہ کلمات میں غرض ظاہر کرنا اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ اس حدیث کی صحت و صداقت مسلم ہے لہذا اس کے حوالہ دینے کی وجہ سے۔
- ۲۔ پیر صاحب نے مولیٰ کا معنی درست کیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو کلمہ مولیٰ کا صرف ایک ہی معنی ہے جو عربی کے معلوم عربی سے نابالغ ہونے کی وجہ سے مل گیا ہے۔ بلکہ عربی زبان میں یہ لفظ کسی چیز میں معانی میں مستقل ہے۔
- ۳۔ ان کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ قرآن مجید میں مولیٰ بمعنی دوست احتمال ہوا ہے مگر عربی آئی، مستند و سرور اور نامرود و عدا کے معنی استعمال ہوا ہے۔
- ۴۔ یہ بھی غلط ہے کہ قرآن کی پیش کردہ آیت میں مولیٰ بمعنی دوست احتمال ہوا ہے بلکہ یہاں بمعنی نامرود و عدا ہے۔
- ۵۔ مولیٰ کے معانی اگرچہ ہیں، مگر مشہور ان میں سے صحیح ہیں، اولیٰ و تحقیق نامرود، و کا نام دوست اور قاصد ہے کہ لفظ مشرک کے حصہ معانی میں ہے موقوفہ علیہ کی بنا پر ہے۔ داخلی اور خارجی قرآنی کے ساتھ ایک معنی کا تحقیق کیا جاتا ہے اور یہ کہ خوف و دل و ملوک و غلبہ کی گتہ میں کہ صرف خود میں مولیٰ کا معنی سولتہ اولیٰ و تصرف اور حاکم و سرور کے دو معنی گوتہ میں سولتہ کی طرف اور اس میں عد و قرآنی اور شراب و قلعہ یعنی کہ ہوتے ہیں مگر یہاں یہ سولتہ و عد کی خلاف ورزی فصل بالکل ہے قیام و واضح اور آشکارا ہوتا ہے۔

مختصر رسالہ تنزیہ الامام حسینؑ

تحفہ حسینینہ

از ابو الفتح محمد و شریف السیاری

حضرت شیخ الاسلام مقدس سرکار نے حدیث خیر سے بھی استدلال کے بطور ہی برکھنایا تھا اس پر اس کو صاحب کی طرف سے اعتراضات کی ضرورت اور تفصیل

عالم کو فرو چلے ، اس کی ہدایت کا مطالعہ فرمائیں اور خود ہی حق و باطل اور صحیح و غلط کا فیصلہ کریں۔

جواب الاول ، حدیث غدیر کی صحت قول اول کے مطابق مسلم ہے مگر تو از قبل اختلاف ہے ، ہمارے نزدیک یہ حدیث قطعیہ آحاد کے قبیل سے ہے ، لہذا تو از کاد میانی میں اضافہ کر لینا اس تحریف اور تفسیر و تبدیلی کا مظہر ہے جو مذکور صاحب کو اپنے اسلاف سے دور میں ملی ہے ، ہر روایت کی صحت اس کے متنازع ہونے کو مستلزم نہیں ہوتی ، لہذا یہاں عیاری ہے کہ کام لیا گیا ہے ۔ اگر تو از مہربانی تو قطعیہ الثبوت ہوتی ، اس کو قطعیہ کا قطعی کے اثبات میں پیش کیا ، یہاں ممکن ہوتا ، بشرطیکہ اس کی دلالت مطلوبہ معنی پر بھی قطعی ہوتی ، جب تو از مہربانی ثابت نہ ہوا تو اس کے ساتھ کسی مقبہ کا قطعی ذکر قطعی کا اثبات کی ممکن نہ رہا ، بلکہ وہ صرف اس ثابت کرنا بھی ممکن نہ رہا ، جیسے کہ مذکور صاحب کے احباب نے تصریح کی ہے ، جیسے کہ حوالہ دیا جا چکا ہے ۔

جواب الثانی ، پر صاحب نے مرنی کے معانی کا دوست کے معنی میں لکھا ثابت نہیں کیا ، بلکہ بطور احتمال ایک معنی ذکر کر دیا ہے اور جو مذکورہ مقام معنی میں ہوتا اور مستلزم شیعہ میں اور مانع کے لیے بعض بیانی احتمال کافی ہوتا ہے ، تو آپ نے بھی وہی ہی استعمال کیا ہے اور شیعہ عقولانی قاصد ادا جانوا الاحتمال باطل الاستدلال کے مطابق مقام منع میں اتنا قہری کال ہے ۔

یہ لفظ مشرک کے جب متعدد معانی ہوں اور ان میں سے بعض ہی قریش کا اتفاق ہو تو وہ قطعی ہو جائیں گے اور مرنی کے معنی دوست بھی مسلم ہیں اور قریش سے لہذا اس کی قطعیت ہونا چاہیے ، کیونکہ اگر وہ مشرک تو ہر نہیں ممکن ، وہ صحابہ کرام کو قرآنی بیان کر کے مشرک کے ایک معنی کو معین کرنے کی ضرورت ہی کیا تھا ، اور جب ایک ہی معنی ایک جگہ مراد ہو سکتا ہے تو جو متحقق علیہ ہے ، وہی حتمی ہو جائے گا ، لیکن مذکور صاحب نے دونوں مسلم قاصدوں کو نظر انداز کیا ہے اور ساتھ ہی مذکور جگہ کا اگر وہ بھی ادا کیا ہے ۔

جواب الثالث، حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مولیٰ کے سامنے کہا
 صرف اس ایک معنی میں خیر ہونے کا بھی دعویٰ نہیں فرمایا اور نہ ہی کے کلام میں
 پر دلالت کرتے دلائل کوئی نقص سمجھ رہے ہیں، بلکہ حقیقی وہ یہ بیان احتمال ہے اور نہ ہی مسلم
 ہیں بالقرائن کا متفق ہونا لہذا یہ اعتراض محض اصول فرماتے کی بجائے سبکدوش
 ہے اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ دونوں اعتراض اپنے سطوح پر ہی کھڑے ہیں
 جواب الرابع، اللہ تعالیٰ کے دوست اور اس کے معاملے نگار
 ہونے میں لازم ہے اور اس کا ایک دوسرے سے جدا ہونا ناممکن ہے، نیز یہ کہ
 بلکہ ہمیں دوستی برقی ہے، لیکن نصرت و اعانت جو بر صفت و ناتوان نہیں ہوتی
 ہائی اور کہیں اس اور اعانت برقی ہے، مگر دوستی و اعانت موجود تحقیق نہیں ہوا
 بیچے کہ ایسی کوئی توقع یا نتیجہ ہائے اولیاء کے ظلم و استبداد سے بچانے لیا
 حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ دوست ہے
 حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اس کی اعانت و نصرت اس کی دوستی کی
 فرج ہے، لہذا اصل اور بدلائل اعانت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، لیکن اگر
 حضرات نے اگر فرج کو بیان کر دیا اور خیر تب خیر کو تو وہ بھی صحیح ہے، بلکہ آپ نے
 اصل اور بدلائل کو بیان کر دیا، لہذا اس اعتراض کا کوئی موقع و محل نہیں ہے، یہاں
 حضرات نے مطلق مفہوم تقاضا یہ کرنا چاہا کہ آپ نے مخصوص مقام اور
 مادہ خاص میں لکھ کر دیکھی، مگر وہ اپنی مولیٰ یعنی دوست مسلم خدا کے جہاں
 مثال میں ایک و آپ انصاف سے غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں ہے
 کہ اس اور اس قدر و چند اعتقاد میں اس کا جواب اللہ تعالیٰ ۔

جواب الخامس، ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں مولیٰ کے مشہور معانی
 تین ہیں، اولیٰ بالتعرف، ناصر و مددگار و دوست، اور یہاں بقول ان کے
 پہلے معنی تحقیق ہے۔ ان قرآنی کی توجہ سے جو وہ بیان کریں گے، لیکن اصل بالمشترک
 بطور ثبوت یا فصل کہہ ہی ہر، کلام صرف اس میں ہے، ذکر مطلق غرض اور

تصرف میں دیگر گاہی اسلئے کے نزدیک آپ غلوغیر برحق ہیں اگرچہ تھے ہیں۔
 لہذا پہلے انہوں نے لغت پر معنی ثابت کرنا چاہیے اس کے بعد قرآن پر پیش کوئے
 کی نوبت آئے گی کیونکہ قرآن کے ذریعے مشترک کا متعدد موضوعات پر معانی ہیں
 سے ایک کا تعین کیا جاتا ہے ذکر قرآن کے تحت مشترک لفظ کا معنی از سر فیض
 کیا جاتا ہے اور علامہ و محکوم صاحب اور تمام ضمیمہ ملار اپنے پیش کردہ قرآن
 کے تحت اس مشترک کا معنی وضع کرتے ہیں جو بالکل غلط طریقہ منکر اور مکرر
 باطل طریقہ ہے۔

۲۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت فدہ خیم میں حضرت علی رضی
 رضی اللہ عنہ کے لیے یہ لفظ فعلی مولا کا لایا۔ مالہ مالہ اسی وقت آپ نے
 لیے خلافت و حکومت ثابت ہوگئی یا نہ اور یہ تقدیر اولیٰ اور وقت طلب امر ہے جو
 کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنا اقتدار اعلیٰ میں حضرت علی رضی
 رضی اللہ عنہ کو منتقل فرمادیا یا نہ اور دوسری صورت میں بیک وقت دو عالم اور مشترک
 عملی طور پر موجود ہو گئے اور خود مخالفین بھی اس کے قائل نہیں ہو سکتے اور پہلی
 صورت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فدہ خیم کے بعد سے وصال تک
 حکومت و اقتدار سے مستعدہ ہونا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اقتدار پر
 قابض ہونا اور ملک عرب میں تصرف چرنا لازم آئے گا، مالا لحد یہ بھی حقائق
 اور واقعات کے خلاف ہے اور سلطان جسم کے بھی خلاف ہے، لہذا ماننا چاہیے
 گا کہ فدہ کے طور پر تو اس تصرف و تسلط اور اختیار و اقتدار کو حضرت علی رضی
 رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت نہیں کیا جاسکتا اور مستقبل میں اس معنی کے مراد چوتھے
 کی صورت میں اقتدار و اختیار اور تصرف و تسلط ثابت ہو سکتا ہے لیکن مستقبل
 میں تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں نزاع و اختلاف صرف بلا خصل تصرف کا مالک
 ہونے میں ہے اور لفظ مولیٰ باعتبار وضع اس پر دلالت ہی نہیں کرتا۔ اگر
 دلالت کرتا ہے تو مطلق حکومت اور تصرف پر کرتا ہے۔ اس میں نزاع نہیں ہے۔

لہذا اصل رشتہ کا معنی اس کے قلعہ ثابت نہیں ہوتا اور یہی اصل اسفلت کے معنی ہے۔
پراس سے اجڑا ہوا ہو سکتا ہے۔

۳۔ اگر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقہ طبعی طور پر مخلوق بل فصل ہی تھی تو
آخر شیعہ صاحبان کو کونج عربی آگئی وہ طبعی صفت بل فصل "کیا اس پر علم صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر عربی و لغوی دانش نہیں آئی تھی وہ ایسا وہ دانش مند
کو انھیں جس آسان اور حریف علی علی اللہ نے کی بل فصل خلافت کو میرے ہی ہانا قصور
نہا ہ لغوی دانش ہو کہ مکالمہ خلافت کی تہم ہو شرابی اسلام کی تکمیل فرماتے والے
رحمت عالم کو یہ تہم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شان سے بعید ہے۔

۴۔ ظاہر ہے جس بادشاہ نے اپنے بعد کو کسی ولی عہد بنایا اس کی اولیاد
میں کوئی اختلاف نہ تھا دوسری حکومتوں کے معاملات کو چھوڑتا ہوا بیچ انکا
کے وراثت میں حضرت حنفی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ولی عہد بنانا
ایک کو معلوم ہے۔ یہاں غیظ اور دل عہد ہونے میں کسی کو اختلاف نہ ہوا۔ آخر
حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی انبیاء و ائمہ علیہ السلام اور ولی عہد ہونا
سبقت دیکر ان کا معلوم صحابہ کرام میں ہوتا تھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اتنا عشق بھی نہیں تھا جتنا کہ حضرت امیر مومنین
اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت
میں سب سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شیعہ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ
مصر میں تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ولی عہد بنایا تو کسی نے
بھی اختلاف نہ کیا۔ زمانہ اپنے تمام تر ادوار میں کتب و تراجم اپنے تمام ادوار میں
اس قسم کی کوئی مثال دیکھ سکتی ہیں۔ جب حبش اور یثرب نہیں دیکھ سکتے اس علم
سہا کہ داروگوں نے اس سبب خود کا معنی ہی غلط سمجھا ہے اور خصوصاً یہ کہ وہ
کہنے کی بجائے اپنی طرف سے گفتگو کی ہے اور یہ خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم
میں حضرت خدیجہ کے اپنے اسلاف کی تعلیم کا حق ادا کیا ہے۔

علامہ ڈھکوصاحب کے بیان کردہ قرآن اور ان کا تعلق

علامہ مصوف نے اپنی کسی دوسری کتاب میں یہ عبارت نقل کر دی ہے، اس لیے اچھے عوام کی بات کی طرف اشارات اور بعض دیگر تصدیق آگئی ہے، جو کلامی کتاب میں کہیں نام و نشان ہی نہیں۔ یہ حال ہم بات قریب قرآن کا ذکر کے برابر کے تعلق واضح کرتے جارہے ہیں کہ اس سے وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، جو شیعی علماء حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا قرآن یعنی، اس حدیث کی ابتداء میں یہ جملہ الست اولیٰ ہیکر من الضکوہ وادہ، جو اس بات کا تعلق قرینہ ہے کہ آئے والے الفاظ مولیٰ ہے یہاں اولیٰ والا معنی مراد ہے اور یہ جملہ آیت قرآنی العنبر اولیٰ بالقرآن من انفسہم سے متعلق ہے، جس کے تعلق حضرت علیؓ نے لکھا ہے، اے فی الامور کلہا ارتفسیہ یعنی اولیٰ دوم مستحق طبع مصر، ہذا میں علیؓ میں ہی مولیٰ ہے، (جس میں علیؓ میں ہی مولیٰ ہے)۔ دوسرا تفسیر جملہ امیر علیؓ الجواب بفضل اللہ الوہاب، علامہ ڈھکوصاحب کا جواب

اولیٰ میں۔ دہوی نے کیا تھا کہ حدیث ضرر میں فعلی مولا کا معنی ہے اولیٰ بالتصرف اور حاکم یعنی علیؓ جہ فضل اور قرینہ بیاہ کرتے وقت یہ کہہ کر اپنے قرین یعنی مشترک لفظ مولیٰ کے تین معنی معانی میں سے اس ایک معنی کی تفسیر کے سبب وہی ہے کہ مولیٰ کا یہاں وہی معنی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مولیٰ کا معنی ہے لہذا اس میں تو اختلاف ہی نہیں ہے کہ دونوں جگہ متناسب معنی مراد ہوتا ہے۔ یہ وہ جگہ محبوب وال معنی ہو گا یا محبت والا یا ناصر و مددگار والا یا اولیٰ بالتصرف والا لہذا اس میں ڈھکوصاحب کو یہ ثابت کرنا لازم تھا کہ العنبر اولیٰ بالقرآن میں، انفسہم میں اولیٰ بالتصرف اور علیؓ جہ فضل والا معنی ہی مراد ہے اور اس کے علاوہ دوسرا کوئی معنی مراد نہیں ہو سکتا جبکہ

ثابت نہ کیا اور ذکر رکھتے ہیں تو اس قریب کا ذکر ہی ٹھیک نہ ہوا۔
 کہے اب آپ ہمارے پیش کردہ دلائل اور قرآن میں اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش

فرمایا مگر یہاں کوئی نامعنی مراد ہے۔ (الشیخ اولیٰ بالمؤمنین کلمۃ الحق منہم)

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنین کے ساتھ ان کی باتوں سے بڑا یاد

قریب ہیں کا معنی یہ نہیں کہ اس جملہ میں آپ کی خلافت ولایت برائی کی بات ہے؟
 بلکہ اس سے یہ آپ کی شفقت اور محبت اور پیار برائی کیا جا رہا ہے؟ اس کا اظہار

نے الشیخ اولیٰ بالمؤمنین میں انفسہم ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی منسبہ

وانزل واحد امما قہم ذکر میرے نبی کی تقدس پر ہیں مؤمنین کی باتیں ہیں بلکہ

بعض قرأت میں وهو اب لہم بھی وارد ہے، یعنی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مؤمنین کے باپ ہیں اور یہ جملہ نہ بھی ہو تو اندازِ رسول کا اہمیت کو نہیں ہٹا کہ

آپ کے امت کے لیے آپ ہونے کو مستلزم ہے اور امت کے لیے نبی آپ کا

اس سے بھی زیادہ مشتعل اور میری ہونے کی دلیل ہے اس لیے آپ کے لیے

کے نبیوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے ۱۔ ص ۱۸۸

فلور شدہ وہی فرقہ دینا اوحیٰ ما فعلنوا والیٰ ۲۔

تفسیر صافی جلد ثانی ص ۱۸۸ ومعانی الانبیاء ص ۱۸۸

یعنی میں نے اپنے ہر فرقہ میں مال چھوڑا تو اس کے باشندوں کے لیے چار

میں نے قرمز چھوڑا یا قرمز چھوڑا اور بیوگان وغیرہ تو اس فرقہ کی اولاد کی لیے

لازم ہے اور وہ قریم بچہ اور بیوگان وغیرہ بھی میرے فتنے۔

صاحب تفسیر صافی مؤمنین کا شافی نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہا۔
 قالہ مراۃ فیہ للہو منین مایلزموا والد والذوالنوا العہد منین
 الطاعة للہ مایلزموا الولد للوالد "پس اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

پروردہ حقوق لازم کی جو والد کی اولاد کے لیے لازم ہوتی ہیں انھیں بھی یہ امر

لازم کی جو اولاد پر والد کے حق میں لازم اور ضروری ہوتے ہیں۔"

ہر تفسیر صافی میں ہی اس آیت کو کبریا کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ یعنی
 اولیٰ ہمدانی الامور کلہا فانہ لا یأمرہم ولا یمنعہم منہم
 الا بما فیہ صلاحہم ونجائہم بخلاف النفس فلذلک اطلق
 فیجب ان یکون احب الیہم من النفس وامنہم الا انہم علیہم
 من امرہا وشفقتہم علیہ انہم من شفقتہم علیہا وسیع (۱)
 یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور میں ہوشیاری کے لیے اولیٰ میں کیے گئے آپ ان کو اس پر
 نہ حکم دیتے ہیں اور جو ان سے منع ہے نہ کرتے ہیں بلکہ ان کی بہتری خواہاں ہیں جو کبریا کا معنی ہو گا
 نفس کے کردار میں اس کا حکم دیتا ہے اور اپنے امور کا ان سے نہ دیکھتا ہے بلکہ ان کی
 برائی کی تباہی و بربادی کے موجب ہوتے ہیں اس لیے مطلقاً اللہ تعالیٰ بالمشیت
 فرمایا کہ کسی شخص کے ساتھ اس کو نفوس اور عقیدہ مشربا یا دینا ضروری و لازم
 ہے کہ آپ کو بھی کہ اپنے نفوس سے زیادہ محبوب ہوں اور آپ کا حکم ان پر ان کے
 نفوس کی نسبت زیادہ نافذ ہو اور ان کی شفقت پر حکم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 اس سے زیادہ اہم و اکمل ہو، چنانچہ کہ انہیں اپنے نفوس پر ہے۔

فائدہ ۱: اور یہی معنی اس آیت کو کبریا کا تفسیر منہج الصداقین جلد دوم اور
 تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ پر مرقوم ہے۔

۲۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ سرور و اتبیا صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہو گا
 کہ اسے معاد ہونے لگا تو بعض صحابہ نے عرض کیا، خستہ ذی آباء و انا و اطفالنا
 و صافی جلد ثانی صفحہ ۲۷۷ و مجمع البیان جلد دوم صفحہ ۲۷۷ ہم اپنے
 آباء اور اطفال سے اہانت لے لیں۔ (پھر آپ کے ساتھ اس ضرور ہیں
 شریک ہوں گے، تو اس وقت یہ آیت کو کیسے نافذ ہوئی، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 زمین کے لیے ان کے آباء و اجداد اور اطفال و جہات کی نسبت اطاعت اور
 فرمانبرداری کے زیادہ مستحق ہیں۔

۳۔ تفسیر منہج الصداقین جلد دوم صفحہ ۲۷۷ پر مرقوم ہے۔

ہیں، جبکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہدائی کریت فرماتے ہیں اور مہیا تباہی
عطا فرماتے ہیں اور دنیا میں شر خیلطائی و شر نفس سے بچا، نے میں مسلمانوں کو شکار
ہیں اور آخرت میں عذاب و دوزخ اور قبرِ خداوندی سے بچاتے ہیں، لہذا آپ کی
وحدت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ الغرض خود شیعوہ حضرات کی کٹھا سیسے
پر حقیقت واضح ہوگئی کہ اس جنگِ خلافت و حکومت والا معنی مراد نہیں ہے چہرے
خلافت کا حاصل والا معنی علی الخصوص، بلکہ حکومت و خلافت پہلے سے ثابت تھی
اور آپ کی ضرورتِ تبرک کے اس مرتعہ پر نازل ہوئی، جبکہ بعض صحابہ نے آپ کو
سے اہانت کیلئے کہا اذانِ طلب کی، لہذا اس کو سب سے پہلے اولیٰ بالاعتقاد کے
معنی کا قرینہ بنانا ہی درست نہ سمجھا، چہرے بیکہ اس کو قطعی قرینہ خلافت کا قرار
قرار دیا جائے، بلکہ یہ جلد تو اس امر کی دلیل صریح اور بڑی مان جتنی ہوا کہ یہاں
مولیٰ بمعنی محبوب ہے، جیسے کہ یہاں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے ذکر فرمایا۔

مولیٰ بمعنی محبوب پر قرآن کا بیان

۱۔ پچھلی ساری عبارات سے یہ مدعا واضح ہو چکا ہے، دوبارہ ان پر تکرار
فرمایاں تاکہ شیعہ اکابر پر یہ کی نہ پائی اس امر کی تصریح اور روشنی کی طرح واضح ہو سکے
کہ یہاں مولیٰ بمعنی دوست ہے۔

۲۔ قول باری تعالیٰ: **وَاذْهَبْ اَصْحَابُ الْقُبُورِ** ہم صحابہؓ اور ان کے
خویشیوں، دوسری شق کا بطلان انہی میں انھیں ہے، لہذا پہلی شق ہی حقیقت ہوگئی
کہ قیامت تک پیدا ہونے والی امت کے لیے ازواجِ نبویؐ اہل بیت ہیں تو ان کا
کہہ دینے سے پہلے ان کی قیامت تک پیدا ہونے والے کو نہیں مزا ہی دینی ہے کہ بے
رسوای خدا صلی اللہ علیہ وسلم آتی ہے، تو اب کوئی حجت نہ رہی ہے جو کہہ کہ اب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری طور پر جاگ رہے ہیں اور ملکِ مسطرت ظاہری پر
قابض و تصرف ہیں، لہذا اور روشنی کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت مولیٰ انصاریؒ کی

تہ بھی محبوب تھا اور اب بھی محبوب ہیں۔ اس وقت بھی سب پر آپ کو جان و مال اور غلامی و اقربا سے مزین کھیت فرض تھا اور اب بھی اس طرح فرض ہے۔
۳۔ وہ حدیث جس کو علامہ کاشانی نے ذکر فرمایا تھا اور اسے صحیح بھی کہا۔

ما من مومن الا وان اولی بہ فی الدنیا والاخرۃ منی ہی اولی
کا لفظ مومن ہے اور اس میں مومن غلو ہے جو کہ فنی کے تحت داخل ہے اور غلو
معموم و مستغرق ہے۔ غلو کو ناپا و آخرت کی تعمیر بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ آخرت میں
حکومت اور مقام امارت و عظمت ہی نہیں ہے۔ لہذا آخرت میں آپ کے
مومنین کے ساتھ اولی ہونے کا معنی بہت دشمنیت و الٹی مصلحتی ہے تو دنیا
کے لحاظ سے مجھ ہی مومن مصلحتیں ہو گئی، لہذا آیات اور حدیث صحیح کی شہادت سے
واضح ہو گیا کہ یہاں مجھ پریت والا معنی مزید ہے۔ نہ کہ اولی بالمتغیر اور غلو
بالفصل والا کوئی تیس تیر کی گڑھ کو صاحب نے غلافیت پر فصل کا قطعی قرینہ
بنا یا تھا نہ وہ دشمنیت مجھ پریت اور صحبت کا قرینہ ہے اور اس کی غلطی کتب
کی روش سے و تحقیق آشکارا ہو چکی۔

تنبیہ، اولیٰ کو اسم تفضیل کا سیدہ اگر دینی معنی قرب و استحقاق
سے بنائیں تو پھر بھی قول باری تعالیٰ: الذین اولیٰ بالمتوحدین من
الفسقہم اور قول نبوی: المست اولیٰ بالمتوحدین من انفسہم
ہماری دلیل ہے اور ہمارے دعا کا دلالت قرینہ اور اس کو دلالت بھی بہت
کے عشق و قرب و محبتیں ہمارے ساتھ ثابت ہے اور دوسرا معنی پیچیدگی بہت
اولیٰ ہے کہ اگر اس صورت میں حجت بالاولیت کو خارج سے اعتبار نہیں
کرتا پڑا، بلکہ پہلی صورت میں بہت بالاولیت کو محذوف ماننا پڑے گا۔ لہذا
حق بالمتوحدین بلکہ محذوف محذوف اصل یہ ہے لہذا اب مزید معنی اس
آیت و حدیث کا یہی ہو گیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کے لیے اپنے
نفوس سے زیادہ محبوب تر ہیں۔

۴۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں الست اولیٰ بالعبودین
 من انفسہم کے بعد وارد ہے، فقہی کتب میں لایا یعنی جس کا میں
 تھا، خواہ اس نجات کے لفظ کو استمرار کے معنی میں ہی لے لو، تب بھی ماضی کو
 شامل ہے اس کا لازمی اور ضروری ہے۔ اب دریافت طلب ہے کہ نبی اکرم
 مزبور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل مومنین کے لیے مولیٰ تھے یا نہیں، اگر تھے
 اور یقیناً مولائے مومنین تھے تو اس وقت مولیٰ کا معنی حکمران اور صاحبِ سلطنت
 تھا، ذاب یہ معنی مراد ہے اس وقت بھی آپ مولیٰ یعنی محبوب تھے اور اب بھی
 اسی معنی سے مولیٰ ہوں گے، کیونکہ حکومت و سلطنت تو بہت بعد میں قائم ہوئی۔
 ۵۔ اس حدیث و روایت میں مولیٰ اور اولیٰ کی مومنین کے ساتھ تخصیص
 فرمائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بھی اور حدیث شریف میں بھی حالانکہ آپ کی حکومت
 و سلطنت تو مومنین کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ یہ وہ طریقہ اور نصاریٰ نے بخیر
 بھی آپ کے زیر فرمان تھے اور آپ کی رعایا تھے، لہذا اگر یہاں حکومت و
 سلطنت والا معنی مراد ہوتا تو مومنین کے ساتھ تخصیص کا کوئی مطلب نہیں
 ہو سکتا تھا، جس سے واضح ہو گیا کہ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس اقلہ
 کے مطابق ہے، ذالک بان اللہ مولیٰ الذین امنوا و احب
 الکا فربین لا مولیٰ لہم و فی اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمانیوں
 کا مولیٰ ہے اور کافرین کے لیے کوئی مولیٰ نہیں ہے یہ عادۃ کفار و مشرکین
 اللہ تعالیٰ کی حکومت سے باہر تو نہیں تھے۔ اگر انہیں نصیب نہیں تو اللہ تعالیٰ
 کی محبت اور مومنین کو جو چیز کفار سے متاثر کرتی ہے وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے
 ساتھ تعلق اور ان کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کی ان سے محبت ہی ہے
 کما قال اللہ تعالیٰ، اللہ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا۔ وقال اللہ تعالیٰ
 الْاٰیۃُ اُولٰٓئِکَ لَا یَحْزَنُ عَلَیْہُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُ عَلَیْہِمْ۔
 وقال اللہ تعالیٰ، یَحِبُّہُمْ و یُحِبُّوْکَ۔ لہذا اس تخصیص سے بھی واضح

ہو گیا کہ یہاں مخصوص مجتہد اور مخصوص تعلق کا یہاں جدا اور حکومت و سلطنت کا
 بیان مفصل و جہیں ہے۔ تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیٰ بالکونین اور
 مرالی المومنین ہونے کا مطلب واضح ہو گیا تو یہ
 چارہ معنی سے کثرت مراد نکال کر بھی درست ملے گا کہ ان معنی کے ہر ایک کے لئے
 کا مطلب واضح ہو گیا۔

شیعی علماء کا متشار غلط

ایشیوں میں حکومت اللہ یہاں سے لگتا ہے کہ فی الواقعہ چاروں صورتوں میں
 صلی اللہ علیہ وسلم حاکم اور مامور صلیہ سلطنت اور تعلق یا حکم پر مشتمل تھے، لہذا اس
 لفظ سے بھی یہ معنی مراد ہو گا، مگر واقعہ میں ایک علت اور معنی سے نہ صرف
 ہونا ایک چیز ہے اور اتفاق کہہ گئے لفظ سے بھی اس معنی کا مراد ہونا ایک چیز ہے
 شوق ایشیائی ہر فرقہ کائنات کا ایک ہی ہے اور حاکم و متصرف بھی اس ملک
 مساوات والہ ہیں کا یہ شریعت علیہ حاکم اور مرسل و منتخب کائنات پر مقتدر اور
 غالب ہیں اور جس کے اس خدا اپنے آپ کو مولیٰ اللہ من اصناد کہا ہے اور فرمایا
 ہے مطلقاً اپنے مولیٰ ہونے کی نفی کر دی ہے اور فرمایا، وانما انا قریب لا
 مولى فہو۔ لہذا واضح ہو گیا کہ واقعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف
 حکومت ہے نہ صرف ہونا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ جب بھی آپ یا ان کے مرنے
 و طعن کیا جائے تو اس سے بھی وہی حکومت و سلطنت والے معنی مراد ہو جائیں گے۔
 عمل کے مطابق دوسرے معانی بھی مراد لیے جاسکتے ہیں۔

۱۔ ٹیٹو صاحب نے قاضی حجازی کی عبارت فی الامور کما حبا
 دیکھی کہ جب تمام امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم متعلق ہیں اور ان امور میں
 حکومت و سلطنت بھی داخل ہے، لہذا آپ کا اولیٰ بالکونین و الامارت ہونا
 ثابت ہو گیا، مگر یہ کہ حاکم و متصرف اور تعلق و ماموری کا جہیز خود ہے کیونکہ

تفسیر حوالی اصنافی الصادات میں بھی بالکل وہی کلمات ذکر کیے گئے ہیں یعنی اولاً
بھمینی الامون کلھا وصافی ج ۲ ص ۱۱۱ اور بھی الصادات میں ہے،
یعنی جبکہ کارہائے دنیہ و صلاک ۱۱۱ لیکن باوجود اس کے بھی مجربیت والہام
ہے، کیونکہ آپ کا نفوس کی نسبت قرآن و دنیا کے امور میں اولیٰ ہونا مراد ہے، کیونکہ
نفوس انسانی پاکت اور بغاوت کی طرف لے جاتا ہے جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم اور صحابیؓ، خوات و غلام کی طرف بلاتے ہیں، لہذا نفوس انسانی انکے دامن
میں مضطرب ہے کما فی الحدیث: اعدای اعداءک نفسک التي بی
چہدک یعنی سب دشمنوں سے تیرا بڑا دشمن تیرا نفس ہے، جو تیرے دوزخ پہنچانے
درمیان ہے ۱۱۱ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو یہ فتنہ فلاح ہونے کی وجہ سے
محبوب تر ہو گئے۔ لہذا اس تفسیری عبارت کو اپنی دلیل بنانے میں بہت بڑی مہارت
کا مظاہرہ ہے یا تمنا ہے کہ - احادیث اللہ من ذالک -

دوسرا اقرینہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بالتصرف پر

وقلن ھذا الامامیہ ص ۱۱۱

اس حدیث اور اس اجتہاد سے واضح ہے کہ جناب امیر کی خصوصیت یہ ہے
میر ہی ہے جس میں اولیٰ کوئی کہانی نہیں آپ کا شریک نہیں اور نہ نہیں مگر یہی
اولیٰ بالتصرف - ارشاد ہوا ہے: الامامون بعضھما ولیٰ لبعض
یعنی بعض مومن دوسرے بعض مومنین کے کو - یہی معانی اگر یہاں بھی
مراد ہوئے تو اس قدر اجتہاد و انتظام کی کیا ضرورت تھی یا نہ کہ تفصیلی ماحصل کو
مستلزم ہے اور وہ محال ہے۔ بلکہ اصل میں یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ کہ
میں ایمان اور آپ کے ساتھ بغض کو نفاق اور کفر قرار دیا جا چکا تھا لہذا یہ
اور صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمل خلافت کا اعلان تھا جس کے بغیر کاروبار
رسالت الہیہ ہوتا تھا۔

الجواب وهو المعلوم للصدق والصدق

خبرم میں صما بکرام فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے بازو میں لے کر فرمایا میں نکلتا ہوں لا طعن ولا عصب۔ گو حکمران صاحب کے نزدیک قلعہ قریب ہی گیا مگر یہاں صرف اور صرف اولیٰ بالتصرف اور فیض فی فضل والا مہمان ہی مراد ہے۔ محبت والا صفت تو تمام مومنین میں باہم پایا ہی جاتا ہے۔ مگر یہ بیان کرنا مقصود تھا تو اس میں ٹھکانہ صفت ہوتا، ایسی اس قریب اور اس کی ولایت میں چند دہرہ سے قریب اور محبت ہے۔ اس لیے گو حکمران صاحب اور علی رضی اللہ عنہ کے لیے مشیت کا نہیں ہو سکتا۔

۱۔ اور دیکھنے والوں کے ہاں محبت اور الفت کا پایہ پہنا ضروری ہے، لیکن ان کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ عموماً وہ جو محبت کی پالی ہائے انوار کے برابر ہیں، یہ محبت کا درجہ و لزوم یہاں کہ ٹھکانہ ہے قائمہ کا موجب نہیں ہے۔ عموماً محبت میں خود حضور سر جو عالم سنی اندازہ و علم بھی شامل ہیں، لیکن گہ آپ کو بھی یہی بات ملے گی، بھی دیکھیں یہی کیفیت تھی و رسول ہونے کے بعد سب کا ہمد اور پیر خدا ہونے کے بعد دنیا و آخرت میں جتنے انعام و احسان ہونے کے سبب تو جیسے آپ کے ساتھ حضور کی محبت فرض ہے۔ اس طرح حضرات علی رضی اللہ عنہ کی توجہ تاج اسرار اور پیر کا فخر روحانی فیض و برکات کا منبع اور سرچشمہ ہونے کے لحاظ سے آپ کے ساتھ بھی مومنین پر خصوصی محبت ضروری اور لازم ہے اور اس میں دم و دلت و اسباب محبت کو کوئی رکھتا ہے جس نے مختلف مواقع پر مختلف حضرات کے تعلق خصوصی احترام کے ساتھ چمک بیاہی فرمایا، چنانچہ صما بکرام عظیم الشان کے تعلق فرمایا، جنہوں نے اچھے فطری اچھے دھرم و مہمانی غلطی غلطی اچھے دھرم میں نے ان کے محبت کی پالی میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے بغض رکھا پس اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان کے ساتھ بغض رکھا۔ اہل بیت کرام کے تعلق باہم بھی اور حضرات سینہ کریمین رضی اللہ عنہم کے بارے میں یا انیسویں یا اٹھارہ فرمایا

اللہ صرا فی احبہما فاجبہما واجباً من یحبہما۔

اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، لہذا تو بھی ان کو اپنی محبت سے واجب بنا اور ان سے محبت رکھنے والوں کو بھی اپنا محبوب بنا۔

الغرض بالعلوم محبت کا وجہ و لزوم بیان کرنے کے بعد بالخصوص محبت کے وجہ و لزوم کا بیان کرنا ہے فائدہ تکرار اور تحصیل حاصل کے ضمن میں نہیں آتا، جبکہ اس اجتنام کے ساتھ قبل از یہ کسی کے حق میں محبت کے وجہ و لزوم کو بیان نہیں کیا گیا تھا، لہذا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ظاہر ہو رہی ہے اور آپ کی محبت کو نہایت رسولی صلی اللہ علیہ وسلم کے مائل قرار دیا گیا۔ اس کی مثال یہ کہ کہتے ہیں سب جڑوں کی عزت کرو اور بالخصوص والدین کی عزت کرو اگر ان کی عزت کرو تو ان کو سب فائدہ تکرار تصور کرنے کا کہ والدین کی عزت ہوتے ہیں اور سب جڑوں کی عزت و توقیر کے حکم میں ان کے متعلق یہی حکم پایا گیا لہذا یہ تکرار محض ہے۔

۲۔ نیز اس اجتنام و انتظام کی خصوصی وجوہات بھی تھیں، جن میں ایک ایک وجہ تو ہے آنے والے حالات کو غور نظر رکھتے ہوئے آپ کی محبت کا اظہار کہہ لیں آپ کے علم میں تھا کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھیں گے اور آپ کو کافر و مشرک کہیں گے ضرور ہائے اہل بیت و اہل بیت لہذا آپ کی عظمت و شان بیان فرمائی اور آپ کے ساتھ محبت و مروت کے وجہ و لزوم کو واضح فرمایا تاکہ ہندوئی اور غریبوں کا حق ادا ہو جائے اور کسی کو کوئی غلط فہمی اس بارے میں نہ رہے جس طرح کہ صحابہ کرام علیہم السلام کے متعلق اس گروہ کا حکم ہو سکے وجہ یہ ہے کہ ان پر سب وحکم کریں گے۔ منہ ما افا نقسبتم الذریعہ صبیحہ فی اھلھا فی فقر لولہ لعلہ اللہ علی شکرہ جب ان لوگوں سے صلہ میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں اگر کم عزت ہو جائے شرف و سادہ پادشاہ فرمایا اللہ اللہ فی اھلھا لا تنکدن و ہم غریب من ہند

میرے صحابہ کے معاملے میں خدا سے ڈرنا، دعا سے ڈرنا۔ ان کو اپنے امور میں
 کاغذ لکھنا نہ بنایا، لیکن ہر مہم صحابہ کو ہم کے ساتھ اسی قدر بغض و عناد رکھنے
 والے تھے، جتنے قدر حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ بغض و عناد
 رکھنے والے تھے، ہر کام میں قوت و شوکت میں تھے اور عقائد میں بالکل ٹھیک اور جنگ
 کرنے والے اور آپ کے دہرہ آپ پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والے اس لیے
 آپ کی خاطر زیادہ اجتماع فرمایا۔ بھگوان علیؑ، شمشادہ رضی اللہ عنہم کے کہ چوبیس
 ان کے خارج اور ان کی عظمت کے معترف ہی غالب و کامران اور میر تقی میرؒ
 غرا و خرام کے امور عقائد پر وہاں کلام سے والے اور اس سلسلے کے چندیوں کے عقائد
 اور اقوام کے اور وہ بھی چھ سات صدیوں کے بعد، ہذا یہ امر اس اجتماع و عقائد
 کا داعی اور موجب تھا۔

دوسری وہ بھی اجتماع و عقائد کی ہے جس کی سرور یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی میں امیر لشکر بنا کر بھیجا تھا اور میں نے آپ کو
 مقلد میں قرآن میں لکھ کر رکھ کر میں نے آپ کے لیے کچھ اور آپ کے بعض رفقاء کے کا۔
 کو آپ کے خلاف شکاکات پیدا ہوئی اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی بارگاہ میں آپ کی شکایت کی تو اس وقت آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
 کے متعلق بڑے اجتماع کے ساتھ مجتہد و محدث کے لازم کی یہی فرمایا اور ان کو
 مرد میں دیکھنے جانے سے منع کیا۔ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من
 مع علی بن ابی طالب فریت منہ جفوة فلما قد صدی علی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ علی اکبر اللہ وجہہ فی بیت وجہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد تغیر فقال یا بویدة
 النبت اولی بالمومنین من النبی قلت بلی یا رسول اللہ
 قال من کنت مولاً فاعلی مولاً لا یروا الی وروا النبی فی
 ما ستاد قوی حیدر، جالہ کلہم نقات۔ روح البیان جلد ستی

حضرت برہہ اہل دینی اور عہد سے مرفی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مسیت میں دیکھی ہیں چہاں کیا تو میں نے اسی سے جفا کا یہی اور شدت کو بھی کامیاب کیا۔ جب ہارنگاہ نبوی میں حاضر ہوا، تو آپ کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، تو میں نے دیکھا کہ حضرت علی مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اور اس قصہ سے متحرک ہو گیا اور آپ نے فرمایا، اسے برہہ کیا میں مومنوں سے ان کے نفوس سے کچھ ہارنا محبوب نہیں ہوں، تو میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ : تو آپ نے فرمایا من کنت مولیٰ فلیک مولیٰ۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی کریم سے نقل کیا کہ اقبل علی من الیمن لیلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحکّم فیہ فیصل الی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستخلف علی جندہ الذین معہ من جلا من اصحابہ فعد ذالک الرجل فکسا کل من اجل حلة من الین الذی کان مع علی کمن مر اللہ وجهہ فلما ونا جیشہ یخرج لیلقاہم فاذا علیہم الخلل قال ویلک ما ہذا قال کسوت القوم لیتجملوا بہ اذا اقدموا فی الناس قال ویلک امنتزع قبل ان تمسکوا الی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فامنتزع الخلل من الناس فمدھا فی البزوا فکسر الجوش شکواہ لما شیع بہم۔ (کتاب المعانی ج ۱، مشکوٰۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف آئے تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خطبات کریں، آپ علی کی طرف روانہ ہوئے اور لشکر میں بیٹھے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کو غیظ اور غائب بنایا، تو اس غیظ نے اس پر اثر کیا کہ جو آپ کے پاس تھا، ایک ایک ہوشیار سپاہی اور لشکر کو فہم دیا، جب آپ واپس لشکر کے پاس پہنچے، تو وہاں لشکر آپ کی خطبات کے لیے تھے، کیا دیکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک غیظ ہو چکا ہے، تو آپ نے اپنے نائب کو جہاں اور غیظ

تجربہ بکثرت ہو چکا ہے، اس نے کہا میں نے انہیں یہ پریشانی پہنائی ہے تاکہ جب لوگوں میں آئیں تو جمال و عزت اور زیبائش و آرائش کے ساتھ آئیں اور آپ نے فرمایا، ان سے واپس لے لو، قبل اس کے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچیں، پہنچنا اُس نے وہ جو شے واپس لے لیے اس جہازی میں شامل کر دینے پر حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ تھی لشکر نے بارگاہ رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے اس فعل کی وجہ سے آپ کی شکایت کی۔

یہی مفصل روایت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر منہج القضاۃ میں ذکر کی ہے، اس کا آغاز یوں ہے، میں امیر المؤمنین جناب علیؑ کے یہاں حاضر ہوا تو محمد بن قیس فرمود، ایشاں اہل شکایت امیر کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ علی بن ابی طالبؑ امیر ہیں صواب کہ ایشاں حضورؐ پر فساد و شکایت اور اصرار کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منہج بعد خطبہ فرمود کلمات

ایہذا الناس اس فعدوا المستکبر من علی بن ابی طالب فان غضبوا ذات اللہ وغیروہذا علی بن ابی طالب دین ہے، لیکن چشم و ما اللہ رسول ما دین نہ پای کرتا، مگر نہ۔ تفسیر منہج القضاۃ میں جلد سوم ص ۲۷۷

حرریت، یعنی جب حضرت علی بن ابی طالبؑ کے قریب پہنچے تو آپ نے قوم پر ایک غصہ کر پڑا، آپ اور علیؑ علیا اور خود کے خلاف میں بارگاہ رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، اور جب واپس ہوئے اور لشکر کہنے پہلے قریب ہی کیے دیکھا اور آپ نے نائب کرانے کے حکم دیا اور اُس نے واپس لے لیے۔ قرآن لشکریوں سے آپ کی شکایت بارگاہ رسالت پہنچا، اہل حق و انصاف میں کی۔ آپ نے فرمایا، علی بن ابی طالبؑ کے صحیح اقدام کیا اور اُن کا یہ فعل بالکل درست اور صواب ہے، مگر وہ باز نہ آئے اور اس شکایت پر اصرار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیرؑ کو فرمایا اور طلب فرماتے ہوئے ایشاں حاضر فرمایا،

اسے لڑگو اور اپنی زبانیں علیٰ ہی ابی طالب کی شکایت سے روک لو کہ یہ کلمہ
 اللہ تعالیٰ کی ذات میں نکتہ ہیں اور اس کے درجہ میں ہر اہمیت سے کام لیتے ہوئے
 مخلوق کی رو رعایت اور ان کے پاس دلہا لڑگو احکام خداوندی پر قدم نہ رکھنا
 والے نہیں ہیں۔ جب ان لشکریوں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور
 غصہ کا مشاہدہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت اور آپ کی طرف سے
 دفاع کی سعی اور مال لڑگو دیکھا تو اپنی زبانیں بند کر لیں اور اس شکوہ و شکایت سے
 باز آ گئے۔

وجہ آہستہ تمام اشیاء و سبب ہر وہ کے خلاف ثابت و مستحق اور
 ہر وہ کی معتبر اور مستند کتب میں مروی اور منقول اس روایت سے حضرت علی رضی
 اللہ عنہ کے حق میں محبت و توقیر کے وجوب و لزوم کے اس عظیم اہتمام کا سبب
 اب واضح ہو گئی کہ یہ شہادت آپ کے زیر کمانی لشکریوں کو آپ کے خلاف شکایت و لڑ
 ہو گئی تھی اور تمام کرام میں پھیل چکی تھی اور مشہور و معروف ہر جگہ تھی اس
 لیے اس کا ازالہ اور ترویج تھا اور جب تک اس قسم کا اہتمام و سبب نہ ہو سکا
 آپ کی محبت کے وجوب و لزوم اور اس کی اہمیت و ضرورت کو سمجھنے اور ہی اسی
 کے مقابہ اذمان سے یہ وسوسہ اور خدشات دور ہو سکتے تھے، اس لیے اس
 قدر اہتمام و انتظام بھی فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کی
 طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ عزیز اور پیارا سمجھنے کی تلقین فرمائی اور انہیں دعا
 ہے آنا یہ خطاب میں اپنے متعلق اس استفسار کی حکمت بھی واضح ہو گئی۔

الست اولیٰ ہا لہ و عنہین منی النفس صر کیا میں مومنین کے پہلو
 کے اندر اور انہوں سے بھی زیادہ محبوب نہیں ہوں یعنی جب میں تمہارے لیے
 مشکل و آلودگی شفیق ہوں اور تمہارے ساتھ اولاد کی طرح محبت رکھنے والا
 ہوں اور تمہارے نفسانی تقاضوں کے پورے سوا تمہاری غلامی و نجات اور
 اچھائی اور بھلائی میں کوئی شے نہیں تو تم پر کیا سب قرار دہوں، یہ بھی تمہاری بہتری

اور نئے نئے ایسی حالتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ لہذا میرے اس حکم کو میں نفاذ و نجات اور سرفروشی کو
 آئندہ مٹانے کا موجب سمجھتا ہوں۔ اس کی بھی پابندی کرو اور یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی
 اللہ عزوجل سے دعا کہ وہ عباد میں عباد الابرار سے اللہ عزوجل سے دعا کہ وہ
 رکھے اس کو تو بھی اپنا دوست بنانا اور جو عمل سے دشمنی رکھے تو بھی اس کو اپنا دشمن بنانا
 تاکہ اہل بیت مرتضیٰ کا موجب نفع ہو اور ان کے ہاتھ سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد
 کا موجب نقصان ہو۔ اس لئے کہ ان کی مدد کا موجب نقصان معلوم ہو چکا ہے تو اب اس صورت کے
 اہل و اقارب و سواق و سواق نے واضح کر دیا کہ میں کثرت مولا کا نصیب نہیں چاہتا
 میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل بیت و ائمہ اور اہل بیت کی تائید
 آئندہ ہے اور اس سے مخالفت یا فصل کا اثبات میرا سر پر ہے مگر وہ پہلے عمل ہے۔
 اور اس جملے یعنی فصلی، مولا کا کو، قبل اور باجسے بالکل پہلے تعلق اور پہلے ہی
 ثابت کر دے گی، تاہم کوشش کی ہے۔

۳۔ نیز حقیقی اور ظاہری طور پر بھی اس احترام و اشتیاق کی وجہ سے وہ اپنے
 کو گھر سے دور کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قریش کے بہت سے
 آدمی قتل ہو گئے تھے۔ بہت دوسرے صحابہ کو اہل بیت کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔
 اس قدر آزار و تشدد ہونے لگا کہ اس امر کا امکان تھا کہ قریش کے دشمن ہارو
 اقربا اور ان کی اولاد اپنے دلوں میں آپ کے تعلق کو کسی طرح کی کدورت اور نفرت
 رکھیں، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کے احترام کے ساتھ یہاں قریش کی طرف سے
 میرے قریبیوں اور بھائی اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ میرے گم ہوا گیا اور میں نے
 جو کچھ کیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا۔ لہذا جس طرح تم میرے ساتھ محبت فرماتے ہو
 اور لطف و کدورت مرام ہے، اسی طرح علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی محبت و
 اہل بیت کے نام ہے اور ان کے ساتھ لطف و محبت و کدورت مرام اور لطف و محبت
 صلی اللہ علیہ وسلم میں جنگ و جہال اور حرب و قتال کا سلسلہ اب ختم ہو چکا تھا

اس لیے یہ آخری وصیت اور تاکید اکید فرمائی۔

حکمران اور تحصیل حاصل کے لازم سے مغالطہ دینے کی سعی مذموم!

علامہ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث قدسہ میں عقلی مولا کا
سے صبر و صبریت والا معنی لیا اور یہ حکمران یعنی مہم کے کن وجہ سے بے فائدہ اعلان ہو گا
اور تحصیل حاصل ہونے کی وجہ سے محال اور نا ممکن ہو گا اس اعلان سے پہلے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار آپ کی محبت کے وجہ اور لازم کو یہ بیان
کر دیا تھا۔

اقول، علامہ ڈاکٹر صاحب قطعی قرآنی بیانی کرنے لگے تھے، جو کہ حق
سے عقلی مولا کا اولیٰ بالتشرف، حاکم اور علیحدہ ہی فصل کے علاوہ دوسرا
کوئی معنی ممکن ہی نہ ہو، لیکن ذکر ایسے قرآنی کریم ہیں جو اس معنی کی ترمیم و غلبہ
عقل کا فائدہ بھی نہیں دیتے۔ شاید انہوں نے صرف قطعی کا لفظ سن کر سمجھا ہے
اور اس کے معنی و مفہوم پر غور کرنے کا موقع ہی نصیب نہیں ہوا، حقیقت یہ ہے
کہ ایک اہم حکم حکمران کے ساتھ ذکر کرنا بے فائدہ ہوتا ہے اور خود تحصیل
حاصل ہو کہ محال ہے۔ توجہ کے لیے چند امور سپردِ قریاس کیے جاتے ہیں۔
۱۔ اللہ تعالیٰ نے حکام مجاہدین میں یہ لفظ جگہ اچھا نہ لکھا تھا
اَقْدُوا لَئِنْ كُنْتُمْ فَرَاغْتُمْ۔ اہم سابقہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کا مستند قرآنی
پر ایک ہی قسم اور واقعہ مختلف اسالیب اور متون، انداز میں دہرایا ہے اور
سورۃ رحمن میں کہتی دفعہ قیامتی آلا چتر تکھا تکھا بلو، کا لکھا ہے تو
بقول علامہ ڈاکٹر صاحب قرآن مجید ہی حکمران بے فائدہ اور تحصیل حاصل محال
کا جملہ ہی جاتے گا۔

۲۔ حدیث قریاس پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ حضور نبی اکرم

مسئلہ شریعتیہ علم بار بار اور مختلف اسالیب و مناہج سے جس مسئلہ پر تفسیر کا فکر کرتے رہتے تھے اب بھی وہی غلاظت کھسنی تھی اور کیا کھسنے تھا! یعنی وہاں غلاظت کا بار بار ذکر اور تکرار اس آخری موقع پر بھی اسی کے مولود تصور ہونے کی دلیل ہو گیا۔ لیکن محبت کا وجہ و لزوم بار بار یہی کہ ہر ایک کا قراب اس کا ذکر نہ کرنا تھا۔ لہذا اس کی جو گہرائی اور تفصیل حاصل ہونے کی وجہ سے محال بھی ہے۔

خود کا نام جنوں کو دیا جنوں کا خود جو چاہے کیا کہیں کر شر سارا کرے۔ علامہ صاحب نے کون ہی چمکے کر دے تھوڑے کیوں ہے فائدہ نہ ہوا اور تفصیل مسلسل کا وجہ یہ ہونے کی وجہ سے محال کیوں نہ ہوا اور یہ تھوڑے کیوں ہے فائدہ نہ ہو سکے۔ محال ہو گیا اور کہیں نہ لے لی حالت ہی تو اس شعر میں بیان نہیں کرتے سب سے کہیں گت ہیں سا غریب کہیں گت ہیں میں چاہے میری ہے ہر شے میں ہے ہوش سالی کچھ بھگت تھی۔

۴۔ علامہ ڈھکڑ صاحب کے بیان کردہ اس قدر پڑنے ان کی دلیل کو عدلی کرنے کی بجائے ان کے بہت سے عقل کا مستلزام کر دیا، بلکہ خود اسی دلیل کو ہی غلط کر کے رکھ دیا۔ مثلاً غریب جنوں کے موقع پر جنوں اور ان کی موجودگی میں غلطی نہیں کو یہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا، اے علی! میں نے غلطی ہمارے دین میں ہو سکتی۔ کیا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غلاظت بھی اس کا اعلان ہوا تھا یا نہیں؟ دوسری صورت میں اس کو وہی غلطی کے طور پر پیش کرتے نظر ہو گیا اور پہلی صورت میں جب ہزاروں افراد اور مہاجرین و انصار کے سامنے آپ کی غلاظت و امانت کا اعلان ہو چکا تھا، قراب میں کھنکھ مولانا فعلی مولانا کہہ کر اس کا اعلان کرنا ہے فائدہ تھوڑا ہی گیا اور تفصیل حاصل ہو کر محال ہے۔

یٰٰ زکریا ہادیٰ تعالیٰ، انشاء ۱۰ یٰٰ کور اللہ ورسولہ والذین آمنوا
الذین یقرءون الصلوٰۃ ویتؤتون الزکوٰۃ وھم ربہم یشکرون۔

اولیٰ الشیخ کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت بلا فصل کی ضمنی قطعیت ہے، کیونکہ مالتی کہتا ہے میں صرف آپ فقہی کثافت اور عقیدہ و اعتقاد اور اس آیت مبارکہ کی بار بار تکرار و تہلیل سمجھتا ہوں اور یہی عقیدہ صحیح علیہ السلام نے اپنا فرضیہ رسالت ادا کرتے ہوئے صحابہ کرام کو اس آیت کے معنی و مفہوم کی تعلیم بھی دی ہوگی۔ کما قال اللہ تعالیٰ: **وَعَلَّمَ عِيسَى الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** اور وہ آیت مبارکہ قدرِ ثمر کے اس واقعہ سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کی خلافت بلا فصل کا اعلان کھوار محض اور تفصیل حاصل ہونے کی وجہ سے ممکن ہی نہ رہا۔

بالفرض ڈھکوسلے صاحب کے بیان کردہ اس قرینہ ہے انہیں اپنے کئی دلائل سے ہاتھ دھونا چاہئے گا اور اپنے کئے دینے چاہئیں گے، لہذا اس کو قرینہ کہنا ہی غلط ہے، یہ باتیکہ قطعیت قرینہ کہا جاسکتے۔

کیا اعلانِ خلافت کے بغیر قرینتِ کاروت ہو سکتا تھا؟

قولہ: **وَاللّٰهُ تَعَالٰی يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ** کی تحقیق

ڈھکوسلے صاحب فرماتے ہیں کہ قدرِ ثمر کے موقع پر صرف اور صرف اعلانِ خلافت کرنا تھا، بغیر کلام اس کے بغیر کا۔ بار بار رسالتِ اکارت سمجھنا تھا اور اس کے بعد میں جناب کا اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے: **يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ** من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصی امرہ الناس ان اللہ لا یصلی القوم الکافرین، اور قبول ایسی امر کی تصریح میں اس کی طرف سے گورہی ہے۔ یعنی اے رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ آپ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دیا۔ پس اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے قرینہ رسالت ادا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس لوگوں سے معفو نہ کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوم کفار کو ہدایت نہیں دیتا۔

اقول، ۱۔ اس طرز استلاف اور تصرف پر میں بھی وہی سابقہ طرزی اور اسلوب لازم آئے گا اور یہ سوا مہنگا پڑے گا، کیونکہ جب آپ اس بات کی تعلیم پہنچ گئی ہو کہ لڑائی و رسالت انتہائی بے منزلتہ و بے حاصل و بے سود ہے، تو اس میں بھی ہلکا ہلکا تھا و غیرہ وغیرہ و تراب یہ اعلان درست ہی نہیں تھا اور فقہاء و محققین کی وجہ سے اس میں تفسیق حاصل تھی اور اصل پر شیعوہ کے نزدیک محال ہے، لہذا اب اس اعلان پر کامیاب رسالت کی موقوف ہو سکتا تھا اور اس کے بغیر وہ انکارت کیوں بھرتا تھا؟

۲۔ اس آیت کو کہ میں خلافت کی تصریح فرمادہ نہیں ہے اور جب اس اعلان کے بغیر کامیاب رسالت انکارت ہمارا تھا تو معلوم ہوا کہ اس قرآن و سنت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خلافت و ولایت کا اعلان اس سے قبل نہیں کیا گیا تھا۔ لہذا وہ سارے دلائل پر اس واقعہ سے قبل نازل شدہ آیت سے پیش کیے جاتے ہیں یا مستند و عالم علی رضی اللہ عنہ وسلم کی اس واقعہ سے قبل صادر ہونے والی اس روایت سے پیش کیے جاتے ہیں، وہ لغو اور باطل سمجھنے کی وجہ سے اگر اعلان خلافت پہلے ہو چکا ہوتا اور وہ بھی غلطی کے ساتھ تو اس میں کیا بدیہی کے موقوف ہونے کا کوئی سبب نہیں تھا اور بقرآن میں شیعوہ کا یہ رسالت تمام علی پر موقوف تھا تو یہ قطعاً پہلے سے کوئی اعلیٰ خلافت نہیں کیا گیا ہو گا، لہذا انکار دلائل غلط ہو کر رہ گئے اور ان کا پیش کرنا لغو اور باطل معلوم ہوا۔

۳۔ کیا خلافت غیر کلمہ عرف اعلان کر دینا زیادہ اہم تھا یا اعلیٰ لوحی ان کو خلافت دینا اور اقتدار ان کے حوالے کرنا اور ظاہر ہے کہ محض اعلان کی حکمت عملی اور یہ اقتدار ان کے حوالے کرنا اور خلافت ان میں بونینا زیادہ ضروری و اہم تھا اور اس سے اس ماد کی ساری مشکلات و فتنہ ہو سکتی تھیں، لیکن دینی مکتبہ و روحی حکم علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اقتدار و سواد و طاقت و ثبات ان کے پاس کاظم کیا اور خلافت و امامت کبریٰ کی مسند حوالے کرنا تو میرا اہم معاملہ تھا یہ رسالت تو

مسجد نبوی کا مسئلہ بھی آپ کے مولے نہیں کیا گیا تھا۔ الفرقیہ پر مجرم اخلاقیہ
تھی اور جس میں سب مشکلات کا حل تھا، وہ دین کوئی نہیں اور جو اسلام و عقبی
علاقہ شیعہ کیا گیا، اس کا حضرت امیر المومنین کو مائدہ و جہد اکبر کو کوئی فائدہ
نہ پہنچا بلکہ مگر سب سے پہلے آپ کے متعلقہ طور پر وہ خلافت اور اقتدار حضرت علیؑ
اور سابق و عثمان رضی اللہ عنہم کے بچے بعد و عیسے مولانا کعبہؑ تو اس مملکت پر
کا وراثت کو موقوف کہہ دیں آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کیا آیا
ہم یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقول شیعہ میں کثرت سے دیکھا ہے اور
فرما کہ حضرت امیر کی خلافت کا مملکت فرما رہے تھے اور اللہ تعالیٰ یا مملکت کی رہائی
بیکہ مہاجرین و انصار نے بلا اتفاق خلافت علیؑ اختیار کی حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو لئے دی۔ اب وہی صورتیں ہیں یا تو صحابہ کرام
کو حکم خداوندی کا مخالف اور حکم رسالت کا باغی سمجھا جائے اور دائرۂ اسلام
سے خارج نمود یا اللہ اور یا شیعہ حضرات کا یہ مفروضہ غلط اور باطل محض نہیں
کہا جائے۔

پہلی صحت قرآن مجید کی تفسیر آیات سورہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے نزادوں اور شادات اور حضرت علیؑ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بے شمار اشادات
کے خلاف ہے، نیز اس کا بطور نمود پہلے ذکر ہو چکا ہے اور علیؑ انصوص حضرت امیر
کے اس ارشاد کے خلاف ہے، ہاں کان اللہ فیجوع حکم علیؑ ضلال و کلا
یضر و ہم معنی۔ و شرح (پہلے ہم بحث کرتے تھے) مع نہج المیلادہ مجدد (ع)
یعنی اللہ تعالیٰ کو نزدیک نہیں کہ انہیں (مہاجرین کی گمراہی پر متفق کہ عاصی
کہ انہیں حق سے اٹھا اور ناشناسا رکھ کر دے اور اس کی طرح اس ارشاد
کے بھی مخالفت ہے، فان اذی فقا قلوبا علی اتباعا علیہ و سبیل
الصدقین۔ (نہج المیلادہ معنی ۲۷۷) میں اگر کوئی شخص
مہاجرین و انصار کے منتخب امام کو بیعت سے اڑا دے اس کو شیعیہ اور بدعتی

کہنا ہے قرآن سے واضح ہوئے کی کڑی سختی کرو اور اگر انکار کرے تو اس کی گناہ تو
 بھگاسکو، البتہ جو زمین کی راہ سے پہٹ کر دوسری راہ پر چلے گئے، جس سے ممان
 ظاہر ہو، مگر یہ بڑی کی طرح روشن ہے کہ مہاجرین و انصار کا گرامی اور خلافت پر
 اجماع و اتفاق محال اور ناممکن ہے، جیسے کہ قرآن مجید کا اعلان ہے،

و یقع علیہم سبیل النورین قولہ ما قولاً و فصلہ جہنم و
 مسکوت مفسر و آء جو شخص جو زمین کی راہ سے پہٹ کر نئی راہ اختیار کرے
 گا وہ بدھ و عریضے گا، ہم اس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے، یعنی شیعہ یہاں کی مانند
 کر دیں گے اور آخر میں اسے داخل کر دیں گے اور جڑا اٹھکا دیا ہے۔

لہذا قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ مہاجرین و انصار اللہ تعالیٰ اور اس کے
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر قطعاً اجماع و اتفاق نہیں ہو سکتے تھے،
 تو امام زمانہ چاہے گا کہ شیعہ حضرات کا مفسر و مفسر اعلیٰ خلافت پر غلط ہے
 اور ادا اللہ و مسطور میں کثرت مولانا فصلی مولانا کا قطعاً یہ معنی نہیں
 ہے، بلکہ مورد تفسیر اور راحت اور وار و قوس والا معنی مراد ہے۔

۵۔ اگر اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا اعلان
 ہو چکا ہو تا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکو
 وصال کے بعد اس کے متعلق درج ذیل کلمات کا حضرت امیر کو مشورہ
 نہ ہے اور یہ نہ فرماتے کہ ہمارا حق ہے تو ہمیں اس کی وضاحت فرماؤ
 بلکہ ہمیں نصیحت فرمائی اور اگر ہمارا حق نہیں تو پھر جس کا حق ہے اور
 کو حق ہے، اس کو ہمارے متعلق وصیت فرمائی، کیا یہ ممکن ہے کہ ائمہ
 فدا اللہ کے اعلان کردہ و وادہ بعد نبوی پہلے ہوں، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
 کیوں فرماتے کہ اگر آپ ہماری خلافت سے انکار فرمائیں تو کبھی بھی لوگ
 آپیں خلافت نہیں دیں گے۔ لہذا واضح ہو گیا کہ امام مہاجرین و انصار، بلکہ خود
 اہل بیت علیہم السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے

بھی یہ معنی نہیں سمجھا تھا، جو شیعہ لوگوں نے اختراع کر لیا ہے۔

۶۔ قبل از یں اس حضرات کے عوامی مہات، بکثرت دیگر ہونے لگی تھی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدے رکھا تھا کہ خلافت کے لیے نواح اور ملکات و کثرت فطرت فی امری فاذا طاعتی قد صدقت یسعتی واذا اللیثاق فی عنقی قد یسری، وغیرہ دوسرے الفاظ کی اطاعت کرنا اور اس کی ممانعت کرنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان خلافت تو اتنا اہم کہ اس کے بغیر باہر رسالت ہی اکابر ہمد تھا اور علی خلافت اتنی قریب کہ آپ کو حکم نہ دیا تھا کہ علی جائے تہم ہر اہل طاعت و کثرت و نواح سے گریز لازم اور دوسرے الفاظ کی اطاعت فرض۔ تو کیا یہ اعلان خلافت تھا یا ایک حوالہ اور مذاق تھا؟ ہر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حق تعالیٰ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رکھا کہ لغوی یا شرعی ذاک۔

۷۔ بقول شیعی علماء حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت و سلطنت اس قدر اہم تھی کہ اس کے علی اعلیٰ کے بغیر باہر رسالت اکابر ہمد تھا و لیکن یہ سلطنت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نظر میں سراسر اور چھٹ جانے والے سراسر بھری کے ناک کی طرح تھی۔ وغیرہ کچھ کی مثال کے ہوتے ہوئے شکستہ ہوتے تھے یہی کم قیمت بلکہ خسران کی اس ہڈی سے بھی حقیر ہر عوامی کے ہاتھ میں ہونے لگی، اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب بکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہر امر خلافت اس قدر اہم تھا اس کو ان تشبیہات کے درجہ انتہائی ذلیل و خوار دینا آپ کی طرف سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تہیہ کا مرتبہ نہیں ہوگا، یقیناً موجب توہین و تحقیر ہوگا، لہذا اس نقطہ سنی سے یہ سراسر حکومت و سلطنت مراد لینا قطعاً غلط ہے تاکہ حضرت امیر بکریم اللہ علیہ وسلم کی طرف اس توہین و تحقیر کی نسبت لازم نہ آئے۔

کیا قول باری تعالیٰ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ کا نزول خدیجہؓ پر ہوا ؟

علامہ ابو حکمہ صاحب کے اس قریحہ اور طرز استدلال کا اور بعد اس طریقہ پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس اوٹھا و کا نزول خدیجہؓ پر ہوا اور اس کی تعمیل میں میکیل صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماع تمام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ اصولی قرطیہ من کنت مولاه فاعلمی مولاه لیکن داخلی اور خارجی قرائن سے یہ کلام پائے بغیر تک نہیں پہنچ سکتا اور جب جیسا دعا اس میں ختم ہو جاتی تو اس سے یہ قائم عمارت کی طرح برقرار رہ سکتی ہے ؟ بلکہ وہ و حرام سے گمراہی کے قرائن و قرائن و شواہد کا خلاف فرماتیں۔

داخلی قرائن کا بیان

۱۔ پہلا قریحہ یہ ہے کہ قول باری تعالیٰ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ اَلِیْكَ مِنْ رَبِّكَ عام ہے اور عام کو اچھے عموم پر رکھنا لازم اور ضروری ہوتا ہے، جب تک کوئی شخص موجود نہ ہو اور یہاں قطعی کوئی قلمی شخص موجود نہیں ہے، بلکہ ہر سکتا بھی نہیں کیونکہ احکام الہید میں سے کوئی بھی شیئی اگر آپؐ کی امت تک پہنچا تو یقیناً فریقہ رسالت کی اما بینگی کی طرف نہیں پائی جلتے گی لہذا اس آیت کو حضرت امیر کی خلافت بلا تسلسل کے اصول کے ساتھ مخصوص کرنا اس مرام کو باطل ٹھہرانے کے مترادف ہے، چوں کہ اہل قواعد و اصول کے خلاف ہے۔

۲۔ دوسرا قریحہ یہ ہے کہ قول باری تعالیٰ وَاَنْتَ یَعْمَلُ مِنَ الْاَمْرِ مَن يَشَاءُ رسالت پر عصمت و حفاظت کی ضمانت اس وقت زیادہ ضروری تھی جب آپؐ تھے یا صرف چند معدود آدمی صلوات اللہ علیہ اسلام ہوتے تھے، ذکر جب آپؐ کی حکومت کی طاقت پر سے عرب پر قائم تھی اور جوں جوں ہوا

بقول شیعی علماء خلافت امیر کے اعلان میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا پس و پیش

فلما وقف بالموقف (۱) جاء جبرئیل علیہ السلام من
الله تعالى فقال يا محمد ان الله يقدر لك ذلك السلام ويقول لك قد
وثق اجدلك وعدتك (۲) فاقام رسول من ابي طالب للناس
علما وحننا رحمة وميثاقه وبيعتهم الى فقهين رسول
الله صلى الله عليه وسلم قومه واهل النفاق والاشقاق
ان يلتفتوا ويرجعوا جاهلية لما عرف من عداوتهم لما
يتطوى عليه القصر لعل من البقعة وسأل جبرئیل
علیہ السلام ان یسأل ربہا العصمة من الناس وانظر ان
یاتیہ جبرائیل علیہ السلام بالعصمة من الناس من الله
فاخر ذاك الى ان بلغ مسجد الخيف فامر ان يعهد محمد
ويعطيهم علي الناس وامر بانهم بالعصمة من الله الذي
اسماد صلوات الله كراخ الغصص بين مكة والمدينة فلما
خرج رسول الله الى ابي بكر من قبل الله تعالى وامراته
بالعصمة فقال يا جبرئیل انی اعطيت قومي ان یکذبونی ولا
یقرلوا اقول فی علی فرسل فلما بلغ غدیر خم قبل الجحفة
بثلاثة اميال انا جبرئیل (۳) فقال يا محمد انت الله
فقره لك السلام ويقول لك رايها ان رسول بلغ ما انزل
عليك من سرك في علي وان لم تفعل فما بلغت رسالتك
والله يمشي من الناس - (۴) وقصير ما في جلد اول من كتابك (۵)

فرما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقعہ یعنی عرفین طہر ہے تو میری رائے میں
آپ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماحض ہونے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتا ہے اور میری طرف سے کہ آپ کا وقت وصال قریب آپ کا ہے اور وقت
تعیین چھوڑنے والی ہے (۱) لہذا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو لوگوں کیلئے
علمِ ہدایت کا حکم کیجئے اور ان کے عہد و میثاق اور بیعت کی تجدید کیجئے۔ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اپنی قوم سے اور اپنی عشاق و شقائق سے غم و غصہ نہ رہا
کہ وہ جہاد نہ سہائیں اور جاہلیت کی طرف نہ لوٹ جائیں۔ اس سبب اس کے
آپ ان کی عداوت کو بیان کیجئے اور سبب اس کے کہ ان کے نفوس بعضی ملی کو
پھنساتے ہوئے تھے اور آپ نے ہیرائیل علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے
میرے لیے لوگوں سے عصمت اور تحفظ کی ضمانت فرما کر کہنے کا مطالبہ کریں اور
آپ اس انشاء میں تھے کہ میری رائے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عصمت کا عہد
لے کر نازل ہوا تو ولایت کا میں اعلان کروں، لہذا آپ نے اس اعلان کو مؤخر
کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ سیدہ خدیجہ میں پہنچ گئے، تو پھر ہیرائیل علیہ السلام نے
اس عہد کا حکم دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا امام اور خلیفہ متعین کر کے
حکم پہنچایا لیکن اس وقت بھی اس عہد پر جان سکے بغیر ہی نازل ہوئے، اس کا آپ
نے مطالبہ کیا حتیٰ کہ آپ کو ان کا حکم پہنچ گئے جو کہ مکرر اور مدیدہ منہ کے
درمیان ہے تو اس وقت ہیرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور میری رائے میں اللہ تعالیٰ کی طرف
لے گئے تھے، اس کی تصدیق کا حکم دیا، لیکن عصمت اور تحفظ کی ضمانت ہیرائیل کا حکم
صلی اللہ علیہ وسلم نے مطالبہ کیا تھا، تو اب بھی نہ مانے، تو آپ نے فرمایا کہ
ہیرائیل اچھے اپنی قوم سے گھڑب کا اندیشہ ہے اور علی رضی اللہ عنہ کو ماحض ہونے والی
کے بارے میں میرے قول کے قبول ذکر نے کا خوف ہے (۲) لہذا میں نے حضرت کی ضمانت
کے اعلان نہیں کرتا، تو آپ نے وہاں سے زنجیر و لڑت علی کا مطالبہ کر کے اور حکم
خداوندی پر عمل کیے، کہیں فرمایا تو آپ سب کو فرمایا کہ میرے چاہنے سے تم میں سے کچھ

۱۔ جب ساری دنیا پر کفر تھا اور بیت اللہ شریف میں بھی کھلم کھلا کفر کی پوجا ماری تھی، اُس وقت اعلیٰٰں تو سب دُرُجوں کی اور بیت کی نفی اور انکار اوصاف کی بدقت کرنے وقت کو عصمت اور تحفظ کی ضمانت حاصل کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور پہلی دفعہ حکم ملے بغیر تعمیل کر دی، نگاہ تمام انصاف و بنورِ علم اور بڑھاپہ و ضمانت اور عرب کے اطراف و اکناف سے اہل اسلام کی تعداد و قوت حاصل ہونے کے باوجود اتنا خطرہ لاحق ہو گیا اور وہ بھی معرفت آپ کی ذات کو، ذکرِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو، پہلوں نے امام اور خلیفہ بننا تھا، اقتدار کے خواہشمند حضرات کے اقتدار سے محروم ہونے کا سبب بنتا تھا۔

۲۔ علاوہ ازیں اس اعلان سے اگر خطرہ لاحق ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطرہ لاحق ہوتا تھا، نگاہِ کمال کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینے سے تو اُن کا اقتدار جلدی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہاتھ اُس میں آئی کو کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔ اگر فائدہ کی کوئی نکتہ ملتا تھی تو کسی بڑھاپے والے کو شہید کیا جاتا۔ یہ امر ناممکنات میں سے بھی نہیں تھا، نگاہِ کمال اگر یہ اقدام کر سکتا تھا، جو جرات و شہادت میں قطعاً کوئی مقام نہیں رکھتا تھا، تو قریش کے لیے یہ کہہ کر نا ممکن اور محال تھا، العزیز جس پہنچ کر ایسی ضمانت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں نے ضمانت طلب کی اور نبی اللہ کے لیے نجات دہن کی اور اللہ علیہ وسلم نے مطالبہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس ضمانت کا اعلان فرمایا اور میں کو اہل اسلام سے ضمانت عصمت حاصل کرنے کی چٹاں ضرورت نہ تھی، یہ اس کے طلب میں بھی اس قدر اسرار سے کام لیتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ضرورت انہیں کے لیے عصمت کا وعدہ فرمایا، جس کی نگاہِ عقل و بنور میں اور کجرات و مشاہدات کی مدد میں قطعاً کوئی ضرورت اور دعوہ و نیت، لہذا ضرورت کی طرح عیاں ہو گیا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ بیشاپا نے خود دوا و شیعہ حضرات کی افسانہ نگاری سے اور پہلی بدعت

کا مستطاب ہے جس میں غور و ملاحظہ صحت اللہ علیہ وسلم کو بھی آلودہ کرنے کی ناپاک سعی ہے کہ نہیں کیا گیا اور غفلت ہی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا گیا۔

۲۔ نیز اس قدر تہذیب و تاشہ و اصلاح و عہد قیامت کے بعد بھی عقل و علم پرستی صائبہ و آلاحتجاج سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطریق مصلحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غفلت کا اعلان نہ فرمایا، بلکہ صرف بطریق معریض اعلان فرمایا اس کا ذکر فرمایا۔ علامہ ہر احتجاج طبری صفحہ ۱۰۰ قبل از یہ عبارت ذکر کی جا چکی ہے، تو آخر کفریہ اور کفریہ کو کفر ایسا ظہور دہن تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ کو اس حد تک سخت حکم نازل کر چکا، تب آپ نے اس حکم کی تعمیل فرمائی اور وہ بھی ناقص اس تمام کفر پر جس سے کفری خاطر غرور و تہذیب پر آمد ہر سنگ و گروہ کی زبان سے کرا کر نکلتی تھی فرمایا اعلان کرنا تھا تو صرف اعلان تو کر لیا جاتا اور آپ کو اس منصب پر بلایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کفر کا ذکر کرنے کا حکم دیا جاتا۔

۳۔ نیز لازم آئے گا کہ سب مباحرج و انصاف اور ان کے تابعین و اصحاب قرم کنندہ ہیں۔ یہ ہوں، العیاذ باللہ! سمجھ کر ان اللہ لایحد ہی القصور ان کا طریقہ کا تھا ہے، حالانکہ وہ تو غیر نظام و منظم ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ یحییٰ من سؤل اللہ والذین معہ الشک ان علی الکفارہ و دعاء ہونہم و الخ، لیستوفی بھما الکفارہ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں اور صحابہ کرام کے کہ یہ کفار و غیرت و منسوب کی آگ میں مبتلا پا رہا ہے اور وہ خود ہیں اور اس کے محبوب کو یہ علی الصلوٰۃ والسلام ہیں اس کی کوئی شک و باغ باغ ہوتے ہیں۔ کہ قال اللہ تعالیٰ یحبب، الذین ان یمسکوا کعبتہ باہنہن کعبتہ پھولتے و کھڑکھڑاتی و غم ہوتا ہے۔

الغرض یہ تو جسے داخل و خارج اس اعتبار کے اعتبار کے شائبہ و غفلت کی روایات اور خارجی و داخلی کے قیدی اس آیت کریمہ کے معنی و مفہوم کا نہیں کیا ہوا ہے۔

قول باری تعالیٰ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک کاشان نزول اور خارجی و سرائی

غیبی کا اصل نے بار بار عرض کیا اور بعد ہائیکہ اعلان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کیا بغیر کار و رسالت و نبوت الہیہ اور یہ ہر بات تھا اور اس حدیث کی صلاحت کا بار بار اعلان کیا تھا کہ یہ آیت کو اس موقع پر نازل ہوئی تھی جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اعلان ہوا تھا یعنی خبر غم میں جیسے کہ تفسیر صفائی میں یہ ناظر دیا گیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت ہائیکہ کے تفسیر میں نازل ہوئے یہ ہی ملا اسلام کا اعلان ہے اور نہ ہی پھر اس کے قائل ہیں اور اگر اس کے قائل ہیں تو صرف شیعہ حضرات تو ایسی صورت میں مؤثر ہو سکتے ہیں کہ وہ قرآن پر ہی یقین لیں یہ موجود ہوا کہ اس کے ذریعہ سوال کا اصلی غیظ و غضب کیا کہ قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے۔ قیاس کن زنگستانی میں یہ بار بار

۱۔ ملازمی نے بھی بیان میں کہا، قد اکثر المفسرون فیہ
الاقامہ فیل ان اللہ بعث المرسلین علیہ وسلم بمرسالہ
خلاق بھاذا موعا وکان یصاب قریشا فان ال اللہ بھاذا الایۃ
تلك المصیبة من المحسن وقیل یسید المرآة التوهم من ان
المرسلین علیہ وسلم کتم شیئا من النوحی للتحقیق علیہ التثقیق
وقیل علیہ الذی۔ یعنی مفسرین نے اس آیت کے شان نزول میں بہت سے
اقوال نقل کیے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
حضرت محمد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے ساتھ بعث فرمایا تھا آپ تنگ آئے
اور آپ قرآن کی طرف سے غور فرماتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو یہ کہ کے خارج فرما
غوث اور سب سے زائل فرمادی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

واللہ یعمدکم من الناس قال فقامت عند العقیبة فقلت
ایہا الناس من ینصر فی علی بن ابی طالب یرى رسالہ دینی ویکم الحقۃ
۲۰ یہاں الناس قولوا لا الہ الا اللہ وانما رسول اللہ الیکم
تضحوا ولکم الحقۃ قال فمات فی ساجل ولا امرؤ ولا
صبی الا یرمون علی بالتراب والحجارۃ ویبصقون
فی وجہی ویقولون کذب صابی الخ وخطبہ ثانی ۲۵
وکذا فی خروج المعانی جلد سادس ص ۱۸۸

”یعنی ایہو مروی ہے نقل کیا ہے اور شیہ اسلمی نے بیان کیا ہے
لکھ کر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ پر آسمان سے نازل ہونے والی
آیات میں سے کون سی آیت زیادہ گناہ بار آور دھکت تھی، تو آپ نے فرمایا
کہ میں آیات موسیٰ میں منیٰ کے مقام پر موجود تھا اور سارے عرب کے مشرکین
اور انواج و اقسام کے لوگ جمع تھے، تو میری طرف سے اللہ علیہ السلام نے آیت لے کر
نازل ہوئی، یا ایہا الرسول تلق معنا انزل الیہ الذی الایۃ
قریں پہاڑی کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور آواز بلند کیا، اے لوگو! تم میں سے
کون ہے جو رسالت کے احکام کی تبلیغ میں میری اہلاد اور امانت کو
جنت کا حقدار بنے۔ اے لوگو! کہہ لا الا اللہ اللہ میں تمہاری طرف
اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا پھول ہوں، تم نہات پاؤ گے اور تمہارے لیے جنت
سہل ہے۔ آپ نے فرمایا، میرا یہ کہنا تھا کہ منیٰ میں موجود ہر مرد و عورت
اور بچے نے مجھ پر منیٰ پھینکی شروع کر لی اور بعض پتھر مارنے لگے اور
میرے منہ پر حصو کھینے لگے اور کہتے تھے کہ یہ جھوٹے ہیں اور باپ و امی
کے دین کو بدل ڈالنے والے۔

فائدہ کا عل، اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آج کر بھی ہوتا

یہی روایت اور اس کے موافق و مطابق دیگر روایات جو اس کثرت کے شائع محل کے ضمن میں درمختار اور مجموعہ السعائی وغیرہ میں نقل کی گئی ہیں وہی راجع اور مختار ہیں اور لائق اعتقاد اور اعتبار اور بھی روایات ہیں اس کا مجملہ الوداع کے واقعہ پر نزول تسلیم کی گئی اور قطعاً قابل اعتبار اور لائق اعتقاد نہیں ہیں بلکہ روای کی غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

فما بعد لا شک فیہ اس روایت سے منطوق کی وجہ سے واضح ہو گئی کہ یہ آیت کریمہ معنی میں نا قابل نفی تھی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے وحق ہو رہی ہیں کی اور فرمایا تھا نبی محمد الوداع کے نام سے معروف ہے۔ لہذا اس آیت کا نزول بعد الوداع کے واقعہ پر تسلیم کیا گیا اور نیز اہل تفریق کی گئی کہ ہجرت سے قبل بھی آپ نے کسی فریاد سے تھے اگر اس وقت کی قرین نہیں کہا گیا تھا اور اہل طائفت بھی اپنے نظریہ کے مطابق ان مقامات مخصوصہ کی زیارت کے لیے جمع ہوتے تھے اور اس کو موسم یا نام الموم سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ لہذا اس غلط فہمی کی وجہ سے ہجرت سے پہلے کے واقعہ کو مجملہ الوداع پر چسپاں کر دیا گیا اور اس واقعہ پر ناظر ہونے والی آیت کو غلط فہم کے واقعہ پر کفار و مشرکین سے تحفظ اور صحت کے وعدہ کو کہا جیسا کہ اہل الصار احاطہ اسلام سے حفاظت اور تحفظ پر منطبق کر دیا گیا اور توحید و رسالت اور دیگر احکام شرع اور فرائض اسلام کی تبلیغ و اشاعت کو اہل حق یعنی رضی اللہ عنہ کی مفروضہ شکافیت سے فصل پر چسپاں کر دیا گیا، حالانکہ اس خلافیت سے فصل اور حقیت امامت کی حقیت کا پہلا اثبات عہد شریف کا پر شکوکہ میں خلاف فہم یعنی اللہ عنہ کے دوران ہوا تھا اور لفظ مرسل کے واضح اور معروف معنی کو بھی چھوڑ کر نئے معنی پر منطبق کر دیا گیا حالانکہ روایت کو اس موقع محل سے کوئی تعلق تھا اور لفظ مرسل کو اس مفروضہ معنی کے ساتھ روایات تفصیلی لا حلقہ کرتی ہیں تو یہی شرط کا مطلقہ فرمائی ہیں اور شیعی استدلال کا ابطال ملاحظہ کرنا ہو تو مجموعہ السعائی کا متعلقہ مقام مطالعہ فرمائیں۔

۳۔ نیز حقیقت بھی تمام کی بیان نہیں کر شای نزول کی روایات کا رد نہیں ہوتا۔ ہرگز کہ کتب صحاح میں مروی احادیث کا سچا ہنگامہ میں، بکثرت ضعیف یا جگہ موقوفات بھی موجود ہیں اور شیخ علماء باعمرام اور محمد مصعبی نے انکو صامیہ النکاح تصحیح کرتے ہیں کہ یہ اپنی صحاح اور بعض میں بھی منقول مرویات کو کچھ تسلیم نہیں کرتے۔ رسالہ تنزیہ ص ۱۱۱ مابین ص ۱۲۱ کو پھر اہل سنت کو ایسی کتابوں کا رد کیا ہے التزام کی طور سے نکتہ یہی ہو چکا کہ ضعیف اور موقوفات پر مشتمل ہوں یہ کہ اہل سنت کی صحیح ترین کتاب حدیث بخاری شریف میں قول باری تعالیٰ (فیوما نکملکم ذلکم وینکحکم وانشئکم علیکم فیضی ورحمیت فکملہم الاسلام ویتنا کما نزل عرفہ کے دن یعنی نو ذوالحجہ ہر روز جمعہ عرفات کے میدان میں مروی و منقول ہے، لہذا اس کے خلاف جو روایات کہیں کہیں آئیں اور اس طرح الکتاب کے سارے میں نہیں ہو سکے گی، بلکہ متروک اور ناقص یا اعتقاد و عمل پرگی اور جب اس آیت کا نزول عرفات میں نو ذوالحجہ کو تسلیم کیا جائے تو حضرت اہل بیت علیہم السلام کی نظر ذاتی علامات میں اس سے جاتی ہے کہ وہ دین کی تکمیل اس دن ہو رہا ہے، تو قدر رقم میں من کنت مولاً فعلی مولاً کے اعلان پر رسالت کا دامن چھو کر چڑھ سکتا ہے اور اس کے بغیر کچھ نہ سکتا، اگر اہل بیت کی جگہ ہوگی، کیونکہ اس امر پر فریقین کا اتفاق ہے کہ یہم عرفات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اعلان نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس کے بعد ہی بعد وقوع پذیر امر کو نہ سوا کمال اور اہل انعام کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، اور یہ اعلان نہ کرنے پر رسالت کے اکارت ہونے کی وجہ سے کیے ہوئے ہوئے ہو سکتی تھی؟ الغرض صحیح وہ قدر رقم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق من کنت مولاً فعلی مولاً کا کے اعلان کی وجہ سے ہو قبل ازین ذکر کیا جاسکتا ہے کہ لشکر کی کو حضرت امیر علیہ السلام سے شکایت پیدا ہوئی تھی اور ان کی گروں میں تم و غش پیدا ہو گیا کہ انہوں نے سر فرود شای اسلام کے ہی پرست کر کے لڑا

مجھے ہیں اور اس کی سرفروشی اور جہاں نشانی کی کوئی قدر نہیں کی، بلکہ کل اور کچھ ہی
کا مظاہرہ کیا ہے۔ البتہ بالشرع اس شکیبہ کو دیکھنے اور اس غم و ہمت کو ازالہ
کرنے کے لیے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اہتمام فرما کر حضرت علیؓ کی
دل میں اللہ وحد کی بارگاہ رسالت میں قدمہ منزلت ظاہر فرمائی اور اہل اسلام میں اس کی
نجیبت و شہرت کے وجہ بدووم کو تکمیدی اخلاص میں یہاں فرمایا، **هَذَا اَمْرُ الْحَقِّ**
فَمَا يَلْبَعُ الْحَقُّ إِلَّا الْعِشْرَةَ۔ اس موقع پر یہ آیت، **يَا أَيُّهَا الرِّسُولُ بَلِّغْ**
مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنَ الْوَحْيِ، نَازِلٌ مِنْ رَبِّكَ اور دوسری **وَمَنْ لَمْ يَمُنْ فَخَيْبٌ وَأَخْصَلٌ** پہلے
کا قطعی قرینہ ہی ہو سکتی ہے۔ مولیٰ بمعنی غنیضہ فی فصل کے دہلی میں بھی شیعہ حضرات غیور
ہیں اور اس آیت کریمہ کا نزول قدر غم کے مقام پر ہی علم کر گئے تھے کہ اگر اہل حکوم و ممالک
مابین امتثال میں ہر اگرچہ ٹکڑا ہوا دہلی ہے کہ مولیٰ بمعنی غنیضہ فی فصل ہے اور ہمارا
دہلی ہے کہ اس ممالک و ریاست کے بغیر کاہر رسالت الہیہ ہر امتحان و کھنڈار
دہلی ہے کہ یہ آیت قدر غم کے مقام پر نازل ہوئی، لہذا اہل السنۃ کے نزدیک یہی
نوازل جو فصل حضرت علیؓ و معنی اللہ وحد کی بہت ہو گئے۔

تاکلف سرنگریاں ہے! ہے کیا کچھ

تقدیم یہ کہ کسی بھی مذاک کے اثبات کے لیے بُرائی مقدمات مستعمل نہ کرے
وہ قطعی نظریہ اور عقیدہ کہانے کا اور مظلوم مقدمات ہوں گے، تو وہ عقیدہ اور نظریہ
بسی نکلی ہوگا۔ جب فکر کے امامت کو اہل تشیع قطعی مقدمات میں سے شمار کرتے ہیں،
تو اس پر استدلال بھی قطعی اور یقینی مقدمات سے ہونا چاہیے، ہر یہاں بالکل موجود
نہیں اور جو کچھ پیش کیا جاتا ہے وہ اُن کے اپنے مضمومات اور مفروضات ہیں یا
کی تاہم وہ مقدمات و مقائق سے ہوتی ہے اور ذی الہی مسکت کے مسلمات سے لہذا
یہ آغاز استدلال دہرائی ہوا اور ذی بدل سادہ بھی وہی نہیں ہے کہ اہل السنۃ
کی کسی کتاب میں کوئی روایت موجود ہوئے سے یہ گھر لیا کر دے ان کے مسلمات سے ہے
سراسر غلط ہے اور خود قوی کر دھو فرقیوں کی کتاب میں ہر قسم کی روایات موجود ہیں،

صبح دس بجے ملا علی قاریؒ اور مولانا صاحبؒ بھی تھے، لہذا ماسخ ہو گیا کہ اس قریب کو قریب
کہتا ہوں گے نہ تھا، پھر جانیجو لفظ طبعی کہا ہوا اس کے ذریعے مولانا صاحبؒ
بالفرض اور محکم والا مسخ اقلوں اور بے تحقیق ہو گیا۔

تغزینہ الامامیہ چوتھا قریبہ کہ مولانا یعنی اولیٰ بالتقرف اور خلیفہ بلا فصل ہے !!

حادثہ ابھی نعمان خجری کا واقعہ اس امر کی قطعاً دلیل ہے کہ سرمدیہ بھی
بے مولانا یعنی اولیٰ بالتغزینہ یعنی محکم و سرور ہے اور وہ الیٰ نہ ہی سے متعلق
اس نے اس مفکرت سے وہی معنی سمجھا اور اپنی شقاوت اور بے تحقیقی کی وجہ سے
اپنی حماقت شعور کر لی، مگر وہایت طبعی اور ملافتہ تقریف تقریف کا تقرب کر کے (دیکھو)
الجواب و هو الموفق للصلة فی المصواب
اس قریبہ کو ذکر کرتے وقت ہمیں یہ شعور ملے کہ حمایتی سے اطمینان نہ کریں
وردہ کہیں گے، استدلال پیش کرنے کی جرأت نہ کریں۔ پہلے اللہ کی بڑائی کہہ
مطلق روایت ملا علی قاریؒ جس کی طرف علامہ رحمہ اللہ نے صرف اشارہ کیا ہے
پھر اس کے دیکھو بطلان ملا علی قاریؒ کی۔ ملا علی قاریؒ کا شافی اپنی تفسیر میں
رقطریٰ ازہی۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۱۰ ص ۳۷۷)

طبعی آئینہ است کہ میں حکایت نصیب شاہ ادبیا و متفکران
تقدیر مشہور گشت حادثہ ابھی نعمان خجری پر ناقہ نشست و ترقہ مدینہ شہادہ کے
آٹھ ماہ واد خلیفہ حضرت رسالت پناہ و من تقہر کفہ نصیب علیؑ ہی اپنی غلط
دعا یعنی چلے آں طعن ای دعا کند و خدا سو اعلم اذ قہا بعلیم و ملا علی قاریؒ
آسمان بیفتا و دوسرا خود داد پرش ہی دی رفت و در ما عتلیٰ آیت فعلی

یا سنت کہ مسائل مسائل بعد اب واقع لکھا فرمیں ایسے لئے ماضی
من اذن ذی النعمان راج -

یعنی جب شاہ اولیاء کے منصب خلافت پر نصب کئے جانے کی حالت
مشہور ہو گئی اور یقیناً عوام میں معروف ہو گیا، تو مدت ہی نمایاں فخریہ ایچ اوٹنی
پر سوار ہو کر عازم مدینہ ہوا تاکہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو کر کھانہ و
من قشہ کرے کہ اس منصب پر اپنے چچا زادو بہائی حضرت علی بن ابی طالب کو
کیوں مقرر کیا ہے؟ اور کہا کہ آپ نے ہمیں تو عید و رسالت کی گواہی کا حکم دیا۔
ہم نے وہ گواہی دے دی، آپ نے ہمیں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اور اٹھنے
کا حکم دیا۔ ہم نے اس کو بھی قبول کر لیا۔ پھر تم اس پر بھی ماضی دے ہوئے، حتیٰ کہ
اس بچے کو اس منصب پر فائز کر دیا، اور من گھڑی ہو کا لا فعلی ہو کا لا
کا اعلان کر دیا۔

تو کیا یہ اعلان آپ نے اپنی طرف سے کیا ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا
ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بخدا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ واپس لوٹا۔
وہ اسٹائیک کہہ رہا تھا، اللہ صان کان، هذا هو الحق من عندی
فما علی علیہا جہاں فی من السماء او اٹھنا بعد اب الیوم
اے اللہ! اگر یہ حکم اور اعلان میری ہے، میری طرف سے نازل ہونے والا ہے
تو ہم پر آسمان سے پتھر پڑے گا، میں عذاب الیم میں مبتلا کر دوں گا، میں
پر ایک پتھر آسمان سے گرا جو اس کے سر سے داخل ہو کر اس کی سر سے
باہر نکل گیا اور اسی وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی، مسائل مسائل بعد اب
واقع الادیہ یعنی سوال کرنے والے نے سوال کیا اس عذاب کے متعلق جو کفار
پر نازل ہونے والا ہے، جس کو اللہ بزرگ و بزرگ کے علاوہ کوئی دیکھ کر نہ لانا سچ
نہیں، روایت علامہ طبری نے سورة الصافات کی اس آیت کے شاہ
نزد علی بن ابی طالب بعد اس مسئلہ ۳۵ پر ذکر کیا ہے۔ یہ کہ بقل ملا۔

اور حکوم صاحب، یہ روایت حدیث قدس میں ملتی ہے یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
 قلعہ قرہ چڑھے، اگرچہ ثابت قزوہ میں ثابت ہو جائے گی اور اگر ثابت نہ ہوئی
 تو اس معنی کا تفسیر بھی دوسری ہو سکتی ہے کہ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ لہذا اس کے بارے میں
 اور صحابی پر ہونے پر خود فراموشی تو آپ پر فیصلہ دینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔
 یہ روایت بعض شاعرانہ تخیل اور تضاد نگاری پر مبنی ہے اور اس کو واقعی حقیقت
 قزوہ کا بھی واسطہ نہ ملتی ہے، نہیں ہے اور ہم خود اس کا ابطال ہی ثابت ہو جائے۔
 ۱۔ ہاتھ لاقی حضرت علیؑ و ان کے آتے سورۃ مبارک اور اس کی یہ آیت کہ ہے
 اور ان آیات ہونے کا معنی اور ان کے معنی یہ ہے کہ وہ بھرت ہے پہلے نازل ہوئی
 ہوں یا اس میں کفار کے گمراہی کو حل کر دیا گیا ہے کوئی نسخہ بھی لایا نہ روایت ہوئی
 نہیں ہو سکتی کہ یہ نظر انداز کر کے روایت یہ آیت عربیہ خود میں نازل ہوئی اور حضرت
 علیؑ رضی اللہ عنہ کے اصحاب و اصحاب کے بعد لہذا اس کوئی ضرورت نہ رہی
 آیت کے نزول سے کیا رابطہ تعلق ہو سکتا ہے؟ علامہ آکوسی نے سورۃ المائدہ میں
 یہ قول نقل کر کے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا: و انزلنا القرآن فی الذل و الضلال
 منہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی اصحابہ المومنین علی رضی اللہ عنہ
 کا ان فی حدیث بیستم و ثلاثی فی اواخر سنہ ۱۰۰۰ ہجری قمریہ فلا ینکون ما
 نزل منکنا علی المشہور فی تفسیر و قد سمعت ما قبل فی
 منکنا علیہ الصلوٰۃ (علیؑ منکنا بالاقطار) بعد از (۱۰۰۰ ہجری)
 یعنی یہ قول کہ یہ آیت مبارک ہو انہیں غیری کے حق میں و لا یجوز علی علیہ السلام
 کہہ کر وہ ہے نازل ہوئی، بالکل غلط ہے کہ یہ تفسیر معلوم ہے کہ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ
 عنہ کے حق میں و لا یجوز علی علیہ السلام ہے یا لایا گیا ہو کہ ہجرت نبویؐ کا آخری سال ہے
 اور اس موقع پر اس کے بعد نازل ہونے والی آیت شہر و معروف معنی کے لفظ
 سے بھی نہیں ہو سکتی، حالانکہ یہ امر بھی گواہ گزار ہو چکا ہے کہ اس کے کئی ہونے پر سب
 حقیق ہیں۔

۲۔ اس قرینہ کا واسطہ مدار اس پر ہے کہ یہ آیت مدار میں ہی فرمائی ہو گی جس کے حق میں نازل ہوئی، جبکہ اس نے ولایت علی کو تسلیم کرتے سے انکار کر دیا، حق تعالیٰ کو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ اس پر بھی مفسرین حلقہ نہیں، بلکہ اس میں اختلاف اقرار ہے۔
 مدار میں نے مجمع البیان میں اس پر بحث کرتے ہوئے متعدد روایات نقل کی ہیں، تو جب حنفی اور قطعی دونوں عبادت کے حق میں نزول ہی ثابت نہ ہوا تو اس کا قطعاً نقل کرنا کے معنی کا قطعی تصدیق کیسے کرے گا؟

پہلی روایت: مجاہد سے منقول ہے کہ اس سائل سے مراد وہی شخص ہے جس نے کہا تھا: اللہ تعالیٰ کا کہنا تھا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْکَ فِیْ عِلْمِکَ کُلِّ شَیْءٍ مِّمَّا رَزَقْتَ النَّاسَ، جس سے منقول ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: جس عذاب کا تم کو دکھانا کہتے ہو وہ کبھی کے لیے ہوگا؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: وہ کتنا کہ جسے چاہے اور اسے اللہ بڑے دیر کے بعد وہ کوئی وعدہ کرنے والا نہیں ہے۔

تیسری روایت: جہانی سے منقول ہے کہ وہ عا اور سوال کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اھ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے ساتھ کفار پر عذاب نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

چوتھی روایت: ابی نعیم سے منقول ہے کہ سائل یہ تھا کہ وہی ہے اور وہ کفار کے عذاب کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔ (۱۱)

علماء اہل سنت اور سال سائل کا مصداق

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے در مشرک میں اس کے متعلق مختلف روایات نقل کی ہیں (۱)؛ فرمایا: عید بن جحیم، نسائی، ابی ابی حاتم، ابن مریہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ سائل حضرت الحارث بن اویس نے کہا تھا: اللہ تعالیٰ کا کہنا تھا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْکَ فِیْ عِلْمِکَ کُلِّ شَیْءٍ مِّمَّا رَزَقْتَ النَّاسَ، اور

حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۵) ابن القدر نے زید بن اہلم کے واسطے سے بھی اس کا مصداق نقل کیا ہے۔
ابن الحارث بن کلدہ قرار دیا ہے۔

(۶) ابن ابی حاتم نے سعدی کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ قول ابن القدر
مسائل مسائل الا یہ کہ کثرت فی تفسیر الحارث کے متعلق نازل ہوا ہے کہ اس نے
کہا تھا، ان کا ان حدیث اھوا لھن اقاہ اور اس کو یہ خطاب جنگ و جدلی
دیا گیا۔ (تفسیر و تفسیر جلد ۳، ص ۴۹۳)

(۷) تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں بھی مسائل مسائل کا مصداق
تفسیر الحارث کو قرار دیتے ہوئے فرمایا، یعنی وسامع وھو التفسیر لھا
الان، فقفل فیہ رد وھو رد۔ یعنی یہاں پر سوال یعنی دُعا ہے اور
حاکم نے والا تفسیر الحارث تھا اور وہ رد کے ولی تفسیر ہی ہاسے کے بعد
نقل کر کے کہہ کر رد کو پہنچا دیا گیا۔

(۸) علامہ سائوس نے "مختصر" میں منقول ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول
کے متعلق فرمایا، "اس میں مسائل سے تفسیر الحارث مراد لیا گیا ہے کہ یہ قول
سعدی ابن جریج اور مجہد کے منقول ہے اور اس تفسیر الحارث کے متعلق
روایت کرتے ہوئے اور منسوب نبوت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا، لہذا احادیث
درول تفسیر طرف سے ہے تو ہم پر مختصر صابا ظاہر الیم ثانی فرما۔ سعدی حدیث
عن ابن جریج والسنہی والجمع ہون الخ۔

(۹) قیل ہوا جو جمل حیث قال (اسقاط علیہ) کسفا میں
السنہی یعنی کہا گیا ہے کہ اس مسائل سے مراد ابویہ ہے، بلکہ اس نے کہا تھا
اس رسول کے برحق ہونے اور ہمارے مسلک پر لے کر دے ہے ہم پر اسکی کا
مختار لگا دے۔

الغرض روایت کا مدعی مرتب ثابت اور مسائل کا حارث بن نعمان تفسیر

قطعی طور پر ثابت ہوا اگر آیت کن اور حیرت سے پہلے تامل ہوئی اور مصداق اس کا بقول مجاہد اور قولی تفسیر صحابہ و صحرا انت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نص میں الہامیہ کے بعد میں قتل بھی ہو گیا تو انہوں نے صورت ۱ قطعی قریحہ کیا یہی گیا مطلق بمعنی اولیٰ بالمتصرف اور غلیظہ جو فصل کا لکھ اس کو قریحہ کہنا ہی سہ سے ہے۔ غلط ہے۔ علامہ قیس فیہ تہجیب ہے کہ جس روایت کی بنا پر وہ اس میں نہیں ہوتی، اسی کو قطعی دلیل کہہ دیتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف قطعی کا لفظ سنا ہوا ہے، مگر اس کا معنی معلوم نہیں یا صرف عوام شیعہ کو یہ قوت بتانے کے لیے ایسے ذاتی لفظ استعمال کرتے ہیں اور یا خود ہی اپنے عقل و غور سے بھی نتیجہ کہہ رہے ہیں اور غفلت یا فصل کی محبت میں ایسا کرتے اور بصیرت سے محروم ہوتے ہیں۔

تفسیر شعبی اور واحدی کی حیثیت

علامہ فتح اللہ کاشانی نے یہ روایت شعبی کے حوالے سے عقل کی اوتقل باری تعالیٰ یا ایضا الرسول بقیع لایکروا حدی کے حوالے سے اہل سنت کا طرف منسوب کیا اور علامہ ابو حکمہ صاحب نے ان کو قطعی قرار دیا کہ چنانچہ لہذا ان کی حیثیت اور مرتبہ و مقام کا یہاں کرنا از حد ضروری ہے تاکہ ان کے مستدہجات سے استقلال و استعشاؤ کی حیثیت واضح ہو جائے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر الثکان میں طبقات و المستدرج بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول تفاسیر کے اس دور میں سے ضعیف ترین اسنادوں سے، اور وہی طریقہ طریق النکبی عن ابن صالح عن ابن عباس فان افضم الی ذالک من وایت محمد بن مروان السدی الصغیر فقہی سلسلة الکتاب وکثیرا ما یجوز منه الشعبی والواحدی۔ تفسیر الثکان جلد ثانی صفحہ

یعنی حضرت عبداللہؓ ہی عباسؓ یعنی ائمہ جنہا سے منقول تفاسیر کی سند میں
سے کہ جو درجہ سند اور طریق روایت وہ ہے میں لیا گئی۔ ابھی صاف لکھ دیا کہ واسطہ
ہے آپ کی تفاسیر نقل کرتا ہے اور اس کے ساتھ لفظ ہی مروان سعدی مندرجہ
شامل ہو جائے۔ انہی ہی واسطہ ہی کلاموں اور جھوٹے باتوں کا ہے۔ ائمہ جنہی
اور واحد ہی اہل اوقات اور عمومی طور ہی اسی سند اور طریق روایت سے حضرت
عبداللہؓ ہی عباسؓ یعنی ائمہ جنہا کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

امام سیوطی نے ہی این چیزیں طبری کے دور کے بعد والے مفسرین ہی ترجمہ
کرتے ہوئے نہ کیا کہ انہوں نے روایات کے استنادوں کو حذف کر دیا اور مسلسل
اقوال نقل کرتے چلے گئے۔ اس طرح غلط اور بے بنیاد اقوال بھی تفاسیر میں داخل
ہو گئے۔ اور صحیح دلیل کا امتیاز ختم ہو گیا اور کچھ بعد کے آنے والے مفسرین
نے ان سابقین کے اقوال کو بلا تفریق و تخییر نقل کرنا شروع کر دیا اور متعدد
اور غیر محقق کا فرق ہوا اسلاف کے پیش نظر رہتا تھا وہ نظر انداز ہو گیا۔ بعد
میں وہ حضرات آئے جن کو کسی نہ کسی فی اور شب میں دستبرداشتی ملتی
تو انہی نے اپنی تفسیر کو اسی رنگ سے رنگ دیا۔ ان کے ماہر بیان اعراب
اور تفصیل قرآن کیب میں مذکور ہے، تو فلسفہ کے ماہرین نے تفسیر میں فلسفہ
کو بھر دیا۔ والا خبر اس ی لیس لہ شغل الا انقصص والا مستفیضاً
والا اخبار من السلف سوا کائنات صحیحہ تکذوبا غلطہ کا تشبیہی ^{مستقل}
اور جو اخبار روایات پر چڑھ کر کہتے تھے، ان کا مشغل صرف قصص کا بیان اور
ان کی بھرپور دہرایا اور انہوں نے اسلاف سے ہر قسم کی خبروں کا نقل کر دیا
مشتباہے مقصود قرار دے دیا، علماء بھی ہوں یا جھوٹے اخباری اہل بیچہ کہ قصی
نے ہی غلط اپنا دیا۔ اکتی طعن۔

ناظرین کرام پر حقیقت اہل بی طریقہ واضح ہو گئی ہوگی کہ تفسیر نبوی
میں ملکہ عام اقوال میں مسلسل کذب سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کا طبع نظر

اور دنیاوی مقصد کیا ہے ؟ لہذا اس قسم کی تفسیر سے ایک بے بنیاد فتنہ اور شکایت نکل
 کر کے اس کو قطعی قرینہ اور دلیل بخار و تائید اور بات اور بات اور علم تحقیق کی دوسیا میں
 درجہ اعتبار دلا دیا تو اعتبار نہیں اور محقق و عاقل، مجتہد العصر اور مجتہد الاسلام ہونے
 کے وجہ سے ان کو قطعاً زیرِ جرح و بحث ہو گا کہ کوئی معمولی شجرہ و جہد ان طالب علم ہی اس قسم کے
 دعووں کی جہالت نہیں کر سکتا کہ جس امر کا اچھا جواب دہی وہہ اس کو قطعی کہہ دے اور ان
 کے درجے مولیٰ امین غنیفہ بالخلف کو قطعی قرار دے لے۔

حیرت ہے کہ وہ نظریہ و عقیدہ جس کے تحت حضور ستہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ایک لاکھ چوبیس ہزار چوبیس ہزار صواب کلام مرتد قرار دیتے تھے انہوں نے اس
 سب کارنامے اور عصاات و قرآن و انبیاء اور سب اعتبار قرار دے دی گئیں اس
 کا حامی و حامیان جوڑی اور بے سرو پا شکایات پر ہے۔ اگر انکار پر آئے تو بیسیوں
 کتابت کے قطعی اثبات میں ثابت اس کے تضاد و شکاکات اور صدق و اخلاص اور
 اشراف الہی کی رضامندی اور جنت کے درجے میں ناقابل اعتبار بنا ڈالے اور جہل و غفلت
 پر آئے قرآنی جوڑی اور بے بنیادوں شکایات کو قطعی عقائد بنا ڈالا۔

حی ناطقہ سرنگریہاں ہے اسے کیا کیجے

پانچواں قسم و صنف،

مولیٰ امینِ اولیٰ بالتصرف اور خلیفہ بالخلف پر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزیرہ میں ولایت علی کا اعلان کیا تو ہم
 صحابہ کرام نے باجموع اور علی علیہ السلام نے بالخصوص حضرت امیر کو مبارک ٹکڑی
 ادا کیا، صحیح لکے یا میں ابی طالب لقتل اصیبت مولای و مولی کل
 مومنین مومنۃ مبارک پر، مبارک ہوا ہے ابی ابی طالب، اتم میرے اور تمام
 مومنین مومنوں اور میری قوم کے مولیٰ ہی گئے ہوئے ہیں اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ
 انہوں نے یہاں پر مولیٰ یعنی اولیٰ سمجھا تھا اور نہ صرف انوقت اور نہایت مراد ہونے
 کی صورت میں مبارک ٹکڑی شعلہ نہیں رہتی۔ رسالہ خزیرہ الامامیہ ص ۱۵۴

ہر سکا، کیونکہ مولیٰ ہونا حاکم مجھے مستلزم ہی نہیں ہے۔ چہ باجیکو فیہ
 خلافت و حکومت کو مستلزم ہے۔ اس ضمن میں احتجاج طبری کا ایک
 حوالہ پیش خدمت ہے، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی
 لمراسل اللہ اللیلۃ شیئاً الا اعطانیہ ولما سئل النبی
 شیئاً الا مسالت لای مثله وانی دعوت اللہ عز وجل
 ان یواخی بین فیہ ففعل مثالتہ ان یجعلک ولی کل مسلم
 ومومنہ ففعل ومالتہ ان یجمع علیک امتی بعدی
 فافی علی۔ احتجاج مسلم طبع جدید۔

یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے آج رات اللہ
 تبارک و تعالیٰ سے جو کچھ طلب کیا، اُس نے مجھے عطا فرمایا اور میں نے اس سے
 اپنی ذات کے لیے جو کچھ طلب کیا، تمہارے لیے بھی اسی طرح کا سہارا لیا۔
 میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرے اور تمہارے درمیان اوقات و رہائش گاہ
 قائم فرمائے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے مشرف قبولیت بخشا۔ میں نے اس سے
 سوال کیا کہ تمہیں تمام مومنین مردوں اور عورتوں کا مولیٰ بنائے تو اس نے اس
 دعا کو بھی مشرف قبولیت و مہابت بخشا اور تجھے سب کا مولیٰ بنا دیا اور میں
 نے یہ التجارہ کی کہ میری ساری امت کو میرے بعد تجھ پر متفق اور متحد کر دے،
 تو اس نے اسے مشرف قبولیت بخشنے سے انکار فرمادیا اور ساری امت کو
 میرے بعد میری خلافت و امامت پر متفق و متحد فرمایا۔

شیخ فاضل کی زبان اور مستند تری کتاب کے حوالے سے فرمایا نہیں کہ
 درجہ حقیقت معزز و دشمن کی طرح واضح ہو گئی کہ ولی اور مولیٰ ہونا علیحدہ امر ہے،
 اور علیحدہ ہو سکتا ہے مولیٰ ہو کر مولیٰ نہ ہو سکتا، ولایت قبولی ہونے کے بعد مولیٰ
 مومنین و مومنات کا مولیٰ ہی ہونے کے بعد ہر خلافت پر اتفاق کی دکان کھلنے کا
 ہی نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کے انکار کی کوئی وجہ نہ فرماتا، میں تو قبول کر چکا ہوں

خلیفہ بنایا چکا ہوں، ان سب کو متعلق و متذکر کرنے کا کام میں ہو چکا ہوں، تمہیں میرا دعا
 کہنے کی ضرورت نہیں، یہ پیش آئی، اور ان پر اہانت کو مٹھا اور متعلق کرنے کے لئے غلط
 فرمایا، تو ثابت ہو گیا کہ وہ دونوں امرا لگب لگس ہیں، لہذا قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ
 اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ بتقریب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نبیؐ بنانا حاکم اور
 خلیفہ ہونے کے معنی میں نہیں تھا، بلکہ وہ علیحدہ علیحدہ تحقیقیں اور حیثیتیں تھیں،
 مگر علویہ حکومت کا اس سے کیا فرق؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر نہیں ماننے کو مٹی میں نہ تو خلیفہ ہونے کو مستحکم ہے تو دنیا میں نہ
 تو مابین کے اور نہ ظن کی پٹ اور اس کے قطعی اور قطعی ہونے پر اعتقاد رکھیں گے اور
 منکر ہو کر ان کو فراموش و متذکر فراموشی کریں گے، خواہ کچھ ہاشمہؑ کی یاد دہانی کے لئے اس
 دہائی پر قطعی قرآن صریح دہائی اور وہ لہجے میں قرآن میں ہیں، ہاشمہؑ کی یاد دہانی
 یہ اس روایت سے یہ امر میں واضح ہو گیا کہ خلافت و حکومت دینی حاصل ہو
 مگر صلی اللہ علیہ وسلم پر ان اعراز ہے، اسی لئے سید عالمؒ رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت علیؑ کو اللہ عزوجل کے لئے میں اس اعزاز اور امتیاز کے رسول کے لئے اللہ تعالیٰ
 سے دعا فرمائی اور جو صلت و حکومت دعا نے مصلحت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی رہی، حضرت
 عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کے مبارک ہاتھوں میں تھی۔ اگر ان کو نہ دیتے تو
 ہونے کی صورت میں مبارک ہاتھوں میں تھی، کبھی تھی تو پھر اتنا کہ رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم بھی کوئی معنی نہیں رکھتی تھی اور اگر دعاواتھا اس لئے وصیت تھی
 کہ اس میں عام اخوت و محبت مراد نہیں تھی، بلکہ مخصوص اور اہم و اہل اور سب
 خصوصاً و خصوصیات کی طرف سے الفت و محبت مراد تھی تو مبارک ہاتھوں کا ہاتھ و
 موجب بھی یہی مخصوص اور اہم و اہل ہو سکتا تھا، لہذا یہ بیشک باوی خصوصیت
 جو فضل کا قطعی قرینہ سمجھ ہی گئی؟

علامہ بوصف کو کوئی کہہ سکتے کہ دینی اقتدار کو بقول مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
 سراب ہے اور پھٹ جانے والا صحابہ اور خلفاء کا خیال اور اصل اور

اور حقیقی انعام تو وہ محبوبیت ہے جو صرف ظاہری زندگی میں نہیں بلکہ خفا میں حاصل
کے بعد بھی قلوبِ غافل پر جاری اور غالب اور نگرانِ واقعات رہتی ہے جیسے کہ
ہر ایک کے مشاہدہ میں چمکنا ہے۔ سہ سہائی کس طرح آج بھی محبوبِ قلوب اور
قبلہ اور لوحِ چہ پہنچے ہیں۔

۲-۱۱۱ باوجود قی نے ثنائی الافہار میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
سے نقل کیا ہے کہ سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہم فی ولا امارة لی اعداء و اعداء رسولی ولا امارة
معی و علی ولی من کنت ولیہ ولا امارة معہ۔ معالی الافہار
اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور میرے لیے اعدائے حکومت اس کے ساتھ نہیں ہیں اور
میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، جبکہ ہر وقت بعثت میں میرا جو کام نہیں تھا اور میرے
ہر اس شخص کے دل میں جس کا میں ولی تھا، جبکہ وہ میرا اس شخص کے امیر نہیں ہوا
میرا اور رسالت کا اب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی واضح ہو گیا
کہ ولایت یعنی علیؑ اور ہے اور ان کا امیر ہونا علیؑ اور ہے اور ولایت امارت
و حکومت کو مستلزم نہیں اور ساتھ ہی دلیل بھی آپ نے دے دی کہ میں جب سے
رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اس وقت سے مولا ہوں لیکن میرے کام اس
وقت سے نہیں ہوں اور میں کا میں مولا تھا، علیؑ بھی اس کے مولا ہی بن گئے ہیں
وقت بعثت سے امیر تھا اور وہ ہی ہے ابھی سے امیر ہوں گے۔ مجھے یہی امارت
و حکومت بعد میں حاصل ہوئی اور اب نہیں بھی بعد میں حاصل ہوگی۔

انقرضی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ولایت کو امارت سے جدا کرتے ہیں اور
مولیٰ کو خلیفہ و خلیفہ سے تعلق مانتے ہیں اور ان میں دائرہ کوئے معنی و مغیرہ نام تھا
و اتوا فی تسلیم فروا تھے ہیں اور دوحہ و غارہ اور مصطلق کے لحاظ سے اور پہنچے ہیں
اہل سنت و جماعت کا ہے۔ اب ڈھکھا صاحب کی مٹھی کو وہ ماہِ نبوت ہے
رسالت پر مجلس اور ہماری موافقت کریں یا ہماری جنس میں بلکہ علیؑ کا ذکر
عداوت میں باقی نبوت میں مہاشین اور راوی نہیں ہے انکشاف کریں۔

مولیٰ بمعنی اولیٰ کے کیا ثابت ہوا؟

۱۔ ڈھکوسا صاحب فرماتے ہیں کہ مہارکبا دئی اس امر کی دلیل ہے کہ مہارکبا دئی جو پچھلے مسابہ نے مولیٰ بمعنی اولیٰ سمجھا، مگر مولیٰ مسابہ فرمائی کہ مولیٰ سمجھنے سے کیا غلطیت ہو، افضل تسلیم کر لیتا، وہ عمل مولیٰ اقتدار و اختیار کا ایک تسلیم کرنا ثابت ہو جاتا ہے؟ اولیٰ سمجھا عقداً تو اخوت و بریت کے لئے ایک حد تک آپ اولیٰ ہو سکتے تھے، تو بعض قصص و حکومت کے لئے ایک حد تک بھی ہو سکتا تھا، اتفاقاً نے کلام مجید میں فرمایا: **خَاوُكُفْرًا تَنَارُ** یعنی **مَوَکُفَّرًا** تمہارا ٹھکانا بے چینی ہے، اور وہ تمہارا مولیٰ ہے۔ یہاں مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے، تو کیا آگ کی فیض علیٰ افضل اور حاکم و سلطان کی تسلیم کیا جائے گا اور امر دئی کے ساتھ قصص کرنے والی۔ نیز کلام خدادادی میں ہے: **وَأُولَئِیَآءِ حَامِرٌ بَعْضُهُمْ أَوْلٰی بِبَعْضٍ**۔ یعنی **وَأُولَیِّ الدِّیَارِ** میں سے بعض دوسرے بعض کے ساتھ اولیٰ ہیں، تو کیا یہاں خلافت ثابت ہو گئی۔ قطعاً نہیں، بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ وہ ملانے کی فراہم مقدار ہے، اور قوی الامام و راشی مال کے مقدار ہیں اور اگر مولیٰ بمعنی اولیٰ ہو رہی ہیں، تو اس سے شیعی علیہ السلام کو کیا حاصل ہو سکتا ہے، جب تک اولیٰ بالہکومت والے قصص ثابت نہ ہو اور ان تعلقات کا ذکر پیش قدمی میں نہ کرے اور نہ مہارکبا دئی پچھلے والوں کے کلام میں تو سیر خواہ مخواہ اس معنی کی تفسیر کیجئے ہو گئی؟

مہارکبا دئی کہہ کر بالعموم محبت و ولایت اور اخوت و یحسانی چارہ تو اسلام و ایمان کی وجہ سے ثابت تھا، والعموم من بعضہم اولیاء بعضہم تو پھر اس سے مہارکبا دئی کا کیا معنی؟ تو حرام اگر بدعتی ہے۔

سختی شناس نہ خطا میں جا سکتا

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں لیں

کیا گیا تھا اور ایسی طرح قانی و ناکاہی آخر تبدیل حکم تھا، ایسی میں طرح محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت بھی ترک نہیں کی جاسکتی اور نہ کسی اسم کا جواب دینا ہم کو سزا ہو سکتا ہے۔ اس طرح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت بھی نہیں وقت ترک کرنے کے قابل نہیں ہو سکتی۔ بخلاف عام مومنین کی محبت کے، لہذا ابن ابی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس مخصوص محبت میں اپنے ساتھ شریک فرمانا ان کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا اور آپ یقیناً اس پر مبارک باد کے مستحق تھے۔

اگر وہ صحابہ کرام جو حضور غلام میں موجود تھے اس کو غایت بلا فصل کا اعلان کر رہے تھے تو پھر انہوں نے عملی طور پر آپ کو سالانہ نبوی کے بعد کم از کم خلیفہ تسلیم کر لیا؛ البتہ انہوں نے خود اپنے علاقہ پر تعزیت حاصل کرنے کی بجائے وگراں کہیں نہ دیا اور اس پر وگراں سے دستبردار ہو گئے، تو یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل تسلیم کیا، تاہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دنیا کی خاطر اپنے نبوی و ایمان اور اپنی نبوی شرکت و سلطنت دونوں ہی کو نہ کرنا کر سکتے تھے، بلکہ وہ اپنے عزم و ارادوں سے باز صرف اس لیے آگئے کہ انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زمانی وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش کے امام و حاکم قریش ہی ہوں گے، تو ان صحابہ سے یہ توقع کیسے ہو سکتی تھی کہ براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا منشیٰ و تسلیم نہ کریں اور بلا واسطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نبی کریم کو تسلیم کر لیں۔ نیز نبی محمد مصطفیٰ، جزا ختم اور جو عہد و مدت ان سب کو کی ہو گیا تھا کہ انہوں نے بھی اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر لیا اور ان حضرات کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ اقدس پر عمل کیا اور یہی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق قرابت کو ملحوظ رکھا۔ یہ کچھ تو کہیے کہ ابھر گیا ہے؟

چھٹا افسوس یہ ہے کہ **مولا ابی بکر** بالقرنیٰ اولیٰ خلیفہ بلا فصل پر

سابقہ سطحوں میں متفق و کتب کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے کہ اس اعلان کے

بعد از حضرت علیؑ علم نے صحابہ کرام کو حکم دیا تھا کہ حضرت امیرؑ کو اپنی شہادت
 کہہ کر سلام کرو۔ یہ اس بات کا قطعی قرینہ ہے کہ عمرؓ نے مراد اولیٰ یعنی مولانا
 ہے۔ قرینہ لانا میرے صریحاً

الجواب ومنه التوفيق والهدى

اے حکمران! میں نے اپنے غریب اور بے چارے قریب کر دیا ہے تاکہ تم میرے مسلمان بنو
 اور میرے ساتھ رہو۔ اللہ تعالیٰ کی اور متعدد کتب کے حوالہ جات دیکھ کر تم کو پتہ
 چلا ہے کہ اس کتاب آپ کے لیے ہے۔ رسالہ میں ان دونوں فرقوں کے متعلق کہیں بھی
 کسی کتاب کا حوالہ موجود نہیں ہے، مگر آپ ہی کو نشہ وستی کے عالم میں یہ دیکھ
 دیکھ لگائے جا رہے ہیں کہ متعدد کتب کے حوالہ جات سے لکھا جا چکا ہے۔
 ناظرہ سرگزیدہ ہے، اے حکیم! کیجئے

مولانا محمد معینؒ سرجوبہ دیکھنے والے غالب عالم بھی سمجھتے ہیں کہ مولانا معینؒ کا اصل
 شیعہ کا دعویٰ ہے اور اس کے اثبات کے لیے انہیں علمی و فاضل دشمنانہ حربیں کرنی
 لازم ہیں تاکہ ان کے نزدیک یا نظریہ قطعی حقاۃ اور اصولی اسلام میں شامل نہ
 لیکن یہاں وہ ان بھی بعض دعویٰ کے طور پر یہی کتاب کا نام دہرا رہے ہیں کہ
 درج کرتے ہیں، بلکہ اکثر مولاناؒ کی یہی غائب ہوتی ہیں، آخر یہ استدلال کا کونسا
 قسم ہے اور حوالہ کار ہوائی کا کونسا آغاز ہے؟ اگر بعض دعویٰ کرنا ہی چاہیے
 ہے کہ مولاناؒ اس کی سچائی کی دلیل پر تو میرا اسلامی فرقوں میں سے کوئی بھی ظاہری
 نہیں بلکہ سبھی چھپتے ہیں۔ الغرض ہمارا نظریہ و عقیدہ صرف اور صرف یہ ہے کہ
 خدایہ علم کے واقعات پر مشتمل روایات میں سے جو صحیح طور پر ثابت ہے، وہ ہے سرسبز
 امیرؑ رضی اللہ عنہ کے متعلق من گھڑت مولانا فعلی مولانا لا اللہ مولانا من
 والالا وبعاد من عادۃ الا کا اعلان۔ اس کے علاوہ امیرؑ میں ہونے کا حوالہ
 یا امیرؑ میں ہونے کے لقب سے سلام لینے کا حکم یا خلافت و امامت کی مراست وغیرہ
 قطعی باتیں نہیں درست اور ثابت کر سکتے ہیں اور مستحاضہ مسٹر کتاب میں بھی کوئی ایسی

روایت موجود ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے علامہ کوئی سلفیوں کے خلاف
 جہاد کا مطالبہ نہیں کرتا، اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی فتویٰ صادر کرتا۔
 غیر صحیحہ عند اہل السنۃ والجماعۃ ان یعمدوا بسلاسل کثیرہ
 کہیں معلوم ہے کہ خیر بنی کرم کے وہ روایات و اخبار کہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف
 بنائے کا حکم ہے، وہ اہل السنۃ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے خلاف
 معتبر اور مقبول ہیں اور یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اس اعلان کا پس منظر کیا تھا
 اور کیا اسٹ و موجب کونسا تھا؟ یعنی دشمنوں کی آپ کے خلاف شکایت اور آپ کے
 طعن و تشنیع اور آپ کی شان میں تحقیر و تفریط، جس کو ہمارے اہل السنۃ اور علماء
 شیعہ دونوں طریق نے ذکر بھی کیا ہے اور تسلیم بھی کرتے ہیں۔

اس خاص روایت اور قصوں مقصد پر مشتمل اخبار کے علاوہ دوسرے قسم
 کی روایات کا مطالعہ جس کو احقرم شیعہ علماء بطریق استدلال پیش کرتے ہیں انہوں نے اس
 کتابوں سے لے کر ہائی پیرا میں قرطبی نے صحاح کی تصحیح کرنے کا التزام کیا ہے اور
 وہ علماء کے تمام تصدیقات کی صحت کے قائل ہیں بلکہ ان کے پیش نظر واقعہ صحیح
 متعلق ہر قسم کی روایات اور ان کے ساتھ اور طریق روایت کو صحیح کرنا تھا اور ان کی
 درجہ بندی اور تصحیح کے طریقہ کا مطالعہ انہوں نے دوسرے حضرات پر چھوڑ دیا تھا
 ان کتب کے نزول اگرچہ ملتی ہیں بلکہ اگر اہل السنۃ سے ہیں، مگر اس کا یہ مطلب
 نہیں کہ انہوں نے یہ سمجھ کر کیا ہے، وہ سب ان کے نزدیک صحیح ہے اور انہوں نے سنۃ
 پر بھی ان کو صحیح ماننا اور ان پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ سید محمد کوئی نے فرمایا
 وقد اعتنى محمد بن عبد بن خنيس في حقه والاعتماد على ما في الصحيحين
 في بطلان ما في الصحيحين من ما جرت به عادة كثير من الصحابة في ما في الصحيحين
 من ما وقع له في الباب من غير تمييز بين صحيح وضعيف
 وكذلك الحال في الكلبين والاعتماد على ما في الصحيحين

کثیرۃ فی ہذا الخطبۃ والموصول علیہ فیہا ما اشرنا الیہ ونحوہ
 مما یس فیہ خبر الاستغناء کما یزعمہ الشیخون۔
 اور حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت خدیجہ کے بیان میں خاص و عیسٰی کا اظہار کیا اور
 اس میں وہ جبریل مرقب کیں اور اس واقعہ میں داروطب کے تمام استادات اور طرق
 جمع کیے اور قریم کے مشورۃ القنادکرات اور ہتھی و ضعیف اور صحیح قریم کو ان میں
 کروا دیا کہ بہت سے عورتیں کی عادت سمجھ رہے کہ وہ کسی باب دار خزانہ
 مناسب موصول اورہ شیباب پر روایت کو دیکھ رہی کہ وہ ہے جیسا وہاں میں
 صحیح اور ضعیف میں بہت فرق نہیں کرتے اور یہی مالی حافہ کہیں ہی تھا اور پھر
 نا ہے۔ انہوں نے بھی اس خطبہ کے متن میں بہت سے امور دیکھ کر کہہ دیا وہ قابل
 وثوق اور لائق اعتماد و سونہ ہیں، اس کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے یا حتیٰ تم
 وہ روایات بھی ہیں مثلاً فیہ منہ عنی عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ
 تنصیبہ، قبل انی بار بار اس طرف تدارق کی تو وہ لا محالہ ہوں کہ شیوخ و کرام
 بھی اپنی کتابوں میں مذکور ہر روایت کو صحیح تسلیم نہیں کرتے، حتیٰ کہ صحاح اور ابیہ
 مذکور تمام روایات کو صحیح اور حقیقہ ماننے سے انکار میں سما لایا ہی کا چہ غری
 میں ہے کہ امام غائب حضرت مجددی نے کافی افراد حضرت ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ
 اور اس پر مبر تصدیق لگا کر ہم نے فرمایا ہذا اکاف شیعۃ! اور اس طبع
 اہل المستقیم نے بھی کتب حدیث و روایات کی درجہ چڑھ کر ہم نے صحاح مستدرک
 و دوسری کتابوں پر ترجیح دی اور ان میں سے بھاری و سہل کی تحقیق صحیح روایات کو۔ پھر
 بخارہ کی انفرادی اور بعد از ان مسلم کی انفرادی روایات کو راجع قریم و اولاد
 کی ہوں کہ صحیح اس متن کے ساتھ نہیں ماننے کو ان کی ہر روایت صحیح ہے بلکہ کتب
 ان روایات کی درجہ صحت کی پہچان ہوئی ہے، لہذا لا شک و شکہ انکی کتب صحاح
 صحاح مستدرک انکی حقیقۃ الحدیث القدوسی فی اشرف الصحاح (مقدمہ جلد اول)
 نیز حقیقتاً بھی غلط نہیں چاہیے کہ شیوخ و کرام مستدرک میں ہیں اور حدیث

یہ فصل کے دعویٰ کو حقائق قطعیہ میں شمار کرتے ہیں تو اس کے اثبات میں ایسا طریقہ استدلال اپناتا جو جہل بھی دیکھ سکتے، قطعاً قابل التفات اور قابل اعتبار نہیں ہو سکتا، جبکہ جہل قیاس شرعہ کے ثبوت کا فائدہ بھی نہیں دیتا۔ صرف مخالف کے دفاع پر مشتمل ہوتا ہے۔ دعائے قطعی کے اثبات کے لیے میری بال بڑ لکھی قیاس کا ہی پیش کرنا لازماً ہوتا ہے اور جہل قیاس کا بھی یہ مطلب نہیں ہوتا کہ درج ثبوتی کی کسی کتاب کی کوئی روایت نقل کر دی، خواہ وہ اس کو ضعیف بلکہ موضوع اور ضعیف گھڑت ہی کیوں نہ تسلیم کرتے ہوں بلکہ اپنی طرف سے دعویٰ کر دیا کہ وہ سنی ہے اور پھر بطور الزام اور جہل اس کی روایات پیش کر دیں جیسے کہ خطیب نوایم اور ابن ابی الحدید وغیرہ کے متن میں علماء شیعہ نے اسی کارستانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ الحاصل ان معروضات کو نہ ہی لکھی کر لینے کے بعد اب ہر حکماء و صاحب کے بیان کے ساتھ اس شخص کی حقیقت معلوم کریں۔

۱۔ ایسی کوئی روایت بھی اسناد و مستند معتبر کتب اہل سنت میں موجود نہیں، لہذا یہ دعویٰ جب خود ہاؤ فوجت کو نہیں پہنچ سکتا، تو اس کو قطعی قرینہ قرار دینا ایک مجنونانہ حرکت کے سوا کیا ہے، علامہ موصوف کے استدلال کا ماحصل یہ ہوا کہ چونکہ ولی تشیع تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت امیر مومنین علیؑ خود کو مسلمان کرانے کے بعد حضرت علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام، امیر المومنین کے لقب سے سلام کیا، لہذا اہل السنۃ کے نزدیک بھی قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ مولیٰ کا معنی خلیفہ ہی فصل ہے۔

برہین عقل و دانش بیابان گریست

۲۔ امام فہیم نے سلمیٰ میں ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے حضرت مسیح موعیٰؑ پر ایمان نہیں لیا، حضرت علیؑ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ سید فہیم میں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر خطبہ صبر اس کی تصریح ہے، انہیں یہ جواب دیا، فرمایا، لو کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اراد خلافتہ فقال ایہا الناس ہذا ولی امری والقا ثم علیکم بعدی

فاسمعوا له والطيعوا له ثم قال الحسن افسر بالله سبحانه
ان الله ورسوله صلى الله عليه وسلم نرا اثره ليلنا لاجل هذا
الامر ولن يقدر على ان يراه الله وجهه عليه لكان اعظم
الاناس خطا۔ مروج الذهب ج ۶ صفحہ ۱۵۸

یعنی اگرچہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیر فرمایا ہے تاکہ اس کا اثر
کلیتاً اتر آئے۔ اس طرح فرماتے ہیں میرا ولی الامر اور ولی عہد ہے اور میرے بعد تمہارے
انتظام کا مالک اور قیام امر ہے اس کے حکم کو قبول کرو اور اس کی اطاعت کرو۔
بعد ازاں حضرت مسیح علیہ السلام نے قسم اٹھا کر فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے امر خلافت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پس پیا تھا اور انہی
کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا اور وہ وقت آنے پر خلافت کے لیے آمادہ نہ ہو سکا
اور سلطنت اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے سزاوارتہ نہ ہو سکا تو یقیناً ان سے بڑا
خطا کا راز گنہگار کوئی نہیں ہو سکتا۔

مقامِ خلیفہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ تبدیل ہو جائے اور سابق
کے منصب پر کسی نے کسی نے خلافت کرانے کی کوشش کی گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کاپر رسالت انارت ہوئے کے اندر بیٹھ کر اعلان کیا تو کسی
میں کشت مولانا فضل مولانا کھنہ سے وہ تمام راہ گیارہ اور اسلام علیکم
یا امیر المؤمنین کہلائے۔ وہ عرض پوری ہو گئی، جبکہ آل نبی اور آل علی رضی اللہ عنہ
کے حکیم فرد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے داماد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
پوتے فرما رہے ہیں کہ خلافت کا اعلان کرنا ہوتا تو اس کی صحیح سورت یہ تھی۔

۲۔ احتجاجِ طبری کے حوالے سے ذکر کیا جا رہا ہے کہ حدیثِ خیر میں مرتب
خلیفہ مرتضیٰ کی طرف اشارہ اور کیا ہے یہ تصریح نہیں ہے اور تصریح
شرف ماننے کی وجہ سے بیان کی کہ اگر تصریح فرماتے اور کہتے، لا فیکون الا علی
الا فلا یحیونہ والا فخل یکنہ العبد اب لا تا ہما العبد اب و

حوال باب الاختصاص والا مہمال کہ تم نے امامت و خلافت کی ضرورت
صرف فلاں معین شخص کے ہی سپرد کرنی ہے اور نہ تو یہ مذہب نازل ہو گا، تو ضرور
اسی یہ مذہب نازل ہو گا اور مہلت کا دروازہ بند ہو جائے۔

مگر سوال یہ ہے کہ جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بطور اشتغال
کن یہ بھی کچھ کچھ کو تیار نہ تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے رسالت ختم کرنے کی دھمکی خیر
علی مولد کا اعلان کر لیا اور آپ بھی اعلان کر کے رسالت کے چسپے جانے کے
خطرے سے محفوظ ہو گئے، تو اہل بیت کو بھی اسی قسم کی دھمکی دے کر اقوام خلافت کرایا
ہوا اور مذہب اپنی سے بھی بچا لیا۔ کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی
بھڑکھا؟ مگر اہل بیت کے لیے دلی مشرور و طا اور مصطفیٰ دھمکی دینا وہ انہیں خیر
نہی الا بیار علی الترتیب والشارح کی کسر شان لازم نہ آئی اور اہل بیت کی کسر شان لازم
آئی تھی؟ مانتھ کہ کھنڈ شکستوں۔

یہ مذہب کی وجہ سے سنائی باقی خلافت کی تو تصریح کر دی جاتی اور
کہا جاتا، امر خلافت صرف فلاں معین شخص کے لیے ہے، اس میں تو تصریح اور اشارہ
و کلام سے کام لے کر انہیں پیدا دلک ہاتی۔ اہل بیت کو مذہب سے بچا، حضرت علی رضی اللہ
کو خلافت دلانے سے اگر نہ روکا، ہم ہی تھا، تو مذہب کی وجہ سے اس نے بغیر بھی اعلان
خلافت پر سکتا تھا، کم از کم اس کی نصیحت تو ہو جاتی اور غلط نہیں تو ضرور ہو جاتی۔
اعراض خود اکابر پر شیعہ جیسے تسلیم کرتے ہیں کہ یہاں صرف تعریض ہے اور
انہیں مہلت دینا اور مذہب سے بچانے کے لیے اعلیٰ صریح نہیں کیا گیا تھا،
تو پھر اسلام علیک یا ایہ المؤمنین کہلے گا، طلب کیا ہوا؟ کیا اس میں تعریض تھی
اور تصریح نہیں تھی؟ گویا ڈھکڑا سا۔ کابیان کہہ دے تو یہ نہ اہل بیت کے
مسلمات سے ہے اور نہ ہی تمام شیعہ ہی اس کے مخالف اور معزین ہیں، مگر غرض وہ
ہے قطعی اور ناقابلِ ریب و شک۔

۴۔ اگر اعلیٰ خلافت بھی ہو چکا تھا اور امامت پر سہا کہا ہی بھی اور

امیر المؤمنین کے لقب سے سلام کرنے کا حکم اور اس کی تعمیل میں جو بھی شخص اتوار صبح علی
رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا کیا معنی ہے؟ مسلماً اللہ امور و سرخسینا
اللہ قضا و منظر فی امورہی فان اطا عتی قد مبعثت بیعتی و انا
المیثاق فی عتی عنہی۔ شیخ البیضاوی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا کلام
کیا اور اس کی قضا پر راضی ہوئے۔ میں نے اپنے سامعین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی
وہ میرے عقائد کے لیے امانت پر ہے اپنے بیعت لینے سے بیعت لینے والے تھے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے ان خلفاء کی تائید کی کہ اپنی بدگمانی کی تائید
کیا اس سے بڑا استہزاء اور طعش بھی کوئی ہو سکتا ہے کہ ایک طرف اعلان خلافت
اور امیر المؤمنین کا لقب دے کر سلام کرانے باقی امور دوسری طرف حبشہ پہنچانے
لے کر ان کو دوسرے خلفاء کی پیروی اور فرمانبرداری کا پابند کر دیا جائے۔

۵۔ انصار نے جب حضرت امیر بخیر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبانی سیدنا رسول
الاسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش میں آنے کی اطلاع دی اور اپنے دوسری خلافت اور اپنے قرآن
مناہج و مسکنہ (اصح) سے دستبردار ہو گئے تو شیعا اہل اہلسنت و اہل حق
نزدیک مسلم ہے اور اہل کی کتب مسترد ہیں مروی و منقول ہے، تو اقربہ اہل خلافت
اور مسلم اہل سنت اور اہل جہاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کیوں قبول کیا؟ ختم جہاد
ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانی سیدنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی کہ اگر زبانی صلی
صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں اور اس اجہاد کے ساتھ نہیں پھر بھی اس کو قبول کرنا
کرہی اور اس میں گہری دیکھو کی بھی مطلق پرہیزگاری۔ کیا ہے کوئی ایسا شخص
ہاں گئے تنبیہ الامور اس میں حقیقت اور ناقابل التیاد و قدود افعال کے ساتھ
کہ اس میں سہانی مفروضہ ہے تو یہ کہے اور حقیقت کا اعتراف و اعتراف کرے۔
نیز اہل اہلسنت کی معتبر قریب کتاب میں بھی مذکور ہے میں منقول ہے کہ حضرت
عباس علیہ السلام نے مرض الوصال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امر بیک
محقق حقیقت کرنے کا مشورہ کیا لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ آپ میں خلافت دینی

تو پھر کہیں یہی خلافت لوگوں کی طرف سے بھی نہیں ملے گی، لہذا میں نہیں پوچھتا۔ اگر
اسلوب خلافت بھی ہو چکا اور مبارکبادوں بھی دی ہو چکی تھیں اور امیر المومنین کے
لقب کے ساتھ ملک ملک بھی ہو چکی تھی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس
مشورہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس جواب کا کوئی معنی نہیں دے سکتا۔ لہذا یہ قرینہ
شبیہ و ثقیل روایات بلکہ مسلمات کی رو سے اہل بیت پر ہے، نہ قرینہ، نہ قابل اعتدال
واقعا اور سراسر لغو اور بیوقوفانہ قرینہ کہنا بھی غلط ہے، تاہم طبیعت پر ہونے
قرینہ الامامیہ از علماء مکتبہ صاحب

ساتواں قرینہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بالتصرف اور خلیفہ بلا فصل پر

حضرت عثمان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے درباری شاعر تھے، انہوں نے پورے واقعہ کو نظم کیا۔ اس سے بھی یہی
ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت
کا اعلان ہی سمجھا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

فقال له قسم يا علي فافني روضتك من بعدى اماما واهلوا
اسم علي! انشوا! میں نے تمہیں اپنے بعد لوگوں کا ہادی و رہنما منتخب کیا ہے۔

تحفہ حسینیہ از اہل انصاف محمد اشرف الہیادی

الجواب ومنه الامام الصواب

علامہ موصوف نے اپنے استدلال کا دوسرا مدارج حضرت عثمان رضی اللہ
کی طرف سے سبب اشعار پر رکھا ہے، لیکن جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ واقعی آپ کا
کوئی دلیلی ہے اور وہ قرینہ و ثقیل اور روایات و القصص سے محفوظ ہے،

اور اس میں الحاق اور مصنفی اختیار نہیں ہے، اس وقت تک اس استدلال کی کوئی کمیت نہیں ہو سکتی اور قہر کی ہر جہ کو جس کوئی کے نزدیک کام لاشک صحت شگک ہے اور وہ اس کو تغیر و تبدل سے مستول و مستول تسلیم نہیں کرتے اور جو اس میں دلائل ان کی معتبر ترین قہر و قہر ہے، ایسی موجود ہیں جو اس قہر کو ناقابل و ثوق قرار دیتی ہیں اور عزت و معتبر مشہداتی ہیں تو اس کی کتاب کے نزدیک وہ ان حقائق اور اس کی تعلیم کیوں قابل و ثوق ہو گئی؟ لہذا جب تک اس نسبت کا درست ہے اور اس کے مندرجات کا تغیر و تبدل سے مستول ہونا ثابت نہ ہو جائے، استدلال درست نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کو بلا فصل غلوہ اور عام وادی مان چکے تھے اور قہر سے بھی پڑ چکے تھے تو پھر ان کو مرتبہ کے کسائے میں کیوں ڈال دیا؟ اور ارتد الناس الا ثلاثۃ کی تبلیغ جہا سے اس قہر و قہر کی رگ و قہر کیوں کر کاٹ دی؟ اگر باقی انہوں نے اس میں آپ کو ہادی و کما سمجھا تھا ہو غلوہ کا دعاء ہے تو پھر ان کی قولے ارتد لو کیوں؟ اور اگر وہی نہیں سمجھا تھا تو ان کے قول سے استدلال کیوں؟ اور اگر اپنے طریق سے غلوہ ہو گئے تھے تو وہی ہونے اور مصلحت کو کسی مصلحت کی ہیں کے تحت وہی کو قہر کیوں؟ ان کو غلوہ کو غلوہ نہ چینی تھے، ہیں کے تحت لڑ کر ہائے جان کے خون کے اپنے قصائد اور انہما و حقیقت کے پر نفس اور بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غلوہ تسلیم کیا؟

۳۔ نیز اس قصید میں اگر کتابت ہی تو عام اورادی کے الفاظ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امام اورادی ہونے میں کسی کا ذکر نزاع و اختلاف ہے۔ لہذا اختلاف ہے تو بلا فصل غلوہ ہی ہے اور امام وادی کے الفاظ اس پر دلالت ہی نہیں کرتے، یہ جہانیکہ قطع قریب ہی سمجھیں، کیونکہ امام وادی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء کا غلوہ ہے اور امام اپنی اسلام پر اس کی تعمیل لازم ہے۔ انہما کلام صیرم اسلام ہی وادی اور امام ہی کے تشریف لائے، مگر ان میں علم و تربیت

ہستیوں ظاہری حکومت پر فائز نہیں اور بنی اسرائیل میں امام ہادیؑ کو قتل کرنے کے بعد وہ حکومت اور خلافت میں تھے۔ کیا قاتل اللہ تعالیٰ وجعلت لکم آئینۃ یحسدونکم؟ ہم نے ان کو امام بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ اگر میں دانیایہ و رسل جو حکمران اور بادشاہ نہیں تھے اور وہ سرے مذہبی رہنما ہیں کا قتل ہی اسرائیل سے تھا، وہ سبھی امام اور ہادی تھے، لیکن ان کو علیہ السلام سے علیٰ غلط ہے، تو پھر اس جنگ امام دہادی کہنے سے قطعی قرین خلافت بلا فصل کا کچھ ہاتھ لگ گیا؟

ہم۔ نیز اسی موقع پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث نقلی میں فرمایا:

اقدس سے بیان فرمایا کہ میں تمہارے اندر دو قسم کی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسری اہل بیت اور جب تک اہل بیت کے ساتھ تسکین اور اعتدال کرتے رہو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ تو اس حدیث میں آپ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس طرح قرآن ہادی ہے، اسی طرح اہل بیت بھی ہادی ہیں اور ہر حکمران جس طرح قرآن حکیم کے مطابق احکام نافذ کرنے کا پابند ہے، اسی طرح اہل بیت کرام اور بالخصوص حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشرعوں کے مطابق عمل کرنے کا پابند ہے۔ نیز کتب سماویہ ہادی بھی ہیں اور ان کو امام بھی کہا گیا ہے۔

کیا قاتل اللہ تعالیٰ، ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما و ساجدۃ۔ وقال اللہ تعالیٰ ذالک الکتاب لاس یب فیہ حدّی للمشتقین۔ ہاؤنکو اہل کو علیہ السلام کہنا بھی درست نہیں، یہ بالکل علیٰ غلطی کا فصل۔

لہذا اس حدیث کی روشنی میں حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ وہ اہل سنت کے مسلک کے عین مطابق ہے اور شیعی علماء کا اس کو اپنے کتاب پر قطعی دلیل بنانا قطعاً غلط بات ہے، اختصارہ قرار دینا بھی درست نہیں ہو سکتا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشیخ خاص بنانا، مشیخہ عام الیہ سے واضح کیا جا چکا ہے، لہذا جو مقصد اس ارشاد انور میں حضرت مسیح علیہ السلام پر منکفی حاصل نہ آ رہا ہو۔

تغذیہ الامعاء اسٹخوان قرینہ نمول یعنی اولی بالتصرف اور تغذیہ الامعاء

اس امعاء کے بعد تغذیت مصلیٰ نمول کا جناب امیر کے دوستوں کے لیے
دعا ہے نیز فرمایا اور نماضیں کے لیے ہدایت فرمائی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ
مصلیٰ ہے اور اولیٰ بالتصرف ہی ہے جسے کہ ہم جبکہ امعاء والی ہدی کے بعد اس
تصرف کی دعائیں کی جاتی ہیں، یہی ہے مقصد مصلیٰ ہدی کی اطاعت کی ترغیب اور تقویٰ
ص ۱۵۳

تغذیہ شینی، الجواب وهو المصلیٰ للمصدقی والاعتواب
ظاہر ہو گا جس طرح قرآن اور شراعیہ بیان کرنے لگے تھے ایسی ہی ہوتی
کہ ان کے اسباب کے مصلحت کارہائے مشہور کا سہارا لینے پر مجبور نہ ہوں گے کہ ان کے
بعد میں یہ دعا ہے کہ اے اللہ! اس شخص کو دوست بنا اور مصلیٰ کو دوست رکھے اور
دشمن رکھ جو مصلیٰ ہے دشمن رکھے، لہذا اس سے ولی ہدی ثابت ہو گا۔

۱۔ یہی دعا قرآن ولی ہدی کے مخالف اور ثانی قرینہ ہے کہ یہ کہہ کر کہ اللہ
مقصود ہوئی، تو دعا میں ہی ماتی، واللہ قرآن میں اطاعت دعا میں
اے اللہ! جو ان کی اطاعت کرے، اُس کو محبوب بنا اور جو ان کے کفر کی اطاعت
کرے، اُس کو اپنا دشمن بنا سب محبت و سعادت کا ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ اولیٰ ہدی
کا امعاء نہیں تھا، بلکہ مخصوص محبت کے وجہ بلزوم کا امعاء تھا جو اصل قرینہ تھا
یعنی حضرت مسیحی رضی اللہ عنہ کے وہ تھا فاسد عوالہ واطیعہ کی کہ تھا
مصلیٰ اور ولی امر ہے اور یہی امور لہذا اس کی اطاعت کرنا اور اس کا حکم کو قبول
کرنا، مگر اس کو تو یہاں ذکر کیا گیا اور جو ذکر کیا گیا، وہ قرینہ ہوا جس پر
ما پر طاعت ہے وصدق۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے من کنت صلیا فعلی ولا

کے اعلیٰ کے وقت ولایت ثابت ہو چکی ۱۲ اسی لیے اس روایت میں من بعد ی
 کا لفظ موجود نہیں ہے اور ولایت بمعنی تصرف تو اس وقت ہو ہی نہیں سکتی تھی ورنہ
 ایک وقت دو حکومتیں لازم آتیں ۱۳ البتہ ولایت بمعنی جبر علیہ صریحاً تھی اور اول
 نہیں جمیع کوئی ہو سکتی تھیں اور قلعی مولانا کا بعد اس سے ہونا خود دام و استمرار
 کے لیے ہوتا ہے اور وہ بھی من کثرت مولانا کے استمرار و دام کا مراتب ولایت
 علی کے استمرار و دام پر دلالت کرتا ہے بلکہ اس امر کا اقویٰ قرینہ ہے کہ یہاں
 ولایت بمعنی جبر و کہ ولایت بمعنی خلافت ہو کہ بعد از صالح نہیں حاصل ہوتی
 تھی کیا پرش و اس کے قائم ہوتے ہوئے اس دعا سے ولایت بمعنی خلافت
 جو فضل پر ادنیٰ اشارہ بھی سمجھا جاسکتا ہے، یہ ہائیو اس کو قلعی قرینہ تسلیم
 کر لیا جائے۔

نانواں قرینہ مولیٰ بمعنی اول بالتصرف و خلیفہ افضل ہے

اس آیت کے جملہ کلمات میں کا نزول سیوا کہ قبل از یہ بیان کیا جا چکا ہے اس پر
 کی قلعی دلیل ہے کہ آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے عظیم الشان فریق کا مالک
 ہے سبکدوش ہوتا ہے تھے جس پر دین اسلام کی تکمیل کا اور مدار تھا اور وہ امامت
 خلافت علی ہی ہو سکتی ہے ۱۴ اعلیٰ محبت و خیر -

صفحہ ۱۵

الجواب بفضل الخیر والصداد

۱۵ حکو صاحب کا یہ دینی قلعی لفظ ہے کہ قول باری تعالیٰ الیوم اکملت
 لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام و دینا
 کا نزول فدیہ غم میں اعلیٰ ولایت کے بعد ہوا بلکہ عرفہ کے میلان میں نود و الحمد و
 بعد اس کا نزول ہوا ۱۵ لہذا اس پر خلافت و نصرت کا اعلیٰ مرتبہ کرنا قطعاً درست
 نہیں ہے اور اہل سنت کے کتب میں بھی اس کی تصریح موجود ہے اور تمام فرقہ
 اور علماء اہل سنت کا اسی پر اتفاق ہے اور اگر شیعہ حضرات اس آیت کے قدر نہ کر

تائید ہونے کے قابل ہیں تو وہ اسے خلاف اجماع اور اہل حق کا یہ قول کہ کرکشی کیا جا سکتا ہے۔

جہیز علیہ رضی اللہ عنہ کا بھی اس پر اجماع و اتفاق ثابت نہیں۔ جیسے کہ تفسیر

منہجی اور صحیح میں بقول متعدد اقوال اس پر ثابت ہے۔
 یہ علامہ موصوف نے اعلیٰ نکاحات کو بہت ہی عظیم نشان فرض قرار دیا ہے۔

جب اعلان کی غفلت تھی ہے، تو ظاہر ہے خلافات کی غفلت کیا ہوگی اس لئے کہ
 شریعی نظریات اور مسائل کے آئینوں میں انھیں اشیاء مفروضہ

کو تسلیم کر لینے کی امانت کو اس غفلت سے ذرا بھر قائم نہیں رہتا۔ کیسی مثال کا اور
 تو عقائد انہوں کی موافقت و متن بہت اور ان کی خلافیت کو خلاف انہوں کی غفلت ہوگا

تو روئے ہونے لگا گیا اور اس کے دوران بقول شیخ قرآن بھی بدل ہوا کیا اور شریعت کے
 دیکھا حکام میں بھی بدو بدل ہوتا رہا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سب سے پہلے

اور یہ خلافات مل گئی تو اصل قرآن سے نکلے اور عقائد رہا بقی کی دہلی اور کابل
 کے خلاف کوئی اقدام نہ کر سکے اور وہ ان کے جاری کردہ امور پر بغیر کو بدل سکے کچھ

بیشریعی طور پر اور پیشہ لاس رہا کہ میرا لشکر مجھے چھوڑ دے جاتے اور میں تمہارا
 پہلوں۔ دیکھو حکام کو تہذیبی کرنا تو دور کی بات ہے، ان کو ایک چھڑو دینا، بس یہی کرنا

یعنی راحت کا سامان تو ہو رہا ہے، وہ بھی ممکن نہ ہوا، جیسے کہ صدر مملکت صاحب
 اس کے طبیب مدد معافی کے خود تسلیم کیا ہے۔ رسالہ تفسیر القرآن ص ۶۶۶ کا

تفصیل مطالعہ فرمائیں۔

لہذا اندری حالت تمام اپنی تفسیر کے اعزازات کی رو سے جب خود خلاف
 مرقضوی اسلام اور امت مسلمہ کے لیے کسی قائد کا موجب ذہن کی اور اسلئے ہائی

کو اس سے ولایت حاصل نہ ہوگی تو اس کے اعلان کو عظیم نشان قرار دینا کمال کی
 قرار دینا شریعی مسلمات کی روش سے کہ خط و دست پر ہو سکتا ہے۔؟

پہلے ایمان و کلام علیہم السلام ہی منظم علی اللہ علیہم کی نبوت و رسالت
 کے اعلان کے پانچ تھے اور اس علیہم نشان قرار دینا کو ہر ایک نے ادا کیا۔ پھر آپ

کے ظہور پر واضح بھی ہو گیا کہ واقعی وہ رسولِ گامی اسی اجتماع کے لائق تھے جسکی
 شیعہ مولیات کو تسلیم کیا جاتے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام کی نیکی
 کی بجائے اس کی جڑیں کھسکی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جو لوگ اسلام کے خلاف تھے غرضاً
 وہ آپ کے امام تھے اور انہیں کے آپ وزیرِ مشیر تھے، ان کو ہی دیکھتے ہیں کہ
 انہیں کی حیثیت کو بظاہر بیعت کی حقانیت اور دستگیری کی دلیل بناتے رہے اور ان کے
 مقتدا یا پیغمبر اسلام اور عظیم المرتبت موسیٰ قرار دیتے تھے اور ان کو بے عیب پانچواں
 مامست روا اور سنت کا قائم کرنے والا و جبرہ قرار دیتے رہے، جس سے ان کی عقل
 تائید اور مخالفت پائی گئی اور علانیہ ایک مسئلہ بھی آپ ان کے خلاف نہ ہل سکتے
 تھے اور نہ ہلے۔ تو کیا شیعہ مفروضات کے مطابق آپ کا اعتقاد بوجہ یہی حق کی
 بنیاد ہی ہے کہ کھسکی ہوئی شیعہ، قرآن و حدیث کے اجتماع کا کیا مطلب؟ اور اس
 کے اعلان کے عظیم اثرات کا کیا مطلب ہو سکتا تھا۔

ہاں اہلِ اُمت اس خلافِ مرتضیٰ کو اپنے دور میں فی الجملہ عظیم الشان
 مانتے ہیں کیونکہ آپ نے ان کے نزدیک ذرہ بجزوی کی مخالفت برداشت
 نہیں کی اور اس کو پہلے ہی انہی کے مطابق پہلا یا دوسرا ہی کسی تعلق اور شدت دار
 کو مان کر مہرے دیا اور نہ ہی وہ ہیں، مہجنت اور بے باور داری کو برداشت کیا
 خواہ اس کی تعلق ہی بھاری حیثیت کیوں خاداکرنا پڑی اور یہ عقائد امت کے حق میں
 نصرت بھی تھی اور قابلِ فخر بھی، لیکن وہ شرابی تھا اور چہ تھے وہ ہیں تھی اور اس کی
 غلط فہمی اور انہیں شیعہ میں کسی کی نہ دیکھا کر برضا و طہت اور بعدِ غور و عنایت
 پہنچا دیا گیا تھا، اس میں اتنی تھوڑی سی اور نہ کتنی ہی حق نہ مانی انہیں کے مخالف و دشمن کا
 انہماک یا انہیں شیعہ حضرات کے زعم و گمان کے مطابق، آپ بظاہر غلط رہا انہیں کی
 حق و مستحق کرتے اور ان کی میریت و کھار کو اپناتے اور اس میں ہی کو مرتبہ اور
 وہی کو تباہ کرنے والے قرار دیتے اور اس طرح آپ نے گویا داسلام ہماری کچھ
 ایک ظاہری اور علانیہ۔ دوسرا مخفی اور بے شیعہ جو خاص تک محدود اور غرضاً

فرقہ بندی اور اختلاف و انتشار رکھو دیج رہے کہ قیامت تک اس نے جو کیا چھوڑنے کی مالک اپنا اسلام میں بہت نہیں چھوڑی، لہذا اگر شیعی مفروضات درست ہی تو ہوں گے تو ثابت ہو گا کہ اسلام کے لیے نہایت اور خدا اس کا اعلان کرتی اہم قرینہ تھا اور اگر نہایت تھی اور مسلموں کو نہایت کامیاب تھی اگرچہ شیعی مفروضات غلط ہیں اور ان کا پرچار حضرت امیر مومنیؑ اور عہد کی تقیص و ترویج کا موجب ہے۔

غیر میں طرح اعلان ولایت حضرت علیؑ کی اصل قرینہ یہ کہ اہم قرینہ تھا اس طرح ولایت کا حصول اور علیؑ اور اس کی خاطر قریش کی تکالیف برداشت کی حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کا قرینہ تھا بقول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہ قریش اس کو اعلان بعد حکیم انسان قریش کی اعلیٰ جگہ سے سیکھ رہے تھے مگر حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ پر جو بار گراں خلافت والا لگا گیا تھا اور اس طرح سے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کہ بہت بڑی جگہ خود ان کے پر تھے لہذا ان کے اگر رسولی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو خداوندی سے آپ کی خلافت کا اعلان کیا تھا تو اس کا دعویٰ ذکر کئے انداز کے حصول کی خاطر کی تھا ذکر کے آپ بہت جلد سے مجرم اور گناہ کار ٹھہرے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کی گناہگاروں کی پروا نہیں صرف غلطیوں کا نہایت بہت پر مانتی اور غلطیوں پر ان کا لین چیلان اور ان میں سے کسی خوشنودی حاصل نہ دیتے اور میں۔

قرآن مجید ایسے قرینہ اور ہدایہ اسلام کے بیان کننا اور اس کی سائنس

ہو۔ مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان ولایت کو عظیم اعلان قرینہ کی اور ان کی اور اس سے سیکھ رہی قرار دیا اور ان کے خلافت ولایت ماضی و اگر قرآنی اسلام میں سے اہم عقیدہ اور اساسی کے اور کاپی نمونہ آئینہ عمل نبوت۔ امانت اور قیامت میں سے ہے تھا اہم کی تھا تو کہیں اس کی تصریح قرآن مجید میں کی ہوئی ہے یا ہے تھی کہ اگر اصل سچو جہت وہی ہے اور اگر قرآنی میں قدیم مٹو گئی ہو سکتا ہے تو وہ بھی قرآنی مجید ہے اور خیرہ صراط محمدیؐ کی ہدایت ہے کہ قرآن اس کا تھا مگر

پڑے گا اور اس میں متعدد دیگر اصولی عقائد اور فرائض اسلام کو بھی سراسر اور حقیقت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن بارہ ائمہ کی مخالفت کا اور بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا اس میں کبھی تذکرہ نہیں ہے اور وہ اس عظیم الشان فریضہ کی صفات اور واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک طرف اجماعت اس قدر برابر دوسری طرف اس کی بیان اور تصریح سے اجتناب کی کیفیت ہر توبہ قابلِ جہم اور ناجائز تسلیم نہیں ہے۔ وہ متعین اور قطعی کی جناسات کرتے ہوئے قرآن مجید نے ایمان بالغیب، اجماعت صلوٰۃ اور اتفاق فی سبیل اللہ، قرآن مجید اور کتب سابقہ کی تصدیق اور معرفت پر یقین کامل کی صفات گنرائی دی، مگر خلافت و ولایت کا ذکر نہیں فرمایا۔

غیب۔ ایمان رسول اور یمنیں کے ایمان کے مشققات بیان کرتے ہوئے فرمایا، کل آمن باطلہ وعلف نکم وکتبہ من سلب۔ یہاں بھی توحید رسالت اور کتب و علائقہ کا ذکر نہیں ہے۔

حج۔ یمن میں کی فلاح و نجات پر مشتمل خصائص عہدہ اور اخلاقی عالم کی دیکھا کرتے ہوئے فرمایا، قد افلح المسلمون بآیہ اس میں بھی نماز میں مشروع۔ لغویات سے اعراض، ہر ایسی زکوٰۃ و زنا اور عبادی سے اجتناب و احتیاط، رعایت عہد اور مخالفت صلوٰۃ کو ذکر فرمایا لیکن خلافت علی اور ائمہ اثنا عشریہ کو یہاں بھی شرط خروج و نجات نہ لایا۔ وغیرہ اکتب من القابات۔

و۔ اگر خلافت کا تذکرہ ہے تو اس میں نہ بارہ ائمہ کا بالعموم تذکرہ اور نہ خصوص علی رضی اللہ عنہ کا بالخصوص ذکر ہے بلکہ علم فریضہ کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ اگر اجماعت و فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اولی الامر کا ذکر ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ، اطیعوا اللہ واطیعوا المرسلین واولی الامر منکم۔ تو اس میں بھی نہ بارہ کا ذکر علی و تقریر رضی اللہ عنہ کا، بلکہ جنگندہ فرمایا کہ اس شخص کو تقریر یا ختم ہی کر دیا۔ کہ کون کون تھا جس کو ہے، انہیں صلوٰۃ اولی الامر کی اطاعت لازم لگائی ہے۔ ذکر اولی الامر میں

الرسول یا میں ازل و بعیدت کی اطاعت لازم کی گئی ہے نیز اگر امام حسینؑ کا اہل بیت میں داخل ہو سکتے ہیں تو خلفاء ثلاثہ کیوں داخل نہیں ہو سکتے ؟

و۔ اگر ولایت کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ بھی عمومی الفاظ میں مثلاً انما ولایتکم اللہ ورسولہ و الذین آمنوا اللہ اس میں نہ حضرت علیؑ نہ حضرت عثمانؓ کا نام اور نہ یاروین حضرت کو نام و نشان ہے بلکہ واللذین آمنوا کے عموم میں انصاری حضرات داخل ہو سکتے ہیں اور عام لفظ کو اپنے غرض پر رکنا بھی لازم ہے۔

ف۔ یا ایہذا الرسول بلغ ما انزل الیہ اللہ میں بھی حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ اور بھی اشترک امامت و خلافت کی تصریح نہیں بلکہ داخل اہل بیت بھی قرآن کی رو سے اس خلافت کے ساتھ اس کا قطع کر کے حقیقی نہیں ہے اور جب تک صغیرت و کم سن و سال کو اور شاہی نزول پر مشتمل اہل بیت کو ساتھ شامل نہ کیا جائے کسی کثرت سے اس عظیم فریضہ کی طرف اشارہ بھی معلوم نہیں ہوتا ہے یا الہی یا مہر کیا ہے ؟ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیان کا ارادہ وقت حق انصاریہ یا شاہی یا اہل بیت سے جدا کرنا اور کسی کا خوف تھا ؟ تو اس نے اپنے کلام میں اس کی صراحت کیوں نہ کر دی ؟

۵۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت علیہم السلام کے اہل بیت و خلیفہ قرآن و آپ نے فرمایا ہے کہ ان کے لئے کفر کی مخالفت و عصیان اور طاعت کو خاطر میں نہ لائے اس کا اعلان کیا جس میں کوئی التباس و اشتباہ نہ ہو سکی اور یہی اس اعلان کا دہلے فریضہ کی مداح اور ہائی تھا اور اس کا اہد و عہد تھا۔ اس کا اعلان بھی انداز میں کیا گیا کہ اور ہر وقت قرآن میں ملا کر اس کے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر یہ بھی بات غیر متفقہ اور وہ طواف اس اعلان سے ثابت نہیں ہوتی اور شیعہ شیعہ و زیدان غیر ملکی اہل علم و قوت پر عہد کیا کہ میراث و شہادت اور اہل بیت کے ساتھ میراث کا کثرت بھی رکھ کر یہ منافق ابھی ظہر آشوب و بد بھی خاموش ہیں۔ شیعہ کہتے ہیں آپ قتل اور موت سے ڈر گئے تھے اور آپ

کہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے سامنے تسلیم و طاعت کرتے ہوں۔
یا الہی یہ ماہر کیا ہے؟

کیا ایسے قرآن و حدیث کے مباح و حرام مسائل ہیں؟ اے اے کے ساتھ ہی ہو کر
ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ و رسول خدا علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے کیا ہے؟ لہذا عقیدہ خمس کی طرح واضح ہو گیا کہ نہ خلافت بلا فصل ہی قرآن و حدیث
اسلام میں داخل تھی لہذا اس کا اعلان کیا۔

دسواں قریبہ، مولیٰ بمعنی بلا فصل پر

نور امیر المؤمنین کا مختلف مقامات پر اپنی خلافت و امامت کی اثبات میں
اس حدیث شریفہ یعنی من کنت مولاً فعلی مولاً کو پیش کرنا اور اس کو
تمسک کرنا بھی اس بات کا قطعی قرینہ ہے کہ یہ حدیث آنحضرت کی خلافت بلا فصل
کی دلیل جمیل ہے۔
تخریج الامامیہ ص ۱۵۲

الجواب بتوفیق الملک النواب

علامہ صاحب نے شرح حدیثی ذخیرہ کے حوالے سے حضرت امیر المؤمنین کا اس
حدیث کے ساتھ استدلال کرنا ثابت کیا ہے مگر وہ وقت طلب امر ہے چنانچہ آپ نے
اس حدیث کو کس انداز میں پیش کیا تھا۔ اگر اس انداز میں کہ اس حدیث کی نہ سنو
سورہ عالم سلی اللہ علیہ وسلم نے میری خلافت بلا فصل کا اعلان فرما دیا تھا اور تم نے
میری خلافت و امامت کا اقرار کر لیا تھا لہذا تم نے مجھے امیر المؤمنین بنی ہاشم کا
دی حق تو دیکھو صاحب اس کو قطعی قرینہ بنانے میں حق بجانب ہوتے۔ بشرطیکہ کہ اس
اہل سنت کا بھی ہر قسم اعلان کے ذیل قابل قبول بھی ہو مگر وہ سراسر جھوٹا استدلال ہے
چونکہ اس انداز میں حضرت میر نے اس کا انکار کیا اور یہی شرح حدیثی ذخیرہ اہل سنت
کی کتاب بھی اور اگر آپ نے اس انداز میں ذکر فرمایا تھا کہ تم میں کوئی شخص ایسا ہے
جس کے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں کنت مولاً یعنی مولاً

تو حق شرع صحیح دینی میں اس کا انکار ہے۔ یہ بھی اس صحت میں اس سے استدلال
اور اس کو قطعی قرار دینا لازم بود داخل ہو جائے گا۔

اقول: آپ نے اس کو تعداد فضائی کے طور پر لکھا مگر اس میں ہی آپ کی غلطی
کا اعلان تھا اور اس کے ذریعے آپ کے امیر نے کامیابی پر ان تو آپ بھی اس کی
اثبات خلاف اور اعلان حکومت کے طور پر پیش کرتے۔ سلاطین آپ نے صریحاً
فضیلت کے لیے اس کا ذکر کیا ہے اور اس حدیث کا افسانہ نقلی و منقولہ میں
داخل ہونا عملی بیست اور نفاذ نہیں ہے۔

۲۔ علامہ موصوف اگر روایت سے کام لیتے تو انہیں یہ مراعت بھی کرنی
چاہیے تھی کہ ان فضائل اور استحقاقی غلات کے دھروہ و اسباب کا ایک کتب غلات
ذکر کیا حضرت مسیح اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد میں افسانہ فضائی
سے شک ہے اور استدلال نہیں فرمایا۔ مالا لنگہ اگر اس حدیث میں غلات فیہ فیض
کا اعلان تھا تو اس سے استحقاقی غلات فیہ فیض پر استدلال بھی بالافضل
تہنہ چاہیے تھا لہذا اسباب ثنوی کے ساتھ انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حق
امیر رضی اللہ عنہما کے بعد ذکر کیا تھا اور اس تاخیر اور استحقاق کی وجہ کیا ہے؟
۳۔ اگر استدلال فیض کی حقیت کے متنازع میں ہے تو آپ کی غلات
کا اعلیٰ اور حق تسلیم و فروختے اور اپنے استحقاق اور بیست کی غلات کہہ سکتے
مستند روایات اور اخبار آپ سے اس صورت کی مروری اور منقولہ میں ہرگز نہیں
سردی و حیرت و حیرت ہو گا۔

۴۔ جب جناب ابوسفیان نے حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کے لیے آئے
تو ان کے عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

اِنَّكَ قَرِيبٌ مِّنَّا لَسَاعِيْنَ اَسْعَابِهِمْ وَقَدْ هَمِدَ الْخَلْقُ
مِنْ سِرِّهِمْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سُلَيْمٍ وَعَلَىٰ اٰلِ سُلَيْمٍ وَتَقَرَّكَ
اَبْرَسَتُهُمْ وَعَدَلِ اِلَى الْاَصْيَاسِ بْنِ عَيْدٍ الْعُطْلِيِّ فِي مَازِلِهِ
فَقَالَ يَا اَبَا الْفَضْلِ اَنْتَ اَحَقُّ بِمَعِيرَاتِ اَبْنِ اَخِيكَ اَمَدٌ وَبِكَ

لا یا ایہا ملک فلا یختلف علیک الناس بعد بیعتی یا ایہا قاضی
 العباس وقال یا ایہا سفیان یدفعنا علی ویطہبنا العباس
 فرجع ابوسفیان غائباً۔ شرح ابن الحدید جلد ۱ ص ۱۳
 اے ابوسفیان! تو ایک ایسے امر کا امداد رکھتا ہے جس کے ہملاقوں کو
 مالک نہیں ہے اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا میں
 اسی پر قائم ہوں۔ ابوسفیان آپ سے الگ ہوا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ
 کی طرف مائل ہوا وہاں کے گھر جا کر ان کو عرض کیا، اے ابا الفضل! تم اپنے بیٹے
 کی وراثت کے زیادہ حقدار ہو، اتنے بڑے عاقل و ناکرم میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں
 میری بیعت کے بعد لوگ آپ کے ساتھ بیعت کرنے میں اشتباہ نہیں کریں گے
 یہ ٹھیک کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور کہا اے ابوسفیان! اس بیعت
 خلافت کو حل بنی اچھا طلب ملکر ادبی اور عباس اس کو طلب کریں، یہ کچھ ہو سکتا
 ہے اترا ابوسفیان کا کام اور بے نیل مرام واپس ہو گئے۔

ب۔ جناب ابوسفیان کے ایسے ہی ایک مطالبہ کے جواب میں حضرت
 علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے علقمہ! یہ مستحقہ جو میری شرح صدیقی
 طالی غشتت الاصلہ و اہلہ لسا ضرور تم شیئا الا حاجۃ لنا الی خیلک
 ورجلک لولا اناس وینا ایا بکر لھا اھلا لھا تو کہنا۔ اے ابوسفیان!
 تو نے بیعت دفعہ اسلام اور اہل اسلام کو دھوکہ دیا، لیکن انہیں اللہ بھر نقصان
 نہ پہنچا سکا، ہمیں تیرے سوا دین اور پیادوں کی امداد و عانت کی ضرورت
 نہیں ہے۔ اگر ہم ابو بکر کو امداد و خلافت کے اہل اور لائق نہ سمجھتے، تو اسے
 کبھی اس منصب پر قائم نہ رہنے دیتے۔ جلد ثانی ص ۱۵۵

ج۔ قبل انہی نیکو اہل فہم کے حوالہ سے اسی مطالبہ کے جواب میں آپ کا
 یہ فرمان گزر چکا کہ میرا ابھی خلافت کا وقت ہی نہیں ہے اور یہ دعویٰ کرنا گستاخ
 پھیل کرڑنے اور میری زمین میں کسی ہارشی کرنے کے مترادف ہے دینے ذاکر
 من الخطبات۔

الغرض آپ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی اہلیت اور جواز
 تسلیم کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آپ نے اس قدر میں اہل کلمہ کا استقلال پیش
 نہیں کیا اور یہ دہری خلافت وراثت علیہ اور خلافت وراثت علیہ کو کسی لحاظ سے بھی پانچ
 ثمرات کو نہیں پہنچا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بھی آپ نے نظر نہ کیا
 اور اللہ تعالیٰ کی موجودہ خلافت قرار دیا لہذا اس قدر میں ایسا استقلال ذاتی روئے
 وراثت و وصیت، ذاتی روئے وراثت صحیح۔ رہا گھبراہٹ کا خاطر جو ابتدائی قیام میں حضرت
 امیر ابو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حویلی ہی تھے تو وہ امر خلافت میں داخل ہو کر
 بولوا نہ شکرت کی تھی میں کا باعث اور موجب یہ تھا کہ مجھے مشورہ میں کیوں شامل
 نہیں کیا گیا اور اس قدر میرا حق یہ کہ مجھے کیا گیا جس کا نزد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ
 نے یہ پایا کہ وہ اور حضرت امیر نے قبول کر لیا اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے علی اور اس کا
 بیعت کر کے سب خلافتوں کی بنیاد ہی ختم کر دی۔ بخاری شریف اور مسلم شریف
 میں اس کی تفصیل مروی و مقبول ہے اور یہ ان کی جگہ چلی ہے۔
 لیکن اس پر شرح صحیحی کے حوالے سے عرض کرتا ہوں۔

قال علی وائرہ یومنا فی الشورۃ واما النبی علیہ السلام
 احق الناس بحبہ اندہ لصاحب الناس واما النبی علیہ السلام واما
 امرئ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا القسوة بالناس واما
 علی۔ جلد ثانی صفحہ ۱۷۷ ص ۱۷۸ کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت
 حضرت علی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں مشورہ مشورہ میں شامل
 نہ کیے جانے پر تلافی تھی اور نتیجہ ہم اور جو سب لوگوں سے زیادہ خلافت و
 امامت کا اہل اور حق دار سمجھے ہیں۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا غار میں
 اور ہم ان کی ضرورتوں اور ہر دلی کے حضرت امیر علی ہیں اور لہذا ان کو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں لوگوں کو نماز پڑھانے سے پہلے رسول اللہ
 الغرض علی واضح ہو گیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی بھی صورت میں خلافت

پر خلافت کی اہلیت اور فقہانی میں حقیقت اور تقدم کا دعویٰ نہیں رہا اور آپ نے ان کے خلاف کے لائق اور اہل دہرے کا کہیں دعویٰ نہیں کیا، لہذا ان کے مقابلہ میں استدلال پیش کرنے کا کوئی معنی نہیں ہو سکتا۔

۴۔ اگر مذکورہ سہ معاملات اس قسم کے استدلال کا ذکر کرتے ہیں تو بعض شرابی میں جبکہ ان چاروں کا ان میں سے کسی ایک کو خلافت کے منصب پر فائز کیا جانا تھا تو اس وقت آپ نے اپنے فضا کی بیان کیے اور دوسرے حضرات پر اپنی سہمت اور سہولیت بیان فرمائی، لیکن وہ بھی اس حدیث کے نفس خلافت پر نہ کرنے کے لئے سے نہیں، خود آپ کا پیچھے خلفاء کی خلافت پر اعتراض لازم آتا اور آپ کے شرابی میں شمولیت فرماتا ہی غلط ہو کر رہ جاتا، اور آپ سراسر تشدد کا شکار ہو جاتے، مگر پھر اس حدیث میں آپ کی خلافت بلا فصل ثابت تھی تو پہلے غلطی، غلطی نہیں تھی، اور ان کی اطاعت ہی درست تھی، شرابی کا اعتقاد بھی غلط تھا اور اس کا کہنا کرنا بھی اور اگر وہ منصب بھی تھا تو اس حدیث کا معنی غلیظ و فصل دہرنا مسلم ہو گیا، پھر تیسرے نمبر پر اس کو دلیل بنانے کا کیا مطلب تھا؟ بالقرین اس کا حکم کو بطور تصدیق فضا کی کیا اور جب دوسرے حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب کر لیا، تو آپ نے بھی ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا، سمجھے کہ بیچ کر لیا میں ہے، واللہ لا یستعین ما سلمت امور المسلمین۔ بخدا میں نے خلافت کو تسلیم کروں گا اور کچھ دہرے کا، جب تک اہل اسلام کے معاملات میں صحیح طریقہ پر انتظام پذیر ہوتے رہے۔ جلد ۱ ص ۱۷۷

لہذا اس وقت بھی آپ کا اکثر بی بیعت تسلیم کریں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینا اس حقیقت کا واضح اعتراف ہے کہ اس حدیث میں آپ کی خلافت ہی ثابت نہیں ہوئی، چہ جائیکہ بلا فصل اور نہ ہی اکرم رسول اللہ علیہ السلام کا وہ قصد تھا، جو سہائی و نہایت نے اختیار کیا، نہ بقول حضرت حسن رضی اللہ عنہ نقل مرثیٰ رضی اللہ عنہ سے نہ اور غلط لکھ کر کوئی نہیں ہو سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو علی غریب میں اودھاپ دیا۔ رسول کو امامت عظمیٰ کا اہل اور حقدار تسلیم کریں اور اسی کو وصیت کرتے پھر یہ اودھان کی ضروری میں شامل ہر مہاشین۔ بعد اس کے فیصلہ تسلیم کریں مولا طہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بھی تھا کہ ضروری میں شامل نہ ہونا مگر آپ کا جواب یہ تھا کہ میں انصاف کے پیش نظر کیا توڑی تھی حضرت ثمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بھی ان کے ظلم کی تعمیل فرماتے اور اس کی مخالفت گوارا نہ کرتے۔ کیا اودھان کو امام مہاشین کا نام لکھ سکتے تھے اور اس میں اعتراض کیا کوئی عقلمند؟ ہاں کر سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت خدیج کا بھی حق تھا جو اپنی سبابتہ لکھنے نے کیا کیا ہے؟ اور علامہ آسے گا کہ آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت تو یہ واضح کر سکتے تھے مگر صحابہ کی مخالفت برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اس سے بے فکر بھی کوئی تھا۔ بخاری پر مکتبہ ہے ۱

ابن ابی الحدید کا اثناعشر پر رقص انکار

علامہ ابو حنیفہ صاحب نے امیر المومنین کے لقب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کرنے کا نام لیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نسبت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے وقت اثناعشر صحابی جلد سے صلا کا سوال دیا ہے، حالانکہ ان اہل حق و سبوت موجود ہیں، ہے۔ البتہ اس سے چند صفحات پیچھے اس بحث کو اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ اثناعشر صحابی شیعہ کا حضرت منزلات اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا امیر رضی اللہ عنہ پر استغاثہ غلط ہے۔ آج کے اہل حق کے لیے یہ بحث لکھنے کی ایک کڑی چیز ہے۔ خدا کا اقرار ہے کہ اہل حق کے لیے یہ سب سلام کرانے کا حقیقت اور اقرار ہے کہ انی حق نہیں ہے۔ اگرچہ یہ حق نہیں ہے ابی الحدید صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالی کے بعد حضرت میں صحابہ کرام کے فرائض و اعتکاف کو، لکھے اور انصار کے مدعی غلویت و تشیعہ قریش و مہاجرین کے قرابت نبوی کے تحت استحقاق خلافت کا اپنے اللہ منحصر کرتا۔ غلو لکھے۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے خضوع فی زمین سے حقیت اسلام یاد دلا کر لکھے

اور امام نماز پڑھتے تھے استدلال کو تو نظر رکھئے تراثنا عشری شیخ کے ہاتھوں کی کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی، الا سرب ان ائمتہ لما سمع ما جری لہم بعد وفات رسول اللہ جعلو قطعاً انہ لہو یکن هذا المغنی ج ۲۔ صفحہ ۱۰۰۔ یعنی اس میں شک و شبہ نہیں کہ کوئی بھی انصاف پسند شخص یہ بھی وصولی نبوی کے بعد صواب کلام کو پیش آنے والا باہمی معاہدہ اور ان کا معاہدہ سے تروہ بالیقین اس حقیر پر پہنچے گا کہ خلافت مرعونی یا خلافت صدر علی کے واسطے میں کوئی اثر نہ اور واضح اور ناقابل شک و احتمال روایت موجود نہیں تھی۔

الغرض اس سے آپ کو صواب کا سبب کی روایت ماری کا بھرم خود مشاہد کر سکتے ہیں کہ شرح صدر علی میں لکھا گیا ہے اور جناب والا اس کو پیش نہیں کر رہے ہیں۔
الحاصل آپ نے یہاں تک اذہک صاحب کے پیش کردہ دس قرآنی اور شراہ کا حال معلوم کر لیا جس میں مولانا غلام حسین ندوی یا صرف نقالی اور شراہ نقلی کے کچھ نسخہ اور واقعات و حقائق سے انہیں ملکہ کا بھی تعلق نہیں تھا اور نصرت و دیانت و انصاف ایسا امور قرآنی اور شراہ کہنا بھی پسند نہیں کرتا اس کو درج فرمائیےش مجتہد احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقلی قرآنی اور شراہ بنا کر لکھی کیا ہے۔

میسرہ صحت برائے روایات

تفسیر، علامہ اذہک صاحب نے ان دس صد قرآنی کریمان کر کے نقل شدہ کتابوں کے نام لکھ رکھے ہیں اس میں اکثر قرآن کے چند مذہب کی تفسیریں مثلاً شرح صدر علی مروج الذهب، السعدی، نیاریح المحدث، من قبہ غلیب، نوادر م اور سیر مکتوم وغیرہ جو ازہک تفسیر اہل حق کی نظر ہو کہ حوالے لے دیئے اور بعض ایسی ہیں جو غیر معتبر اور غیر متداول قسم کی کتابیں ہیں اس کا میسرہ صحت یہ ہے کہ مستحق اور متداول کتب کے مطابق ہیں تو درست اور باطل ہے کہ صحت میں غلط اور ناقابل اعتبار اور اختلاف اور اختلاف اور یہی حال ان معروف کتب کا ہے اس کے مصنفین نے روایات کی صحت و قوت کا

کہ دلیل کے بطلان سے دعویٰ کا بطلان لازم نہیں آتا، بلکہ ممکن ہے کوئی دوسری دلیل موجود ہو جو اس کے اثبات کا قاعدہ دے لے گی۔ اگر جب تاخیری کلام یہ دلچسپی لیں گے اور اس پر معترضین کی طرح یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ ہی ثابت نہیں، تو پھر اس کے معنی پر اور مولیٰ کے دو اور معانی پر اس کی تشریح کا دعویٰ کی جڑ کاہتا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ شیعی فاضل نے اس کا جواب میں معانی میں اختلاف تسلیم کیا ہے۔

فاضل کا عظیمہ ۱۰۱۔ علامہ حکیم صاحب نے مولیٰ بمعنی اولیٰ بالقرآن پر کوئی لغوی شہادت پیش نہیں کی۔ ظاہر ہے کہ قول ہاری تعالیٰ وَقَدْ مَكَرُوا لَكَ اَمْرًا مُّوَكَّلًا کو ہی اس کی دلیل بنایا ہے کہ اس آیت کے تحت میں مولیٰ بمعنی دوست تو ہو نہیں سکتا اور اولیٰ المستحق کے معنی یہ ہے اس کا معنی اولیٰ ہو کر گیا ہے، لہذا مولیٰ بمعنی اولیٰ ثابت ہو گیا اور جب اتنا قدر ثابت ہو گیا اور یہ خود واضح تھا کہ آگے جنہوں میں تصرف کر سکتی، لہذا ساتھ بالتحقیق میں ملے اور اس طرح مولیٰ بمعنی اولیٰ بالتحقیق ثابت ہو گیا۔ لیکن علامہ صاحب نے اس میں لغت عربی میں لفظ کے موضوع اور معنی اور بطور جماد مستعمل فیہ معنی میں فرق نہیں کیا، لہذا یہاں پر ساری تقریر کا امر قاسد ہی ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر لغت عرب میں قول بمعنی اولیٰ ہوتا اور آیت بیان کرتے وقت ہذا اولیٰ ہذا اللہ من فلان کی جگہ ہذا اللہ من فلان لہست ہونا چاہیے، مگر اللہ اللہ اہل لغت کے نزدیک بالجماع اس طرح کہنا غلط اور بالکل ہے اور علامہ صاحب اپنے رسالہ میں جب تسلیم کر چکے کہ لفظ مولیٰ مشتق ہے، تو اس پر کتب لغت سے استدلال کو لازم تھا اس مقام پر حضرت علامہ محمد امجدی کی تفسیر کے تحت یہ تاخیری کی مثال ہے:

اگر اس قول کا قاسد بمعنی اولیٰ بطلان صادر ہو جائے۔ لاکھنؤ آف اولیٰ لفظ فی ہذا الاستدلال جعلہم المولیٰ بمعنی الاولیٰ وقد انکرہ اللہ اصل العربیۃ قاطبہ بل قالوا العربیۃ مفعول بمعنی افضل اصلا

والعبر لغيره من ذلك الا ان من بين اللغوي متفهمين يقول ان عبيد في
التفسير قوله تعالى هو كلهم "اي اولی بکرم و سدا نه و لازم عليه
صحة فلا بد من اولی من فلاں کما یصح فلاں اولی من فلاں و
اللازم باطل ایضا فانما الملازم مثله و تفسیر ان عبيد بواي
لما حصل المعنى یعنی القاسم مقرر و مقرر کفر و الموضع الملازم
بکفر و ليس لصا في ان لفظا لصول ثم یحیی الاولی و ان لفظا لصلی
"یعنی اس استقلال میں پہلی لفظی شے ملے گی کہ چونکہ غرضی کو اولی کے معنی میں کیا
ہوئے سالانہ تمام اہل ہر بیت نے اس کا انکار کیا ہے بلکہ انہوں نے کہا کہ اگر
مقتل کا وزن کسی شخص کا معنی اور نہیں کرتا اور مرلی قطع کے وزن پر چارہ
اولی افعال کے وزن پر ہے اور سوائے اہل غرضی کے کسی نے بھی اس کو ہر شخص
کا کہل نہیں لے قول ہادی تعالیٰ یعنی موفکر کی تفسیر میں اہل بیت کے قول اولی بکفر
سے استقلال کرتے ہوئے اس کو ہر شخص کیلئے یہ قول ضرور ہے کہ ہر شخص
قریب فلاں اولی من فلاں کی جگہ فلاں متولی من فلاں درست نہ پایا ہے
کیونکہ جب متولی کا معنی موضوع نہ ہوگا ہے تو پہلے جملہ کا درست نہ ہوا اور سوائے
کی صحت اور صحیحی کو مستلزم ہر سالانہ لازم بالاجماع باطل ہے یعنی لفظ متولی
میں قطع کیا قطعاً درست نہیں ہے لہذا لازم میں باطل ہے یعنی لفظ متولی کا اولی
کے لیے موضوع ہونا نہیں باطل ہے اور جب صریح ہے اس معنی کے لیے موضوع ہو گیا
تو حوائج اشتراک بھی موقوف ہوا۔

دعا اہل بیت کے قول کا سہارا اور دلائل معنی اہل بیت کا قول قاسم میں باطل
معنی اور معنی موضوع لڑکے کا نام کا بیان ہے یعنی آگ کہا و اشک کا اور ہائے
ہزار گشت ہے اور کہا ہے قاسم وہی جگہ ہے اور اس قول میں اس شخص میں ہے
کہ وہی متولی کا لفظ اولی کے معنی میں ہے اور اس کے لیے وضع کی گیا ہے تاکہ اس
قول کو سند بنا کر اشتراک کا دعویٰ کر دیا جائے۔